تحقیقی مقالہ برائے حصول پی ایچ ڈی ڈگری

ادارہ علوم اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی لاہور

میں پیش کیا گیا۔

DATA ENTERED

آثارِ صحابہؓ کی تشریعی حیثیت اور فقہِ اسلامی پر ان کے اثرات

نگران: ڈاکٹر حمید اللہ

ادارہ علومِ اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور

مقالہ نگار: عرفان خالد ڈھلوں

لیکچرار، شریعہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

جون ۲۰۰۳ء / ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

ضروری معلومات برائے دفتری امور

نام مقالہ نگار	عرفان خالد ڈھلوں
ولدیت	محمد خالد ڈھلوں
مستقل پتہ	توحید منزل، عقب جامع مسجد، سوڈیوال کالونی، ملتان روڈ، لاہور۔
موجودہ پتہ	شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، فیصل مسجد کیمپس، اسلام آباد۔
منظوری عنوان مقالہ	مراسلہ نمبر 809/G.M.، مورخہ 02-05-1997
رجسٹریشن کنفرمیشن	مراسلہ نمبر 642/G.M.، مورخہ 07-01-1999
رجسٹریشن فیس	۱۔ مبلغ -/320 حبیب بینک (پنجاب یونیورسٹی) چالان نمبر 67080، مورخہ 20-10-1997 ۲۔ مبلغ -/1180، حبیب بینک (پنجاب یونیورسٹی) چالان نمبر 68851، مورخہ 01-11-1997
شعبہ	ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

جون ۲۰۰۳ء/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

میرے پیارے **والدین** اور میرے معزز **اساتذہ**

کے نام

مَن لم یشکر النَّاس لم یشکر اللّٰہ

[ترمذی، کتاب البر و الصلۃ، باب ما جاء فی الشکر لمن احسن الیک]

جس نے لوگوں کا شکر ادا نہ کیا اس نے اللہ کا شکر ادا نہ کیا

اظہارِ تشکر

اس مقالہ کی تیاری کے لیے مندرجہ ذیل کتب خانوں سے استفادہ کیا گیا:

۱۔ قائد اعظم لائبریری، باغ جناح لاہور۔

۲۔ لائبریری ادارہ معارف اسلامی منصورہ، ملتان روڈ لاہور۔

۳۔ لائبریری دار الدعوۃ السلفیہ، شیش محل روڈ لاہور۔

۴۔ دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، نسبت روڈ لاہور۔

۵۔ لائبریری شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۶۔ مرکزی لائبریری بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۷۔ لائبریری ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد۔

میں مندرجہ بالا تمام کتب خانوں کی انتظامیہ اور عملہ کا شکر گزار ہوں کہ مجھے اپنے تحقیقی کام کے عرصہ میں ان کتب خانوں میں بہترین ماحول اور تعاون حاصل رہا۔ دعا ہے کہ یہ کتب خانے آباد رہیں۔

میری یہ خوش قسمتی ہے کہ مندرجہ بالا کتب خانوں کے علاوہ مجھے اپنے بعض فاضل دوست و احباب کے ذاتی کتب خانوں سے استفادہ کی سہولت بھی میسر رہی۔ اس علمی تعاون پر میں ان کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ انہیں دنیا و آخرت دونوں میں خیر کثیر سے نوازے۔ ذیل میں ان کے ناموں کو استفادہ کتب کے لحاظ سے ترتیب دیا گیا ہے:

۱۔ جناب سلیم رضا قریشی ایڈووکیٹ، اسلام آباد۔

۲۔ جناب ڈاکٹر حافظ عبداللہ، اسسٹنٹ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی، لاہور۔

۳۔ ڈاکٹر غلام یوسف، ریسرچ ایسوسی ایٹ، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۴۔ جناب سمیع الحق، ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اصول الدین بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد۔

۵۔ جناب حافظ سعد اللہ، ریسرچ آفیسر، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، لاہور۔

مجھے استاذی پروفیسر ڈاکٹر محمود احمد غازی نائب صدر تعلیمی امور، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام

آباد، استاذی ڈاکٹر سہیل حسن ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد، ڈاکٹر محمد طاہر منصوری ایسوسی ایٹ پروفیسر، ادارہ تحقیقاتِ اسلامی اسلام آباد اور سید عبدالرحمٰن بخاری ایسوسی ایٹ پروفیسر، شریعہ اکیڈمی، بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد، کا بھی شکریہ ادا کرنا ہے جنہوں نے میرے اس تحقیقی کام کے آغاز میں مقالہ کا خاکہ ملاحظہ فرمایا اور اس میں بہتری کے لیے مفید مشوروں سے نوازا۔ اللہ ان کے علم وفضل میں اضافہ کرے۔

جناب ڈاکٹر حمید اللہ، اسسٹنٹ پروفیسر ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، میرے اس تحقیقی کام کے نگران مقرر ہوئے تھے۔ پورے عرصۂ تحقیق کے دوران میرے ساتھ ان کا سلوک مکمل مشفقانہ رہا۔ تحقیق کے اس کٹھن دور میں وہ میری حوصلہ افزائی فرماتے رہے۔ ان کی ماہرانہ نگرانی کی بدولت یہ تحقیقی کام مکمل ہوا۔ اس شفقت، حوصلہ افزائی اور رہنمائی پر میں ان کا سپاس گزار اور ان کے لیے اللہ کے حضور دست بدعا ہوں۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں اس موقع پر جناب ڈاکٹر شبیر احمد منصوری ______ پروفیسر، ادارہ علوم اسلامیہ، پنجاب یونیورسٹی لاہور، کا ذکر نہ کروں جن کی طرف سے مسلسل ترغیب نے مجھے پی ایچ ڈی کی سطح پر کام کرنے کے لیے آمادہ کیا۔ دوسروں کو علمی جدوجہد پر ترغیب دینے اور آگے بڑھنے کی راہ دکھانے کا یہ جذبہ ڈاکٹر شبیر احمد منصوری کی علم دوستی اور انسانوں سے محبت کا ثبوت ہے۔ مجھ جیسے کئی طلاب علم ان کے لیے دعا گو ہوں گے۔

میری رفیقۂ حیات نے اس تحقیقی کام کے تمام عرصہ میں مجھے متعدد گھریلو ذمہ داریوں سے فارغ رکھا اور خود انہیں بطریق احسن نبھایا۔ مزید یہ کہ اس مقالہ کی کمپوزنگ بھی کی۔ میں اپنی رفیقۂ حیات کا بھی شکر گزار ہوں۔ اللہ اسے جزا دے۔

میرے بھائی اور بہنیں وقتاً فوقتاً میرے اس کام سے متعلق پوچھتے اور دعائیں دیتے رہے، تکمیل مقالہ کے موقع پر میرے اپنے بھائی اور بہنوں کے لئے بھی سپاس گزاری کے جذبات ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی زندگیوں میں آسانیاں پیدا کرے۔

عرفان خالد ڈھلوں

اسلام آباد

جون ۲۰۰۳ء/ ربیع الثانی ۱۴۲۴ھ

فہرست

۱۔	مقدمہ	۲۱
۲۔	موضوع کی اہمیت اور اس کے انتخاب کی وجہ	۲۱
۳۔	اسلوب تحقیق	۲۵
۴۔	ابواب کی تقسیم	۲۳
۵۔	باب اوّل: صحابہ کرامؓ اور فقہ اسلامی میں ان کا مقام	۲۹
۶۔	فصل اوّل صحابی کی تعریف	۳۰
۷۔	لغوی تعریف	۳۰
۸۔	اصطلاحی تعریف	۳۱
۹۔	محدّثین کے نزدیک صحابی کی تعریف	۳۱
۱۰۔	اصولیین کے ہاں صحابی کی تعریف	۳۳
۱۱۔	محدّثین اور اصولیین کی تعریفات کا جائزہ	۳۵
۱۲۔	ایمان کی شرط	۳۵
۱۳۔	صحابیت اور ارتداد	۳۶
۱۴۔	رؤیت کی شرط	۳۸
۱۵۔	لقاء وصحبت کی شرط	۴۰
۱۶۔	طویل اور مطلق صحبت	۴۱
۱۷۔	غزوات میں شرکت	۴۲
۱۸۔	اتباع واخذ علم کی شرط	۴۳
۱۹۔	بلوغت کی شرط	۴۴
۲۰۔	غیر ممیّز کی رؤیت	۴۵
۲۱۔	راجح تعریف	۴۵

۲۲۔		معرفتِ صحابی کے طریقے	۴۶
۲۳۔	فصل دوم	السابقون الأوّلون	۴۹
۲۴۔		قبولِ اسلام میں سبقت	۴۹
۲۵۔		نزولِ شریعت کے عینی شاہد	۵۰
۲۶۔		سیرتِ صاحبِ شریعت کے عینی شاہد	۵۰
۲۷۔		مدرسہ نبوت کے اوّلین تلامذہ	۵۱
۲۸۔		شریعتِ اسلامی کے اوّلین مزاج شناس	۵۱
۲۹۔		دین کے سچے راوی اوّل	۵۲
۳۰۔	فصل سوم	مغفرت کی بشارت	۵۶
۳۱۔		مغفرتِ صحابہؓ پر قرآنی و نبوی شہادتیں	۵۶
۳۲۔		صحابہ کرامؓ کی توبہ کی فضیلت	۶۲
۳۳۔	فصل چہارم	عدالتِ صحابہ کرامؓ	۶۴
۳۴۔		عدالت کا لغوی معنی	۶۴
۳۵۔		عدالت کی اصطلاحی تعریف	۶۵
۳۶۔		عدالتِ صحابہؓ سے مراد	۶۷
۳۷۔		عدالتِ صحابہؓ پر قرآنی شہادتیں	۶۸
۳۸۔		اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی ہے	۶۸
۳۹۔		صحابہ کرامؓ بہترین راستہ پر گامزن تھے	۶۹
۴۰۔		بہترین گروہ	۶۹
۴۱۔		امتِ وسط	۶۹
۴۲۔		اللہ تعالیٰ کے مقربین	۷۰
۴۳۔		اللہ تعالیٰ سے مدد یافتہ	۷۰
۴۴۔		کفر، فسق اور نافرمانی سے متنفر اور	۷۱
		راست رو مومنین	۷۱
۴۵۔		فلاح یافتہ	۷۱
۴۶۔		سچے مومن	۷۱

۴۷۔	کامیاب لوگ	۷۱
۴۸۔	مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ	۷۱
۴۹۔	صادقین	۷۲
۵۰۔	اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ پر سلامتی بھیجی	۷۲
۵۱۔	روزِ قیامت رسوائی سے محفوظ	۷۳
۵۲۔	صحابہؓ کی تصدیق بذریعہ وحی	۷۳
۵۳۔	صحابہؓ کی موافقت میں نزولِ وحی	۷۴
۵۴۔	عدالتِ صحابہؓ پر نبوی شہادتیں	۷۷
۵۵۔	صحابہ کرامؓ کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر	۷۷
۵۶۔	صحابہ کرامؓ امت کے لیے امان اور بچاؤ	۷۸
۵۷۔	صحابہ کرامؓ کا سب جہانوں پر انتخاب	۷۸
۵۸۔	روزِ قیامت امت کے قائد اور شفیع	۷۹
۵۹۔	صحابہ کرامؓ کھانے میں نمک کی مانند	۸۰
۶۰۔	صحابہ کرامؓ پر آتشِ دوزخ حرام	۸۰
۶۱۔	صحابہ کرامؓ زمین پر اللہ کے گواہ	۸۰
۶۲۔	کوئی شخص صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا	۸۱
۶۳۔	صحابہ کرامؓ سے حسنِ سلوک کا حکم	۸۱
۶۴۔	صحابہؓ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کی ممانعت	۸۲
۶۵۔	صحابہ کرامؓ کو برا کہنے کی ممانعت اور وعید	۸۲
۶۶۔	عدالتِ صحابہؓ پر اقوالِ ائمہ	۸۴
۶۷۔	عدالتِ صحابہؓ کی حکمت	۸۶
۶۸۔	عدالتِ صحابہؓ پر مخالفین کے اقوال	۸۶
۶۹۔	مخالفین کے اقوال کا جائزہ	۸۷
۷۰۔	عدالت اور عصمت	۸۹
۷۱۔	عدالت اور خطا	۹۰

۷۲۔		عدالت اور ضبط	۹۱
۷۳۔	باب دوم:	صحابہ کرامؓ کا تشریعی کردار	۹۵
۷۴۔	فصل اوّل	تشریع اسلامی: ایک تعارف	۹۶
۷۵۔		عہد رسالت میں تشریع کی صورتیں	۹۸
۷۶۔		کوئی واقعہ پیش آنے پر تشریع	۹۸
۷۷۔		کسی سوال کے جواب میں تشریع	۹۹
۷۸۔		کسی واقعہ یا سوال کے بغیر تشریع	۹۹
۷۹۔	فصل دوم	عہد رسالت میں اجتہاد کی اجازت (ایک اصولی بحث)	۱۰۱
۸۰۔		مخالفین	۱۰۱
۸۱۔		قائلین	۱۰۲
۸۲۔		حاصل بحث	۱۰۸
۸۳۔	فصل سوم	فقہاء صحابہ کرامؓ	۱۱۰
۸۴۔		حضرت ابوبکر صدیقؓ	۱۱۲
۸۵۔		حضرت عمرؓ	۱۱۳
۸۶۔		حضرت عثمانؓ	۱۱۳
۸۷۔		حضرت علیؓ	۱۱۳
۸۸۔		حضرت زید بن ثابتؓ	۱۱۴
۸۹۔		حضرت معاذ بن جبلؓ	۱۱۴
۹۰۔		حضرت ابی بن کعبؓ	۱۱۵
۹۱۔		حضرت عبداللہ بن مسعودؓ	۱۱۵
۹۲۔		حضرت عبداللہ بن عباسؓ	۱۱۶
۹۳۔		حضرت عائشہؓ	۱۱۶
۹۴۔		حضرت سلمان فارسیؓ	۱۱۷
۹۵۔		دیگر فقہاء صحابہؓ	۱۱۷

۹۶۔		مفتی صحابہ کرامؓ	۱۱۹
۹۷۔		مکثرون	۱۹
۹۸۔		متوسطون	۱۹
۹۹۔		دیگر مفتی صحابہ کرامؓ	۱۱۹
۱۰۰۔		قراء صحابہ کرامؓ	۱۱۹
۱۰۱۔	فصل چہارم	صحابہؓ کی تربیت اجتہاد	۱۲۱
۰۲۔		استفسار کی اجازت	۲
۱۰۳۔		تربیت اجتہاد	۲۲
۱۰۴۔		مشاورت	۱۲۶
۱۰۵۔		غیر منصوص مسائل میں اذن اجتہاد	۱۲۷
۱۰۶۔		اجتہاد کا حکم	۱۲۸
۱۰۷۔		صحابہؓ کے اجتہادات بطور قاضی اور حاکم	۲۹
۱۰۸۔		امیران لشکر	۱۳۰
۱۰۹۔		اجتہادات صحابہؓ عدالت نبوی میں	۱۳۱
۱۱۰۔		تصویب	۱۳۱
۱۱۱۔		سکوت	۳۲
۱۱۲۔		اصلاح	۱۳۴
۱۱۳۔		عدم تصویب	۱۳۵
۱۱۴۔	فصل پنجم	صحابہ کرامؓ کے تشریعی مناہج	۳۶
۱۱۵۔		نص کی عدم موجودگی میں عمومات وکلیات سے استدلال	۱۳۶
۱۱۶۔		روح تشریع کے ادراک سے غیر منصوص حکم کی تلاش	۱۳۶
۱۱۷۔		نصوص کی توضیح اور ان کے معنی ومفہوم کا تعیین	۱۳۷
۱۱۸۔		محتمل الوجوہ نص کی کسی ایک وجہ کا تعیین	۳۹
۱۱۹۔		ظاہر نص کو ترک کر کے علت خفی پر عمل	۱۳۹

۱۲۰ـ	نصوص کا ظاہری تعارض دُور کرنا	۱۳۰
۱۲۱ـ	قرآن وسنت سے تمسک	۱۳۰
۱۲۲ـ	اجماع کا اسلوب	۱۳۳
۲۳ـ	مصلحت عامہ	۱۳۵
۱۲۴ـ	سدِ ذریعہ	۱۳۶
۱۲۵ـ	رائے کا استعمال	۱۳۷
۱۲۶ـ	نص کو رائے پر ترجیح	۴۷
۱۲۷ـ	رائے دینے میں احتیاط	۴۸
۱۲۸ـ	رائے بغیر علم سے اجتناب	۱۴۹
۱۲۹ـ	مفروضات پر رائے نہیں	۱۴۹
۱۳۰ـ	تفسیرِ نصوص	۱۵۰
۱۳۱ـ	اسبابِ نزول کا بیان	۱۵۳
۱۳۲ـ	ناسخ ومنسوخ کا بیان	۱۵۶
۱۳۳ـ	قوانین امم سابقہ کا بیان	۱۵۷
۱۳۴ـ	باب سوم: آثارِ صحابہؓ کی تشریعی حیثیت	۱۶۰
۱۳۵ـ	فصل اوّل آثارِ صحابہؓ کی تعریف	۱۶۱
۱۳۶ـ	فصل دوم آثارِ صحابہؓ کی صحابی پر حجیت	۱۶۳
۱۳۷ـ	فصل سوم نقل وروایت میں آثارِ صحابہؓ	۱۶۶
۱۳۸ـ	عہدِ نبوی کی طرف اضافت والے الفاظ	۱۶۶
۱۳۹ـ	عہدِ نبوی کی طرف عدم اضافت والے الفاظ	۱۷۱
۴۰ـ	لفظ ''السنۃ'' کا استعمال	۱۷۳
۱۴۱ـ	مجہول صیغہ کا استعمال	۷۹
۱۴۲ـ	نسخ سے متعلق الفاظ	۸۶
۱۴۳ـ	تفسیری اقوال	۸۸
۱۴۴ـ	اثرِ صحابی کا خلاف روایت ہونا	۱۹۰

۱۴۵۔		علمائے احناف کا موقف	۱۹۳
۱۴۶۔		مالکی علماء کا موقف	۱۹۵
۱۴۷۔		شافعی علماء کا موقف	۱۹۶
۱۴۸۔		حنبلی علماء کا موقف	۹۶
۱۴۹۔	فصل چہارم	اجماع صحابہؓ	۱۹۸
۱۵۰۔		اتفاق خلفائے راشدینؓ	۱۹۹
۱۵۱۔		شیخین کا اتفاق	۲۰۳
۱۵۲۔		مشہور قول جس پر دوسروں نے سکوت کیا	۲۰۵
۱۵۳۔		مخالفین	۲۰۵
۱۵۴۔		مخالفین کے دلائل	۲۰۶
۱۵۵۔		قائلین	۲۰۸
۱۵۶۔		قائلین کے دلائل	۲۱۱
۱۵۷۔		حاصل بحث	۲۱۶
۱۵۸۔		اتفاق کے بعد اختلاف	۲۱۷
۱۵۹۔		اختلاف کے بعد اتفاق	۲۲۰
۱۶۰۔		اجماع صحابہؓ سے تابعی کی مخالفت	۲۲۱
۱۶۱۔		پہلا گروہ	۲۲۱
۱۶۲۔		جمہور	۲۲۳
۱۶۳۔		جمہور کے دلائل	۲۲۳
۱۶۴۔		اجماع صحابہؓ سے نسخ	۲۲۷
۱۶۵۔	فصل پنجم	قول صحابی جس میں وہ تنہا ہو	۲۲۸
۱۶۶۔		حنفی علماء کی آراء	۲۲۸
۱۶۷۔		مالکی علماء کی آراء	۲۳۳
۱۶۸۔		شافعی علماء کی آراء	۲۳۴
۱۶۹۔		حنبلی علماء کی آراء	۲۳۹
۱۷۰۔		ظاہری، اشعری و معتزلی وغیرہ علماء کی آراء	۲۴۰

۱۷۱۔		قائلین کے دلائل	۲۳۰
۱۷۲۔		قرآن	۲۳۰
۱۷۳۔		سنت	۲۳۳
۱۷۴۔		اقوال ائمہ	۲۵۳
۱۷۵۔		عقل	۲۵۹
۱۷۶۔		مخالفین کے دلائل	۲۶۲
۱۷۷۔		قرآن	۲۶۲
۱۷۸۔		سنت	۲۶۵
۱۷۹۔		اجماع	۲۶۹
۱۸۰۔		اقوال ائمہ	۲۶۹
۱۸۱۔		عقل	۲۷
۱۸۲۔		فریقین کے دلائل کا جائزہ	۲۷۷
۱۸۳۔	فصل ششم	صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال	۲۸۰
۱۸۴۔		اختلافی اقوال میں ترجیح	۲۸۰
۱۸۵۔		دلیل کے ساتھ ترجیح	۲۸۴
۱۸۶۔		دو اقوال پر صحابہؓ کے اتفاق کے بعد تیسرا قول لانا	۲۸۶
۱۸۷۔		جمہور اصولیین	۲۸۶
۱۸۸۔		بعض اصولیین	۲۸۸
۱۸۹۔		دو اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق	۲۹۰
۱۹۰۔		حنفی علماء	۲۹۰
۱۹۱۔		مالکی علماء	۲۹۲
۱۹۲۔		شافعی علماء	۲۹۲
۱۹۳۔		حنبلی علماء	۲۹۳
۱۹۴۔		مخالفین کے دلائل	۲۹۳
۱۹۵۔		قائلین کے دلائل	۲۹۵

۱۹۶۔	فصل ہفتم	مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص	۲۹۹
۱۹۷۔		حنفی علماء	۳۰۰
۱۹۸۔		مالکی علماء	۳۰۱
۱۹۹۔		شافعی علماء	۳۰۱
۲۰۰۔		حنبلی علماء	۳۰۲
۲۰۱۔	باب چہارم	آثار صحابہؓ کے فقہ اسلامی پر اثرات	۳۰۴
۲۰۲۔	فصل اوّل	فقہاء صحابہؓ اور ائمہ مذاہب فقہ	۳۰۵
۲۰۳۔		مکہ	۳۰۸
۲۰۴۔		حضرت معاذ بن جبلؓ	۳۰۸
۲۰۵۔		حضرت ابن عباسؓ	۳۰۸
۲۰۶۔		عکرمہؒ	۳۰۹
۲۰۷۔		عطاءؒ	۳۰۹
۲۰۸۔		مجاہدؒ	۳۱۰
۲۰۹۔		طاؤسؒ	۳۱۰
۲۱۰۔		عمرو بن دینارؒ	۳۱۰
۲۱۱۔		ابن ابی نجیحؒ	۳۱۰
۲۱۲۔		ابن جریجؒ	۳۱
۲۱۳۔		سفیان بن عیینہؒ	۳۱
۲۱۴۔		مسلم بن خالد زنجیؒ	۳۱۱
۲۱۵۔		امام شافعیؒ	۳۱۱
۲۱۶۔		مدینہ	۳۱۲
۲۱۷۔		حضرت زید بن ثابتؓ	۳۱۳
۲۱۸۔		حضرت ابن عمرؓ	۳۱۳
۲۱۹۔		سعید بن المسیبؒ	۳۱۴
۲۲۰۔		قاسم بن محمدؒ	۳۱۵

۲۲۱۔	قبیصہ بن ذویبؒ	۳۱۵
۲۲۲۔	ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارثؒ	۳۱۵
۲۲۳۔	عبیداللہ بن عبداللہ	۳۱۵
۲۲۴۔	عروۃ بن الزبیرؒ	۳۱۶
۲۲۵۔	خارجہ بن زیدؒ	۳۱۶
۲۲۶۔	سلیمان بن یسارؒ	۳۱۶
۲۲۷۔	سالم بن عبداللہ بن عمرؓ	۳۱۶
۲۲۸۔	نافعؒ	۳۱۶
۲۲۹۔	یحییٰ بن سعیدؒ	۳۱۷
۲۳۰۔	زہریؒ	۳۱۷
۲۳۱۔	ربیعۃ الرائیؒ	۳۱۸
۲۳۲۔	عبداللہ بن ذکوانؒ	۳۱۸
۲۳۳۔	بکیر بن عبداللہ	۳۱۸
۲۳۴۔	ابن ہرمزؒ	۳۱۸
۲۳۵۔	امام مالکؒ	۳۱۹
۲۳۶۔	عراق	۳۲۱
۲۳۷۔	کوفہ	۳۲۲
۲۳۸۔	حضرت علیؓ	۳۲۲
۲۳۹۔	حضرت ابن مسعودؓ	۳۲۲
۲۴۰۔	علقمہ بن قیسؒ	۳۲۳
۲۴۱۔	اسود بن یزیدؒ	۳۲۳
۲۴۲۔	مسروقؒ	۳۲۴
۲۴۳۔	عبیدہ سلمانیؒ	۳۲۵
۲۴۴۔	عمرو بن شرحبیلؒ	۳۲۵
۲۴۵۔	قاضی شریحؒ	۳۲۵
۲۴۶۔	شعبیؒ	۳۲۵

۲۴۷۔		سعید بن جبیرؒ	۳۲۶
۲۴۸۔		ابراہیم نخعیؒ	۳۲۶
۲۴۹۔		حماد بن ابی سلیمانؒ	۳۲۷
۲۵۰۔		امام ابوحنیفہؒ	۳۲۷
۲۵۱۔		بصرہ	۳۲۸
۲۵۲۔		حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ	۳۲۸
۲۵۳۔		حضرت انس بن مالک	۳۲۸
۲۵۴۔		جابر بن زیدؒ	۳۲۹
۲۵۵۔		حسن بصریؒ	۳۲۹
۲۵۶۔		ابن سیرینؒ	۳۲۹
۲۵۷۔		مسلم بن یسارؒ	۳۲۹
۲۵۸۔		شام	۳۲۹
۲۵۹۔		حضرت معاذ بن جبلؓ	۳۲۹
۲۶۰۔		ابوادریس خولانیؒ	۳۳۰
۲۶۱۔		عبدالرحمٰن بن غنمؒ	۳۳۰
۲۶۲۔		مکحولؒ	۳۳۰
۲۶۳۔		عمر بن عبدالعزیزؒ	۳۳۰
۲۶۴۔		اوزاعیؒ	۳۳۰
۲۶۵۔		مصر	۳۳۱
۲۶۶۔		حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۳۳۱
۲۶۷۔		یزید بن ابی حبیبؒ	۳۳۲
۲۶۸۔		لیثؒ	۳۳۲
۲۶۹۔		امام شافعیؒ	۳۳۲
۲۷۰۔		امام احمد بن حنبلؒ	۳۳۲
۲۷۱۔	فصل دوم	تمسک بالنصوص اور رائے: منہج صحابہؓ اور ائمہ مذاہب	۳۳۳

۲۷۲۔		مختلف اعتبارات سے صحابہ کرامؓ کے گروہ اوران کے اثرات	۳۳۳
۲۷۳۔		پہلا اعتبار	۳۳۳
۲۷۴۔		دوسرا اعتبار	۳۳۷
۲۷۵۔		امام ابوحنیفہؒ	۳۴۰
۲۷۶۔		امام مالکؒ	۳۴۱
۲۷۷۔		امام شافعیؒ	۳۴۳
۲۷۸۔		امام احمد بن حنبلؒ	۳۴۴
۲۷۹۔		اصحاب حدیث اور اصحاب رائے	۳۴۵
۲۸۰۔	فصل سوم	اختلاف صحابہؓ اور مذاہب فقہ	۳۴۸
۲۸۱۔		اختلاف صحابہؓ پر اقوال ائمہ	۳۴۸
۲۸۲۔		اسباب اختلاف صحابہؓ	۳۴۹
۲۸۳۔		اختلاف صحابہؓ کے اثرات	۳۵۵
۲۸۴۔	فصل چہارم	آثار صحابہؓ سے استشہاد اور فقہ اسلامی	۳۵۸
۲۸۵۔		طہارت	۳۵۸
۲۸۶۔		وضو	۳۶۰
۲۸۷۔		تیمم	۳۶۲
۲۸۸۔		صلوۃ	۳۶۳
۲۸۹۔		نماز جمعہ	۳۶۷
۲۹۰۔		سجدۂ تلاوت	۳۶۸
۲۹۱۔		مریض کی نماز	۳۶۹
۲۹۲۔		مسافر کی نماز	۳۷۳
۲۹۳۔		نماز عید	۳۷۴
۲۹۴۔		نماز جنازہ	۳۷۵
۲۹۵۔		زکوۃ	۳۷۸
۲۹۶۔		صیام	۳۸۲

۲۹۷۔	اعتکاف	۳۸۳
۲۹۸۔	حج	۳۸۴
۲۹۹۔	نکاح	۳۸۷
۳۰۰۔	رضاعت	۳۹۱
۳۰۱۔	مدتِ حمل	۳۹۱
۳۰۲۔	طلاق	۳۹۲
۳۰۳۔	خلع	۳۹۶
۳۰۴۔	عدّت	۳۹۶
۳۰۵۔	رجعت	۳۹۷
۳۰۶۔	ایلاء	۳۹۸
۳۰۷۔	ظہار	۳۹۸
۳۰۸۔	میراث	۳۹۹
۳۰۹۔	وصیت	۴۰۰
۳۱۰۔	بیوع	۴۰۰
۳۱۱۔	اجارہ	۴۰۲
۳۱۲۔	شہادات	۴۰۳
۳۱۳۔	فے	۴۰۳
۳۱۴۔	ایمان و نذور	۴۰۴
۳۱۵۔	قصاص	۴۰۶
۳۱۶۔	دیت	۴۰۷
۳۱۷۔	رجم	۴۰۹
۳۱۸۔	سرقہ	۴۰۹
۳۱۹۔	شربِ خمر	۴۱۰
۳۲۰۔	ارتداد	۴۱۰
۳۲۱۔	اختتامیہ	۴۱۲
۳۲۲۔	نتائج بحث	۴۱۳

۳۲۳۔	خلاصہ بحث	۴۷
۳۲۴۔	تجاویز	۴۳
۳۲۵۔	اشاریہ	۴۳۲
۳۲۶۔	آیات	۴۳۳
۳۲۷۔	احادیث	۴۳۸
۳۲۸۔	اعلام	۴۴۴
۳۲۹۔	اماکن	۴۶۳
۳۳۰۔	قبائل	۴۶۸
۳۳۱۔	فرق	۴۶۹
۳۳۲۔	کتابیات	۴۷۰
۳۳۳۔	قرآن مجید	۴۷
۳۳۴۔	تفسیر	۴۷
۳۳۵۔	علوم قرآن	۴۷۴
۳۳۶۔	حدیث	۴۷۵
۳۳۷۔	علوم حدیث	۴۸۱
۳۳۸۔	اصول فقہ	۴۸۵
۳۳۹۔	فقہ	۴۹۵
۳۴۰۔	سیرت	۴۹۷
۳۴۱۔	سوانح	۴۹۸
۳۴۲۔	تاریخ	۵۰۰
۳۴۳۔	تراجم	۵۰۳
۳۴۴۔	لغات	۵۱
۳۴۵۔	معاجم	۵۱۲
۳۴۶۔	متفرق	۵۱۳

مقدمہ

موضوع کی اہمیت اور اس کے انتخاب کی وجہ

جب آخری صحابی اس زمین کی آغوش میں محو استراحت ہو چکے تو اس وقت معلوم دنیا کا بہت بڑا اور متمدن دنیا کا سارا جغرافیائی حصہ مسلمانوں کے پاس تھا۔ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ سب سے آخر میں جس صحابی کا انتقال ہوا وہ حضرت ابو طفیلؓ(۱) تھے۔ اکثر علماء نے ۱۰۰ ہجری کو آپ کا سال وفات قرار دیا ہے(۲)۔ یوں ۱۰۰ ہجری تک یہ سرزمین صحابہ کرامؓ کے نفوسِ طیبہ سے فیض یاب ہوتی رہی۔ سیاسی طور پر یہ عہد اموی خلیفہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ (م ۱۰۱ھ) کا زمانہ تھا۔

اس وقت تک دنیا کی جغرافیائی وسعتیں سمٹ کر اسلامی ریاست کی حدود میں سما چکی تھیں۔ براعظم ایشیا، براعظم افریقہ اور براعظم یورپ کے علاقے ریاست مدینہ کے صوبے بن چکے تھے۔ ایران ایمپائر اور سلطنت روما مسلمانوں کی عظمت کے سامنے اپنی شان گم کر بیٹھی تھیں۔ عراق کی ارض سواد مسلمانوں کے قدموں تلے تھی۔ وسط ایشیا میں خراسان، ترکستان، آرمینیا، سمرقند، بخارا اور چین کے علاقے مسلمانوں کے پاس تھے۔ خاقانِ چین نے مسلمانوں سے صلح و مصلحت میں اپنی عافیت ڈھونڈلی تھی۔ جنوبی ایشیا میں مسلمان ملتان اور سندھ تک پہنچ چکے تھے۔ مسلمانوں نے شمالی افریقہ میں مصر سے ہوتے ہوئے افریقہ کے آخری کنارے مراکش کو توحید کے نغمات سے معمور کر دیا تھا۔ یورپ میں سپین جسے عرب مصنفین عام طور پر اندلس کے نام سے یاد کرتے ہیں، پرتگال اور فرانس مسلم فاتحین کی شمشیریں زیر کر چکی تھیں۔

اتنی وسیع اسلامی سلطنت کے سیاسی و قانونی انتظام و انصرام میں صحابہ کرامؓ کی قابلیتوں اور محنتوں کا دخل تھا۔

۱۔ حضرت ابو طفیل عامر بن واثلہ الکنانی۔ ان کا ایک نام عمرو بن واثلہ بھی آیا ہے لیکن مشہور نام عامر بن واثلہ ہی ہے۔ آپ کی پیدائش غزوۂ احد والے سال یعنی ۳ھ میں ہوئی۔ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک کے آٹھ سال پائے۔ آپ کوفہ چلے گئے تھے جہاں آپ نے حضرت علیؓ کا ساتھ دیا۔ حضرت علیؓ کی شہادت کے بعد آپ مکہ چلے گئے جہاں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت ابو طفیل عالم، فاضل، متقی، بہادر، حاضر جواب اور شاعر تھے۔ آپ کا سال وفات ۱۰۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳/۴۶۷ الاستیعاب ۱۲/۹۳ الاصابۃ ۵/۳۰۴ اسد الغابۃ ۳/۱۴۳ المعارف ص ۱۴۹

۲۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث ص ۲۷۔ فتح الباری ۲/۹۰ المواہب المدنیۃ ۳/۸۲ التقیید والایضاح ص ۳۰۳ طبقات الکبریٰ ۵/۳۵۷

انہوں نے اپنی قائدانہ صلاحیتوں سے اُس وسیع سلطنت کی قانونی رہنمائی کی جس میں جغرافیائی اور معاشرتی اختلاف رکھنے والے متعدد انسانی گروہ آباد تھے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے تربیت یافتہ حکمرانوں اور قاضیوں نے اس وسیع ریاست کے میں ایک نظام قائم کیا جس کا صحابہؓ کو اس سے پہلے کوئی تجربہ نہیں تھا۔ البتہ وحی الٰہی کی روشنی اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے حاصل کردہ تربیت ضرور ان کے پاس تھی۔ انہوں نے اپنے عہد کی تمام قانونی وفقہی ضرورتوں کو پورا کیا۔ اس کے ساتھ ساتھ صحابہ کرامؓ نے بہترین قانونی وفقہی ذہن رکھنے والے افراد بھی تیار کیے۔

قانون وفقہ کے میدان میں افراد کی تیاری کا کام صحابہ کرامؓ کے دور میں بھی ہوا، اس کے بعد بھی ہوتا رہا اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا۔ امت مسلمہ کے ہر دور میں ایسے رجال کار پیدا ہوتے رہیں گے جو قرآن وسنت کی روشنی میں عصری قانونی وفقہی مسائل کا حل پیش کریں گے۔ لیکن زمانہ نزول احکام کا براہ راست مشاہدہ، احکام شریعت کے اسباب وعلل سے براہ راست آگاہی اور بطور مقنن وشارع نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بلا واسطہ صحبت وتربیت ایک ایسا شرف ہے جو صرف صحابہ کرامؓ کو حاصل ہے۔ وہ ایک طویل عرصہ تک وحی الٰہی کی نگرانی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی براہ راست تربیت وتعلیم میں رہے۔ اس خصوصیت وامتیاز میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ کوئی شریک نہیں ہے۔ مقنن اور شارع سے جو جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے وہ شارع کی غرض ومنشا اور اس کے قانون کی روح ومقصد سے اتنا ہی زیادہ آگاہ اور اس قانون کی تعبیر وتطبیق میں اتنا ہی زیادہ مصیب ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو انسانی تاریخ کے سب سے بڑے مقنن اور شارع کا قرب اور تربیت حاصل تھی۔ مقنن اور شارع سے اس قرب اور تعلق کی وجہ سے صحابہ کرامؓ اور ان کے اجتہادات، احکام، فتاویٰ، قضایا، آراء اور قانونی وفقہی، فضائل کو فقہ اسلامی میں ایک خاص اہمیت حاصل ہے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم عالم انسانیت کے واحد قائد ہیں جنہوں نے بڑی تعداد میں بہترین افراد کا ایسا طبقہ تیار کیا جنہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کے مشن یعنی کار نبوت کے تسلسل کو برقرار رکھا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو اپنا جانشین بنایا تھا۔ وہ اللہ کی زمین پر اللہ کے گواہ تھے، خواہ یہ گواہی انہیں اپنی ذات اور اپنے خونی رشتہ داروں کے خلاف دینی پڑے۔ وہ اللہ کے دین کے داعی بن کر اٹھے اور دنیا میں قانونی ومعاشرتی عدل وانصاف کی علامت بن گئے۔ انہوں نے اپنی جسمانی وذہنی صلاحیتوں کو مکمل احتیاط اور بھرپور توجہ کے ساتھ نبوی تربیت گاہ میں استعمال کیا جہاں پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اور برحق رہنمائی وتربیت کے نتیجہ میں صحابہ کرامؓ دین کی روح اور احکامِ شریعت کا مغز پانے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ ان کے بعد آنے والے انسانوں میں ایسے لوگوں کا وجود ناممکنات میں سے نہیں ہے جو دین کی تفصیلات زیادہ جانتے اور اس کے متعلقات صحابہ کرامؓ سے زیادہ رکھتے ہوں، لیکن دین کا مغز اور اس کی روح صحابہ کرامؓ ہی کے پاس تھی۔ دین میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اگر کسی انسانی طبقہ کا مقام واہمیت ہے تو وہ صحابہ کرامؓ ہیں۔ یہ ماضی میں بسنے والے انسانوں کے محض ایک گروہ کا نام نہیں ہے

۱۳۰۶۵

علیہ وسلم کو قرآن پر عمل پیرا ہوتے دیکھا۔ قرآن صحابہ کرامؓ کے سامنے نازل ہوا اور سنت صحابہ کرامؓ کے سامنے وجود عمل میں آئی۔ سنت کو سمجھنے کے لیے صحابہ کرامؓ کی طرف رجوع ناگزیر ہے۔ اس حوالے سے صحابہ کرامؓ نہایت اہم مقام پر کھڑے ہیں۔ وہ قرآن وسنت دونوں کو اپنے بعد والوں تک پہنچانے کا درمیانی وسیلہ اور پہلی کڑی ہیں۔ اس درمیانی واسطہ اور پہلی کڑی کو نظر انداز کرنا ایک گمراہ کن، نداز نظر ہے۔

صحابہ کرامؓ دینی وفقہی اعتبار سے اپنی اس اہم حیثیت اور مقام سے آگاہ تھے۔ انہوں نے رحلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ان مسائل میں جہاں قرآن وسنت خاموش تھے، جو اجتہادات فرمائے وہ بھی غیر معمولی اہمیت کے حامل ہیں۔ یہ اجتہادات قرآن وسنت کے برابر تو نہیں، لیکن ان کے بعد ضرور ہیں۔ ان اجتہادات کے موقع پر صحابہ کرامؓ کے سامنے مشاہدہ نزول وحی، نصوص قرآن، بیان قرآن، ور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ساری سنت تھی۔ اس سے بڑھ کر ان کے پاس نبوی تربیت اجتہاد تھی۔ وہ شریعت اسلامی کے اولین مزاج شناس تھے۔ کسی دوسرے فرد کے مقابلہ میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات زیادہ مصیب اور قرآن وسنت کے مقاصد ومزاج سے زیادہ قریب ہیں۔ قرآن کی صحت اور سنت کی حجیت کے لیے آثار صحابہؓ کی فقہی واصولی اہمیت کو اجاگر کرنا بھی ضروری ہے۔

اصول فقہ، حدیث اور تاریخ کے شعبوں میں صحابہ کرامؓ پر اصولیین، فقہاء، اور محدثین اور سیر نگاروں کا کام ہمارے سامنے ہے۔ اصولیین نے اقوال صحابہؓ کی حجیت تک اپنی بحث کو محدود رکھا۔ محدثین نے روایت اکٹھی کرنے میں موقوفات کو بھی اہمیت دی، انہیں جمع کیا اور نقل وروایت میں موقوفات کا تعین کیا۔ فقہاء نے مختلف مسائل میں استنباط احکام کے وقت صحابہ کرامؓ کے اقوال وافعال سے استشہاد کو نظر انداز نہیں کیا۔ علماء نے فضائل صحابہؓ پر بھی قلم اٹھایا ہے۔ سیر نگاروں نے صحابہ کرامؓ کے حالات زندگی کے ہر گوشہ کو ضبط تحریر لانے کی کوشش کی ہے۔ جس طرح اللہ تعالی نے اپنے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں فرمایا

ورفعنا لك ذكرك [الم نشرح ۹۴:۴]

اسی طرح اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے صحبت وتعلق کی وجہ سے صحابہ کرامؓ کا مختلف پہلوؤں سے ذکر خیر بھی ہمیشہ ہوتا رہے گا۔

دین اسلام میں صحابہ کرامؓ کی فقہی اعتبار سے اس قدر اہمیت کے پیش نظر صحابہ کرامؓ اور ان کے اجتہادات و آثار کو پی ایچ ڈی کی سطح پر تحقیق کے لیے منتخب کیا ہے۔ اس مقالہ میں آثار صحابہ کرامؓ کو اس جذبہ اور مقصد سے موضوع بحث بنایا گیا ہے کہ فقہی اور اصولی طور پر صحابہؓ اور ان کے آثار کی مجموعی اہمیت واضح ہو کر سامنے آجائے۔ صحابہ کرامؓ کے ساتھ عقیدت ومحبت کو پروان چڑھانا اور عظمت صحابہؓ اجاگر کرنا بھی اس مقالہ کے مقاصد میں شامل ہے۔ جہاں ان کے مقام ومرتبہ، فضائل اور ان کے عدول ہونے پر بات کی گئی ہے وہاں ان کے اقوال وافعال کی تشریعی حیثیت اور حجیت کے سلسلہ میں اصولیین اور فقہاء کی آراء کا تفصیلی وتحقیقی جائزہ لیا گیا ہے۔ نقل وروایت میں

دیگر فقہ کے متبعین کے ہاں صحابہ کرامؓ اور آثار صحابہؓ سے متعلق جو تصورات ہیں وہ اہل سنت و جماعت کے تصورات سے مختلف ہیں۔ اگر موضوع کے حوالہ سے دیگر فقہ واصول فقہ کو بھی اس بحث میں شامل کر لیا جاتا تو یہ مقالہ بہت طویل ہو جاتا۔ البتہ بعض بحثوں میں اپنی اہمیت کے اعتبار سے متعلقہ علماء کی آراء شامل ہیں۔

اس مقالہ میں قرآن مجید کی آیات کے ترجمہ کے لیے مولانا فتح محمد جالندھریؒ کے ترجمہ پر انحصار کیا گیا ہے۔ کہیں کہیں اسلوب میں ذرا سی تبدیلی کی گئی ہے۔ مثلاً آیت میں جہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے استعمال شدہ واحد مخاطب کے صیغہ کا ترجمہ ''تم'' یا ''تو'' کے الفاظ سے کیا گیا ہے وہاں اس کے بجائے ''آپ'' کر دیا گیا ہے۔ اکثر عربی عبارتوں کا لفظی ترجمہ کرنے کے بجائے اس کا مفہوم ادا کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

طویل عربی اقتباسات کا مفہوم بیان کرنے کے بعد ان کا حوالہ دے دیا گیا ہے، عربی اقتباسات نقل نہیں کیے گئے۔ طویل عربی اقتباسات اور ان کا ترجمہ دونوں درج کرنا تکرار کے علاوہ غیر ضروری طوالت کا باعث بنتا۔

ابواب کی تقسیم

زیر نظر موضوع پر بحث قائم کرنے کے لیے یہ مقالہ ابواب وفصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔ اس مقالہ کے کل چار ابواب ہیں۔

پہلے باب کا عنوان ''صحابہ کرامؓ اور فقہ اسلامی میں ان کا مقام'' ہے۔ اس باب میں نقلی وعقلی دلائل سے اس بات کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ فقہ اسلامی میں صحابہ کرامؓ کا مقام و مرتبہ کیا ہے، کیونکہ جو شخص جتنا زیادہ اہم اور صاحب مرتبہ ہوتا ہے اس کے قول و فعل کو اتنی ہی زیادہ اہمیت ہوتی ہے۔ آثار صحابہؓ کی تشریعی حیثیت متعین کرنے سے قبل ضروری ہے کہ صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ کی وضاحت ہو جائے۔

یہ باب مزید چار فصول میں منقسم ہے۔ پہلی فصل میں اصولیین اور محدثین کے ہاں صحابی کی تعریف کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے، جس کے بعد صحابی کی ایک راجح تعریف متعین کی گئی ہے۔ فصل دوم میں صحابہ کرامؓ کے ان پہلوؤں کو اجاگر کیا گیا ہے جن میں انہوں نے سبقت کی اور جو صرف صحابہ کرامؓ ہی کے لیے خاص ہو چکے ہیں۔ فصل سوم اللہ تعالیٰ کے ہاں صحابہ کرامؓ کی مغفرت سے متعلق ہے۔ مغفرت صحابہؓ پر قرآنی و نبوی شہادتیں پیش کی گئی ہیں۔ فصل چہارم میں عدالت صحابہ کرامؓ کو موضوع بحث بنایا گیا ہے جس میں عدالت صحابہؓ پر دلائل دینے، اور مخالفین کا رد کرنے کے علاوہ عدالت صحابہؓ کی حکمت اور دین میں اس کی اہمیت واضح کی گئی ہے۔ عدالت صحابہؓ کے حوالہ سے دیگر ضروری تفصیلات کو بھی اس فصل میں سمیٹا گیا ہے۔

اس مقالہ کا دوسرا باب صحابہ کرامؓ کے تشریعی کردار پر مشتمل ہے۔ اس پورے باب میں صحابہ کرامؓ کی ان اجتہادی کوششوں اور تشریعی جہود کا احاطہ کیا گیا ہے جن سے آج فقہ اسلامی مالا مال ہے۔ صحابہ کرامؓ کے تشریعی کردار کو واضح کرنے کے لیے اس باب کو پانچ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل تشریع اسلامی کے تعارف پر مشتمل ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عہد رسالت پایا تھا۔ اس عہد میں تشریع احکام کی کیا صورتیں تھیں اور اس سلسلہ میں صحابہ کرامؓ کی کیا ذمہ داریاں تھیں، یہ اس فصل کا موضوع ہے۔ فصل دوم ایک اصولی بحث پر مشتمل ہے کہ کیا عہد رسالت میں صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی؟ فصل سوم فقہاء صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے۔ فصل چہارم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ عہد نبوی صحابہؓ کی تربیت اجتہاد کس انداز سے ہوئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو امت میں تشریعی کردار ادا کے لیے تیار کر دیا تھا۔ فصل پنجم میں صحابہ کرامؓ کے ان مناہج پر روشنی ڈالی گئی ہے جو انہوں نے اس کردار کو ادا کرتے ہوئے اختیار کیے تھے۔ صحابہ کرامؓ کے تشریعی مناہج واسالیب سے آگاہی کے بعد فقہ اسلامی میں ان کے اجتہادی وتشریعی آثار کی اہمیت اور زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

باب سوم کا عنوان ''آثار صحابہؓ کی تشریعی حیثیت'' ہے۔ یہ باب اس مقالہ کا اہم ترین حصہ ہے جس میں آثار صحابہؓ کی تشریعی حیثیت کے بارے میں اصولی اور فقہی مباحث قائم کی گئی ہیں۔ اس باب میں آثار صحابہؓ کی ممکنہ اقسام کر دی گئی ہیں۔ اصولیین اور فقہاء کی آراء بیان کی گئی ہیں اور پھر ان کا اصولی و فقہی جائزہ لیا گیا ہے۔

اس باب کی کل سات فصلیں ہیں۔ پہلی فصل میں آثار صحابہؓ کی تعریف کر کے ان کا تعین کر دیا گیا ہے۔ دوسری فصل میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ کیا آثار صحابہؓ کسی صحابی پر حجت ہیں؟ فصل سوم میں ان آثار صحابہؓ کی حجیت پر بحث کی گئی ہے جو نقل و روایت سے متعلق ہیں۔ فصل چہارم اجماع صحابہؓ اور اس سے متعلق دیگر ضروری اصولی تفصیلات کے بارے میں ہے۔ پانچویں فصل میں ایسے قول صحابی کی تشریعی حیثیت سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے جس قول میں صحابی تنہا ہو۔ اس بارے میں قائلین اور مخالفین کے تفصیلی دلائل پیش کرنے کے بعد ان کا جائزہ لیا گیا ہے۔ فصل ششم میں صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال اور انہیں اختیار کرنے کی مختلف صورتوں کو موضوع سخن بنایا گیا ہے۔ اس باب کی آخری اور ساتویں فصل اس سوال پر بحث کرتی ہے کہ کیا فقہ اسلامی میں مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص ہو سکتی ہے؟

باب چہارم آثار صحابہؓ کے فقہ اسلامی پر اثرات کو اجاگر کرتا ہے۔ اس باب سے فقہ اسلامی میں آثار صحابہؓ کی عملی طور پر اہمیت واضح ہو جائے گی۔ آثار صحابہؓ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کو منتقل ہوتے ہوئے آج فقہ اسلامی کا قیمتی اثاثہ بن چکے ہیں۔ ان آثار نے ہر دور میں فقہ اسلامی پر اثرات مرتب کیے اور مسلمانوں کا فقہ آئندہ بھی ان کا محتاج رہے گا۔

اس باب کی چار فصول ہیں۔ پہلی فصل فقہاء صحابہؓ اور ائمہ مذاہب فقہ کے بارے میں ہے۔ اس فصل میں یہ بتایا گیا ہے کہ جن علاقوں میں فقہاء صحابہؓ کے فقہی مدارس مشہور ہوئے ان مدارس کے نتیجہ میں ائمہ مذاہب کی فقہی

تربیت ہوئی۔ فصل دوم نصوص سے تمسک اور رائے کے استعمال میں صحابہ کرامؓ کے منہج اور ائمہ مذاہب پر اس منہج کے اثرات سے متعلق بحث کو سمیٹتی ہے۔ تیسری فصل میں اس بات کا جائزہ لیا گیا ہے کہ فقہی طور پر اختلاف صحابہؓ کے اسباب کیا تھے اور ان اختلافات سے مذاہب فقہ کس طرح اور کس حد تک متاثر ہوئے۔ فصل چہارم میں مختلف عنوانات کے تحت فقہ اسلامی کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے کہ فقہاء کرام نے مختلف فقہی مسائل میں شرعی حکم قائم کرنے کے لیے آثار صحابہؓ سے کس حد تک استشہاد کیا ہے۔

اختتامیہ کے تحت نتائج بحث، خلاصہ بحث اور تجاویز پیش کی گئی ہیں۔ اشاریہ میں دو آیات، احادیث، اعلام، اماکن، قبائل اور فرق شامل ہیں جن کا اس مقالہ میں ذکر آیا ہے۔ اس مقالہ کے سب سے آخر میں ان کتابیات کی فہرست دی گئی ہے جن سے دوران تحقیق استفادہ کیا جاتا رہا۔ اس فہرست میں کتب کو تفسیر، علوم قرآن، حدیث، علوم حدیث، اصول فقہ، فقہ، سیرت، سوانح، تاریخ، تراجم، لغات، معاجم اور متفرق کے عنوانات کے تحت اسمائے مصنفین کے حروف تہجی کے اعتبار سے درج کیا گیا ہے۔

آخر میں یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو دنیا اور آخرت میں باعث فلاح و نجات بنائے۔ اس مقالہ میں جو حق ہے وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور جو غلطی اور خطا ہے اس پر میں اللہ کے حضور معافی اور درگزر کا خواستگار ہوں۔

وما توفیقی إلا باللہ

باب اوّل

صحابہ کرامؓ اور فقہِ اسلامی میں ان کا مقام

اس باب میں قرآن مجید، احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اقوال محدثین کی روشنی میں [illegible]
کے مقام و مرتبہ کا جائزہ لیا گیا ہے۔ [illegible]
[illegible]
نقل کو اتنی ہی زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے۔

یہ باب مندرجہ ذیل چار فصول میں تقسیم کیا گیا ہے:

فصل اوّل : صحابی کی تعریف
فصل دوم : السابقون الاوّلون
فصل سوم : مغفرت کی بشارت
فصل چہارم : عدالت صحابہؓ

فصل اوّل

صحابی کی تعریف

لغوی تعریف: عربی زبان میں صحابی صُحْبَۃ سے ماخوذ ہے۔ قاضی ابوبکر باقلانی(۱) کے مطابق علمائے لغت کے مابین اس امر میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ لفظ صحابی ''صُحْبَۃ'' سے مشتق ہے(۲)۔ ابن منظور(۳) نے لکھا ہے صحب یصْحبُ صُحْبَةً بالضم و صحابة بالفتح، و صاحبه عاشره و الصحب جمع الصاحب و الأصحاب جمع الصَّحب و الصاحب: المعاشر (۴)، یعنی صاحب ساتھی کو کہتے ہیں۔ حافظ سخاویؒ(۵) نے لکھا ہے لغوی طور پر صحابی کا اطلاق اس پر ہوتا ہے جو ساتھی ہو اور ساتھ رہے(۶)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت ابوبکر صدیقؓ(۷) کو ہجرت سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا ''الصحبة یا رسول الله'' یعنی کیا میں بھی آپ کے ساتھ ہوں گا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ''الصحبة''(۸)۔ یعنی ہاں تم بھی میرے ساتھ ہو گے۔ اس سے قبل جب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ہجرت کی اجازت طلب کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔

۱۔ قاضی ابوبکر محمد بن طیب بن محمد باقلانی، مالکی، اصولی، خطیب، عالم حدیث۔ آپ ۴۰۳ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: ترتیب المدارک ۲/۵۸۷، الدیباج المذہب ص ۲۶۳، البدایۃ و النہایۃ ۱۱/۳۵۰، العبر ۲/۲۰۷، مرآۃ الجنان ۳/۶

۲۔ الکفایة فی علم الروایة ص ۵۱، التقیید و الإیضاح ص ۲۹۶، فتح المغیث ۳/۷۸، تہذیب الأسماء و اللغات ص ۱/۷۳

۳۔ ابن منظور، جمال الدین ابوالفضل محمد بن مکرم، افریقی، مصری، ادیب، نحوی، ناظم اور ناثر۔ طرابلس کے قاضی تھے۔ ۷۱۱ھ کو مصر میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: مرآۃ الجنان ۴/۲۵۱، معجم المؤلفین ۱۲/۴۶

۴۔ لسان العرب، فصل الصاد المہملة ۱/۵۱۹

۵۔ شمس الدین محمد بن عبدالرحمن بن محمد سخاوی، حافظ، محدث، فقیہ، مورخ اور اصولی۔ آپ نے ۹۰۲ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو: الفوائد البہیة ص ۳۸، التاج المکلل ص ۳۲۹، معجم المؤلفین ۳/۱۵۰

۶۔ فتح المغیث ۳/۷۷

۷۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا تھا۔ جاہلیت میں عبدالکعبہ۔ کنیت ابوبکر اور لقب عتیق ہے۔ معراج کی تصدیق کرنے پر آپ صدیق کہلائے۔ مردوں میں سب سے پہلے آپ نے اسلام قبول کیا۔ پہلے خلیفہ راشد منتخب ہوئے۔ آپ ۱۳ھ کو فوت ہو کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۲/۲۴۳، الطبقات الکبری ۳/۱۶۹، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲، حلیة الأولیاء ۱/۲۸، المعارف ص ۷۳

۸۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویة ۲/۱۲۹، ابن کثیر، السیرۃ النبویة ۲/۲۳۳

لا تعجل لعلّ اللّٰہ یجعل لك صاحبا (۱)

جلدی مت کرو، شائد اللہ آپ کے لیے کوئی ساتھی بنا دے

لغوی طور پر ''صحابی'' کا لفظ اس شخص کے لیے بولا جائے گا جو کسی کی صحبت میں رہے، اس کا ساتھی ہو، اس کا صاحب ہو اور اس کے ساتھ ملازمت رکھتا ہو۔

اصطلاحی تعریف

محدثین کے نزدیک صحابی کی تعریف: محدثین نے صحابی کی تعریف میں مختلف پیرایے اختیار کیے ہیں۔ ذیل میں چند مشہور محدثین کی بیان کردہ تعریفیں درج کی جاتی ہیں

امام مالکؒ(۲) صحابی کی تعریف یوں کرتے ہیں ''من صحب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سنة أو شهراً أو يوما أو رآه مؤمناً به فهو من أصحابه''(۳)۔ جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ کے ساتھ ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن رہا یا آپ کو دیکھا، وہ آپ کے صحابہ میں سے ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ(۴) نے فرمایا کل من صحبه سنة أو شهراً أو يوما أو ساعة أو رآه فهو من أصحابه(۵)۔ ہر وہ شخص جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں ایک سال یا ایک ماہ یا ایک دن یا ایک لحظہ رہا یا آپ کا دیدار کیا وہ آپ کے صحابہ میں سے ہے۔

امام بخاریؒ(۶) نے لکھا ہے من صحب النبي صلى الله عليه وسلم أو رآه من المسلمين فهو من أصحابه(۷)۔ جو مسلمان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا یا آپ کو دیکھا وہ آپ کے صحابہ میں سے ہے۔

۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۱۲۲، ۱۲۸، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۲/۲۳۲

۲۔ ابو عبد اللہ مالک بن انس بن مالک۔ حافظ، فقیہ، امام دار ہجرت اور مالکی مذہب کے بانی۔ آپ ۱۷۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الانتقاء ص ۹، تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۰۷، طبقات الحفاظ ص ۹۶، حلیۃ الاولیاء ۶/۳۱۶، سیر اعلام النبلاء ۸/۴۸، صفۃ الصفوۃ ۲/۱۷۷، وفیات الأعیان ۴/۱۳۵، مرآۃ الجنان ۱/۳۷۳، البدایۃ والنہایۃ ۱۰/۱۷۴

۳۔ مجموع فتاوی ابن تیمیۃ ۲۰/۲۹۸

۴۔ احمد بن حنبل بغدادی، امام، حافظ، فقیہ، حنبلی مذہب کے بانی۔ آپ ۲۴۱ھ میں فوت ہوئے۔ آپ کی وفات پر مسلمانوں، یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں سب نے سوگ منایا۔ ملاحظہ ہو طبقات الحنابلۃ ۱/۴، تذکرۃ الحفاظ ۲/۴۳۱، المقصد الأرشد ۱/۶۴، حلیۃ الأولیاء ۹/۱۶۱، البدایۃ والنہایۃ ۱۰/۳۲۵، مرآۃ الجنان ۲/۱۳۲

۵۔ مناقب احمد بن حنبل ص ۱۶۱، الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۵۱، التمہید فی اصول الفقہ ۳/۱۷۳

۶۔ ابو عبد اللہ محمد بن اسماعیل بخاری، محدث، شارح، فقیہ۔ آپ کا انتقال ۲۵۶ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو طبقات الحفاظ ص ۲۵۲، طبقات الشافعیۃ الکبری ۲/۲، تاریخ بغداد ۲/۴، تذکرۃ الحفاظ ۲/۵۵۵

۷۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵/۱

حافظ خطیب بغدادیؒ(۱) صحابی کی تعریف میں لکھتے ہیں فھو عندنا من صحب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعۃ من نھار (۲)۔ ہمارے نزدیک صحابی وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا خواہ وہ صحبت دن میں ایک لمحہ کے لیے ہو۔

ابوالحسن بن الاثیرؒ(۳) نے خطیب بغدادیؒ جیسی ہی تعریف کی ہے(۴)۔

ابن الصلاحؒ(۵) نے لکھا ہے فالمعروف من طریقۃ اھل الحدیث أن کل مسلم رأی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فھو من اصحابہ (۶)۔ علمائے حدیث کے ہاں معروف یہ ہے کہ جس مسلمان نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ آپ کے صحابہؓ میں سے ہے۔

محی الدین نوویؒ(۷) نے محدثین کی تعریف کو صحیح قرار دیا ہے(۸)۔

حافظ ابن کثیرؒ(۹) نے صحابی ہونے کے لیے حالت اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار ضروری قرار دیا ہے اور صحابی کے لیے طویل صحبت نبوی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی شرط نہیں لگائی(۱۰)۔ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جمہور سلف اور خلف علماء کا یہی قول ہے(۱۱)۔

۱۔ ابوبکر احمد بن علی بغدادی، شافعی، حافظ، شاعر اور ادیب۔ آپ کے والد خطیب تھے۔ شہر کے اعقلوں اور خطیبوں و علم تھا کہ وہ آپ کو اعلیٰ درجے والی حدیث روایت نہ کریں۔ آپ ۴۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۱۱۳۵/۳ طبقات الحفاظ ص ۴۳۳ وفیات الاعیان ۹۲/۱

۲۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۵۰

۳۔ ابوالحسن علی بن اثیر ابوالکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم محدث، لغوی، مؤرخ، ماہر علوم انساب و رجال۔ آپ ۶۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۱۳۹۹/۴، شذرات الذھب ۱۳۷/۵، مرآۃ الجنان ۷۰/۴، وفیات الأعیان ۳۴۸/۳

۴۔ اسد الغابۃ ۱۱۹/۱

۵۔ عثمان بن مفتی صلاح الدین عبدالرحمان، شافعی، دمشقی، محدث، فقیہ، مجتہد اور مفتی۔ آپ کا سال وفات ۶۴۳ھ ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبری ۱۳۷/۵ تذکرۃ الحفاظ ۱۴۳۰/۴ البدایۃ والنہایۃ ۱۶۸/۱۳ طبقات الحفاظ ص ۵۰۳ وفیات الأعیان ۲۴۳/۳

۶۔ علوم الحدیث ص ۲۶۳

۷۔ ابوزکریا محی الدین یحییٰ بن شرف، شافعی، علوم حدیث اور علم رجال کے ماہر۔ آپ ۶۷۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۱۴۷۰/۴ طبقات الحفاظ ص ۵۱۳، مرآۃ الجنان ۱۸۲/۴

۸۔ تہذیب الأسماء واللغات ص ۷۳ صحیح مسلم بشرح النووی، کتاب الفضائل، باب فضل الصحابۃ ثم الذین یلونھم ۸۵/۱۶، التقریب ص ۳۲

۹۔ ابوالفداء اسماعیل بن عمر ابن کثیر، بصری، دمشقی، شافعی، حافظ، محدث، مفسر، مورخ اور فقیہ۔ آپ کا انتقال ۷۷۴ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو طبقات الحفاظ ص ۵۳۳ البدر الطالع ۱۵۳/۱، شذرات الذھب ۲۳۱/۶

۱۰۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ص ۱۶۹

۱۱۔ ایضاً ص ۱۶۹

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ (۱) نے صحابی کی تعریف یوں کی ہے من لقی النبی صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنا به ومات علی الإسلام (۲)۔ جس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لاتے ہوئے آپ سے ملاقات کی اور اسلام پر فوت ہو۔

جلال الدین سیوطیؒ (۳) نے بھی حافظ ابن حجر عسقلانیؒ جیسی تعریف کی ہے (۴)۔

اصولیین کے ہاں صحابی کی تعریف:

صحابی کی تعریف میں چند مشہور اصولیین کے اقوال مندرجہ ذیل ہیں

ابوالحسین بصریؒ (۵) صحابی کے لیے دو باتوں کا ہونا ضروری قرار دیتے ہیں احدهما أن يطيل مجالسة النبی صلی اللہ علیہ وسلم والآخر أن يطيل المكث معه على طريق التبع له والأخذ عنه والاتباع له (۶)۔ ایک یہ کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ زیادہ عرصہ بیٹھا ہو اور دوسری یہ کہ وہ آپ کا تابع بن کر آپ سے استفادہ کرنے اور آپ کا اتباع کرنے کی غرض سے آپ کے پاس لمبا عرصہ ٹھہرا ہو۔

امام ابن حزمؒ (۷) فرماتے ہیں فهو كل من جالس النبی صلی اللہ علیہ وسلم ولو ساعة وسمع منه ولو كلمة فما فوقها أو شاهد منه عليه السلام أمرًا يعيه (۸)۔ ہر وہ شخص صحابی ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس خواہ ایک لمحہ کے لیے بیٹھا ہو اور خواہ آپ سے ایک جملہ ہی سنا ہو یا آپ سے کوئی معاملہ دیکھا ہو اور پھر اس کو یاد رکھا ہو۔

کلوزانیؒ (۹) لکھتے ہیں وقال أكثر العلماء لا يقع هذا الإسم إلا على من أطال المكث معه على وجه

۱۔ شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی بن محمد کنانی عسقلانی مصری شافعی، حافظ الحدیث، شاعر اور قاضی۔ آپ اپنے زمانہ کے سب سے مشہور ... آپ نے ۸۵۲ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو طبقات الحفاظ ص ۵۵۲ الضوء اللامع ۳۶/۲ البدر الطالع ۸۷ شذرات الذهب ۲۷۰/۷

۲۔ الإصابة ۷/۱، نزهة النظر ص ۵۷

۳۔ جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر بن محمد شافعی۔ مصر کے شہر سیوط کی نسبت سے سیوطی کہلاتے۔ انہوں نے تقریباً ہر شعبہ علم پر قلم اٹھایا۔ آپ کا سال وفات ۹۱۱ھ ہے۔ ملاحظہ ہو البدر الطالع ۳۲۸/۱ الفكر السامی ۳۱۹/۲

۴۔ تدريب الراوی ۲۰۹/۲

۵۔ ابوالحسین محمد بن علی بن الطیب بصری، معتزلی اصولی اور کلامی۔ آپ ۴۳۶ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البداية والنهاية ۵۳/۱۲ العبر ۲۷۳/۲، شذرات الذهب ۲۵۹/۳، مرآة الجنان ۵۷/۳

۶۔ المعتمد فی أصول الفقه ۷۲/۲،

۷۔ ابومحمد علی بن احمد بن سعید بن حزم قرطبی ظاہری، حافظ مجتہد، اصولی فقیہ اور غیر مقلد۔ آپ نے اپنے فقہی افکار کی اشاعت میں تحریر و تقریر دونوں سے کام لیا اور ان دونوں میں شدت برتی۔ آپ کو اندلسی علماء کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ آپ کی کتب مذہبی تعصب میں نذر آتش کر دی گئیں۔ آپ ۴۵۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البداية والنهاية ۹۱/۱۲، تذكرة الحفاظ ۳۲۶/۳ طبقات الحفاظ ص ۴۳۵ لسان الميزان ۱۹۸/۴، مرآة الجنان ۷۹/۳

۸۔ ابن حزم، الأحكام فی أصول الأحكام ۸۹/۵

۹۔ ابوالخطاب محفوظ بن احمد بن الحسین کلوذانی بغدادی حنبلی۔ آپ اصولی، فقیہ، ادیب اور شاعر تھے۔ ابوالخطاب کلوذانی کی وفات ۵۱۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو کتاب ذیل طبقات الحنابلة ۱۱۶/۲۔ المقصد الأرشد ۲۰/۳ طبقات الحنابلة ۲۵۸/۲ شذرات الذهب ۲۷/۴، مرآة الجنان ۲۰۰/۳

التبع له(۱)۔ اکثر علماء نے یہ کہا ہے کہ اس اسم (صحابی) کا اطلاق صرف اس شخص پر ہوگا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کی غرض سے آپ کے پاس طویل عرصہ ٹھہرا ہو۔

سیف الدین آمدیؒ(۲) نے لکھا ہے "فذهب اکثر اصحابنا و احمد بن حنبل إلى أن الصحابي من رأى النبي صلى الله عليه وسلم و إن لم يختص به اختصاص المصحوب، ولا روى عنه، ولا طالت مدة صحبته(۳)۔ ہمارے اکثر اصحاب اور امام احمد بن حنبلؒ اس طرف گئے ہیں کہ صحابی وہ ہے جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، اگرچہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی معیت کے خواص سے بہرہ ور نہ ہو سکے، نہ آپ سے روایت کی ہو اور نہ آپ کی صحبت میں زیادہ عرصہ رہا ہو۔

ابن حاجبؒ(۴) نے صحابی کے لیے رویت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کیا ہے(۵)۔

عبدالعزیز بخاریؒ(۶) نے جمہور اصولیین کے نزدیک صحابی کی یہ تعریف لکھی ہے "انه اسم لمن اختص بالنبي عليه السلام و طالت صحبته مع طريق التبع و الأخذ عنه(۷)۔ یہ نام اس شخص کے لیے ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہو گیا ہو اور اس کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ طویل صحبت آپ کے تتبع اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفادہ کے طریق سے ہو۔

قاضی محب اللہ(۸) نے صحابی کی تعریف میں لکھا ہے "مسلم طالت صحبته مع النبي صلى الله عليه وسلم متبعا(۹)۔ صحابی وہ ہے جو مسلمان ہو اور جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرتے ہوئے آپ کی طویل صحبت پائی ہو۔

بعض دیگر علما نے بھی صحابی کی تعریف کی ہے۔ مثلاً سعید بن مسیبؒ(۱۰) کے نزدیک صحابی وہ ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ایک یا دو سال ٹھہرا ہو یا آپ کے ہمراہ ایک یا دو غزوات میں شرکت

۱۔ التمهيد في اصول الفقه ۱۷۳/۳

۲۔ ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد سیف الدین آمدی، شافعی، اصولی اور متکلم۔ ایک شہر "آمد" کی نسبت سے آمدی کہلائے۔ آپ ۶۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو وفيات الأعيان ۲۹۳/۲، شذرات الذهب ۱۴۴/۵، مرآة الجنان ۷۳/۴

۳۔ آمدی، الاحكام في اصول الأحكام ۳۲۱/۲

۴۔ ابو عمرو عثمان بن عمرو بن ابی بکر، مالکی، اصولی اور نحوی۔ والد حاجب تھے اس لیے ابن الحاجب کہلائے۔ آپ ۶۴۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الديباج المذهب ص ۱۸۹، شذرات الذهب ۲۳۴/۵، مرآة الجنان ۱۱۴/۴، وفيات الأعيان ۲۴۸/۳

۵۔ منتهى الوصول و الأمل ص ۸۱

۶۔ عبدالعزیز بن احمد بن محمد بخاری، حنفی فقیہ۔ آپ ۷۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۹۴، تاج التراجم ص ۳۵

۷۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۷۳/۲

۸۔ محب اللہ بن عبدالشکور بہاری، ہندی، حنفی، قاضی۔ آپ کا انتقال ۱۱۱۹ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو ایضاح المکنون ۴۸۱/۲

۹۔ مسلم الثبوت ۱۵۸/۲

۱۰۔ سعید بن المسیب بن حزن، تابعی فقیہ۔ آپ صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے تھے۔ آپ نے حضرت ابوہریرہؓ کی صحبت میں بیٹھے اور ۹۴ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو البداية و النهاية ۹۹/۹، الطبقات الكبرى ۳۷۹/۲، تذكرة الحفاظ ۵۴/۱، حلية الأولياء ۱۶۱/۲، طبقات الحفاظ ص ۲۵

کی ہو(۱)۔علماء نے واقدیؒ(۲) کا یہ قول بیان کیا ہے کہ آپ نے اہل علم کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ صحابی وہ ہے جس نے اپنی بلوغت اور حالت اسلام میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کیا ہو(۳)۔

محدثین اور اصولیین کی تعریفات کا جائزہ: صحابی کی تعریف میں محدثین اور اصولیین کے مابین اختلاف پایا جاتا ہے۔ذیل میں ان کی بیان کردہ تعریفات کا مختلف عنوانات کے تحت جائزہ لیا جاتا ہے

ایمان کی شرط: بعض علماء نے صحابی کے لیے ایمان کی شرط کا صراحتاً ذکر کیا ہے، جب کہ بعض نے اس کا ذکر نہیں کیا۔علماء اس بات پر متفق ہیں کہ صحابی کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں آپ پر ایمان لانا ضروری ہے(۴)۔ جو شخص عہد رسالت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دیدار اور ملاقات کے باوجود آپ پر ایمان کی سعادت سے محروم رہا وہ صحابی نہیں ہے، اگرچہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد اس کا قبول اسلام ثابت ہو(۵)۔

منافقین بھی دائرہ صحابیت سے خارج ہیں۔ ان کا دعویٰ اسلام اگرچہ عہد نبوی میں تھا اور وہ صحبت نبوی بھی رکھتے تھے مگر ان کا اسلام، اقرار باللسان تھا، تصدیق بالقلب نہیں تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ(۶) کو تمام منافقین کے نام بتلا دیے تھے اور حکم فرمایا تھا کہ ان ناموں کو ظاہر مت کرنا(۷)۔ اس سوال پر کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان منافقین کے قتل عام کا حکم کیوں نہیں دیتے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أكره أن يتحدث الناس أن محمداً يقتل اصحابه (۸)

میں ناپسند کرتا ہوں کہ لوگ یہ کہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

۱۔ الكفاية في علم الرواية ص ۵۰ التقريب ص ۳۴ تدريب الراوی ۲/ ۲۱ شرح مختصر الروضة ۲/ ۸۵ الخلاصة في اصول الحديث ص ۱۲۴، عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۲/ ۵۶۰

۲۔ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن واقد، مدنی، مغازی و سیر کے بلند پایہ عالم۔ ہر قسم کے شخص سے روایت کرتے تھے اس لیے ان کی حدیث کو ترک کرنے پر تمام محدثین کا اتفاق ہے۔ آپ کا انتقال ۲۰۷ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۳/ ۶۶۲، المعارف ص ۲۲۲ ترتیب المدارک ۱/ ۲۰۴ الديباج المذهب ص ۳۲۹ تذكرة الحفاظ ۱/ ۳۴۸

۳۔ الكفاية في علم الرواية ص ۵۰ تدريب الراوی ۲/ ۲۱۲ اسد الغابة ۱/ ۱۹ التقييد و الإيضاح ص ۲۹۵

۴۔ شرح مختصر الروضة ۲/ ۱۸۵، البحر المحيط في اصول الفقه ۴/ ۳۰۳

۵۔ شرح الكوكب المنير ۲/ ۴۶۷، المواهب اللدنية ۳/ ۳۷۸

۶۔ حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، یہ حذیفہ بن حسیل بن جابر ہیں۔ حسیل، حسل یا حسل کا لقب یمان تھا۔ آپ بدری تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دشمنوں میں جاسوسی کرتے تھے۔ آپ ۳۶ھ کو مدائن میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستيعاب ۲/ ۳۱۸ الاصابة ۲/ ۲۲۳ الطبقات الكبرى ۶/ ۱۵، ۷/ ۳۱۷ اسد الغابة ۱/ ۷۰۶، حلية الأولياء ۱/ ۲۷۰، سير اعلام النبلاء ۲/ ۳۶۱

۷۔ البداية والنهاية ۵/ ۱۹

۸۔ ایضاً ۵/ ۱۹

یہ حکم ابتدائی دور میں تھا، بعد میں منافقین کا جنازہ پڑھنے سے بھی منع کر دیا گیا تھا اور حکم ہوا،

وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ [التوبة ۸۴:۹]

اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مرجائے تو کبھی اس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھنا اور نہ ان کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہونا۔ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان (ہی مرے)۔

اہل کتاب میں سے جس نے بعثت سے قبل ملاقات کی وہ صحابی نہیں ہے(۱)۔ ملاقات وہی معتبر ہے جو اعلان نبوت کے بعد حالت ایمان میں ہو۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نبی ہونے کی صرف شہادت دینا کافی نہیں ہے۔ کیسے ورقہ بن نوفل(۲) صحابی نہیں ہیں، حالاں کہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی ہونا جان لیا تھا مگر، اعلان نبوت نہیں ہوا تھا۔ جس نے اس ایمان کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی کہ آپ نبی مبعوث ہوں گے لیکن وہ بعثت کا دور نہ پاسکا وہ صحابی نہیں ہے، جیسے بحیرہ راہب(۳)۔

صحابیت اور ارتداد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے بعد اور آپ کی زندگی میں یا آپ کی رحلت کے بعد جو شخص مرتد ہو کر مرا وہ صحابی نہیں ہے(۴)، جیسے عبداللہ بن جحش(۵)، مقیس بن صبابہ(۶) اور ابن خطل(۷)۔

اگر ایمان و صحبت نبوی پانے کے بعد، حیات نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہی میں کوئی شخص ارتداد کے بعد دوبارہ مسلمان ہوا، پھر صحبت نبوی فیض یاب ہوا اور اسلام پر جان دی تو وہ صحابی ہے(۸)، جیسے حضرت عبداللہ

۱۔ الاصابة ۷/۱، نزهة النظر ص ۵۷، فتح المغیث ۸۲/۳

۲۔ ورقہ بن نوفل، نصرانی۔ آپ ام المومنین حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ پہلی وحی کے نزول پر حضرت خدیجہؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ورقہ کے پاس لائی تھیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرة النبویة ۲۰۲/۱، ۲۵۲۔ ابن کثیر، السیرة النبویة ۲۶۷، ۳۳۹۔ الاصابة ۳۰۳/۱۰، اسد الغابة ۴۱۶/۵

۳۔ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بچپن میں سفر شام کے موقع پر یک نصرانی راہب بحیرہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی۔ تفصیل ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرة النبویة ۱۹۱/۱، ۱۹۴۔ ابن کثیر، السیرة النبویة ۲۴۳/۱

۴۔ الأصابة ۸/۱، فتح الباری ۳/۷، نزهة النظر ص ۵۸، حاشیة البناسی ۱۶۷/۲، فتح المغیث ۹۳/۳، شرح الکوکب المنیر ۴۶۷/۲، تیسیر التحریر ۶۶/۳

۵۔ یہ شخص حبشہ جا کر نصرانی ہو گیا تھا اور نصرانی ہی فوت ہوا۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرة النبویة ۲۲۸/۱، ابن کثیر، السیرة النبویة ۳۸۸/۱، فتح الباری ۹۴/۸

۶۔ یہ شخص بظاہر مسلمان ہو کر مدینہ آیا، اپنے بھائی کی دیت کا مطالبہ کیا، وصول دیت کے بعد بھائی کے قاتل کو قتل کیا اور خود مرتد ہو گیا۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرة النبویة ۳۰۵/۳، ابن کثیر، السیرة النبویة ۲۹۸/۳

۷۔ یہ مرتد بھی تھا اور قاتل بھی۔ فتح مکہ کے موقع پر اس کے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرة النبویة ۵۲/۴

۸۔ التقیید والإیضاح ص ۲۹۲، نزهة النظر ص ۵۸، شرح الکوکب المنیر ۴۶۸/۲، تیسیر التحریر ۶۶/۳، مسلم الثبوت ۱۵۸/۲

بن ابی سرحؓ(۱)۔ اگر وہ دوبارہ قبولِ اسلام کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں فوت ہوا مگر دید ریا ملاقات نصیب نہ ہوئی یا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں جس سے ارتداد ہوا پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مسلمان ہو گیا اور مسلمان ہی فوت ہوا جیسے اشعث بن قیس(۲) اور عمرو بن معدی کرب(۳)، تو ایسے شخص کے صحابی ہونے میں علماء کا اختلاف ہے:

احناف اور مالکی علماء کے مطابق ایسا شخص صحابی نہیں ہے، کیوں کہ صحبت نبوی بھی نماز اور روزہ کی طرح اعمال میں سے ہے۔ رجوع سے قبل کی صحبت، بوجہ ارتداد، کافر کی صحبت نبوی جیسی ہو گئی۔ قبولِ اسلام کے بعد، مرتد سے قبل از ارتداد اور دورانِ ارتداد کی نمازوں اور روزوں کی قضا کا مطالبہ نہیں کیا جاتا۔ دیگر اعمال کی طرح صحبت بھی ارتداد سے باطل ہو جائے گی، جو مرتد کے رجوع سے نہیں لوٹے گی۔ ان کے نزدیک مرتد کا دوبارہ قبولِ اسلام، جدید اسلام ہو گا(۴)۔

جمہور محدثین، شافعی اور حنبلی علماء کے نزدیک ایسا شخص صحابی ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ ارتداد سے سابقہ اعمال ضائع نہیں ہوتے۔ دوبارہ قبولِ اسلام سے سابقہ صحبتِ نبوی بھی لوٹ آئے گی(۵)۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعودؓ(۶) سے مروی یہ فرمانِ نبوی ہے:

أنا فرطكم على الحوض ولأنازعن اقواماً لأغلبن عليهم فأقول رب اصحابي اصحابي فيقال انك لا تدري ما احدثوا بعدك (۷)

میں حوضِ کوثر پر تمہارا پیش رو ہوں گا اور چند لوگوں سے متعلق مجھ سے جھگڑا ہو گا پھر میں غالب

۱۔ آپ ہجرتِ مدینہ کے بعد مرتد ہو کر مکے چلے گئے تھے۔ فتح مکہ کے موقع پر حضرت عثمانؓ کے ہمراہ دربارِ نبوی میں حاضر ہو کر امان پائی۔ انہوں نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں افریقہ فتح کیا اور ۳۶ھ یا ۳۷ھ میں انتقال فرمایا۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى ۴۹۶/۷، الإستيعاب ۲۲۰/۲، الاصابه ۲/ ۳۰۰، اسد الغابة ۲۶۰/۳، ابن ہشام، السيرة النبوية ۵۲/۴

۲۔ آپ رحلتِ نبوی کے بعد مرتد ہو کر یمن چلے گئے تھے۔ خلافتِ حضرت ابوبکر صدیقؓ میں گرفتار ہو کر آئے اور تائب ہوئے۔ آپ ۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى ۶/ ۲۲، الاصابة ۷۹/۱، اسد الغابة ۲۴۹/۱، سير اعلام النبلاء ۳۷/۲

۳۔ ان سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر ارتداد سرزد ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور میں گرفتار ہو کر آئے، دوبارہ قبولِ اسلام کیا اور خلافتِ حضرت عثمانؓ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الإستيعاب ۹/ ۷۹، الاصابة ۱۴۴/۷، اسد الغابة ۲۶۱/۳

۴۔ البحر المحيط ۳۰۳/۴، حاشية البناني ۱۶۷/۲، التقييد و الإيضاح ص ۲۹۲، فواتح الرحموت ۵۸/۲، ملا علی قاری، شرح نخبة الفكر ص ۱۴۶، تيسير التحرير ۶۶/۳

۵۔ فتح الباري ۴/۷، الاصابه ۸/۱، نزهة النظر ص ۵۸، البحر المحيط ۳۰۳/۴، ابن حزم، الاحكام في اصول الاحكام ۹۰/۵

۶۔ حضرت عبداللہ بن مسعود بن غافل، بدری۔ آپ ابن ام عبد کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو قاضی مقرر کیا۔ آپ ۳۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الكبرى ۱۵۰/۳، تذكرة الحفاظ ۱۳/۱، الإستيعاب ۲۰۱/۷، الاصابه ۲۱۳/۶، اسد الغابة ۳۸۰/۳

۷۔ صحيح مسلم، كتاب الفضائل، باب حوض نبينا صلى الله عليه وسلم وصفاته ۱۷۹۲/۴

رہوں گا اور کہوں گا اے میرے رب! یہ میرے اصحاب ہیں، یہ میرے اصحاب ہیں۔ جواب ملے گا آپ نہیں جانتے انہوں نے آپ کے بعد جو کچھ کیا ہے۔

مندرجہ بالا حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ لوگوں کے بارے میں جاننے کے باوجود انہیں ''اصحابی'' یعنی میرے اصحاب، فرمایا۔

اس مسئلہ میں دوسرے گروہ کی رائے لائق ترجیح ہے۔ ارتداد سے سابقہ اعمال اس شخص کے ضائع ہوتے ہیں جو کافر ہو کر مرے۔ قرآن مجید میں ہے:

وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ [البقرة ۲: ۲۱۷]

اور جو کوئی تم میں سے اپنے دین سے پھر (کر کافر ہو) جائے گا اور کافر ہی مرے گا تو ایسے لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں برباد ہو جائیں گے اور یہی لوگ دوزخ (میں جانے) والے ہیں جس میں ہمیشہ رہیں گے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت اشعث بن قیسؓ کے دوبارہ اسلام کو قبول فرما کر ان سے بیعت لی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا الإسلام يجبُّ ما كان قبله (۱)۔ یعنی اسلام پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ جب قبول اسلام سے سابقہ تمام گناہ جن میں ارتداد بھی شامل ہے، ختم ہو گئے تو ان گناہوں کے اثرات بھی باقی نہیں رہتے۔

رؤیت کی شرط: اکثر محدثین نے صحابی کے لئے رؤیت نبوی کا ذکر کیا ہے۔ بعض نے رؤیت اور لقاء دونوں کو ضروری قرار دیا ہے اور کچھ نے رؤیت کے بجائے ملاقات وصحبت کو ضروری ٹھہرایا ہے۔ جمہور اصولیین نے رؤیت کے بجائے ملاقات وصحبت کی شرط لگائی ہے، البتہ بعض نے صحبت کے ساتھ رؤیت کا ذکر بھی کیا ہے۔

اگر رؤیت نبوی کی شرط ضروری قرار دی جائے تو اس سے وہ صحابہ کرامؓ جو کسی شرعی عذر و مانع کی وجہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار نہ کر سکے، شرف صحابیت سے محروم ہو جاتے ہیں، مثلاً حضرت ابن ام مکتومؓ (۲) جو نابینا تھے، حالاں کہ وہ صحابہ کرامؓ میں سے ہیں۔ اس لیے رؤیت کے بجائے ملاقات وصحبت کی شرط درست ہے۔ رؤیت کے حوالے سے علماء نے لکھا ہے کہ رؤیت وہی معتبر ہے جو اعلان نبوت کے بعد ہو (۳)۔ قبل از اعلان نبوت ایمان لانے کا

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۶/۳۴

۲۔ حضرت عبداللہ بن زائدہ بن الاصم۔ اہل عراق انہیں عمرو بن قیس بن زائدہ بن الاصم کہتے ہیں۔ اپنی والدہ حضرت عاتکہ بنت عبداللہ کی نسبت سے ابن ام مکتوم مشہور ہوئے۔ بچپن سے نابینا تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم غزوات کے موقع پر آپ کو مدینہ میں اکثر اپنا نائب بنا کر جاتے تھے۔ حضرت عمرؓ کی وفات (۲۳ھ) کے بعد آپ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ ملاحظہ: الطبقات الکبریٰ ۴/۲۰۵، الاستیعاب ۲/۵۰۱، الاصابہ ۲/۵۲۳، اسد الغابہ ۴/۲۶۳، حلیة الأولياء ۲/۴، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۶۰

۳۔ التقييد والإيضاح ص ۲۹۵، فتح المغيث ۴/۸۲، المواهب اللدنية ۳/۳۸۰

بندہ مکلف نہیں ہوتا۔ اگر کسی نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قبل از نبوت دیکھا اور اسی زمانہ میں وہ دین حنیف پر فوت ہوگیا تو وہ صحابی نہیں ہے، جیسے زید بن عمرو بن نفیل(۱)۔

ایک مسئلہ خواب میں رؤیت نبوی کا ہے۔ حضرت انسؓ(۲) سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من رآنی فی المنام فقد رآنی فان الشیطان لا یتخیل بی(۳)

جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھے دیکھا، کیوں کہ شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھنے سے اصطلاحی طور پر رؤیت ثابت نہیں ہوتی بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عالم محسوسات میں دیکھنا ضروری ہے(۴)۔ اس بات پر اجماع ہے کہ جس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا وہ صحابی نہیں ہے(۵)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ کشف دیکھنے سے بھی رؤیت ثابت نہیں ہوتی۔ رؤیت وہی معتبر ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے قبل اور اس عالم رنگ و بو میں ہو(۶)۔

قرآن مجید(۷) اور احادیث(۸) سے ثابت ہے کہ جنوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے قرآن مجید سنا اور آپ پر ایمان لائے تھے۔ انسانوں کی طرح جن بھی ایمان کے مکلف ہیں۔ جنوں میں سے جنہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا وہ صحابہ کے حکم میں داخل ہیں۔ علماء نے یہی رائے راجح قرار دی ہے(۹)۔

۱۔ زید بن عمرو بن نفیل نہ یہودی تھے نہ نصرانی۔ وہ فرماتے تھے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے رب کی پرستش کرتا ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے دعا کی اور فرمایا: فانہ یبعث امۃ واحدۃ۔ ملاحظہ ہو: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲۳۹/۱

۲۔ حضرت انس بن مالک انصاری، خادم رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ بصرہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ آپ کے سال وفات کے بارے میں ۹۰ھ اور ۹۳ھ کے درمیان مختلف اقوال ہیں۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الکبری ۱۷/۷، الاستیعاب ۲۰۵، تذکرۃ الحفاظ ۴۴/۱، الاصابۃ ۷۱/۱، اسد الغابۃ ۱۲۹، سیر اعلام النبلاء ۳۹۵/۳، البدایہ و النہایہ ۸۸/۹

۳۔ صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ۲۳۹۰۔ اسی مفہوم میں مزید روایات ملاحظہ ہوں: صحیح البخاری، کتاب التعبیر، باب من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ۱۰۳۵/۱، صحیح مسلم، کتاب الرؤیا، باب قول النبی علیہ الصلوۃ و السلام من رآنی فی المنام فقد رآنی ۲۲۵/۴، ۲۲۶۱، مسند ابی یعلی ۳۲۸/۳، سنن ابن ماجہ، کتاب تعبیر الرؤیا، باب رؤیۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام ۲۹۹/۴، صحیح الترمذی، کتاب الرؤیا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ما جاء فی قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم من رآنی فی المنام فقد رآنی ۳۰۹، سنن الدارمی، کتاب الرؤیا ۱۲۳/۲

۴۔ التقیید و الایضاح ص ۲۹۵

۵۔ شرح الکوکب المنیر ۴۶۶/۲

۶۔ فتح الباری ۳/۷، التقیید و الایضاح ص ۲۹۵، المواہب اللدنیۃ ۳۸۱/۳، الحاوی للفتاوی ۲۵۴/۲، الفتاوی الحدیثیۃ ص ۳۰۰

۷۔ الاحقاف ۴۶: ۲۹-۳۰، الجن ۷۲: ۱

۸۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قل اوحی الیّ ۷۳۲/۲، صحیح مسلم، کتاب التفسیر، باب فی قولہ تعالی اولئک الذین یدعون یبتغون الی ربہم الوسیلۃ ۲۳۲/۴، صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب "و من سورۃ الجن" ۲۲۰/۱۲، ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۶۳/۲، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۵۳/۲

۹۔ فتح المغیث ۸۰/۳، شرح الکوکب المنیر ۴۷۶/۲، التقیید و الایضاح ص ۲۹۵، المواہب اللدنیۃ ۳۸۰/۳، فتح الباری ۳/۷، الاصابۃ ۱/۷، تفسیر الفخر الرازی ۳۵/۲۵

ملائکہ کی طرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث ہونے میں علماء کا اختلاف ہے(۱)۔ جمہور کے نزدیک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کرنے والے ملائکہ (مثلاً سفرِ معراج میں) صحابی نہیں ہیں، کیوں کہ انہوں نے آپ کو عالمِ شہود میں نہیں دیکھا۔ مزید یہ کہ سیرِ صحابہؓ پر لکھنے والوں میں سے کسی نے بھی ملائکہ کو صحابہ میں شمار نہیں کیا(۲)۔ یہی رائے راجح معلوم ہوتی ہے۔

لقاء وصحبت کی شرط: جمہور اصولیین نے صحبت نبوی کو ضروری قرار دیا ہے۔ بعض محدثین نے بھی صحبت کی شرط لگائی ہے۔ بعض نے ''اجتماع'' کا لفظ استعمال کیا ہے اور بعض نے ''لقاء'' کا ذکر کیا ہے۔ ''لقاء'' کا لفظ 'رؤیت'، ''صحبت'' اور ''اجتماع'' سب کو حاوی ہے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں ''لقاء'' میں بیٹھنا، چلنا، لین دین، معاملہ کرنا اور ایک کا دوسرے کے پاس بیٹھنا خواہ اس سے بات نہ کی ہو، سب شامل ہیں۔ ایک کا دوسرے کو دیکھنا بھی لقاء میں شامل ہے خواہ یہ دیکھنا ارادہ سے ہو یا محض اتفاق ہو(۳)۔

اصولیین کے نزدیک جس کی صحبت ثابت ہو، اس کے لئے رؤیت ضروری نہیں ہے(۴)۔ محدثین کے مطابق جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ لیا اس کی صحبت ثابت ہوگئی(۵)۔ دیکھنے کی قید اس وقت ہے جب کوئی مانع موجود نہ ہو(۶)۔

جس نے عہد رسالت پایا، اسلام قبول کیا لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات نہ کی تو وہ صحابی نہیں ہے، جیسے اویس قرنیؒ (۷)۔ ایمان کے ساتھ عہد نبوی پانے پر صحابی ہونا یحییٰ بن عثمان بن صالح مصریؒ (۸) کے نزدیک ہے(۹)۔ یہ رائے تمام محدثین اور اصولیین کی آراء سے ہٹ کر ہے۔

جس کی قبل از بعثت ملاقات ثابت ہو، وہ بعد از بعثت اسلام لایا مگر حالت ایمان میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

۱۔ فتح الباری ۳/۷ اسد الغابۃ ۱۲/۱ تفسیر الفخر الرازی ۳۵/۲۴ المواھب اللدنیہ ۳۶۹/۲ الیواقیت والجواھر ۲۰۲ الفتاوی الحدیثیۃ ص ۲۶، فتح المغیث ۸۱/۳

۲۔ التقیید و الإیضاح ص ۲۵۹، فتح المغیث ۸۱/۳، المواھب اللدنیۃ ۳۶۹/۲

۳۔ حاشیۃ لقط الدرر شرح نخبۃ الفکر ص ۱۱۳، ضعان النظر شرح نخبۃ الفکر ص ۲۰۳

۴۔ البحر المحیط ۳۰۳/۴، ارشاد الفحول ص ۱۲۹

۵۔ الاصابۃ ۷/۱، الباعث الحثیث ص ۱۷۰

۶۔ المواھب اللدنیۃ ۳۸۰/۳

۷۔ حضرت اویس بن عامر، یمنی، اپنے کسی جدِ امجد کے نام سے قرنی کہلائے۔ عہدِ نبوی پایا مگر ملاقات سے محروم رہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو آپ کے بارے میں بشارت دی تھی۔ دربارِ نبوت سے ''خیر التابعین'' کا لقب پایا۔ ۳۷ھ کو جنگ صفین میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶ ۱۶۲ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل اویس قرنی ۴ ۱۹۶۸ شذرات الذھب ۴۲ سیر اعلام النبلاء ۱۹/۴

۸۔ ابو زکریا یحییٰ بن عثمان بن صالح مصری، حافظ حدیث، شہروں کی تاریخ اور علماء کی وفیات کے عالم تھے۔ آپ نے ان اخبار کو روایت کیا جو آپ کے دور کے پاس تھیں۔ آپ ۲۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو المنتظم ۳۸۵/۱۲ تہذیب الکمال ۳۱ ۴۶۳

۹۔ تدریب الراوی ۲۰۴/۲

سے ملاقات ثابت نہیں، وہ صحابی نہیں ہے جیسے عبداللہ بن ابی الحمساء(۱)۔ جس نے بعد از بعثت مگر حالت کفر میں ملاقات کی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے قبل مسلمان ہو گیا لیکن حالت ایمان میں ملاقات نہ ہوئی، وہ بھی صحابی نہیں ہے۔ جس نے حالت ایمان میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مگر قبل از تدفین آپ کو دیکھا، وہ بھی صحابی نہیں ہے، جیسے ابوذویب الہذلی(۲)۔ علماء نے یہی رائے راجح قرار دی ہے(۳)۔ جس نے اپنے زمانۂ کفر میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی پھر آپ کی رحلت کے بعد مسلمان ہوئے تو وہ بھی صحابی نہیں ہے(۴)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کو بطور سزا ملک بدر کر دیا ہو تو وہ بھی صحابی نہیں ہے، کیوں کہ ایسے شخص کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ہی صحبت سے نکال دیا ہے(۵)، جیسے الحکم بن ابی العاص(۶)۔

طویل اور مطلق صحبت: اصولیین کا ایک گروہ صحابی کے لیے طویل صحبتِ نبوی کا قائل ہے۔ اس میں ابو الحسین بصریؒ، کلوذانیؒ، عبدالعزیز بخاریؒ اور قاضی محب اللہ بہاری وغیرہ شامل ہیں(۷)۔ ان کے نزدیک ''صحابی'' کا اطلاق صرف اس شخص پر ہوگا جس کی صحبت طویل اور مجالس کثیر ہوں۔ عرف میں ''صاحب'' وہ ہوتا ہے جو اتنا طویل عرصہ کسی کے ساتھ رہا ہو جسے صحبت کہا جا سکے۔ عرف میں کسی چیز کا استعمال لغت میں اس کے استعمال پر مقدم ہوتا ہے(۸)۔ صحابی ہونا ایک عظیم شرف و منزلت ہے جو اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتی جب تک صحبت میں رہ کر اس شخص کی طبیعت اور عادات ظاہر نہ ہو جائیں(۹)۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن ابی الحمساء۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ سے کوئی چیز خریدی۔ قیمت کی ادائیگی کے لیے کا وعدہ کر کے چلے گئے۔ تین دن بعد واپس آئے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو وہیں پایا۔ یہ واقعہ قبل از بعثت کا ہے۔ بعد میں انہوں نے اسلام قبول کیا مگر حالت ایمان میں ملاقات ثابت نہیں ہے۔ ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب الأدب، باب فی العدة ۳۰۴/۳، الاستیعاب ۱۵۸/۲، الاصابة ۲۰۱

۲۔ خویلد بن خالد یا خالد بن خویلد، ابوذویب۔ آپ جاہلی اسلامی شاعر تھے۔ آپ عہدِ رسالت میں مسلمان ہوئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی بیماری کی خبر پر مدینہ آ کر نماز جنازہ اور تدفین میں شریک ہوئے۔ آپ کا انتقال خلافت حضرت عثمانؓ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲۲۲، الاصابة ۱۲۴/۱۱، اسد الغابة ۹۸/۲

۳۔ البحر المحیط ۳۰۵/۵، فتح الباری ۳/۷، شرح الکوکب المنیر ۲/۲۲۶، فتح المغیث ۳/۹۰، المواهب اللدنیه ۳/۱۰۳

۴۔ تدریب الراوی ۲۰۹/۲، الاصابة ۷/۱

۵۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۸۹/۵

۶۔ الحکم بن ابی العاص، ابو مروان۔ فتح مکہ کے دن اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مدینہ بدر کر دیا تھا، کیونکہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے راز افشا کرتا اور آپ کی نقلیں اتارتا تھا۔ ۳۲ھ میں فوت ہوا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/۴۲، الاصابة ۱/۲۷۱، اسد الغابة ۴۸/۲، مروج الذهب ۳۴۳/۲

۷۔ المعتمد فی اصول الفقه ۱۷۲/۲، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۵۱۰، تیسیر التحریر ۳/۶۶، مسلم الثبوت ۲/۵۸ نهاية الوصول ۲۹۰۹/۷

۸۔ تیسیر التحریر ۶۶/۳

۹۔ ایضاً ۶۶/۳

اصولیین کا دوسرا گروہ محدثین کی طرح مطلق صحبت کا قائل ہے۔ان میں امام ابن حزمؒ، قاضی ابویعلیٰؒ (۱)، آمدیؒ اور ابن حاجبؒ وغیرہ شامل ہیں۔ان کے نزدیک لغت میں صحبت سے مراد صاحب کا مصحوب کے ساتھ اکٹھا ہونا ہے۔صحبت قلیل اور کثیر دونوں مدتوں کے لیے ہوتی ہے(۲)۔نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت عجیب ہو جانا ہی عظیم شرف و منزلت ہے، حتیٰ کہ جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دیدار کر لیا وہ بھی صحابی ہے(۳)۔

طویل صحبت کی شرط عائد کرنے والے علماء اس کی کم از کم مدت میں مختلف الآراء ہیں۔سعید بن المسیبؒ کے نزدیک یہ مدت ایک سال اور ایک غزوہ میں شرکت ہے۔عبد العزیز بخاریؒ نے اپنے شیخ اسامیرغیؒ (۴) سے روایت کیا ہے کہ یہ مدت کم از کم چھ ماہ ہے(۵)۔امام غزالیؒ (۶)، ابوالسعادات ابن الاثیرؒ (۷)، زرکشیؒ (۸) اور قاضی محب اللہ بہاریؒ وغیرہ کے نزدیک صحبت کی مدت متعین نہیں ہے(۹)۔

بعض اصولیین مثلاً ابوالحسین بصریؒ نے کثرت مجلس کی شرط لگائی ہے جس کی رو سے وفود صحابہؓ میں شمار نہیں ہوتے(۱۰)۔ابن فورکؒ (۱۱) نے بھی وفود کو صحابہؓ میں شمار نہیں کیا(۱۲)۔

غزوات میں شرکت: سعید بن المسیبؒ نے صحابی کے لیے ایک یا دو غزوات میں شرکت ضروری قرار

۱۔ محمد بن الحسین بن محمد بن خلف، ابویعلیٰ، حنبلی، بغدادی، قاضی القضاۃ۔آپ ۴۵۸ھ میں فوت ہوئے اور امام احمد بن حنبلؒ کے مقبرہ میں دفن ہوئے۔ملاحظہ ہو المقصد الأرشد في ذكر أصحاب الإمام أحمد ۳۹۵/۲ طبقات الحنابلة ۹۳/۲ المنتظم ۲۴۳/۸، ۹۸ مرآة الجنان ۳/۹۳

۲۔ آمدی، الاحكام في أصول الأحكام ۳۲/۲، ابن حزم، الاحكام في أصول الأحكام ۸۹/۵، کلوذانی، التمهيد في أصول الفقه ۱۷۳/۳، العدة في أصول الفقه ۹۸۸/۳، نهاية الوصول ۲۹۰۹/۷، شرح مختصر الروضة ۱۸۰/۲، ۸۶، منتهى الوصول والأمل ص ۸۱

۳۔ قواطع الأدلة ۳۹۲/۱، ۳۹۳

۴۔ محمد بن محمد بن الیاس، ایک شہر اسامیرغ کی نسبت سے اسامیرغی کہلائے۔آپ اصولی، فقیہ اور متکلم تھے۔آپ ۵۱۷ھ میں فوت ہوئے۔ملاحظہ ہو اللباب ۵۸/۳، معجم المؤلفين ۲۶/۹

۵۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۵۶۰/۲

۶۔ ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی، شافعی، فلسفہ، تصوف، اصول اور علم الکلام وغیرہ میں بلند پایہ عالم۔آپ کا انتقال ۵۰۵ھ میں ہوا۔ملاحظہ ہو طبقات الشافعية الكبرى ۱۰۱/۴، البداية والنهاية ۱۷۳/۱۲، تبيين كذب المفتري ص ۲۹۱، الفوائد البهية ص ۲۳۳، طبقات الشافعية ص ۱۹۲

۷۔ ابوالسعادات ابن الاثیر مبارک بن محمد بن محمد بن عبدالکریم، جزری، شافعی، تفسیر، حدیث، فقہ اور نحو کے عالم، ادیب اور ناثر۔آپ ۶۰۶ھ کو موصل میں فوت ہوئے۔ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۲۲/۵، مرآة الجنان ۱۱/۴، وفيات الأعيان ۱۴۱/۴، إيضاح المكنون ۲۹۸/۲، أبجد العلوم ص ۱۲

۸۔ محمد بن بہادر بن عبداللہ زرکشی، مصری، شافعی۔آپ کا سال وفات ۷۹۴ھ ہے۔ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۳۳۵/۶، معجم المؤلفين ۱۲۱/۹، ۲۰۵/۱۰

۹۔ المستصفیٰ ص ۱۳۱، جامع الأصول ۷۴/۱، زرکشی، البحر المحيط ۳۰۲/۴، تيسير التحرير ۶۶/۳، مسلم الثبوت ۱۵۸/۲

۱۰۔ المعتمد في أصول الفقه ۱۷۲/۲

۱۱۔ ابوبکر محمد بن الحسن بن فورک، اصولی، متکلم، ادیب، واعظ اور نحوی۔آپ ۴۰۶ھ کو نیشاپور میں فوت ہوئے۔ملاحظہ ہو العبر ۹۳/۳، شذرات الذهب ۱۸۱/۳، مرآة الجنان ۱۷/۳، تبيين كذب المفتري ص ۲۳۲

۱۲۔ البحر المحيط في أصول الفقه ۳۰۱/۴

دی ہے، لیکن اس سے حضرت حسان بن ثابتؓ(۱) صحابی نہیں رہتے، کیوں کہ آپ نے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی تھی۔ علماء نے اس تعریف پر تنقید کی ہے۔ ابن الصلاحؒ کے نزدیک یہ قول سعید بن المسیبؒ کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہے، اس کی اسناد میں ایک ضعیف راوی محمد بن عمرو واقدی ہے(۲)۔ محی الدین نوویؒ نے یہ قول ضعیف قرار دیا ہے(۳)۔ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ مسلمانوں کا عمل اس قول کے خلاف ہے(۴)۔

اتباع واخذِ علم کی شرط: بعض اصولیین مثلاً ابوالحسین بصریؒ اور کلوزانیؒ وغیرہ نے صحبت نبوی کے لیے یہ شرط عائد کی ہے کہ وہ اتباع اور اخذِ علم کی غرض سے ہو۔ اس شرط کا صراحت سے ذکر غیر ضروری ہے۔ ایک مسلمان کے لیے ایمان کے ساتھ ساتھ التزام اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ضروری ہے، ورنہ ایمان قبول نہیں ہوگا۔ صحابی ہونا تو ایمان لانے کے بعد کی بات ہے۔ ایمان اور التزام اتباع واطاعت لازم وملزوم ہیں۔ اس بارے میں قرآن مجید کی ایک صریح نص ہے:

> فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا [النساء ۴: ۶۵]
>
> آپ کے پروردگار کی قسم! یہ لوگ جب تک اپنے تنازعات میں آپ کو منصف نہ بنائیں اور جو فیصلہ آپ کریں اس سے اپنے دل میں تنگ نہ ہوں بلکہ اس کو خوشی سے مان لیں، تب تک مومن نہیں ہوں گے۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ سے محبت کا دعویٰ بھی اتباع رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مشروط کیا ہے۔ قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

> قُلْ إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوبَكُمْ وَاللَّهُ غَفُورٌ رَحِيمٌ [آل عمران ۳:۳۱]
>
> (اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دیں کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۔ حضرت حسان بن ثابت انصاری۔ ساٹھ سال جاہلیت اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ کمزور دل ہونے کی وجہ سے کسی غزوہ میں شرکت نہیں کی، البتہ زبان سے جہاد کیا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/۱۳، الاصابۃ ۲/۶۲، اسد الغابہ ۲/۶، سیر اعلام النبلاء ۲/۵۱۲، ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۴۰۳

۲۔ التقييد والإيضاح ص ۲۹۷

۳۔ التقريب ص ۳۴

۴۔ فتح الباري ۷/۴

صحابہ کرامؓ ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ہوتے تھے۔ محمد بن کعب قرظیؒ (۱) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ سے دریافت کیا کہ آپ لوگ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیسا برتاؤ کرتے تھے۔ حضرت حذیفہؓ نے جواب دیا "واللہ لقد کنا نجتھد" (۲)۔ یعنی اللہ کی قسم ہم سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے لیے سرگرم رہتے تھے۔

صحابہ کرامؓ ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذِ علم بھی کرتے تھے۔ مکتب نبوی کی قلیل صحبت بھی کثیر علم کا باعث ہوتی تھی۔ زمانۂ امن کی مجلس نبوی میں شرکت ہو یا غزوات و سفر میں آپ کی رفاقت، وہ آپ سے استفادۂ علم ہی کر رہے ہوتے تھے۔ ایام امن میں انہوں نے سیرت نبوی کے مختلف پہلوؤں کا مطالعہ کیا اور دوران غزوات وہ تعلیم حاصل کی جو حالت امن میں ممکن نہ تھی۔ صحبت نبوی کا ایک ایک لمحہ اخذِ علم کا باعث ہوتا تھا۔ یہ محال ہے کہ صحابہ کرامؓ صحبت نبوی میں رہے ہوں اور ان کا ارادہ نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور آپ سے اخذِ علم کا نہ ہو۔

بلوغت کی شرط: واقدیؒ نے صحابی کے لیے اپنے ایام بلوغت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھنا ضروری قرار دیا ہے، جس کی رو سے حضرت ابن عباسؓ (۳) صحابی نہیں رہتے جو نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے وقت تیرہ برس کے تھے۔ علماء نے واقدیؒ کے اس قول پر کڑی تنقید کی ہے۔ زرکشیؒ اور شوکانیؒ (۴) نے یہ رائے ضعیف قرار دی ہے (۵)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور قسطلانیؒ (۶) کے نزدیک یہ قول مردود ہے (۷) اور جلال الدین سیوطی نے اسے شاذ کہا ہے (۸)۔ لہذا واقدیؒ کا یہ قول معتبر نہیں ہے اور صحابیت کے لیے بلوغت کی شرط نہیں ہے۔

۱۔ محمد بن کعب بن سلیم القرظی، مدنی، تابعی، ثقہ، کثیر الحدیث اور عالم قرآن۔ آپ کا انتقال ۱۰۸ھ میں ہوا۔ ۱۰۸ھ اور ۱۲۰ھ کے درمیان بھی قول ہیں۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/۳۳، الأصابة ۱۰/۲۰۷، البداية والنهاية ۹/۲۵۷، تهذيب التهذيب ۹/۴۲۰، سیر اعلام النبلاء ۵/۶۵

۲۔ ابن ہشام، السیرة النبوية ۲/۲۳۲

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس بن عبدالمطلب۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لئے حکمت اور تاویل قرآن کی دعا فرمائی۔ بدری اور اکابر مہاجرین و انصار کی موجودگی میں حضرت عمرؓ حضرت ابن عباسؓ سے مشورہ لیتے۔ آپ کو ترجمان قرآن کہا جاتا ہے۔ آپ نے حضرت جبریل علیہ السلام کو دو مرتبہ دیکھنے کا دعوی کیا۔ آپ ۶۸ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۲/۳۶۵، الاصابہ ۶/۳۰، اسد الغابہ ۳/۲۹۱، حلية الأولياء ۱/۳۱۴، تذکرة الحفاظ ۱/۴۰

۴۔ ابو عبداللہ محمد بن علی بن محمد، صنعاء کے شہر شوکان کی نسبت سے شوکانی کہلائے۔ آپ مفسر، محدث، فقیہ، اصولی، قاضی، ادیب، نحوی، منطقی اور متکلم تھے۔ آپ ۱۲۵۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البدر الطالع ۲/۲۱۴، هداية العارفين ۲/۳۶۵، التاج المكلل ص ۴۵۲

۵۔ البحر المحیط فی اصول الفقه ۴/۳۰۲، ارشاد الفحول ص ۱۲۹

۶۔ احمد بن محمد بن ابی بکر، شافعی۔ مصر کے شہر قسطلان کی نسبت سے قسطلانی کہلائے۔ آپ ۹۲۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البدر الطالع ۱/۱۰۲، الفوائد البهية ص ۲۵۶

۷۔ فتح الباری ۷/۴، المواهب اللدنية ۴/۳۷۹

۸۔ تدريب الراوی ۲/۲۱۲

غیر ممیز کی رویت: علماء کے ہاں یہ مسئلہ اختلافی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت نابالغ کو ممیز ہونا چاہیے۔ بعض کے نزدیک نابالغ کا ممیز ہونا ضروری ہے۔ ان میں ابن معینؒ (۱)، ابوزرعہ رازی (۲)، ابوحاتمؒ (۳)، ابن عبدالبرؒ (۴)، ابوسعید علائیؒ (۵) اور عراقیؒ (۶) وغیرہ شامل ہیں (۷)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ، قسطلانیؒ اور ابن النجار (۸) وغیرہ کے نزدیک تمیز ضروری نہیں ہے (۹)۔ جو علماء تمیز کی شرط لگاتے ہیں انہوں نے بچوں کو تابعین میں شمار کیا ہے اور جن کے ہاں تمیز ضروری نہیں، انہوں نے بچوں کو صحابہ میں شامل کیا ہے۔

سیر صحابہؓ پر لکھنے والوں کا عمل اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ صحابی کے لیے رؤیت کے وقت تمیز ضروری نہیں ہے۔ ابن عبدالبرؒ نے تمیز کی شرط لگائی ہے لیکن انہوں نے اپنی کتاب ''الاستیعاب فی معرفة الاصحاب'' میں بچوں کا ذکر صحابہؓ میں کیا ہے (۱۰)۔

راجح تعریف: محدثین اور اصولیین کی تعریفوں کے جائزہ کے بعد صحابی کی یہ تعریف راجح معلوم ہوتی ہے:

''جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جو اسلام پر فوت ہو''۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ اور جلال الدین سیوطیؒ نے یہی تعریف کی ہے، ان کے علاوہ عراقیؒ اور ابن النجار کے نزدیک بھی صحابی کی تعریف ایسی ہی ہے (۱۱)۔

۱۔ ابوزکریا یحییٰ بن معین بغدادی، محدث اور عالم جرح و تعدیل۔ آپ ۲۳۳ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرة الحفاظ ۲/۴۲۹، طبقات الحفاظ ص ۱۸۸، المقصد الأرشد ۳/۱۰۳

۲۔ ابوزرعہ عبیداللہ بن عبدالکریم رازی، حافظ حدیث، عالم جرح و تعدیل اور مفسر۔ آپ کا سال وفات ۲۶۴ھ ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرة الحفاظ ۲/۵۵۷، طبقات الحفاظ ص ۲۵۳، مرآة الجنان ۲/۱۷۹، المقصد الأرشد ۲/۹۹

۳۔ ابوحاتم محمد بن حبان، حافظ حدیث، فقیہ، عالم طب و نجوم اور قاضی سمرقند۔ آپ ۳۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیة الکبری ۳/۱۳۱، طبقات الحفاظ ص ۳۷۵

۴۔ ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد ابن عبدالبر قرطبی، مالکی، حافظ حدیث، قاضی، فقیہ، علم الانساب اور علم رجال کے ماہر۔ آپ ۴۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو ترتیب المدارک ۲/۸۰۸، الدیباج المذهب ص ۳۴۰، تذکرة الحفاظ ۳/۱۱۲۸، مرآة الجنان ۳/۸۹

۵۔ ابوسعید خلیل بن کیکلدی بن عبداللہ علائی، شافعی محدث، فقیہ، متکلم، ادیب اور شاعر۔ آپ ۷۶۱ھ کو القدس میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیة الکبری ۶/۱۰۴، معجم المؤلفین ۴/۱۲۶

۶۔ ابوالفضل زین الدین عبدالرحیم بن الحسین عراقی، شافعی فقیہ، اصولی، ادیب اور نحوی۔ آپ مدینہ کے قاضی رہے اور ۸۰۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البدر الطالع ۱/۳۵۴، طبقات الحفاظ ص ۵۴۳، شذرات الذهب ۷/۵۵، الفوائد البهیة ص ۳۷

۷۔ التقیید والإیضاح ص ۲۹۲، شرح الکوکب المنیر ۲/۴۷۱، البحر المحیط فی اصول الفقه ۴/۳۰۲، تیسیر التحریر ۳/۶۵

۸۔ محمد بن احمد بن عبدالعزیز ابن النجار، مصری، حنبلی، اصولی، فقیہ، نحوی اور قاضی القضاة۔ ۹۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو معجم المؤلفین ۸/۲۷۶

۹۔ فتح الباری ۷/۴، المواهب اللدنیة ۳/۳۷۹، شرح الکوکب المنیر ۲/۴۷۰

۱۰۔ علامہ ابن عبدالبرؒ کا موقف ملاحظہ ہو، الاستیعاب ۱/۲۴

۱۱۔ ملاحظہ ہو الأصابة ۱/۷، تدریب الراوی ۲/۲۰۹، التقیید والایضاح ص ۲۹۲، شرح الکوکب المنیر ۲/۴۶۵

معرفت صحابی کے طریقے: معرفت صحابی کے طریقے مندرجہ ذیل ہیں(۱)

۱۔ تواتر سے ثابت ہو کہ فلاں شخص صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

۲۔ اشتہار یعنی کسی شخص کا صحابی ہونا مشہور ہو جائے، لیکن اس اشتہار میں تواتر نہ پایا جائے۔

۳۔ صحابی کے قول سے دوسرے شخص کا صحابی ہونا لازم آئے مثلاً صحابی یہ کہے ''میں اور فلاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر تھے'' یا ''ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے''۔ البتہ شرط یہ ہے کہ دوسرا شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مسلمان ہو۔

۴۔ صحابی یہ خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے۔ تمام صحابہؓ عدول ہیں، اس لیے یہ خبر مقبول ہے۔ راوی عادل ہو تو خبر آحاد قبول کی جائے گی۔

۵۔ کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے تو وہ صحابی ہے۔

۶۔ ثقہ تابعی یہ بیان کرے کہ فلاں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت حاصل ہے۔

۷۔ جس کے بارے میں ثابت ہو جائے کہ وہ مہاجرین یا انصار میں سے ہے۔

۸۔ کوئی شخص خود اپنے بارے میں یہ کہے'' میں صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہوں'' یا ''میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہا ہوں''۔ ایسا شخص خود اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کر رہا ہے۔

دعویٰ صحابیت کو قبول کرنے میں دو آراء ہیں:

جمہور علماء(۲) کی رائے ہے کہ ایسے شخص کا یہ قول قبول کیا جائے گا کہ وہ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے لیکن تین شرطوں کے ساتھ:

ایک یہ کہ اس کا عادل ہونا ثابت ہو۔ اس کی عدالت کا تقاضا ہے کہ وہ جھوٹ نہیں بولے گا، لہذا ظاہراً اس کا دعویٰ مقبول ہے،

---

۱ شرح مختصر الروضۃ ۱۸۷/۲، نزھۃ النظر ص ۵۸ التقریب ص ۳۲ الخلاصۃ فی اصول الحدیث ص ۱۲۳ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ص ۸۰ تدریب الراوی ۲۱۳/۲ منتھی الوصول والأمل ص ۸۰ الاصابۃ ۹/۱ الکفایۃ ص ۵۲ نھایۃ الوصول ۲۹۱۱/۷ ارشاد الفحول ص ۱۳۰ فتح المغیث ۸۹/۳ حاشیہ البنانی ۱۶۷/۲ تیسیر التحریر ۶۷/۳ شرح الکوکب المنیر ۴۷۸/۲ التمھید فی اصول الفقہ ۱۷۵/۳ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۳۰۵/۴ التقیید والایضاح ص ۲۹۹ المعتمد فی اصول الفقہ ۲/ ۶۴۲ العدۃ فی اصول الفقہ ۹۹۰/۳ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۳۲۲/۲، مسلّم الثبوت ۱۶۱/۲

۲۔ نزھۃ النظر ص ۵۸ التقریب ص ۳۲ تدریب الراوی ۲۱۳/۲ الخلاصۃ فی اصول الحدیث ص ۱۲۴ الاصابۃ ۹/۱ الکفایہ ص ۵۲ المعتمد فی اصول الفقہ ۶۴۲/۲ تیسیر التحریر ۶۷/۳ شرح الکوکب المنیر ۴۷۹/۲ التمھید فی اصول الفقہ ۱۷۶/۳ العدۃ فی اصول الفقہ ۹۹۰/۳ حاشیۃ البنانی ۱۶۷/۲

دوسری یہ کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عصر ہو،

اور تیسری شرط یہ ہے کہ کسی دوسرے کا قول اس کے دعویٰ کی تردید نہ کرتا ہو۔ کسی اور شخص کے صحابی ہونے میں صحابی کی خبر قبول کی جاتی ہے تو اس کی اپنے بارے میں صحابی ہونے کی خبر بدرجہ اولیٰ مقبول ہے۔

بعض علماء کی رائے میں صحابی ہونے کا دعویٰ قبول نہیں کیا جائے گا)۔ ان کے نزدیک یہ دعویٰ اپنی ذات کے لیے گواہی ہے۔ انسان کی اپنے حق میں گواہی غیر معتبر ہے۔ یہ دعویٰ قبول کر لینے سے دوسروں پر لازم ہو گا کہ اس کے قول کو لیں اور وہ جو روایت کرے، اسے قبول کریں۔ مزید یہ کہ اس دعویٰ سے ذاتی منفعت کا حصول لازم آتا ہے۔ یہ رائے رکھنے والے علماء میں قاضی ابو عبداللہ صیمریؒ(۲)، ابن القطانؒ(۳)، ابن السمعانیؒ(۴)، ابن الحاجبؒ، ارمویؒ(۵) اور طوفیؒ(۶) وغیرہ شامل ہیں۔ جبائیؒ(۷) نے یہ شرط لگائی ہے کہ کوئی دوسرا عادل شخص بھی اس کے قول کی خبر دے یا ظاہری طور پر موافقت پائی جائے یا یہ بات صحابہ کرامؓ کے درمیان پھیل گئی ہو یا بعض صحابہؓ نے اس پر عمل کیا ہو(۸)۔ زرکشیؒ نے بھی یہ شرط عائد کی ہے کہ کوئی دوسرا صحابی بھی اس کے بارے میں خبر دے(۹)۔ ابن الہمامؒ(۱۰) نے کہا ہے کہ مدعی اگر عادل ہو تو ظاہر میں اس کا قول سچا ہے اور

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۳۲۲، البحر المحیط فی اصول الفقه ۴/۳۰۶، تیسیر التحریر ۳/۶۷، ارشاد الفحول ص ۱۳۰، نہایة الوصول ۷/۲۹۱۰، منتهی الوصول و الأمل ص ۸۱، مسلّم الثبوت ۲/۱۶۰

۲۔ ابو عبداللہ الحسین بن علی صیمری، بغدادی، شافعی، قاضی۔ آپ ۴۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: العبر ۲/۲۷۰، شذرات الذهب ۳/۲۵۶، مرآة الجنان ۳/۵۷

۳۔ ابو الحسن علی بن محمد بن عبد الملک بن القطان مراکشی، قاسی، اصولی، محدث اور فقیہ۔ آپ کا سال وفات ۶۲۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو: تذکرة الحفاظ ۴/۱۴۰۷، معجم المؤلفین ۷/۲۱۳

۴۔ ابو سعید عبدالکریم بن ابی بکر محمد بن ابی المظفر منصور بن محمد ابن السمعانی، شافعی، فقیہ۔ آپ ۵۶۲ھ مرو میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: العبر ۳/۳۷، وفیات الاعیان ۳/۲۰۹، ابجد العلوم ۳/۹۷

۵۔ محمد بن عبدالرحیم بن محمد ارموی، ہندی، شافعی، فقیہ، اصولی اور متکلم۔ آپ ۷۱۵ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: شذرات الذهب ۶/۳۷

۶۔ سلیمان بن عبدالقوی بن عبدالکریم طوفی، بغدادی حنبلی، اصولی، فقیہ اور سنی عقائد سے منحرف شیعہ تھے۔ آپ کا سال وفات ۷۱۶ھ ہے۔ ملاحظہ ہو: شذرات الذهب ۶/۳۹، مرآة الجنان ۴/۲۵۵، الدرر الکامنة ۲/۱۵۴، المقصد الأرشد ۱/۴۲۵

۷۔ [illegible] بن علی، حنبلی فقیہ، بغداد کے ایک قریہ کی نسبت سے جبائی کہلائے۔ آپ کا انتقال ۵۴۳ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو: کتاب ذیل طبقات الحنابلة ۳/۲۱۲، المقصد الأرشد ۱/۳۸۱

۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/۳۲۳، منتهی الوصول و الأمل ص ۸۱

۹۔ البحر المحیط فی اصول الفقه ۴/۳۰۶

۱۰۔ محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید ابن الہمام، اسکندری، حنفی فقیہ، اصولی، نحو، صرف، علوم طبعیہ، فرائض، حساب اور تصوف کے امام۔ آپ ۸۶۱ھ کو قاہرہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الضوء اللامع ۸/۱۲۷، شذرات الذهب ۷/۲۹۸، الفوائد البهية ص ۱۸۰

ظن کا فائدہ دیتا ہے، وہ قطعی اور یقینی نہیں ہے(۱)۔ آمدیؒ بھی اس کے قول کا ظاہر میں اعتبار کرتے ہیں(۲)۔ شوکانیؒ کے نزدیک قبولِ دعویٰ کے لئے ضروری ہے کہ قرائن اس کی سچائی پر دلالت کرتے ہوں(۳)۔

جمہور علماء نے اعتراضات کے جواب میں کہا ہے کہ ذاتی منفعت کے الزام سے یہ قول رد نہیں کیا جا سکتا۔ ایسا ہوتا ہے کہ راوی کی روایت کو قبول کر لیا جاتا ہے اگرچہ اس خبر کا راوی کو فائدہ ہوتا ہو۔ یہ قول گواہی نہیں بلکہ ایسے شخص کی اپنے بارے میں خبر ہے جس سے دوسرے کا کوئی نقصان نہیں ہے یا اس پر کوئی چیز لازم نہیں آتی کیوں کہ قول صحابی حجت نہیں ہے، جب کہ گواہی سے دوسرے پر نقصان لازم آتا ہے۔

مندرجہ بالا بحث کی روشنی میں جمہور کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے دعویٰ صحابیت کے لیے جو تین شرائط لگائی ہیں وہ نہایت معقول ہیں۔ جب صاحب قول کی عدالت اور اس کا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معاصر ہونا ثابت ہو جائے اور کسی دوسرے صحابی کا قول اس کے دعویٰ کو باطل نہ کرتا ہو تو پھر اس کا دعویٰ مقبول ہونا چاہیے۔

۱۔ تیسیر التحریر ۳/۶۷

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۳۲۲

۳۔ ارشاد الفحول ص ۱۳۰

فصل دوم

السابقون الأوّلون

صحابہ کرامؓ ایک طبقہ کے طور پر اسلام میں خاص مقام و مرتبہ پر فائز ہیں۔ ان کے بعد کسی طبقہ کو یہ مقام و مرتبہ حاصل رہا ہے اور نہ رہے گا۔ دینی اعتبار سے بعض خصائص و امتیازات صرف صحابہ کرامؓ کے لیے ہی ہیں۔ جس طرح نبوت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہے اسی طرح یہ خصائص و امتیازات بھی صحابہ کرامؓ کے بعد کسی کو حاصل نہیں ہوں گے۔

قبولِ اسلام میں سبقت: صحابہ کرامؓ کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے صاحب شریعت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت پر سب سے پہلے لبیک کہا۔ وحی الٰہی کی تصدیق اور قبولِ اسلام میں سبقت کی۔ انہوں نے دعوت اسلام کو اس وقت قبول کیا جب دوسرے اس دعوت کی مخالفت کر رہے تھے۔ صحابہ کرامؓ کی اکثریت معاصر دنیوی ترقی کے معیارات سے کم حیثیت والوں کی تھی لیکن انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حمایت و تائید اور دعوت کی نشر و اشاعت میں اپنی ہر متاعِ عزیز قربان کر دی۔ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ صحابہ کرامؓ کی وفاداریوں کو کوئی ترغیب اور لالچ خرید نہ سکا۔ اسلام پر ان کے پائے استقامت میں کوئی جبر اور خوف لرزش پیدا نہ کر سکا۔ ان کے دینی رشتے کو کوئی خونی رشتہ توڑ نہ سکا۔ ان کے قبولِ اسلام میں کوئی جاہلی نسلی تعصب اور خاندانی وقار آڑے نہ آ سکا۔ گھر اور گلیوں کی محبت انہیں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ چھوڑنے پر مجبور نہ کر سکی۔ انہوں نے گھر بار چھوڑ دیئے لیکن ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار رہے۔ قرآن مجید صحابہ کرامؓ کو یوں خراجِ تحسین پیش کرتا ہے:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَ اُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ [آل عمران ۳: ۱۹۵]

تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور ستائے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں۔ (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

صحابہ کرامؓ نے دنیوی مال و متاع پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ترجیح دی اور اقرار کیا ''بلی یا رسول اللہ قد رضینا''(۱)۔ یعنی کیوں نہیں اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم راضی ہوئے۔

نزولِ شریعت کے عینی شاہد: صحابہ کرامؓ اس اعزاز میں منفرد ہیں کہ انہوں نے نزولِ شریعت کا زمانہ پایا۔ وہ ان حالات اور واقعات کے عینی شاہد ہیں جو وجہ نزولِ شریعت بنے۔ شریعت کا کوئی حکم ایسا نہیں ہے جس کا شانِ نزول ان سے مخفی ہو۔ صرف صحابہ کرامؓ ہی کا طبقہ یہ علم رکھتا ہے کہ کون سی آیت کس موقع پر نازل ہوئی۔ نصوص شریعت کے اسباب تنزیل کی براہِ راست معرفت ہونے کی بنا پر تعبیر نصوص جیسا اہم کام صحابہ کرامؓ کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ واحدیؒ(۲) نے کہا ہے کہ اسباب نزول کے بارے میں کوئی بات کہنا درست نہیں سوائے ان لوگوں کی روایت اور سماع بیان کے جنہوں نے نزولِ قرآن کو خود دیکھا، اسباب نزول پر توقف کیا اور اس علم کے بارے میں تحقیق کی۔ یہ لوگ صرف صحابہ کرامؓ ہی ہیں(۳)۔

سیرت صاحبِ شریعت کے عینی شاہد: صحابہ کرامؓ نے صاحبِ شریعت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پاک کا نہایت قریب سے مشاہدہ کیا۔ انہوں نے شرعی نصوص کی عملی تطبیق حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں دیکھی۔ زمانہ امن اور حالتِ جنگ میں، فرحت و انبساط اور غم کی کیفیتوں میں، تحمل اور غصہ میں، خانگی امور اور ریاستی نظامت میں، حالتِ نیند اور عالمِ بیداری میں، دورانِ عبادت اور معاملاتِ خرید و فروخت میں، غرض صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ کا ہر پہلو قریب سے دیکھا۔ ایک ایک فعلِ نبوی کو اپنے ذہنوں پر نقش کیا، اور پھر ان تمام مشاہدات کا اپنی زندگیوں میں التزام کیا۔ صحابہ کرامؓ جس طرح نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھتے، اسی طرح کرنے کی کوشش کرتے۔ اس کی ایک شہادت حضرت ابن عمرؓ(۴) کا یہ قول ہے ''ان اللہ بعث الینا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ولا نعلم شیئاً فانما نفعل کما رأیناہ یفعل''(۵)۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے ہماری طرف حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا، اس وقت میں کہ ہم کچھ نہ جانتے تھے۔ پس ہم اسی طرح کرتے ہیں جس طرح ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کرتے ہوئے دیکھا۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبهم ۴۴۵

۲۔ ابوالحسن علی بن احمد الواحدی، شافعی، مفسر، فقیہ، نحوی، لغوی اور شاعر۔ آپ ۴۶۸ھ کو نیشاپور میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۸۹/۳، شذرات الذهب ۳۳۰/۳، مرآۃ الجنان ۹۶/۳، وفیات الأعیان ۳۰۳/۳

۳۔ اسباب النزول ص ۴

۴۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن الخطاب اپنے والد کے ساتھ اسلام لائے۔ بعد کے تمام غزوات میں شرکت کی۔ کثرت سے احادیث روایت کیں۔ آپ کا شمار فقہاء صحابہؓ میں ہوتا ہے۔ آپ ۸۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳۷۳/۲، الاصابۃ ۱۶۷/۲، اسد الغابۃ ۲۲۹/۳، تذکرۃ الحفاظ ۳۷/۱، حلیۃ الأولیاء ۲۹۲/۱، المعارف ص ۱۴۳

۵۔ الموطا، کتاب الصلوۃ، باب قصر الصلوۃ فی السفر ص ۴۵، ۲۲۶، المدونۃ الکبریٰ ۲۰۸، سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوۃ، باب تقصیر الصلوۃ فی السفر ۵۵۸/۱، المستدرک، کتاب الصلوۃ ۲۵۸/۱

مدرسۂ نبوت کے اوّلین تلامذہ: صحابہ کرامؓ نے احکام الٰہی کی تعلیم براہ راست صاحب وحی سے حاصل کی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خود ان کے نفوس کا تزکیہ فرمایا اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دی۔ اس کی گواہی قرآن اِن الفاظ میں دیتا ہے:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ

[آل عمران ۳:۱۶۴]

اللہ نے مومنوں پر بڑا احسان کیا ہے کہ ان میں انہیں میں سے ایک پیغمبر بھیجے جو ان کو اللہ کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتے اور ان کو پاک کرتے اور (اللہ کی) کتاب اور دانائی سکھاتے ہیں، اور پہلے تو یہ لوگ صریح گمراہی میں تھے۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو جو تعلیم دی وہ قول اور فعل دونوں طریقوں سے تھی۔ صحابہ کرام نے آپ سے صرف احکامِ دین ہی حاصل نہیں کیے بلکہ آدابِ زندگی بھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھے۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ(۱) سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خذوا عنّی(۲)

مجھ سے سیکھو

صحابہ کرامؓ نے اقوال وافعالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دونوں سے احکامِ دین سیکھے۔ صحابہ کرامؓ متنِ شریعت اور مفہومِ شریعت کے تفہیم دونوں تھے۔ انہوں نے صرف احکامِ شریعت ہی نہیں سیکھے بلکہ عقل ودانش اور حکمت ودانائی بھی اس ذات سے حاصل کی جس کا منبع علم وحیِ الٰہی ہے۔ صحابہ کرامؓ عقل وفراست کے بلند مقام پر متمکن ہیں۔ ان کا ماٰخذِ علم بعد والے تمام زمانوں کے سب انسانوں کے ماٰخذِ علم سے زیادہ معتبر اور صائب ہے۔

شریعتِ اسلامی کے اوّلین مزاج شناس: صحابہ کرامؓ شریعتِ اسلامی کے اوّلین مزاج شناس تھے۔ وہ شارع اور شریعت کی غرض ومنشا سے سب سے زیادہ آگاہ تھے۔ قانون کی اصل غرض ومنشا سے آگاہ اس کا شارع ہوتا ہے۔ جو شخص شارع سے جتنا زیادہ قریب ہوتا ہے اس کے لیے قانون کی غرض ومنشا کا جاننا اتنا ہی زیادہ آسان ہوتا ہے اور اس ضمن میں اس شخص کے فہم وادراک کے صواب کا امکان اتنا ہی زیادہ ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے شارع کی منشا اور

۱۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ انصاری۔ آپ بیعت عقبہ اولی وثانیہ میں شامل تھے اور تمام غزوات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ رہے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو تعلیم قرآن اور فقہ دین سکھانے کے لیے شام بھیجا۔ آپ فلسطین کے قاضی بھی رہے۔ حضرت عبادۃؓ رملہ یا بیت المقدس میں ۳۴ھ وفات پا گئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/۵۴۶، ۶۲۱، ۷/۳۸۷، الاستیعاب ۵/۳۳۳، الاصابۃ ۵/۳۲۲، اسد الغابہ ۳/۵۸

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی ۳/۱۳۱۶، ۱۳۱۷

شریعت کے اغراض ومقاصد کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہ کر براہ راست سمجھا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم احکام شریعت کے حقیقی منشائے الٰہی کو جاننے والے تھے۔

دین کے سچے راوئ اوّل: صحابہ کرامؓ دین کے سچے راوئ اوّل ہیں۔ وہ اس سلسلے کی پہلی کڑی ہیں جس سے احکامِ دین ہم تک پہنچے ہیں۔ وہ صاحب وحی اور اپنے بعد والوں کے درمیان ایک لازمی واسطہ ہیں۔ ان کی شہادت، دعوت اور روایت بعد والوں کے لیے ایمان کا ذریعہ یقینی ہے۔ اگر اس پہلی کڑی کو بیچ سے نکال دیا جائے تو پھر ہمارے ایمان کی کوئی بنیاد نہیں رہتی۔ احکامِ دین کو روایت کرنا صحابہ کرامؓ کے ان فرائض میں شامل تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تفویض کیے تھے۔ ابن اسحاقؒ (۱) کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مخاطب کر کے انہیں آپ کا پیغام دوسروں تک پہنچانے کا حکم دیا اور فرمایا

إن اللّٰہ بعثنی رحمۃ و کافۃ فأدّوا عنّی یرحمکم اللّٰہ (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے ساری دنیا کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، پس میری طرف سے (پیغامِ دین پہنچانے کا حق) ادا کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

تسمعون و یُسمع منکم و یُسمع ممن یسمع منکم (۳)

تم مجھ سے سنتے ہو پھر تم سے سنا جائے گا اور ان لوگوں سے سنا جائے گا جو تم سے سنتے ہیں۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں فرمانِ نبوی ہے

إحفظوہ و أخبروا بہ من ورآئکم (۴)

اسے یاد رکھو اور جو تمہارے بعد آنے والے ہیں ان کو اس سے آگاہ کرو۔

حضرت ابو بکرۃؓ (۵) کی ایک روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع کے دن فرمایا

۱۔ محمد بن اسحاق بن یسار مطلبی، تابعی، ثقہ محدث تھے۔ "امیر المومنین" کہلائے۔ آپ ۱۵۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو العبر ۱/ ۲۱۵ شذرات الذہب ۱/ ۲۳۰

۲۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۴/ ۲۵۵

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم ۲/ ۵۲۷

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان، باب الأمر بالإیمان باللّٰہ تعالیٰ ۱/ ۲۸

۵۔ حضرت ابو بکرۃ نفیع بن حارث۔ آپ کا نام نفیع بن مسروح بھی آیا ہے۔ طائف میں غلام تھے، دوران محاصرہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان امان پر آپ ایک چرخی کے ذریعہ قلعہ سے نیچے اتر آئے اور غلامی سے آزادی پائی۔ اس قصہ سے ابوبکرۃ کنیت ملی۔ آپ ۵۱ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۷/ ۱۵، الاستیعاب ۱۰/ ۳۷۷، الاصابہ ۱۰/ ۸۳، اسد الغابۃ ۲/ ۳۵، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۵

ألا لیبلّغ الشاہد منکم الغائب(۱)

آگاہ رہو! تم میں سے حاضر کو چاہیے کہ غائب کو (یہ خبر) پہنچا دے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مروی حدیث میں فرمانِ نبوی ہے:

بلّغوا عنّی ولو آیة (۲)

پہنچاؤ مجھ سے، اگرچہ ایک آیت ہو۔

حضرت مسور بن مخرمہؓ (۳) روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ سے فرمایا

ان اللہ عز وجل بعثنی رحمة للناس کافة فأدوا عنی یرحمکم اللہ

بے شک اللہ عز وجل نے مجھے تمام انسانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا ہے، پس

تم میری طرف سے (پیغامِ دین پہنچانے کا حق) ادا کرو، اللہ تم پر رحم فرمائے گا۔

صحابہ کرامؓ نے عرض کیا نحن یا رسول اللہ نؤدی عنک فابعث حیث شئت(۴)۔ یعنی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی طرف سے (پیغامِ دین پہنچانے کا حق) ادا کریں گے، پس آپ ہمیں جہاں چاہیں بھیج دیں۔

صحابہ کرامؓ نے یہ فریضہ بخوبی سرانجام دیا۔ انہوں نے دین کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جیسے سنا، اسی طرح دوسروں تک پہنچایا۔ جس طرح دین کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سیکھا، اسی طرح دوسروں کو سکھایا۔ جس طرح صاحبِ شریعت کو دین پر عمل پیرا دیکھا، اسی طرح دوسروں کو بتلایا اور اس پر عمل کر کے دکھایا۔ صحابہ کرامؓ نے روایتِ دین میں کوئی کوتاہی نہیں کی بلکہ کمال دیانتداری سے یہ امانت اگلوں کے سپرد کر دی اور اس کام میں کسی خوف اور ملامت کی پروا نہیں کی۔ حضرت عبادۃ بن الصامتؓ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر جن باتوں کی بیعت کی تھی ان میں یہ بھی تھا وأن نقول أو نقوم بالحق حیثما کنا لا نخاف لومة لائم(۵)۔ یعنی یہ کہ ہم ہمیشہ حق پر قائم رہیں گے یا حق بات کہیں گے اور اس کے کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔

روایتِ دین میں صحابہ کرامؓ سے صدورِ کتمان نہیں ہوا۔ انہوں نے صرف وہ احادیث روایت نہیں کیں جو راز تھیں اور جن کی روایت سے منع کر دیا گیا تھا۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت انس بن مالکؓ کو راز کی ایک بات بیان فرمائی تھی۔ حضرت انسؓ نے وہ بات کسی کو نہیں بتلائی حتیٰ کہ اپنی والدہ کے پوچھنے پر بھی

۱۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب لیبلغ العلم الشاہد الغائب ۱/۲۱، کتاب المغازی، باب حجة الوداع ۲/۶۳۲

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الحدیث عن بنی اسرائیل ۱۰/۱۳۶، ۱۳۷

۳۔ حضرت مسور بن مخرمہ بن نوفل۔ آپ صحبتِ نبوی سے فیض یاب تھے اور روایت بھی کرتے تھے۔ آپ فقیہ تھے اور ۶۴ھ میں وفات پائی۔ اس بارے میں ایک قول ۷۳ھ کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۰/۹۵، الاصابة ۹/۲۰۳، اسد الغابة ۵/۱۷۵، تاریخ الصحابة ص ۲۳۰

۴۔ المعجم الکبیر ۲۰/۸

۵۔ سنن النسائی، کتاب البیعة، باب البیعة علی أن لا ننازع الأمر أهله ۷/۱۵۶

وہ راز نہ بتایا(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو منافقین کے ناموں سے آگاہ فرما دیا تھا اور حضرت حذیفہؓ کو یہ نام ظاہر کرنے سے منع فرما دیا تھا(۲)۔ لیکن جن باتوں کی روایت سے منع نہیں کیا گیا، صحابہ کرام نے ان کو دانستہ طور پر نہیں چھپایا بلکہ من وعن انہیں اگلے لوگوں کو منتقل کر دیا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ(۳) نے ایک حدیث اپنی موت کے وقت اس خوف سے بیان کر دی کہ کہیں حدیث چھپانے پر ان سے مواخذہ نہ ہو جائے(۴)۔

صحابہ کرامؓ سے نقل و روایت میں کذب سرزد نہیں ہوا۔ وہ اس سلسلہ میں وارد وعید سے بخوبی آگاہ تھے۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ(۵) کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن كذباً عليّ ليس ككذب على احد، من كذب عليّ متعمداً فليتبوّأ مقعده من النار (۶)

بے شک مجھ پر جھوٹ کسی اور پر جھوٹ کی مانند نہیں ہے۔ جس نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا پس وہ اپنا ٹھکانا جہنم میں بنا لے۔

قرآن مجید اور احادیث میں صحابہ کرامؓ کی شان میں بیان کردہ مدح و توصیف کا تقاضا ہے کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے خبر سچ نقل کی ہے۔ اگر نقل و روایت میں کذب کا احتمال ہو جائے تو اس سے صحابہ کرامؓ کی شان میں وارد نصوص کے تقاضوں کی نفی ہوتی ہے۔ وہ روایت حدیث میں نہ صرف جھوٹ سے پاک رہے بلکہ ان کی احتیاط کا یہ عالم تھا کہ کسی حدیث کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ''یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''۔ ابن سیرینؒ(۷) نے حضرت انسؓ کے بارے میں کہا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث روایت کرتے تو گھبرا

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل انس بن مالک ۱۹۲۹/۴

۲۔ الإستيعاب ۳۱۸/۲ الاصابة ۲۲۳/۲، اسد الغابة ۴۰۶/۲، البداية و النهاية ۹/۵

۳۔ حضرت معاذ بن جبلؓ انصاری۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو یمن کا عامل اور قاضی مقرر کیا۔ حضرت عمرؓ آپ کی خدمات جلیلہ کے اتنے زیادہ معترف تھے کہ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے بارے میں یہ فرمایا تھا کہ اگر حضرت معاذؓ آپ کو پاتے تو آپ کو خلیفہ بناتے۔ آپ کا انتقال ۱۸ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۵۸۳/۲، ۳۸۷/۷ الإستيعاب ۴۰۴/۳ الاصابة ۱۰۷/۶ اسد الغابة ۱۸۷/۵، تذكرة الحفاظ ۱۹/۱

۴۔ صحیح البخاری، کتاب العلم، باب من خص بالعلم قوماً دون قوم ۴۴/۱

۵۔ حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ۔ آپ نے غزوہ خندق کے سال (۵ھ) میں قبول اسلام کیا۔ آپ حضرت عمرؓ کی خلافت میں بصرہ اور کوفہ کے والی رہے۔ حضرت عثمانؓ نے بھی حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ کو والی کے عہدہ پر برقرار رکھا۔ آپ ۵۰ھ کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الإستيعاب ۱۸۷/۱۰ الاصابة ۲۶۹/۹ اسد الغابة ۲۳۸/۵ الطبقات الكبرى ۲۰/۶ سير اعلام النبلاء ۲۱/۳

۶۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب ما یکرہ من النیاحة علی المیت ۱۶۲/۱

۷۔ ابن سیرین، حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام، حافظ حدیث اور فقہ کے امام۔ آپ کا سن وفات ۱۱۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو حلية الأولياء ۲۶۳/۲ البداية والنهاية ۲۶۷/۹، سير اعلام النبلاء ۶۰۶/۴ تذكرة الحفاظ ۷۷/۱

جاتے اور فرماتے ''یا جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''(۱)۔ عمرو بن میمونؒ(۲) نے کہا کہ میں بلا ناغہ ہر شام حضرت ابن مسعودؓ کے پاس جاتا تھا۔ میں نے انہیں یہ کہتے ہوئے کبھی نہیں سنا کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا''۔ پھر ایک دن ان کی زبان سے نکل گیا ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا'' تو سر جھکا لیا، آنکھیں بھر آئیں، گردن کی رگیں پھول گئیں، اور فرمانے لگے ''اس سے کچھ کم فرمایا یا زیادہ یا اس کے قریب یا اس کے مشابہ''(۳)۔

۱۔ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، کتاب السنۃ، باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۳ مسند احمد بن حنبل ۳/۳۶

۲۔ ابو عبداللہ عمرو بن میمون، کوفہ کے کبار تابعین میں سے تھے۔ عہد نبوی میں اسلام قبول کیا۔ آپ ۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/۹ الاصابۃ ۷/۲۸۳، اسد الغابۃ ۳/۲۶۳، شذرات الذھب ۱/۸۲، مرآۃ الجنان ۱/۵۶

۳۔ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، کتاب السنۃ، باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۲ ۲۳

فصل سوم

مغفرت کی بشارت

صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ اور فضیلت میں ایک اور نمایاں بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی عام مغفرت اور بخشش کا اعلان فرمایا ہے۔

مغفرتِ صحابہؓ پر قرآنی و نبوی شہادتیں

۱۔ قرآن مجید میں ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّ نَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ رِزْقٌ كَرِيْمٌ [الأنفال ۸:۷۴]

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں فخرالدین رازیؒ (۱) نے لکھا ہے کہ صحابہؓ کو تمام ذنوب سے کامل معافی ہے(۲)۔

۲۔ قرآنِ مجید میں ایک اور مقام پر صحابہ کرامؓ کے بارے میں فرمایا گیا ہے:

فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِىْ سَبِيْلِىْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِىْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ [آل عمران ۳:۱۹۵]

تو جو لوگ میرے لیے وطن چھوڑ گئے اور اپنے گھروں سے نکالے گئے اور لڑے اور قتل کیے گئے، میں ان کے گناہ دور کر دوں گا اور ان کو بہشتوں میں داخل کروں گا جن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہیں۔ (یہ) اللہ کے ہاں سے بدلہ ہے اور اللہ کے ہاں اچھا بدلہ ہے۔

۱۔ ابوعبداللہ محمد بن عمر بن الحسین فخرالدین، اپنی جائے پیدائش "الرّی" کی نسبت سے رازی کہلائے۔ علوم شرعیہ کے ممتاز عالم اور علوم عقلیہ میں اپنے زمانے کے امام تھے۔ آپ ۶۰۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیۃ الکبری ۵/ ۳۳ الفوائد البہیۃ ص ۹۱ طبقات الشافعیۃ ص ۲۱۹

۲۔ تفسیر الفخر الرازی ۱۵/ ۲۲۰

۳۔ بدری صحابہ کرامؓ کی خاص فضیلت کے بارے میں حضرت علیؓ(۱) سے مروی ایک حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لعل اللّٰہ أن یکون قد اطلع علی اھل البدر فقال إعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم (۲)

شاید اللہ تعالیٰ نے جب اہلِ بدر کے حال کو دیکھا تو یوں فرما دیا تم جو چاہو کرو، میں نے تمہاری مغفرت کر دی ہے۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے مندرجہ بالا حدیث کی شرح میں لکھا ہے اس بات پر اتفاق پایا جاتا ہے کہ اس حدیث میں اخروی احکام سے متعلق بشارت کا ذکر ہے(۳)۔

قرآن مجید میں کسی صحابی کی خطا اور لغزش کے ذکر کے ساتھ ہی معافی کی خبر بھی دے دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی کی خطا کا ذکر ہوا تو آپ نے بھی اس کے عنداللہ مغفور ہونے کی بشارت دی۔ صحابہ کرامؓ میں سے صرف چند ایسے تھے جن سے کوئی لغزش اور خطا ہوئی۔ وہ معصوم عن الخطا نہیں تھے۔ صرف انبیاء کرام علیہم السلام ہی گناہ اور خطا سے معصوم ہیں۔ یہ صحبت نبوی کا فیضان تھا کہ صحابہ کرامؓ گناہوں پر اصرار کرنے والے نہیں تھے۔ معصیت کا دانستہ ارتکاب ان سے بعید تھا۔ نادانستہ کوئی لغزش ہو جانے پر وہ نادم ہوتے اور اللہ سے اپنے قصور کی فوراً معافی چاہتے۔

۴۔ قرآن مجید نے صحابہ کرامؓ کی اس خوبی کا ذکر یوں بیان فرمایا ہے

وَ الَّذِیْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ وَمَنْ یَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ یَعْلَمُوْنَ [آل عمران ۳: ۱۳۵]

اور وہ کہ جب کوئی کھلا گناہ یا اپنے حق میں کوئی اور برائی کر بیٹھتے ہیں تو خدا کو یاد کرتے اور اپنے گناہوں کی بخشش مانگتے ہیں اور اللہ کے سوا گناہ بخش بھی کون سکتا ہے؟ اور جان بوجھ کر اپنے افعال پر اڑے نہیں رہتے۔

۵۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کے قصور معاف کر دیئے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہدایت کی کہ وہ

۱۔ حضرت علی بن ابی طالب، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور داماد۔ بنو ہاشم میں سب سے پہلے حضرت علیؓ نے دس برس کی عمر میں اسلام قبول کیا۔ آپ فقیہ، علم نحو کے موجد اور چوتھے خلیفہ راشد تھے۔ آپ کی شہادت ۴۰ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۳/ ۸، الاصابۃ ۲/ ۵۰۷، اسد الغابۃ ۴/ ۸۷، الطبقات الکبریٰ ۳/ ۱۹، حلیۃ الأولیاء ۱/ ۶۱، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۱۰، المعارف ص ۸۸

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب الجاسوس و قوله تعالیٰ لا تتخذوا عدوی ۱/ ۴۲۲، ایضاً، باب اذا اضطر الرجل الی النظر ۱/ ۴۳۳، ایضاً، کتاب المغازی، باب فضل من شهد بدراً ۲/ ۵۶۷، ایضاً، کتاب التفسیر، سورۃ الممتحنۃ ۲/ ۷۲۶، سنن ابی داؤد، کتاب الجهاد، باب فی حکم الجاسوس اذا کان مسلماً ۲/ ۲۵۲-۲۵۳، سنن الدارمی، کتاب الرقائق ۲/ ۳۱۳، الاستیعاب ۱/ ۱۰۲، تاریخ الأمم و الملوک ۳/ ۱۱۳، ابن ابی شیبۃ، المصنف، کتاب الفضائل ما جاء فی اهل بدر من فضل ۷/ ۳۵۹

۳۔ فتح الباری ۷/ ۲۳۸

ان کی خطاؤں سے درگذر فرمایا کریں اور انہیں معاف کر دیا کریں۔ قرآن مجید میں ہے

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ [آل عمران ۳: ۱۵۹]

(اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کی مہربانی سے آپ کی افتاد مزاج اُن لوگوں کے لئے نرم واقع ہوئی ہے اور اگر آپ بدخو اور سخت دل ہوتے تو یہ آپ کے پاس سے بھاگ کھڑے ہوتے، تو آپ اُن کو معاف کر دیں اور ان کے لئے (اللہ سے) مغفرت مانگیں۔

۶۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی:

اللهم إن العيش عيش الآخرة فاغفر للأنصار و المهاجرة (۱)

اے اللہ! بے شک آخرت کی زندگی ہی زندگی ہے، پس تُو انصار اور مہاجرین کی مغفرت کر۔

قرآن مجید میں چند صحابہ کرامؓ کی جو خطائیں بیان ہوئی ہیں وہ ان پر لعن طعن کے لیے نہیں بلکہ ان کی مدح و مغفرت، اور دوسروں کے لیے وعظ و نصیحت اور تنبیہ کے مضامین لیے ہوئے ہیں۔ مثلاً

۷۔ سورت البقرۃ میں فرمایا

عَلِمَ اللّٰهُ أَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُونَ أَنْفُسَكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ [البقرۃ ۲: ۱۸۷]

اللہ کو معلوم ہے کہ تم (اپنی بیویوں کے پاس جانے سے) اپنے حق میں خیانت کرتے تھے، سو اس نے تم پر مہربانی کی اور تمہاری حرکات سے درگذر فرمائی۔

جب رمضان کے روزے فرض کیے گئے تو لوگ راتوں کو بھی اپنی عورتوں سے الگ رہتے تھے، مگر بعض نے چپکے سے جماع کر لیا تو اس وقت اللہ تعالیٰ نے مندرجہ بالا آیت نازل فرمائی(۲)۔

۸۔ سورت آل عمران میں فرمایا

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهُ إِذْ تَحُسُّونَهُمْ بِإِذْنِهِ حَتّٰى إِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِي الْأَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا أَرَاكُمْ مَّا تُحِبُّونَ مِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُرِيدُ الْآخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ [آل عمران ۳: ۱۵۲]

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد و السیر، باب التحریض علی القتال ۱/ ۳۹۷

۲۔ تفصیل دیکھیں صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله احل لکم لیلة الصیام الرفث ۲/ ۶۴۷ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب مبدأ فرض الصیام ۲/ ۱۶۳؛ تفسیر القرآن العظیم ۱/ ۲۲۰؛ الجامع لأحکام القرآن ۲/ ۳۱۵

اور اللہ نے اپنا وعدہ سچا کر دیا (یعنی) اُس وقت جب کہ تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے یہاں تک کہ جو تم چاہتے تھے اللہ نے تم کو دکھا دیا۔ اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور حکمِ (پیغمبر) میں جھگڑا کرنے لگے اور اُس کی نافرمانی کی۔ بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب۔ اُس وقت اللہ نے تم کو اُن (کے مقابلے) سے پھیر (کر بھگا) دیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اُس نے تمہارا قصور معاف کر دیا۔ اور اللہ مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت بیان کرتی ہے کہ غزوہ احد (۳ھ) میں چند صحابہ کرام سے جو خطا ہوئی تھی اللہ تعالیٰ نے اسے معاف کر دیا ہے۔

۹۔ سورت النساء میں فرمایا:

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا ضَرَبْتُمْ فِي سَبِيلِ اللَّهِ فَتَبَيَّنُوا وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ أَلْقَى إِلَيْكُمُ السَّلَامَ لَسْتَ مُؤْمِنًا تَبْتَغُونَ عَرَضَ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللَّهِ مَغَانِمُ كَثِيرَةٌ، كَذَلِكَ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلُ فَمَنَّ اللَّهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوا، إِنَّ اللَّهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُونَ خَبِيرًا [النساء ۴: ۹۴]

مومنو! جب تم اللہ کی راہ میں باہر نکلا کرو تو تحقیق سے کام لیا کرو اور جو شخص تم سے سلام علیک کرے اُس سے یہ نہ کہو کہ تم مومن نہیں ہو، اور اس سے تمہاری غرض یہ ہو کہ دنیا کی زندگی کا فائدہ حاصل کرو۔ سو اللہ کے نزدیک بہت سی غنیمتیں ہیں۔ تم بھی تو پہلے ایسے ہی تھے، پھر اللہ نے تم پر احسان کیا۔ تو (آئندہ) تحقیق کر لیا کرو، اور جو عمل تم کرتے ہو اللہ کو سب کی خبر ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کی ایک غلطی(۱) کی نشاندہی کرنے کے بعد انہیں ہدایت کی جا رہی ہے کہ آئندہ تحقیق سے کام لیا کریں اور دوست دشمن میں تمیز کر لیا کریں۔

۱۰۔ سورت المائدۃ میں ہے

يَاأَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ إِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ وَإِنْ تَسْأَلُوا عَنْهَا حِينَ يُنَزَّلُ الْقُرْآنُ تُبْدَ لَكُمْ عَفَا اللَّهُ عَنْهَا وَاللَّهُ غَفُورٌ حَلِيمٌ [المائدۃ ۵: ۱۰۱]

مومنو! ایسی چیزوں کے بارے میں مت سوال کرو کہ اگر (ان کی حقیقتیں) تم پر ظاہر کر دی جائیں تو تمہیں

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لا تسألوا عن اشیاء إن تبد لکم تسؤکم ۴۶۲۱؛ صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب ومن سورۃ النساء ۱۱ ۱۶۰؛ تفسیر الفخر الرازی ۱۱: ۳، الجامع لاحکام القرآن ۳۳۶/۵ تفسیر زاد المسیر ۱۷۱/۲؛ تفسیر بغوی ۱ ۲۶۹؛ تفسیر الماوردی ۵۲؛ تاریخ الامم والملوک ۳ ۱۷۱

بُری لگیں۔ اور اگر قرآن کے نازل ہونے کے ایام میں ایسی باتیں پوچھو گے تو تم پر ظاہر بھی کردی جائیں گی۔ (اب تو) اللہ نے ایسی باتوں (کے پوچھنے) سے درگذر فرمایا ہے اور اللہ بخشنے والا بُردبار ہے۔

اس آیت میں صحابہ کرامؓ کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیکار سوال پوچھنے سے منع کیا گیا ہے(۱) اور ساتھ ہی یہ بھی بتا دیا گیا ہے کہ ان سے اس بارے میں اب تک جو کچھ ہوا، اللہ تعالیٰ نے اسے معاف فرما دیا ہے۔

۱۱۔ سورت التوبۃ میں ہے۔

لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [التوبۃ ۹:۲۵۔۲۷]

اللہ نے بہت سے مواقع پر تم کو مدد دی ہے اور (غزوہ) حُنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرّہ تھا تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہوگئی، پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی اور (تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے، (آسمان سے) اتارے اور کافروں کو عذاب دیا اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔ پھر اللہ اس کے بعد جس پر چاہے مہربانی سے توجہ فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

مندرجہ بالا آیت غزوہ حنین (۸ھ) میں کثرت تعداد پر گھمنڈ اور میدان سے فرار کی غلطی کا تذکرہ کررہی ہے(۲)، اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کی اس غلطی سے درگذر فرمایا۔

۱۲۔ سورت التوبۃ ہی میں ایک اور مقام پر ان صحابہ کرامؓ کے قصور اور ان کی مغفرت بیان کی گئی ہے جو غزوہ تبوک (۹ھ) میں سستی کی وجہ سے شرکت نہ کرسکے تھے(۳)۔

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لا تسألوا عن اشیاء ان تبدلکم تسؤکم ۲/۶۶۵، صحیح الترمذی کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ المائدۃ ۱۰/۱۸۰، الجامع لأحکام القرآن ۶/۳۳۰ وبعد

۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قولہ تعالیٰ ویوم حنین ۲/۶۱۷ وبعد، صحیح مسلم، کتاب الجہاد والسیر باب فی غزوۃ حنین ۳/۱۳۹۸ وبعد، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۳/۶۱۰، الجامع لأحکام القرآن ۸/۹۶، تفسیر الفخر الرازی ۸/۲۲

۳۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حدیث کعب بن مالک ۲/۶۳۳، ایضاً، کتاب التفسیر، باب قولہ وعلی الثلاثۃ ۲/۶۷۵، سنن ابی داؤد، کتاب الجہاد، باب فی اعطاء البشیر ۲/۲۹۳، ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۳/۴-۴۸، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۳/۴۴۹، تفسیر الفخر الرازی ۱۶/۱۷۹، تاریخ الامم والملوک ۳/۵۴، ۲۸، تفسیر الطبری ۱۱/۴۰، زاد المسیر ۲/۳۳۳، المحرر الوجیز ۸/۲۶۳، الجامع لأحکام القرآن ۸/۲۳۲

۱۳۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا عَسَى اللّٰهُ
اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ [التوبة ۹ ۱۰۲]

اور کچھ لوگ ہیں کہ اپنے گناہوں کا (صاف) اقرار کرتے ہیں۔ انہوں نے اچھے برے عملوں کو ملا جلا دیا تھا۔ قریب ہے کہ اللہ اُن پر مہربانی سے توجہ فرمائے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۴۔ وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا حَتّٰى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ اَنْفُسُهُمْ وَظَنُّوْا اَنْ لَّا مَلْجَاَ مِنَ اللّٰهِ اِلَّا اِلَيْهِ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ [التوبة ۹ ۱۱۸]

اور اُن تینوں پر بھی جن کا معاملہ ملتوی کیا گیا تھا، یہاں تک کہ جب زمین باوجود فراخی کے اُن پر تنگ ہوگئی اور اُن کی جانیں بھی اُن پر دوبھر ہوگئیں اور انہوں نے جان لیا کہ اللہ (کے ہاتھ) سے خود اُس کے سوا کوئی پناہ نہیں پھر اللہ نے اُن پر مہربانی کی تاکہ توبہ کریں۔ بیشک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

۱۵۔ سورت الممتحنة میں ارشاد ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ وَعَدُوَّكُمْ اَوْلِيَآءَ تُلْقُوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوْا بِمَا جَآءَكُمْ مِّنَ الْحَقِّ، يُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَاِيَّاكُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ رَبِّكُمْ، اِنْ كُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِهَادًا فِيْ سَبِيْلِيْ وَابْتِغَآءَ مَرْضَاتِيْ تُسِرُّوْنَ اِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ وَمَنْ يَّفْعَلْهُ مِنْكُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ [الممتحنة ۶۰:۱]

مومنو! اگر میری راہ میں لڑنے اور میری خوشنودی طلب کرنے کے لئے (مکہ سے) نکلے ہو تو میرے اور اپنے دشمنوں کو دوست نہ بناؤ۔ تم اُن کو دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور وہ (دین) حق سے، جو تمہارے پاس آیا ہے، منکر ہیں۔ اور اس باعث سے کہ تم اپنے پروردگار اللہ تعالیٰ پر ایمان لائے ہو، پیغمبر کو اور تم کو جلاوطن کرتے ہیں۔ تم اُن کی طرف پوشیدہ پوشیدہ دوستی کے پیغام بھیجتے ہو اور جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔ اور جو کوئی تم میں سے ایسا کرے گا وہ سیدھے رستے سے بھٹک گیا۔

اس آیت میں دشمنوں کو دوست بنانے سے منع کیا گیا ہے اور صحابہ کرامؓ کو یہ احساس دلایا ہے کہ جن کو تم

دوست بناتے ہو، انہوں نے تمہیں تمہارے وطن سے نکال دیا تھا(۱)۔

۱۶۔ سورت الجمعۃ میں فرمایا:

وَإِذَا رَأَوْا تِجَارَةً أَوْ لَهْوًا انفَضُّوا إِلَيْهَا وَتَرَكُوكَ قَائِمًا، قُلْ مَا عِندَ اللَّهِ خَيْرٌ مِّنَ اللَّهْوِ وَمِنَ التِّجَارَةِ وَاللَّهُ خَيْرُ الرَّازِقِينَ [الجمعۃ ۶۲: ۱۱]

اور جب لوگ سودا بکتا یا تماشا ہوتا دیکھتے ہیں تو ادھر بھاگ جاتے ہیں اور آپ کو (کھڑے کا) کھڑا چھوڑ جاتے ہیں۔ آپ کہہ دیں کہ جو چیز اللہ کے ہاں ہے وہ تماشے اور سودے سے کہیں بہتر ہے اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

مندرجہ بالا آیت میں صحابہ کرامؓ کو دنیا کی تجارت اور کھیل تماشوں کی طرف پہنچنے اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو کھڑا چھوڑ دینے پر تنبیہ کی گئی(۲) اور یہ تعلیم دی گئی ہے کہ اللہ کے پاس جو کچھ ہے وہ دنیا کی تجارت اور کھیل تماشے سے بہتر ہے۔

صحابہ کرامؓ کی توبہ کی فضیلت

جس صحابی سے تقاضائے بشریت کے تحت کوئی خطا ہوئی اور انہوں نے اس پر اللہ سے توبہ اور معافی چاہی تو ایسی توبہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑی فضیلت والی تھی۔ مثلاً حضرت ماعز بن مالکؓ(۳) کی توبہ کے بارے میں حضرت بریدۃؓ(۴) سے مروی حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لقد تاب توبة لو قسمت بين امة لو سعتهم(۵)

حضرت ماعزؓ نے ایسی توبہ کی ہے جو اگر امت کے لوگوں میں بانٹی جائے تو کافی ہو۔

حضرت بریدۃؓ سے مروی حدیث میں قبیلہ غامد کی ایک صحابیہؓ کی توبہ کے بارے میں فرمان نبوی ہے

۱۔ یہ آیت حضرت حاطبؓ کی شان میں نازل ہوئی تھی جنہوں نے اہل مکہ کو ایک خط بھیجا تھا۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الممتحنۃ ۶۲۶/۲، تاریخ الأمم والملوک ۱۱۳/۳

۲۔ مدینہ کے زمانہ قحط میں جمعہ کے روز ملک شام سے غلہ کا قافلہ آیا، صحابہ کرامؓ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ کو چھوڑا اور قافلہ کی طرف چلے گئے۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب اذا نفر الناس عن الإمام فی صلوۃ الجمعۃ ۱۲۸/۱، صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ، باب فی قولہ تعالیٰ واذا رأوا تجارۃ ۵۹۰/۲، تفسیر عبد الرزاق ۲۳۳/۲، الجامع لأحکام القرآن ۱۰۹/۱۸، تفسیر الفخر الرازی ۱۰/۳۰، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۳۶۹/۴، تفسیر البغوی ۳۳۵/۴

۳۔ حضرت ماعز بن مالک الاسلمیؓ۔ دور نبوت میں خود حاضر ہو کر ایک گناہ کا اعتراف کیا اور سزا پائی۔ ملاحظہ ہو الأصابۃ ۳۱۹/۹، الطبقات الکبری ۳۲۴/۴، اسد الغابۃ ۶/۵، الاستیعاب ۲۹۸/۹

۴۔ حضرت بریدۃ بن الحصیبؓ سفر ہجرت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے پاس سے گذرے تو آپ نے حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عامل زکوۃ مقرر کیا تھا۔ آپ ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۲۴۱/۴، اسد الغابۃ ۳۶۷/۱، سیر اعلام النبلاء ۴۶۹/۲

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی ۱۳۲۲/۳

فو الذی نفسی بیدہ لقد تابت توبة لو تابها صاحب مکس لغُفرله(۱)

قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے! اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر ایسی توبہ ناجائز محصول لینے والا کرے تو اس کو بھی بخش دیا جائے۔

حضرت عمران بن حُصین(۲) سے مروی حدیث میں قبیلہ جہینہ کی ایک صحابیہؓ سے متعلق فرمایا

لقد تابت توبة لو قسمت بین سبعین من اهل المدینة لو سعتهم(۳)

اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر یہ ستر اہل مدینہ کے درمیان تقسیم کردی جائے تو انہیں کافی رہے۔

حضرت وائل بن حُجر(۴) کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے بارے میں فرمایا

لقد تاب لو تابها اهل المدینة لقبل منهم (۵)

اس نے ایسی توبہ کی ہے اگر اہل مدینہ ایسی توبہ کرتے تو ان سے قبول کرلی جاتی۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی ۳/۱۳۲۳ مسند احمد بن حنبل ۳۴۸/۵

۲۔ حضرت عمران بن الحصینؓ۔ قدیم الاسلام تھے۔ جس ہاتھ سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اس ہاتھ سے اپنا عضو مخصوص نہ چھویا۔ کئی برس بیمار رہے۔ دوران مرض ملائکہ ان سے مصافحہ کرتے اور سلام کہتے۔ بصرہ کے قاضی بھی رہے۔ ۵۲ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۲۸۷ الاستیعاب ۹/۱۹، الاصابة ۷/۱۵۵، تذکرة الحفاظ ۱/۲۹ اسد الغابة ۳/۲۶۹

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی ۳/۱۳۲۳ سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب فی المرأة التی امر النبی صلی اللہ علیه وسلم برجمها ۳/۵۵ سنن النسائی، کتاب الجنائز، الصلوة علی المرجوم ۴/۳۶۵۔ جصاص، احکام القرآن ۱/۲۶۔ عبدالرزاق، المصنف، باب الرجم و الاحصان ۷/۳۲۵

۴۔ حضرت وائل بن حُجرؓ۔ آپ حضرموت کی طرف سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوئے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے چادر بچھائی۔ آپ کے والد حضرموت کے حکمرانوں میں سے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ اور آپ کے والد کے لیے دعا فرمائی۔ آپ جنگ صفین (۳۷ھ) میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے اور شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶/۲۶ الاستیعاب ۱۱/۳۲ الاصابة ۱۰/۲۹۳ اسد الغابة ۵/۴۰۵ سیر اعلام النبلاء ۲/۵۷۲

۵۔ مسند احمد بن حنبل ۶/۳۹۹

فصل چہارم

عدالتِ صحابہ کرامؓ

عدالت کا لغوی معنی: عدالت عدل سے ہے جس کا لغوی معنی ہے ما قام فی النفوس انہ مستقیم وھو ضد الجور (۱)۔ یعنی عدل وہ چیز ہے جس سے نفوس صحیح وسلیم رہتے ہیں اور اس کی ضد ظلم وجور ہے۔ العدل ھو الذی لا یمیل بہ الھوی فیجور فی الحکم (۲)۔ یعنی عدل سے انسان خواہشات نفس کی طرف مائل نہیں ہوتا کہ وہ کوئی فیصلہ کرنے میں ظلم کرے۔ لغت میں عدل کے ایک سے زیادہ معانی ہیں۔ مثلاً

۱۔ رضا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَاَشْہِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْکُمْ [الطلاق ۶۵:۲]

اور اپنے میں سے دو منصف مردوں کو گواہ کرلو۔

امام بخاریؒ نے اسی مفہوم میں "صحیح البخاری" میں "باب الشھداء عدول" کے عنوان سے ایک باب باندھا ہے (۳)۔

۲۔ توسط یعنی بغیر کسی زیادتی یا نقصان کے کسی کام میں درمیانی راہ۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا

وَکَذٰلِکَ جَعَلْنٰکُمْ اُمَّۃً وَّسَطًا [البقرۃ ۲:۱۴۳]

اور اسی طرح ہم نے تم کو امتِ معتدل بنایا

۳۔ فدیہ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَ لَا یُؤْخَذُ مِنْہَا عَدْلٌ [البقرۃ ۲:۴۸]

اور نہ کسی سے کسی طرح کا بدلہ قبول کیا جائے گا

۱۔ لسان العرب، مادہ عدل ۱۱/۴۳۱

۲۔ ایضاً ۱۱/۴۳۰

۳۔ صحیح البخاری، کتاب الشہادات، باب الشھداء عدول ۱/۳۶۰

۴۔ اشتراک: ایک آیت قرآنی ہے

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ [الأنعام ۶:۱]

پھر بھی کافر (اور چیزوں کو) اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔

۵۔ مساوات: قرآن مجید میں ہے

أَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا [المائدة ۵:۹۵]

یا اس کے برابر روزے رکھے

ان کے علاوہ عدل کے معانی کیل (ماپنے کا آلہ) اور استقامت کے بھی آتے ہیں(۱)۔

عدالت کی اصطلاحی تعریف: فخر الاسلام بزدویؒ(۲) نے عدالت کی جو تعریف کی ہے اس کا حاصل مندرجہ ذیل الفاظ ہیں:

عدالت سے مراد استقامت یعنی ٹھیک راستہ پر چلنا ہے۔ جو راستہ سیدھا ہو، اسے طریق عدل کہا جاتا ہے اور پگڈنڈیوں کو طریق جائر کہتے ہیں۔ عدالت دو قسم کی ہے قاصرہ اور کاملہ۔ عدالت قاصرہ وہ ہے جس میں ظاہر اسلام اور عقل کا صحیح ہونا پایا جائے، کیوں کہ اس میں اصل استقامت یعنی صحیح ہونا ہی ہے۔ لیکن اس اصل کے ساتھ ہمیشہ خواہشات لگی رہتی ہیں جو اسے راستہ سے بھٹکاتی اور سیدھا چلنے سے روکتی ہیں۔

بزدویؒ فرماتے ہیں کہ کمال استقامت کی کوئی حد نہیں ہے کہ جس کا تعیین کیا جاسکے، کیوں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور اس کی مرضی کے تحت مختلف ہوتی ہے۔ اس لیے استقامت میں ایسے درجہ ہی کو کمال شمار کر لیا گیا ہے جس سے کوئی نقص اور مشقت واقع ہو اور نہ ہی اس سے حدود شریعت کا ضیاع ہو۔

وہ مزید کہتے ہیں کہ یہ استقامت، دین اور عقل دونوں کے خواہشات اور من مانی پر غالب ہونے کا نام ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ جو مرتکب کبیرہ ہوا، اس کی عدالت ختم ہو گئی اور اس پر جھوٹ کا الزام لگ گیا۔ جو شخص کبیرہ کا مرتکب نہیں ہوتا لیکن صغیرہ پر اصرار کرتا ہے وہ بھی مرتکب کبیرہ ہی کی طرح ہے۔ الزام تہمت اور عدالت میں نقص پیدا ہو جانے کے لحاظ سے مرتکب کبیرہ، مرتکب صغیرہ ہی کی مانند ہے۔ البتہ جو شخص صغیرہ کا ارتکاب کرتا ہے مگر اس پر اصرار نہیں کرتا، اس کی عدالت کامل اور شریعت کے مفاد میں اس کی بات حجت ہے۔ اگر مطلق عدالت کا لفظ استعمال کیا جائے تو اس سے مراد ان دونوں صورتوں میں سے وہ صورت ہے جو زیادہ کامل ہے(۳)۔

۱۔ معجم متن اللغة ۴/۴۷

۲۔ ابوالحسن علی بن محمد بن الحسین بزدوی فخر الاسلام، حنفی فقیہ، اصولی، محدث، مفسر۔ آپ ۴۸۲ھ کو سمرقند میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۱۲۴، کشف الظنون ۱/۱۱۲، ۲/۵۶۸

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۵۸۳، ۵۸۴

شمس الائمہ سرخسیؒ(۱) لکھتے ہیں:

عدالت استقامت یعنی ٹھیک راستہ پر چلنے کا نام ہے۔ جب کوئی شخص انصاف اور حق کے ساتھ فیصلہ کرنے میں راست روی اختیار کرے تو اسے عادل کہا جاتا ہے۔ سرخسیؒ نے عدالت کی دو قسمیں بیان کی ہیں عدالت ظاہری اور عدالت باطنی۔ ظاہری عدالت دین اور عقل سے ثابت ہوتی ہے۔ جس میں یہ دونوں چیزیں موجود ہیں وہ ظاہری طور پر عادل ہے، کیوں کہ یہ دونوں اسے صحیح راہ پر رکھتی ہیں، جب کہ باطنی عدالت انسان کے معاملات کو دیکھے بغیر معلوم نہیں کی جاسکتی۔ اس بارے میں کوئی آخری حد ممکن نہیں ہے، کیوں کہ ان دونوں قسموں کے حوالے سے لوگوں میں تفاوت پائی جاتی ہے۔ لیکن جو شخص حرام کے ارتکاب سے باز رہے وہ راہ مستقیم پر گامزن ہے اور اسی عدالت کی بنا پر کسی خبر کے حجت ہونے کا حکم لگایا جائے گا(۲)۔

امام غزالیؒ عدالت کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عدالت، دین اور سیرت میں درست راستہ پر چلنے سے عبارت ہے۔ اس کے نتیجہ میں نفس میں ایک ہیئت راسخہ پیدا ہوتی ہے جو نفس کو تقویٰ اور مروت کے لازم پکڑنے پر آمادہ کرتی ہے حتی کہ اس کی سچائی سے نفوس کی ثقاہت حاصل ہو جاتی ہے(۳)۔

فخر الدین رازیؒ نے بھی امام غزالیؒ کی تعریف جیسی تعریف کی ہے(۴)۔

قاضی بیضاویؒ(۵) لکھتے ہیں عدالت سے مراد کسی شخص میں وہ عادت ہے جو اسے کبائر اور کمینہ مباحات کے ارتکاب سے باز رکھتی ہے(۶)۔

علامہ نسفیؒ(۷) کے نزدیک بھی عدالت سے مراد کسی شخص کی وہ پختہ کیفیت ہے جو اسے دین کے حرام امور کے ارتکاب سے بچائے رکھتی ہے(۸)۔

علماء کی مندرجہ بالا تعریفات کی روشنی میں یہ کہا جاسکتا ہے کہ دین میں ٹھیک راستہ پر چلنے، راست روی اختیار

۱۔ محمد بن احمد بن ابی سہل سرخسی، شمس الائمہ، حنفی فقیہ، اصولی، متکلم، مناظر۔ آپ ۴۹۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تاج التراجم ص ۵۲، معجم المؤلفین ۲۳۹/۸

۲۔ المحرر فی اصول الفقه ۳۶۳/۱

۳۔ المستصفیٰ ص ۱۲۵

۴۔ المحصول فی علم اصول الفقه ۱۰۲۳/۳

۵۔ ناصر الدین عبداللہ بن عمر بن محمد بیضاوی، شافعی، قاضی القضاۃ، فقیہ، محدث، مفسر، متکلم۔ آپ ۶۸۵ھ کو تبریز میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۳۹۲/۵، مرآۃ الجنان ۲۲۰/۴، هدیة العارفین ۴۶۲/۱، طبقات الشافعية الكبرى ۵۹/۵

۶۔ الابهاج فی شرح المنهاج ۳۱۲/۱

۷۔ ابوالبرکات حافظ الدین عبداللہ بن احمد بن محمود نسفی، حنفی فقیہ، اصولی، مفسر، متکلم، امام حدیث۔ آپ کا سال وفات ۷۱۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۱۰۱، تاج التراجم ص ۳۰، ایضاح المکنون ۹۸/۱

۸۔ نسفی، کشف الاسرار ۳۱/۲

کرنے، اوامر کا اتباع کرنے، نواہی اور محظورات دین سے باز رہنے، کبائر سے اجتناب کرنے اور صغائر پر اصرار نہ کرنے کا نام عدالت ہے۔

عدالتِ صحابہؓ سے مراد: اس سے مراد یہ ہے کہ تمام صحابہؓ عدول ہیں۔ "الصحابة کلهم عدول"۔ ان کی ذات ہر قسم کی جرح وتعدیل سے بالا ہے۔ دین میں ان کی روایت اور شہادت من وعن قبول کی جائے گی (۱)۔

امام الحرمین جوینیؒ (۲) اور ابن صلاحؒ نے تمام صحابہؓ کے عدول ہونے پر اجماع بیان کیا ہے (۳)۔ ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اہلِ حق یعنی اہلِ سنت وجماعت (۴) کا اجماع ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں (۵)۔ حافظ ابن کثیرؒ، ابن حجر عسقلانیؒ، اور سخاویؒ نے "الصحابة کلهم عدول" کو اہلِ سنت وجماعت کا قول قرار دیا ہے (۶)۔

ابوالسعادات ابن اثیرؒ، ابن الحاجبؒ، آمدیؒ، تاج الدین سبکیؒ (۷) ابن اللحامؒ (۸) اور ابن الہمامؒ وغیرہ نے تمام صحابہؓ کے عدول ہونے کو جمہور کا قول بیان کیا ہے (۹)۔ امام غزالیؒ اور ابن قدامہؒ (۱۰) نے لکھا ہے کہ تمام صحابہؓ کا

۱۔ الکفایة ص ۴۶، التقریب ص ۳۳، تدریب الراوی ۲/ ۲۱۴، علوم الحدیث ص ۲۹۴، فتح المغیث ۳/ ۹۳، التقیید والإیضاح ص ۳۰۰، الباعث الحثیث ص ۸۱، الإستیعاب ۱/ ۳۸، العواصم والقواصم ۱/ ۳۶۹، جامع الأصول ۱/ ۷۳، الاصابة ۱/ ۱۰، جامع المعقول والمنقول ۱/ ۵۵، توضیح الأفکار ۲/ ۴۹۰، احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۳۰۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/ ۳۲۰، ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۵/ ۸۹، المنخول ص ۲۹۹، نهایة الوصول ۷/ ۲۹۰۴، شرح مختصر الروضة ۲/ ۱۸۰، المستصفی ص ۱۳۰۔ البحر المحیط فی اصول الفقه ۴/ ۲۹۹، ارشاد الفحول ص ۱۲۶، تیسیر التحریر ۳/ ۶۴، حاشیة البنانی ۲/ ۱۶۷، شرح الکوکب المنیر ۲/ ۴۷۳، روضة الناظر ۱/ ۳۰۰۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/ ۵۵۹-۵۶۰

۲۔ ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ الجوینی، شافعی، امام الحرمین، فقیہ، اصولی، متکلم، مفسر۔ آپ نے ۴۷۸ھ کو نیشاپور میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیة الکبری ۳/ ۲۴۹، طبقات الحفاظ ص ۴۳۲، شذرات الذهب ۳/ ۳۵۸، مرآة الجنان ۳/ ۱۲۳، وفیات الأعیان ۳/ ۱۶۷

۳۔ البرهان فی اصول الفقه ۱/ ۶۳۲، علوم الحدیث ص ۲۶۵، التقیید والإیضاح ص ۳۰۱

۴۔ یہ لقب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث "ما انا علیه واصحابی" (جامع ترمذی، ابواب الایمان، باب افتراق هذه الأمة ۲/ ۲۰۰-۲۰۱) سے مستنبط ہوتا ہے اور یہاں لوگوں کے لیے بولا جاتا ہے جو کتاب الٰہی اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جماعت صحابہ کرامؓ کے طریقوں کو بھی اساس مانتے ہیں۔ تفصیل ملاحظہ ہو "اجتہاد اور تقلید" از قاری محمد طیب ص ۷۵ وما بعد

۵۔ الإستیعاب ۱/ ۳۸

۶۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ص ۸۱، الاصابة ۱/ ۱۰، فتح المغیث ۳/ ۹۳

۷۔ ابوالنصر تاج الدین عبدالوہاب بن علی بن الکافی السبکی، شافعی، مصری، اصولی، فقیہ۔ آپ ۷۷۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۶/ ۲۲۱، البدر الطالع ۱/ ۴۱۰، الفوائد البهیة ص ۱۹۶، الدلیل الشافی ۱/ ۴۴۳

۸۔ ابوالحسن علی بن محمد بن عباس، ابن اللحام، دمشقی، حنبلی۔ آپ کا سالِ وفات ۸۰۳ھ ہے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۷/ ۳

۹۔ جامع الأصول ۱/ ۷۳، منتهی الوصول والأمل ص ۸۰۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/ ۳۲۰، جمع الجوامع ۲/ ۱۶۷، المختصر فی اصول الفقه علی مذهب الإمام احمد بن حنبل ص ۸۸، تیسیر التحریر ۳/ ۶۴

۱۰۔ ابومحمد عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ، موفق الدین، حنبلی۔ آپ تفسیر، حدیث، فقہ، علم خلاف، فرائض، اصول فقہ، نحو، حساب اور علم نجوم کے ماہر تھے۔ آپ ۶۲۰ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو البدایة والنهایة ۱۳/ ۹۹، طبقات الحنابلة ۲/ ۱۳۳، المقصد الأرشد ۲/ ۱۵، مرآة الجنان ۴/ ۴۷، شذرات الذهب ۵/ ۸۸

عدول ہونا سلف الامت اور جمہور الخلف کا قول ہے(۱)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کی مخالفت سوائے چند بدعتی لوگوں کے، کسی اور نے نہیں کی(۲)۔

عدالتِ صحابہؓ پر قرآنی شہادتیں: قرآن مجید کی متعدد آیات عدالت صحابہؓ پر دلالت کرتی ہیں

اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی ہے

۱۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَ الْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ [التوبة ۹/۱۰۰]

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں اور اس نے اُن کے لیے باغات تیار کئے ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (اور) ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ یہ بڑی کامیابی ہے۔

۲۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا، رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ، اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ، اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [المجادلة ۵۸/۲۲]

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیض غیبی سے اُن کی مدد کی ہے۔ اور وہ اُن کو بہشتوں میں، جن کے تلے نہریں بہ رہی ہیں، داخل کرے گا، ہمیشہ اُن میں رہیں گے۔ اللہ اُن سے خوش اور وہ اللہ سے خوش۔ یہی گروہ اللہ کا لشکر ہے۔ (اور) سُن رکھو کہ اللہ ہی کا لشکر مراد حاصل کرنے والا ہے۔

۳۔ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا [الفتح ۴۸/۱۸]

(اے پیغمبر!) جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ اُن سے خوش ہوا۔ اور جو (صدق و خلوص) اُن کے دلوں میں تھا وہ اُس نے معلوم کر لیا۔ تو اُن پر تسلی نازل فرمائی اور انہیں جلد فتح عنایت کی۔

۱۔ المستصفیٰ ص ۱۳۰، روضة الناظر ۱/۳۰۰

۲۔ الاصابة ۱/۱۰

مندرجہ بالا قرآنی نصوص اس بات پر دلیل ہیں کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ سے راضی ہے۔ اللہ تعالیٰ فاسقوں اور نافرمانوں سے راضی نہیں ہوتے۔ اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرامؓ سے راضی ہونا ان کی عدالت ثابت کرتا ہے۔

صحابہ کرامؓ بہترین راستہ پر گامزن تھے

۴۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِيْ [یوسف ۱۲: ۱۰۸]

کہہ دو! میرا رستہ تو یہ ہے، میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت میں ''ومن اتبعنی'' سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں(۱)۔

بہترین گروہ

۵۔ كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ [آل عمران ۳: ۱۱۰]

(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت کے اولین مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں۔ امام غزالی اور سیف الدین آمدی نے لکھا ہے کہ مندرجہ بالا آیت میں صحابہ کرامؓ کو خطاب ہے(۲)۔

امت وسط

۶۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [البقرة ۲: ۱۴۳]

اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمتِ معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔

ابن الصلاحؒ نے لکھا ہے کہ مفسرین اس پر متفق ہیں کہ یہ آیت صحابہ کرامؓ کے بارے میں ہے(۳)۔ خطیب بغدادیؒ فرماتے ہیں کہ آیت ''کنتم خیر امة'' اور ''وکذلک جعلنا کم امة وسطا'' میں الفاظ اگرچہ عام

۱۔ تفسیر البغوی ۱/۴۵۳

۲۔ المستصفی ص ۱۳۰۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲/۳۲۰

۳۔ علوم الحدیث ص ۲۶۴

ہیں لیکن ان سے خاص مراد ہے، اور ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت صحابہ کرامؓ کے بارے میں وارد ہوئی ہیں، ان کے علاوہ کسی اور کے بارے میں نہیں ہیں(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو امت وسط بنایا ہے۔ ''وسطا'' سے مراد ''عدولا'' ہے(۲)۔

باجیؒ(۳) کہتے ہیں کہ آیت ''لتکونوا شھدا علی الناس'' میں اللہ تعالیٰ نے صحابہؓ کو لوگوں پر گواہ بنایا ہے اور ''النّاس'' سے مراد صحابہؓ کے علاوہ دوسرے لوگ ہیں۔ اللہ نے لوگوں کو صحابہؓ پر گواہ نہیں بنایا، لہذا صحابہؓ کی عدالت کے بارے میں شہادت لوگوں سے طلب نہیں کی جائے گی۔ قرآن مجید کی نص اس سے منع کرتی ہے۔ یہ شہادت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے لی جائے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کی خبر دی ہے(۴)۔

شاطبیؒ(۵) کے نزدیک بھی مندرجہ بالا آیت کے مخاطبین خاص طور پر صحابہ کرامؓ ہی ہیں(۶)۔

اللہ تعالیٰ کے مقربین

۷۔ وَ السّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُقَرَّبُوْنَ

[الواقعة ۵۶: ۱۰،۱۱]

اور جو آگے بڑھنے والے ہیں (ان کا کیا کہنا) وہ آگے ہی بڑھنے والے ہیں۔ وہی اللہ کے مقرب ہیں۔

اللہ تعالیٰ سے مدد یافتہ

۸۔ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِیْمَانَ وَ اَیَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ

[المجادلة ۵۸: ۲۲]

یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان (پتھر پر لکیر کی طرح) تحریر کر دیا ہے اور فیضِ غیبی سے اُن کی مدد کی ہے۔

۱۔ الکفایة فی علم الروایة ص ۴۶

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/ ۳۳۰، الموافقات ۴/ ۷۱، شرح مختصر الروضہ ۲/ ۱۸

۳۔ ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعید۔ باجہ شہر کی نسبت سے باجی کہلائے۔ محدث، فقیہ، اصولی، متکلم، ادیب اور شاعر تھے۔ اندلس میں کئی شہروں کے قاضی رہے۔ ۴۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرة الحفاظ ۳/ ۷۸ طبقات الحفاظ ص ۴۳۹ ترتیب المدارک ۲/ ۸۰۲ الدیباج المذھب ص ۹۷

۴۔ احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۴۰۳

۵۔ ابراہیم بن موسیٰ شاطبی، غرناطی، مالکی، مفسر، فقیہ، اصولی، نحوی۔ آپ کا انتقال ۷۹۰ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو ایضاح المکنون ۲/ ۲۰۷ معجم المؤلفین ۱/ ۱۱۸

۶۔ الموافقات ۴/ ۷۴

کفر، فسق اور نافرمانی سے متنفر اور راست رو مومنین

۹۔ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ [الحجرات ۴۹: ۷]

لیکن اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہِ ہدایت پر ہیں۔

فلاح یافتہ

۱۰۔ لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ وَاُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْخَيْرٰتُ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ [التوبة ۹: ۸۸]

لیکن پیغمبر اور جو لوگ ان کے ساتھ ایمان لائے، سب اپنے مال اور جان سے لڑے۔ انہی کے لئے بھلائیاں ہیں اور یہی مراد پانے والے ہیں۔

سچے مومن

۱۱۔ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْٓا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ [الانفال ۸: ۷۴]

اور جو لوگ ایمان لائے اور وطن سے ہجرت کر گئے اور اللہ کی راہ میں لڑائیاں کرتے رہے، اور جنہوں نے (ہجرت کرنے والوں کو) جگہ دی اور ان کی مدد کی، یہی لوگ سچے مسلمان ہیں۔ ان کے لیے (اللہ کے ہاں) بخشش اور عزت کی روزی ہے۔

کامیاب لوگ

۱۲۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ [التوبة ۹: ۲۰]

جو لوگ ایمان لائے اور وطن چھوڑ گئے اور اللہ کی راہ میں مال اور جان سے جہاد کرتے رہے، اللہ کے ہاں ان کے درجے بہت بڑے ہیں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں۔

مغفرت اور اجرِ عظیم کا وعدہ

۱۳۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْــَٔهٗ

فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰی عَلٰی سُوْقِهٖ یُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِیَغِیْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا [الفتح ۴۸: ۲۹]

محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ تعالیٰ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔ (اے دیکھنے والے!) تو اُن کو دیکھتا ہے کہ (اللہ کے آگے) جھکے ہوئے سر بسجود ہیں اور اللہ کا فضل اور اس کی خوشنودی طلب کر رہے ہیں۔ (کثرت) سجود کے اثر سے ان کی پیشانیوں پر نشان پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے یہی اوصاف تورات میں (مرقوم) ہیں اور یہی اوصاف انجیل میں ہیں۔ (وہ) گویا ایک کھیتی ہیں جس نے (پہلے زمین سے) اپنی سوئی نکالی، پھر اس کو مضبوط کیا، پھر موٹی ہوئی اور پھر اپنی نال پر سیدھی کھڑی ہوگئی اور کھیتی والوں کو خوش کرنے لگی تاکہ کافروں کا جی جلائے۔ جو لوگ ان میں سے ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے، ان سے اللہ تعالیٰ نے گناہوں کی بخشش اور اجرِ عظیم کا وعدہ کیا ہے۔

صادقین

۱۴۔ لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ [الحشر ۵۹: ۸]

اور اُن مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیئے گئے ہیں (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں، یہی لوگ سچے (ایماندار) ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام صادقین رکھا ہے(۱)۔

اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ پر سلامتی بھیجی

۱۵۔ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی [النمل ۲۷: ۵۹]

کہہ دو! سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے جن کو اس نے منتخب فرمایا۔

حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی علیہ السلام کے لیے چن لیا تھا(۲)۔

۱۔ الجامع لأحکام القرآن ۸/۲۸۸، العواصم من القواصم ص ۴۳

۲۔ الاستیعاب ۱/۲۶، شرح السنۃ ۱۴/۲۸، ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۳/۳۷۰

روزِ قیامت رسوائی سے محفوظ

۱۶۔ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ [التحریم ۶۶: ۸]

اُس دن اللہ پیغمبر کو اور اُن لوگوں کو جو اُن کے ساتھ ایمان لائے ہیں، رُسوا نہیں کرے گا

صحابہؓ کی تصدیق بذریعہ وحی

۱۷۔ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِينَ قَالُوا إِنَّ اللّٰهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِيَاءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِيَاءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِيقِ [آل عمران ۳: ۱۸۱]

اللہ نے اُن لوگوں کا قول سُن لیا ہے جو کہتے ہیں کہ اللہ فقیر ہے اور ہم امیر ہیں۔ یہ جو کچھ کہتے ہیں ہم اس کو لکھ لیں گے اور پیغمبروں کو جو یہ ناحق قتل کرتے رہے ہیں اس کو بھی (قلمبند کر رکھیں گے) اور (قیامت کے روز) کہیں گے کہ عذاب (آتش) سوزاں کے مزے چکھتے رہو۔

اس آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے ایک یہودی عالم فنحاص کو دعوتِ اسلام دی۔ اس نے اللہ تعالیٰ کے متعلق گستاخانہ کلام کہا کہ اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے، ہمیں سود سے منع کرتا ہے اور خود ہمیں سود دیتا ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے غصہ میں اسے تھپڑ مار دیا۔ اس نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس شکایت کی اور کہی ہوئی باتوں سے مکر گیا۔ تب اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کی تصدیق اور فنحاص کی تردید میں مندرجہ بالا آیت نازل کی(۱)۔

۱۸۔ إِذَا جَاءَكَ الْمُنَافِقُونَ قَالُوا نَشْهَدُ إِنَّكَ لَرَسُولُ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ إِنَّكَ لَرَسُولُهُ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ إِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَكَاذِبُونَ [المنافقون ۶۳: ۱]

(اے محمد!) جب منافق لوگ آپ کے پاس آتے ہیں تو (ازراہِ نفاق) کہتے ہیں ہم اقرار کرتے ہیں کہ آپ بے شک اللہ کے پیغمبر ہیں اور اللہ جانتا ہے کہ درحقیقت آپ اس کے پیغمبر ہیں، لیکن اللہ ظاہر کئے دیتا ہے کہ منافق (دل سے اعتقاد نہ رکھنے کے لحاظ سے) جھوٹے ہیں۔

حضرت زید بن ارقمؓ(۲) راوی ہیں کہ انہوں نے عبداللہ بن ابی(۳) کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں پر خرچ نہ کرو، مدینہ میں عزت والا ذلیل کو باہر نکال دے گا۔ حضرت زیدؓ نے یہ بات اپنے چچا کو اور انہوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ عبداللہ بن ابی نے قسم کھا کر بات سے انکار کیا۔ تب مندرجہ بالا

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو: ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/ ۲۰۷ وما بعد

۲۔ حضرت زید بن ارقمؓ انصاری۔ کم سنی کی وجہ سے غزوہ احد (۳ھ) میں شرکت نہ کر سکے۔ دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ ۶۸ھ کو کوفہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶/ ۱۸ الاستیعاب ۳/ ۲۸ الاصابۃ ۲/ ۳۸ اسد الغابۃ ۲/ ۳۴۲ سیر اعلام النبلاء ۳/ ۱۶۵

۳۔ عبداللہ بن ابی سلول رئیس المنافقین۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ میں آمد سے قبل وہاں کا سردار تھا۔ اسے حاکم بنانے کی تیاریاں مکمل تھیں۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے وہ حکمران نہ بن سکا۔ وہ مسلمان تو ہو گیا مگر منافق اور کینے پر قائم رہا۔ ملاحظہ ہو ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/ ۴۴۳ وما بعد

آیت نازل ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید بن ارقمؓ کو فرمایا: إن اللّٰہ قد صدقك (۱)۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ نے آپ کو سچا قرار دیا ہے۔

۱۹۔ يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ وَهَمُّوا بِمَا لَمْ يَنَالُوا وَمَا نَقَمُوا إِلَّا أَنْ أَغْنَاهُمُ اللّٰهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ فَإِنْ يَتُوبُوا يَكُ خَيْرًا لَهُمْ وَإِنْ يَتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا أَلِيمًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ فِي الْأَرْضِ مِنْ وَلِيٍّ وَلَا نَصِيرٍ [التوبۃ ۹:۷۴]

یہ اللہ کی قسمیں کھاتے ہیں کہ انہوں نے (تو کچھ) نہیں کہا حالاں کہ انہوں نے کفر کا کلمہ کہا ہے، اور یہ اسلام لانے کے بعد کافر ہو گئے ہیں اور ایسی بات کا قصد کر چکے ہیں جس پر قدرت نہیں پا سکے، اور انہوں نے (مسلمانوں میں) عیب ہی کون سا دیکھا ہے سوا اس کے کہ اللہ نے اپنے فضل سے اور اس کے پیغمبر نے (اپنی مہربانی سے) ان کو دولت مند کر دیا ہے، تو اگر یہ لوگ توبہ کرلیں تو ان کے حق میں بہتر ہوگا، اور اگر منہ پھیر لیں تو اللہ ان کو دنیا اور آخرت میں دُکھ دینے والا عذاب دے گا اور زمین میں ان کا کوئی دوست اور مددگار نہ ہوگا۔

اس آیت کا سبب نزول یہ ہے کہ حضرت عمیر بن سعدؓ (۲) نے اپنے ایک رشتہ دار منافق جُلاس بن سوید کی یہ بات سن لی کہ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہوتے تو ہم گدھوں سے بھی بدتر ہوتے۔ حضرت عمیرؓ نے یہ بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بتا دی۔ جُلاس نے قسم کھائی کہ حضرت عمیرؓ نے جھوٹا الزام لگایا ہے، اس پر مندرجہ بالا آیت نازل ہوئی۔

ابن اسحاقؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اس کے بعد جُلاس نے توبہ کر لی تھی اور اس کی توبہ ایسی اچھی رہی کہ وہ اسلام اور بھلائی میں مشہور ہو گیا (۳)۔

صحابہؓ کی موافقت میں نزولِ وحی

صحابہؓ کی موافقت میں متعدد آیات نازل ہوئیں۔ مثلاً حضرت عمرؓ (۴) نے ایک مرتبہ مقام حضرت ابراہیم

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ اذا جاءک المنافقون ۲/۷۲۷، تاریخ الامم والملوک ۳/۶۵، ابن ہشام السیرۃ النبویۃ ۳/۳۰۳، ابن کثیر السیرۃ النبویۃ ۳/۲۹۹

۲۔ حضرت عمیر بن سعدؓ انصاری، حمص سے آپ کے والد کا نام سعید تھا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو حمص کا عامل مقرر کیا۔ آپ شام میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۹/۳۲، الاصابۃ ۸/۳۵، اسد الغابۃ ۴/۲۸۰، الطبقات الکبری ۴/۳۷۴، سیر اعلام النبلاء ۲/۱۰۳، ۵۵۷

۳۔ ابن ہشام السیرۃ النبویۃ ۲/۲۹۹

۴۔ حضرت عمر بن الخطاب، لقب فاروق، دوسرے خلیفہ راشد (۱۳ھ تا ۲۳ھ)۔ آپ کے دور میں روم اور ایران فتح ہوئے۔ آپ قاتلانہ حملے میں زخمی ہو کر محرم ۲۴ھ کو فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/۲۶۵، الاستیعاب ۷/۲۳۲، الاصابۃ ۷/۴۳، اسد الغابہ ۴/۳۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/۵، حلیۃ الاولیاء ۱/۳۸

علیہ السلام کو مصلّٰی بنانے کے لیے عرض کیا(۱) تو قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی

۲۰۔ وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰھٖمَ مُصَلًّی [البقرۃ ۲: ۱۲۵]

اور (حکم دیا کہ) جس مقام پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے اُس کو نماز کی جگہ بنالو۔

حضرت عمرؓ نے ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پردہ کے بارے میں رائے دی(۲) تو مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی

۲۱۔ یٰۤاَیُّھَا النَّبِیُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِکَ وَبَنٰتِکَ وَنِسَآءِ الْمُؤْمِنِیْنَ یُدْنِیْنَ عَلَیْھِنَّ مِنْ جَلَابِیْبِھِنَّ ذٰلِکَ اَدْنٰۤی اَنْ یُّعْرَفْنَ فَلَا یُؤْذَیْنَ وَکَانَ اللّٰہُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا [الأحزاب ۳۳:۵۹]

اے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم! اپنی بیویوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہہ دیں کہ (باہر نکلا کریں تو) اپنے (چہروں) پر چادر لٹکا (کر گھونگٹ نکال) لیا کریں۔ یہ امر ان کے لیے موجبِ شناخت (وامتیاز) ہوگا تو کوئی ان کو ایذا نہ دے گا اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ایک اور موقع پر حضرت عمرؓ نے ازواجِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو جو کہا، تقریباً وہی باتیں وحی کی صورت میں نازل ہوگئی تھیں(۳)

۲۲۔ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّاَبْکَارًا [التحریم ۶۶: ۵]

اگر پیغمبر تم کو طلاق دے دیں تو عجب نہیں کہ اُن کا پروردگار تمہارے بدلے اُن کو تم سے بہتر بیبیاں دے دے۔ مسلمان، صاحبِ ایمان، فرمانبردار، توبہ کرنے والیں، عبادت گزار، روزہ رکھنے والیں، بن شوہر اور کنواریاں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے منافق عبداللہ بن ابی کی نمازِ جنازہ پڑھانے پر بعد میں حضرت عمرؓ کی موافقت میں(۴) یہ آیت نازل ہوئی۔

۲۳۔ وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤی اَحَدٍ مِّنْھُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰی قَبْرِہٖ اِنَّھُمْ کَفَرُوْا بِاللّٰہِ

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی القبلۃ ۱/۵۸

۲۔ ایضاً، کتاب الصلوٰۃ، باب ما جاء فی القبلۃ ۱/۵۸

۳۔ ایضاً ۱/۵۸

۴۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الجنائز، باب فی الصلوٰۃ علی اھل القبلۃ ۱/۲۳۱

وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ [التوبة ٩:٨٤]

اور (اے پیغمبر!) ان میں سے کوئی مر جائے تو کبھی اُس (کے جنازے) پر نماز نہ پڑھیں اور نہ اُس کی قبر پر (جا کر) کھڑے ہوں۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کرتے رہے اور مرے بھی تو نافرمان ہی (مرے)۔

اسیرانِ غزوہ بدر کے بارے میں حضرت عمرؓ کا مشورہ تھا کہ انہیں قتل کر دیا جائے(١)۔ آپ کے مشورہ کی موافقت میں یہ آیت نازل ہوئی:

٢٤۔ ما كان لنبيٍّ ان يكون له اسرى حتى يثخن في الارض تريدون عرض الدنيا والله يريد الاخرة والله عزيز حكيم [الانفال ٨: ٦٧]

پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں جب تک (کافروں کو قتل کر کے) زمین میں کثرت سے خون (نہ) بہا دے۔ تم لوگ مالِ دنیا کے طالب ہو اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

ابن سعدؒ(٢) نے لکھا ہے کہ غزوہ احد (٣ھ) میں حضرت مصعب بن عمیرؓ(٣) کے ہاتھ میں پرچم اسلام تھا۔ ان کا دایاں ہاتھ کٹ گیا تو پرچم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا اور جو فرمایا وہی الفاظ قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیت میں نازل ہوئے(٤):

٢٥۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افائن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم [آل عمران ٣:١٤٤]

اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو صرف (اللہ کے) پیغمبر ہیں۔ ان سے پہلے بھی بہت سے پیغمبر ہو گذرے ہیں۔ بھلا اگر یہ مر جائیں یا مارے جائیں تو تم اُلٹے پاؤں پھر جاؤ (یعنی مرتد ہو جاؤ)؟

١۔ تفسير الفخر الرازي ١٥/٢٠٢، مسند الامام احمد بن حنبل ١/٣٨٣

٢۔ محمد ابن سعدؒ آپ مشہور مؤرخ ہیں۔ علمائے آپ کو اہل حدیث میں شمار کیا ہے۔ آپ کاتب واقدی (م ٢٠٧ھ) کے لقب سے مشہور ہیں۔ آپ نے ٢٣٠ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ٢/٤٢٥، طبقات الحفاظ ص ١٨٩، مرآۃ الجنان ٢/١٠٠، شذرات الذهب ٢/٦٩، وفيات الاعيان ٤/٣٥١

٣۔ حضرت مصعب بن عمیرؓ بدری۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو عقبہ کے لوگوں کے ہمراہ اہل مدینہ کو دین سکھانے بھیجا تھا۔ آپ غزوہ احد (٣ھ) میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ٣/١١٦، الاستيعاب ١٠/٢٥٠، الاصابة ٩/٢٠٦، اسد الغابة ٥/١٧٥، سير اعلام النبلاء ١/١٤٥، حلية الاولياء ١/١٠٦

٤۔ الطبقات الكبرى ٣/١٢١

عدالتِ صحابہؓ پر نبوی شہادتیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کئی ارشادات صحابہ کرامؓ کی عدالت پر دلالت کرتے ہیں

صحابہ کرامؓ کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا زمانہ سب زمانوں سے بہتر قرار دیا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے عہدِ رسالت پایا تھا۔ یوں صحابہ کرامؓ کا زمانہ سب زمانوں سے بہتر تھا۔

۱۔ حضرت عمران بن حصینؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم قال عمران فلا ادری أذکر بعد قرنه قرنین أو ثلاثا(۱)

میری امت میں سب سے بہتر زمانہ میرا ہے، پھر ان کا جو ان کے بعد متصل ہوں گے، پھر ان کا جو ان کے بعد متصل ہوں گے۔ عمران فرماتے ہیں کہ مجھے یاد نہیں کہ آپ نے اپنے زمانے کے بعد دو مرتبہ قرن فرمایا تھا یا تین مرتبہ۔

ابوالمظفر سمعانیؒ (۲) اور ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ یہاں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ مراد لیے ہیں (۳)۔ محی الدین نوویؒ نے لکھا ہے کہ علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ خیر القرون ہے اور اس سے مراد صحابہ کرامؓ ہیں (۴)۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۵۱۵۔ یہ حدیث حضرت عمرانؓ کی روایت میں تھوڑے سے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی آئی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ۲/ ۳۱۰، ایضاً صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا والتنافس فیها ۲/ ۹۵۱، کتاب الأیمان والنذور، باب اثم من لا یفی بالنذر ۲/ ۹۹۰، سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۳/ ۲۰۹، سنن النسائی، کتاب الأیمان والنذور، باب الوفاء بالنذر ۷/ ۲۳، صحیح الترمذی، کتاب الفتن، باب ماجاء فی القرن الثالث ۹/ ۱۵، کتاب الشهادات، باب ما جاء فی شهادة الزور ۹/ ۷۹، مسند احمد بن حنبل ۴/ ۴۲۶، ۴۴۰، شرح السنۃ ۱۰/ ۱۳۸، ۱۴/ ۶۵، الکفایہ ص ۴۷۔

اسی طرح کی حدیث حضرت ابوہریرہؓ، حضرت نعمان بن بشیرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت بریدہؓ اور حضرت جعدہؓ سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/ ۵۱۵، ایضاً، کتاب الرقاق، باب ما یحذر من زهرة الدنیا ۲/ ۹۵۱، ایضاً، کتاب الأیمان والنذور، باب اذا قال اشهد باللہ ۲/ ۹۸۵، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب فضل الصحابۃ ۲/ ۳۱۰، ایضاً صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب ماجاء فی فضل من رای النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱۳/ ۲۳۳، مسند الإمام احمد بن حنبل ۱/ ۳۷۸، ۴۱۷، ۴۳۴، ۴۳۸، ۴۴۲، ۴۶۸، ۴/ ۲۶۷، ۲۷۷، معرفۃ الصحابۃ ۳، البحر الزخار ۱/ ۳۷۰، مسند ابی یعلی ۵/ ۹۲، الکفایہ ص ۴۷

۲۔ ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار قبیلہ سمعان کی نسبت سے سمعانی اور شہر مرو کی نسبت سے مروزی کہلائے۔ شافعی المسلک اور عالم حدیث تھے۔ آپ ۴۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبری ۴/ ۲۱، طبقات الحفاظ ص ۴۴۳، البدایۃ والنهایۃ ۱۲/ ۱۵۳، الفوائد البهیۃ ص ۶۴

۳۔ قواطع الأدلۃ ۱/ ۳۹۳، فتح الباری ۷/ ۴

۴۔ صحیح مسلم بشرح النووی ۱۶/ ۸۴

صحابہ کرامؓ امت کے لیے امان اور بچاؤ

۲۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ(۱) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

النجوم امنة للسمآء، فاذا ذهبت النجوم اتى السمآء ما توعد وأنا امنة لأصحابي فاذا ذهبت اتى اصحابي ما يوعدون واصحابي امنة لأمتي فاذا ذهب اصحابي اتى امتي ما يوعدون (۲)

ستارے آسمان کا بچاؤ ہیں۔ جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر جس بات کا وعدہ ہے وہ آجائے گی (یعنی قیامت)، اور میں اپنے اصحاب کا بچاؤ ہوں، جب میں چلا جاؤں گا تو میرے اصحاب پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ وفساد)، اور میرے اصحاب میری امت کا بچاؤ ہیں، جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے۔

صحابہ کرامؓ کا سب جہانوں پر انتخاب

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ(۳) کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن الله اختار اصحابي على العالمين سوى النبيين والمرسلين(۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہؓ کو نبیوں اور رسولوں کے سوا تمام جہانوں پر منتخب فرمایا ہے۔

۴۔ حضرت عویم بن ساعدۃؓ(۵) سے مروی فرمانِ نبوی ہے:

ان الله تبارك وتعالى اختارني واختارلي اصحابا فجعل لي منهم وزراء

۱۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری کا نام عبداللہ بن قیس ہے۔ آپ قدیم الاسلام تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو بصرہ کا حاکم بنایا۔ آپ کا ملک یمن تھا۔ آپ کے سال وفات میں متعدد اقوال ہیں ۴۲ھ/۴۴ھ/۵۰ھ اور ۵۲ھ۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/ ۳۴۴، الاستیعاب ۱۲/ ۵۱، الاصابہ ۴/ ۹۲، اسد الغابة ۶/ ۲۹۹، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۳۸۰

۲۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب بیان ان بقاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم امن لاصحابہ ۴/ ۱۹۶۱، مسند احمد بن حنبل ۴/ ۳۹۹، معرفة الصحابة ۱/ ۱۳۶، شرح السنة ۱۴/ ۷۲

۳۔ حضرت جابر بن عبداللہ بن عمرو بن حرام انصاری۔ آپ ۷۸ھ کو مدینہ میں فوت ہونے والے آخری صحابی تھے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲/ ۱۰۹، الاصابہ ۲/ ۳، اسد الغابة ۱/ ۴۹۲، تذکرة الحفاظ ۱/ ۴۳، سیر اعلام النبلاء ۳/ ۱۸۹

۴۔ مجمع الزوائد ۱۰/ ۱۸، اس حدیث کے رجال ثقہ ہیں البتہ بعض رجال کے بارے میں اختلاف ہے (مجمع الزوائد ۱۰/ ۸)

۵۔ حضرت عویم بن ساعدةؓ انصاری۔ آپ نے تمام غزوات میں شرکت کی۔ حضرت عویم بن ساعدة نے خلافت حضرت عمرؓ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/ ۴۵۹، الاصابہ ۷/ ۱۸۱، اسد الغابة ۴/ ۳۰۳، حلیة الأولیاء ۲/ ، سیر اعلام النبلاء ۱/ ۵۰۳

وانصارا واصهارا(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا، ان میں میرے لیے وزیر، مددگار اور رشتہ دار بنائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

إن الله عزوجل نظر في قلوب العباد فاختار محمدا فبعثه برسالته وانتجبه بعلمه ثم نظر في قلوب الناس بعده فاختار له اصحابا فجعلهم انصار دينه و وزراء نبيه(۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی رسالت کے لیے مبعوث کیا اور اپنے علم کے ساتھ آپ کو منتخب فرمایا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے لوگوں کے دلوں پر نظر ڈالی اور آپ کے لیے صحابہ کرامؓ چن لیے اور ان کو اپنے دین کے مددگار اور اپنے نبی کے وزراء بنایا۔

اللہ تعالیٰ کا صحابہ کرامؓ کو تمام انسانوں پر چن لینا صحابہ کرامؓ کی عدالت ظاہر کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے یہ محال ہے کہ وہ غیر عادل لوگوں کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے مددگار اور ساتھی چنے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر بات سچائی اور عدل کے اعتبار سے کامل ہے، جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا [الأنعام ٦: ١١٥]

اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔

آمدیؒ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا انتخاب اس شخص کے لیے نہیں ہوسکتا جو عادل نہ ہو(۳)۔

روزِ قیامت امت کے قائد اور شفیع

۵۔ حضرت بریدہؓ سے مروی حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

ما من احد من اصحابي يموت بأرض إلا بعث قائدا ونورا لهم يوم القيامة(۴)

میرے صحابہؓ میں سے کوئی ایسا نہیں ہے کہ کسی زمین پر فوت ہو مگر یہ کہ وہ قیامت کے

۱۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/ ۶۳۲

۲۔ معرفۃ الصحابۃ ۱/ ۱۳۲، الاستیعاب ۱/ ۲۶

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲/ ۳۲۰

۴۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب [فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم]* ۱۳/ ۲۳۵، شرح السنۃ ۱۴/ ۷۲

* زیر استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو: محمد عبدالرحمٰن بن عبدالرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ)، تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/ ۱۹۹۵ء

دن لوگوں کا قائد اور نور بن کر آئے گا۔

۶۔ حضرت بریدہؓ ہی سے مروی ایک اور حدیث کے الفاظ یوں ہیں

من مات من اصحابی بأرض فهو شفيع لأهل تلك الارض(۱)

میرے اصحاب میں سے جو کسی زمین پر فوت ہوگا وہ اس زمین والوں کے لیے شفیع ہوگا۔

صحابہ کرامؓ میں اہلیتِ قیادت وشفاعت کا ہونا ان کی عدالت کا ثبوت ہے۔

صحابہ کرامؓ کھانے میں نمک کی مانند

۷۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مثل اصحابي مثل الملح في الطعام، لا يصلح الطعام الا بالملح(۲)

میرے صحابہ کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے کہ نمک کے بغیر کھانا عمدہ نہیں ہوتا۔

صحابہ کرامؓ پر آتشِ دوزخ حرام

۸۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تمس النار مسلما رآني أو رأى من رآني(۳)

جس نے مجھے دیکھا یا مجھے دیکھنے والے کو دیکھا، اسے جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی۔

صحابہ کرامؓ زمین پر اللہ کے گواہ

۹۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من اثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة ومن اثنيتم عليه شرا وجبت له النار انتم شهداء الله في الأرض، انتم شهداء الله في الأرض، انتم شهداء الله في الأرض(۴)

جس کو تم نے اچھا کہا اس کے لیے جنت واجب ہوگئی اور جس کو تم نے برا کہا اس پر جہنم واجب ہوگئی۔ تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو، تم زمین میں اللہ کے گواہ ہو۔

نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ٹھہرایا ہے اور عادل ہی گواہ ہوتے ہیں۔

۱۔ معرفة الصحابة ۴۳۸/۲

۲۔ مسند ابی یعلی ۱۸۰/۳

۳۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب ما جاء فی فضل من رأی النبی صلی الله علیه وسلم ۲۴۲/۲

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب فیمن یثنی علیه او شر من الموتی ۶۵۵/۲

کوئی شخص صحابہؓ کے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا

۱۰۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ(۱) سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تسبوا اصحابی فلو أن احدکم انفق مثل احد ذهبا ما بلغ مد احدهم ولا نصیفه(۲)

میرے صحابہ کو بُرا نہ کہو، اس لیے کہ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو میرے صحابی کے ایک مد(۳) یا آدھے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

صحابہ کرامؓ سے حسن سلوک کا حکم

۱۱۔ حضرت عمرؓ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

احسنوا اصحابی (۴)

میرے صحابہ کے ساتھ اچھے طریقے سے پیش آؤ

۱۲۔ حضرت عمرؓ سے مروی ایک اور روایت میں فرمانِ نبوی ہے:

اکرموا اصحابی (۵)

میرے صحابہ کی عزت کرو

۱۔ حضرت ابو سعید الخدریؓ کا نام سعد بن مالک بن سنان ہے۔ اپنے جدِ امجد خدرہ بن عوف کی نسبت سے خدری کہلاتے۔ انصاری، حافظ، فقیہ اور فقہاء صحابہ میں شمار تھے۔ ۷۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲۸۳/۱۱، الاصابة ۱۶۵/۳، اسد الغابة ۲/۳۶۵، سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۳

۲۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۸/۲، ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب تحریم سب الصحابةؓ ۱۹۶۷/۳، صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم* ۳/۲۴۳، سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب النهی عن سب اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲۱۹/۳، سنن ابن ماجه، المقدمة، کتاب السنة، باب فی فضل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱۰۵/۱، مسند احمد بن حنبل ۱۱/۳، ۵۴، ۶۳، کتاب فضائل الصحابةؓ ۵، مسند ابی یعلی ۳۹۲/۲، الاستیعاب ۷/۱، شرح السنة ۶۹/۱۴، الکفایة ص ۴۸، ابن ابی شیبه، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی الکف عن اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۴۸/۷

* زیرِ استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ)، تحفة الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ ۴۹۵۔

۳۔ ایک مد تقریباً ۰٫۶۸ ۹۶ گرام کے برابر ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اوزان شرعیہ، مرتب مولانا محمد اشرف قریشی، مکتبہ مسعود اخوان ...

۴۔ مسند احمد بن حنبل ۲۶/۱، مسند ابی یعلی ۱۰۲/۱

۵۔ الرسالة ص ۴۷۳

صحابہؓ کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف دینے کی ممانعت

۱۳۔ حضرت عبداللہ بن مُغفّل(۱) راوی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اللہ اللہ في أصحابي لا تتخذوهم غرضا بعدي فمن أحبهم فبحبي أحبهم ومن أبغضهم فببغضي أبغضهم ومن آذاهم فقد آذاني ومن آذاني فقد آذى اللہ ومن آذى اللہ فيوشك أن يأخذه(۲)

میرے صحابہؓ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، اللہ سے ڈرو۔ میرے بعد ان کو ہدف ملامت نہ ٹھہراؤ، اس لیے کہ جس نے ان سے محبت کی، اس نے میرے لیے ان سے محبت کی، اور جس نے ان سے عداوت کی، اس نے میری عداوت کی نظر سے ان سے عداوت کی اور جس نے ان کو ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی اور جس نے اللہ کو ایذا دی، اللہ اس کو ضرور پکڑے گا۔

ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ سے عدالت چھین لینا ان کے بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایذا دینا ہے(۳)۔

صحابہ کرامؓ کو بُرا کہنے کی ممانعت اور وعید

۱۴۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تسبوا أصحابي فلو أن أحدكم أنفق مثل أحد ذهبا ما بلغ مد أحدهم ولا نصيفه(۴)

میرے صحابہ کو بُرا مت کہو۔ اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا اللہ کی راہ میں خرچ کرے تو وہ ان میں سے کسی ایک کے مد یا اس کے آدھے کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۱۔ حضرت عبداللہ بن المُغفّل، بیعت رضوان (۶ھ) میں حصہ لیا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو اہل بصرہ کو دین سکھانے بھیجا۔ آپ ۶۰ھ میں بصرہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۷/۱۳، الاستیعاب ۷/۳۸، الاصابۃ ۹/۲۲۳، اسد الغابۃ ۳/۳۹۵، سیر اعلام النبلاء ۲/۴۸۳، المعارف ص ۱۲۹

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب [فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم]* ۳/۲۲۴، ملاحظہ ہو شرح السیر الکبیر ۱/۵۷، مسند احمد بن حنبل ۴/۸۷، ۵/۵۴، ۵۷، شرح السنۃ ۱۴/۷۰، کتاب فضائل الصحابۃ ۱/۴۸، ۵۰

* زیر استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم المبارکفوری (م ۱۳۵۳ھ) تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۳۔ شرح مختصر الروضۃ ۲/۱۸۰

۴۔ اس کا حوالہ پیچھے صفحہ ۸۱ پر گزر چکا ہے۔

اس حدیث میں صیغۂ نہی کے مخاطب بعض صحابہؓ ہیں(۱)، جب ایک صحابی کے لیے دوسرے صحابی کو بُرا کہنے کی ممانعت ہے تو غیر صحابی کے لیے صحابی کو بُرا کہنے کی ممانعت بدرجہ اولی ہے(۲)۔

۱۴۔ حضرت عویم بن ساعدۃؓ کی روایت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ان اللّٰہ تبارک وتعالی اختارنی واختارلی اصحابا فجعل لی منھم وزراء و انصارا و اصھارا فمن سبھم فعلیہ لعنۃ اللّٰہ و الملائکۃ والناس اجمعین لا یقبل منہ یوم القیامۃ صرف ولا عدل(۳)

بے شک اللہ تبارک وتعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے صحابہ کو منتخب فرمایا پھر ان میں سے میرے لیے وزراء، مددگار اور رشتہ دار بنائے۔ پس جس نے انہیں بُرا کہا، اس پر اللہ تعالی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ قیامت کے روز اس سے کوئی معاوضہ قبول ہوگا اور نہ کوئی بدلہ۔

۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنۃ اللّٰہ علی شرکم(۴)

جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو بُرا کہتے ہیں تو کہو تمہارے شر پر اللہ کی لعنت ہو

۱۶۔ حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن اللّٰہ اختارنی واختار اصحابی فجعلھم اصحاری وجعلھم انصاری وانہ سیجیئ فی آخر الزمان قوم ینقصونھم، ألا فلا تناکحوھم، ألا فلا تناکحوا الیھم، ألا فلا تصلوا معھم، ألا فلا تصلوا علیھم، علیھم حلّت اللعنۃ(۵)

بے شک اللہ تعالی نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے صحابہ کو منتخب فرمایا، پھر ان کو میرے رشتہ دار اور میرے مددگار بنایا۔ زمانہ کے آخر میں ایسے لوگ آئیں گے جو صحابہؓ میں نقص نکالیں گے۔ خبردار ان کے ساتھ شادی بیاہ مت کرنا، خبردار ان کے ساتھ نماز مت پڑھنا، خبردار ان کی نماز جنازہ مت پڑھنا۔ ان پر لعنت حلال ہو چکی ہے۔

۱۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ کے درمیان جھگڑا ہوا۔ حضرت خالدؓ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کو بُرا کہا جس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا تھا۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب تحریم سب الصحابۃ ۹/۲

۲۔ التقیید والإیضاح ص ۳۰۲

۳۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۶۳۲/۳

۴۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب [فیمن سبّ اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم]* ۲۲۵/۱۳

* زیر استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو محمد عبدالرحمان بن عبدالرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ)، تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۵۔ الکفایۃ فی علم الروایۃ ص ۴۸

۱۷۔ حضرت انس بن مالکؓ کی ایک اور روایت میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن الله اختارني فاختارلي اصحابي و اصهاري و سياتي قوم يسبونهم و ينتقصونهم فلا تجالسوهم و لا تشاربوهم و لا تواكلوهم و لا تناكحوهم(۱)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا، پھر میرے لیے میرے صحابہؓ اور میرے رشتہ دار منتخب کیے اور جلد ایسی قوم آئے گی جو ان کو گالیاں دیں گے اور ان کی عیب جوئی کریں گے۔ پس تم ان لوگوں کے ساتھ مت بیٹھنا، ان کے ساتھ کھانا پینا مت اور نہ ان کے ساتھ بیاہ شادیاں کرنا۔

۱۸۔ عطاؒ سے(۲) مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من سب اصحابي فعليه لعنة الله(۳)

جس نے میرے صحابہ کو گالی دی، اس پر اللہ کی لعنت ہے۔

عدالتِ صحابہؓ پر اقوالِ ائمہ

عدالت صحابہؓ پر امت مسلمہ کے موقف کی وضاحت میں چند مشہور ائمہ کرام کے اقوال پیش کیے جاتے ہیں

امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں، ان کی تعظیم و توقیر ہم پر فرض ہے، ان میں سے کسی ایک کی خیرات کردہ کھجور ہم میں سے کسی ایک کے سارے مال کی خیرات سے اور کسی ایک صحابی کا صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بیٹھنا ہم میں سے کسی ایک کی ساری عمر کی عبادت سے افضل ہے(۴)۔

عدالت صحابہ کرامؓ پر قرآنی دلائل دینے کے بعد خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں کہ یہ تمام آیات صحابہ کرامؓ کی گناہوں سے پاکیزگی، ان کی عدالت کی قطعیت اور برائیوں سے ان کی پاکدامنی پر دلالت کرتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو صحابہ کرامؓ کے باطن سے آگاہ ہیں، کی طرف سے ان کی عدالت پر گواہی کے بعد کسی مخلوق کی گواہی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ اسی پاکیزگی و عدالت پر سمجھے جائیں گے جب تک ان سے کسی ایسے فعل کا ارتکاب ثابت نہ ہو جو صرف ارادۂ معصیت کے تحت ہوا ہو اور اس فعل کی تائید نہ ہو سکے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو ایسے فعل کے ارتکاب سے محفوظ فرمایا ہے اور ان کی شان کو اس سے بلند و برتر کیا ہے(۵)۔

ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی جو شان بیان فرمائی ہے

۱۔ كتاب الضعفاء الكبير ۱/۱۲۶

۲۔ عطاء بن ابی رباح، تابعی فقیہ حجاز، مراد ہے۔ آپ کا سال وفات ۱۱۴ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۴۶۷/۵، صفة الصفوة ۲/۱۲۵، سير اعلام النبلاء ۷۸/۵، تذكرة الحفاظ ۱/۹۸، شذرات الذهب ۱/۱۴۸، وفيات الأعيان ۲۶۳/۱

۳۔ ابن ابی شيبة، المصنف، كتاب الفضائل، ما في ذكر الكف عن اصحاب النبي صلى الله عليه وسلم ۵۵۰/۷

۴۔ ابن حزم، الاحكام في اصول الأحكام ۸۹/۵

۵۔ الكفاية في علم الرواية ص ۴۸

اس سے تمام صحابہؓ کی عدالت کا اثبات ہوتا ہے۔ اس سے بڑھ کر عادل کوئی نہیں جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت ونصرت کے لیے پسند فرمایا ہو۔ اس سے افضل کوئی تزکیہ نہیں ہے اور اس سے زیادہ کامل کوئی تعدیل نہیں ہے(۱)۔

باجیؒ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام عدول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعدیل وپاکیزگی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی فضیلت بیان فرمائی ہے، لہذا اصحابہ کرامؓ کے بارے میں سوال پوچھنے اور عدالت صحابہؓ کی تفتیش کی ضرورت نہیں ہے(۲)۔

امام غزالیؒ نے لکھا ہے کہ سلف الامت اور جمہور الخلف کے نزدیک صحابہ کرامؓ کی عدالت، اللہ تعالیٰ کی جانب سے ان کی تعدیل اور قرآن میں ان کی توصیف وتعریف سے معلوم شدہ ہے۔ ان کے بارے میں ہمارا یہی عقیدہ ہے، ماسوائے اس کے کہ کسی کا ارتکاب فسق قطعی طور پر ثابت ہو جائے، جب کہ وہ اس کا فسق ہونا جانتا ہو۔ ایسا ثابت نہیں ہے، لہذا اصحابہ کرامؓ کی تعدیل کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ مزید لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جو عالم غیب ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعدیل سے زیادہ صحیح تعدیل کس کی ہو سکتی ہے(۳)۔ ایسے ہی خیالات کا اظہار ابن قدامہؒ نے کیا ہے(۴)۔

ابن الصلاحؒ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے کسی ایک کے بارے میں بھی سوال نہیں ہوگا بلکہ یہ طے شدہ امر ہے، کیوں کہ قرآن وسنت کی نصوص اور اجماع امت سے وہ مطلق طور پر عدول ہیں(۵)۔

ارمویؒ نے کہا ہے کہ جب ہم تعدیل کے معاملہ میں اپنے میں سے کسی ایک کی تحقیق وتزکیہ پر اکتفا کر لیتے ہیں جب کہ وہ بعض ظواہر کو بھی نہیں جانتا اور وہ کذب سے معصوم بھی نہیں ہے، تو عالم غیب اللہ تعالیٰ جس کے علم سے زمین و آسمان کا ذرہ بھی باہر نہیں ہے، جس کے لیے کذب جائز نہیں ہے اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو کذب سے معصوم ہیں، ان دونوں کے تزکیہ پر اکتفا کرنا زیادہ لائق اور اولیٰ ہے(۶)۔

حافظ ابن حجر عسقلانیؒ کے نزدیک بھی اللہ تعالیٰ کی جانب سے صحابہ کرامؓ کو عدول قرار دیے جانے کے بعد انہیں مخلوق میں سے کسی کی تعدیل کی ضرورت نہیں ہے(۷)۔

۱۔ الاستیعاب ۱/۲
۲۔ احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۳۰۳
۳۔ المستصفیٰ ص ۱۳۰
۴۔ روضۃ الناظر ۱/۳۰۱
۵۔ علوم الحدیث ص ۲۶۴
۶۔ نہایۃ الوصول ۷/۲۹۰۶
۷۔ الأصابۃ ۱/۱۱

ابن النجارؒ کہتے ہیں کہ اللہ نے جس کی مدح کی ہو وہ عدول کیسے نہیں ہوگا۔ اگر دو افراد کے قول سے تعدیل ثابت ہے تو پھر اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کی گئی ایسی عظیم تعریف سے عدالت ثابت کیوں نہیں ہوگی (۱)۔

عدالتِ صحابہؓ کی حکمت

صحابہ کرامؓ، دینی روایات کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرنے کا پہلا واسطہ اور کڑی ہیں۔ اگر اس پہلی کڑی کی صحت مشکوک ہو تو پھر دینی روایات کی عمارت متزلزل ہو جاتی ہے۔ جب بنیاد ہی پر اعتماد نہ ہو تو پھر عمارت کی مضبوطی اور پائیداری کے لیے کوئی دلیل نہیں لائی جا سکتی۔ اگر صحابہ کرامؓ کی ذات و کردار جرح و تعدیل کی سان پر چڑھا دیے جائیں اور اس پہلے واسطہ اور کڑی سے اعتماد اٹھ گیا جائے تو پھر شریعت کی روایات معتبر نہیں ٹھہر تیں۔ اگر صحابہ کرامؓ نعوذ باللہ جھوٹے قرار دے دیے جائیں تو پھر نمازیں، روزے، نکاح، طلاق، میراث اور حدود وغیرہ کے تمام احکام مردود، غیر مقبول اور ساری شریعت باطل ہو جائے گی۔ شریعت اسلامی صرف عہد رسالت تک محدود ہو جائے گی۔ امت مسلمہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دین پر ہرگز عمل نہیں کر سکے گی، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت تا قیامت ہے۔

عدالتِ صحابہؓ پر مخالفین کے اقوال

حافظ ابن حجر عسقلانی نے لکھا ہے کہ تمام صحابہؓ کے عدول ہونے کی مخالفت چند بدعتی لوگوں نے کی ہے (۲)۔ علامہ قرطبیؒ (۳) نے بھی مخالفین کو قلیل گروہ قرار دیا ہے (۴)۔ فخر الدین رازیؒ نے عدالت صحابہ پر طعن کے حوالے سے ابراہیم نظام (۵) اور خوارج (۶) کا ذکر کیا ہے (۷)۔

۱۔ شرح الکوکب المنیر ۲/۴۷۵

۲۔ الاصابۃ ۱/۱۰

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن احمد بن ابی بکر بن فرح قرطبی، مالکی، مفسر۔ آپ کا انتقال ۶۷۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الدیباج المذہب ص ۳۰۹ طبقات المفسرین ۲/۶۹، ہدیۃ العارفین ۲/۱۲۹

۴۔ الجامع لاحکام القرآن ۸/۲۸۸، ۱۶/۲۹۹

۵۔ ابراہیم نظام بن سیار بن ہانی، ابو اسحاق، بصری، معتزلی، شاعر، ادیب اور صاحب تفکر و الکلام۔ آپ کی وفات ۲۳۱ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ۶/۹۷، المنتظم ۱۱/۶۶

۶۔ خوارج جنگ صفین (۳۷ھ) میں ظاہر ہوئے۔ وہ حضرت علیؓ کے لشکر میں تھے۔ انہوں نے حضرت علیؓ کو تحکیم پر مجبور کیا بعد میں تحکیم کو غلط قرار دے کر حضرت علیؓ کے خلاف لڑائی کا آغاز کر دیا۔ یہ لوگ اپنے افکار و اعتقاد میں بہت متشدد تھے۔ ان کے مطابق خلیفہ کا تقرر تمام مسلمان آزادانہ اور منصفانہ انتخاب سے کریں۔ خلافت کسی خاص گروہ مثلاً قریش کے ساتھ مخصوص نہیں ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ کسی غیر قریشی کو خلیفہ بنایا جائے۔ خلیفہ عدل پر قائم رہنے تک اپنے منصب پر فائز رہے گا۔ وہ شریعت کے احکام نافذ نہ کرے اور کج روی اختیار کرے تو اسے معزول بلکہ قتل کرنا جائز ہے۔ ہر گناہ گار کافر ہے، خواہ یہ گناہ غلطی ہی سے ہو۔ اسی لیے وہ حضرت علیؓ کو تحکیم کے معاملہ میں (نعوذ باللہ) کافر کہتے تھے۔ جدل و مناظرہ اور شعر و ادب ان کا محبوب مشغلہ تھا۔ طلاقت لسانی اور فصاحت و بلاغت خوارج کا وصف تھا۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو استاد ابو زہرہ کی کتاب "المذاہب الاسلامیۃ" ص ۹۴ ومابعد

۷۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۹۵۶ ومابعد

مخالفین کا یہ قلیل گروہ بھی کئی آراء میں منتشر ہے۔ان کے اقوال و دلائل مندرجہ ذیل ہیں(۱)

پہلا قول صحابہ کرامؓ بھی دوسروں کی طرح ہیں،ان کی عدالت کی تحقیق کی جائے گی۔بعض صحابہؓ سے ایسے افعال سرزد ہوئے جو عدالت کو مجروح کرتے ہیں۔ان میں سے بعض منافق ہوئے،کسی سے صدور کذب ہوا اور کچھ مرتد ہوئے۔البتہ اگر کسی کی عدالت ظاہر ہو اور وہ قطعی طور پر عدول ہو تو پھر اس کی عدالت معلوم نہیں کی جائے گی،جیسے خلفائے اربعہؓ۔اس قول کے حاملین میں سے بعض کی یہ رائے ہے کہ مشاجرات کے ظہور اور شہادت حضرت عثمانؓ(۲) سے قبل تمام صحابہؓ عدول ہیں،مگر مشاجرات اور فتن کے بعد ان کا حال دوسروں کی مانند ہے۔

دوسرا قول تمام صحابہؓ عدول ہیں،سوائے ان کے جنہوں نے حضرت علیؓ کے خلاف قتال کیا۔بعض نے کہا ہے کہ ان تمام صحابہؓ کی روایت مردود ہے کیوں کہ فریقین میں سے ایک ضرور منافق ہے اور وہ غیر معلوم اور غیر معین ہے۔

تیسرا قول صحبت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں مشہور صحابہ کرامؓ عدول ہیں۔

مخالفین کے اقوال کا جائزہ مندرجہ بالا تینوں اقوال باطل ہیں۔قرآن و سنت کی نصوص میں صحابہ کرامؓ کے جن فضائل،اوصاف اور مقام و مرتبہ کا ذکر ہے،یہ اقوال ان سے موافقت نہیں رکھتے۔قرآنی اور نبوی شہادت کا لازمی تقاضا یہی ہے کہ تمام صحابہؓ کو بغیر کسی استثنا کے عدول قرار دیا جائے۔اگر عہد صحابہؓ میں کسی خلاف عدالت فعل کے ارتکاب اور فسق ظاہر ہونے کے واقعات ہوئے بھی ہیں تو وہ اتنے شاذ ہیں کہ ان سے تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت مجروح نہیں ہوتی۔اسی لیے محدثین نے فسق کے معاملہ میں صحابہؓ کی تعداد کے نادر ہونے کو عدم قرار دیا ہے(۳)۔مورخین نے بعض صحابہ کرامؓ کے بارے میں جو نادر باتیں لکھی ہیں ان کے متعلق ابن الانباریؒ(۴) کہتے ہیں کہ وہ لائق التفات نہیں ہیں،کیوں کہ وہ صحیح نہیں ہیں اور جو صحیح ہے اس کی صحیح تاویل کی گئی ہے(۵)۔

مخالفین نے اپنے موقف کی حمایت میں بعض احادیث سے استدلال کیا ہے۔مثلاً حضرت انسؓ سے مروی ہے

۱۔ آمدی،الاحکام فی اصول الأحکام ۲/۲۲۰،المستصفی ص ۱۳۰۔تدریب الراوی ۲/۲۱۴،ارشاد الفحول ص ۱۲۰،شرح الکوکب المنیر ۲/۴۷۶،احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۳۰۳،حاشیۃ البنانی ۲/۱۶۷،نہایۃ الوصول ۲/۲۹۰،تیسیر التحریر ۳/۶۴،الاصابہ ۱/۲۰،فتح المغیث ۳/۹۶،باعث الحثیث ص ۱۸۲۔جامع المعقول والمنقول ۵۵۔البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۳۰۰

۲۔ حضرت عثمان بن عفانؓ۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیوں یکے بعد دیگرے آپ کے عقد میں رہیں۔ابتدائی دور میں اسلام میں شرکت کی۔مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ راشد(۲۳ تا ۳۵ھ) تھے۔آپ ۳۵ھ میں شہید ہوئے۔ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/۵۳،اسد الغابۃ ۳/۵۷۸،الاستیعاب ۸/۴۷،الاصابۃ ۲/۳۹۱،تذکرۃ الحفاظ ۱/۸،حلیۃ الأولیاء ۱/۵۵

۳۔ توضیح الأفکار ۲/۴۳۶

۴۔ ابوبکر محمد بن القسم بشار الانباری۔نحوی،لغوی،ثقہ۔آپ کا انتقال ۳۲۸ھ میں ہوا۔ملاحظہ ہو مرآۃ الجنان ۲/۲۹۸،شذرات الذہب ۲/۳۱۵

۵۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۳۰۰،ارشاد الفحول ص ۱۲۹،فتح المغیث ۳/۱۰۰

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَيَرِدَنَّ عَلَيَّ نَاسٌ مِنْ أَصْحَابِي الْحَوْضَ، حَتَّى عَرَفْتُهُمْ اخْتُلِجُوا دُونِي، فَأَقُولُ أَصْحَابِي، فَيَقُولُ لَا تَدْرِي مَا أَحْدَثُوا بَعْدَكَ (۱)

میرے سامنے میرے اصحاب میں سے کچھ لوگ حوض (کوثر) پر اتریں گے، یہاں تک کہ میں ان کو پہچان لوں گا۔ وہ میرے سامنے سے پکڑ کر لے جائے جائیں گے تو میں کہوں گا یہ میرے اصحاب ہیں۔ اللہ فرمائے گا آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا ہے۔

مخالفین کا اس حدیث سے استدلال درست نہیں ہے۔ یہاں ان لوگوں کے بارے میں وعید آئی ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد مرتد ہو گئے تھے، اور حالت ارتداد میں فوت ہوئے تھے۔ صحابی کے لیے خاتمہ بالایمان ضروری ہے۔ مندرجہ بالا حدیث سے صحابہؓ کی عدالت پر طعن کا کوئی جواز نہیں ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مرتد ہو جانے والوں پر لفظ ''اصحابی'' کا اطلاق ظاہر پر کیا تھا، باطن پر نہیں۔ اس کی دلیل روایت کے یہ الفاظ ہیں "لا تدری ما احدثوا بعدك" یعنی اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے بعد کیا کیا۔ علماء نے بھی ظاہر کو بنیاد بناتے ہوئے تمام صحابہ کرامؓ کے عدول ہونے کا موقف اختیار کیا ہے۔

مخالف گروہ کا کہنا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں منافقین کا وجود عدالت سے متصادم ہے، منافقین کی مذمت میں سورت المنافقون بھی ہے، لہٰذا تمام صحابہؓ کو عدول قرار نہیں دیا جا سکتا۔

منافقین اپنے نفاق میں مشہور تھے۔ وہ تعداد میں بہت کم تھے۔ قرآن مجید اور احادیث میں منافقین کی نشانیاں بیان کر دی گئی تھیں جس سے ان کا نفاق پوشیدہ نہیں رہ سکتا تھا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو تمام منافقین کے بارے میں بتلا بھی دیا تھا(۲)۔ جہاں تک سورت المنافقون کا تعلق ہے تو یہ سورت منافقین کی مذمت میں نازل ہوئی تھی، صحابہ کرامؓ کے خلاف نہیں اتری تھی بلکہ ان کی شان میں سورت المنافقون سمیت متعدد سورتوں میں آیات موجود ہیں۔ علمائے امت نے کسی منافق کو صحابہؓ میں شمار نہیں کیا بلکہ جس شخص پر نفاق کا الزام لگا، اس کی روایت ہی نہیں لی گئی۔ روایات کے اسلامی ذخیرہ میں کسی منافق کی کوئی روایت نہیں ملتی(۳)۔

جہاں تک مخالفین کے تیسرے قول کا تعلق ہے تو یہ قول شاذ ہے۔ جب ''الصحابة كلهم عدول'' کی بات

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الحوض، باب قول اللہ انا اعطیناک الکوثر ۲/۹۷۳۔ اسی مضمون میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو البخاری، کتاب الحوض، باب قول اللہ انا اعطیناک الکوثر ۲/۹۷۳ صحیح مسلم، کتاب الطهارة، باب استحباب اطالة الغرة والتحجيل في الوضوء ۱/۱۲۷

۲۔ الاستیعاب ۲/۳۱۸، الاصابة ۲/۲۲۳، اسد الغابة ۲/۵۰۶

۳۔ البحر المحيط في اصول الفقه ۳/۳۰۰

ہوگی تو اس میں مشہور اور مجہول تمام صحابہ کرامؓ شامل ہیں(۱)۔

محدثین نے تو صرف مشہور اور مجہول تمام صحابہ کرامؓ کی عدالت تسلیم کی ہے، جب کہ ابوالحسین بصری معتزلیؒ نے عہدِ رسالت کے تمام مسلمانوں کو عدول کہا ہے(۲)۔ شمس الائمۃ سرخسیؒ پہلے تین قرنوں کے تمام مجہول حضرات کو بھی عدول قرار دیتے ہیں جب تک کہ ان کی عدالت زائل ہونے کی وجہ ظاہر نہ ہو(۳)۔ عبدالعزیز بخاریؒ نے بھی لکھا ہے کہ پہلے تین قرنوں میں مجہول کی خبر مقبول ہے، کیوں کہ اس زمانہ میں اصل عدالت تھی(۴)۔ ان کی دلیل وہ حدیث ہے جس میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لوگوں میں سب سے اچھا میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کا جو ان کے بعد ہوں گے(۵)۔ مزید یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عید الفطر کے چاند کے بارے میں اعرابی کی گواہی قبول فرمائی اور اس کی عدالت کی تحقیق نہیں کی بلکہ صرف اس کے اسلام کے بارے میں تفتیش فرمائی تھی(۶)۔

عدالت اور عصمت

عدالتِ صحابہؓ کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کی عصمت ثابت ہے۔ بشری طبائع کا یہ خاصہ ہے کہ ان سے معصیت کا امکان ہو۔ صحابہ کرامؓ کو عدول قرار دینے سے وہ دائرہ بشریت سے خارج نہیں ہو جاتے۔ ان کے بارے میں کسی نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ ان سے خلافِ تقویٰ و شرع کام سرزد ہونا محال ہے یا وہ انبیاء کرام علیہم السلام کے مانند معصوم ہیں(۷)۔

صحابہ کرامؓ سے صدورِ معصیت محال نہیں ہے لیکن ان سے عمداً اور عادتاً ارتکاب گناہ اور معاصی پر اصرار ضرور محال ہے۔ ان کے کردار و سیرت کی پاک دامنی اور ان کے تقویٰ و عدالت کی گواہی خود اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے۔ چند ایک صحابہؓ سے کسی معصیت کے صدور سے ان کی عدالت متاثر نہیں ہوگی۔ جن چند صحابہ کرامؓ سے چند خطائیں ہوئیں انہوں نے فوراً اللہ تعالیٰ سے اپنی خطاؤں کی معافی چاہی اور توبہ کے خواست گار ہوئے۔

۱۔ توضیح الافکار ۲/۲۶۳

۲۔ المعتمد فی اصول الفقہ ۲/۱۳۶

۳۔ المحرر فی اصول الفقہ ۱/۲۶۳

۴۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۲/۵۶۳

۵۔ اس کا تفصیلی حوالہ صفحہ ۷۷ پر گزر چکا ہے۔

۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب فی شہادۃ الواحد علی رؤیۃ ہلال رمضان ۲/۷۰۲ صحیح الترمذی، کتاب الصوم باب ماجاء فی الصوم بالشہادۃ ۳/۲۰۷ سنن ابن ماجہ، کتاب الصیام، باب ماجاء فی الشہادۃ علی رؤیۃ الہلال ۲/۳۰۲

۷۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۳۰۰ فتح المغیث ۳/۱۰۰ ارشاد الفحول ص ۱۲۹ العواصم و القواصم ۳/۲۲۳

قاضی ابوبکر ابن العربیؒ(۱) نے لکھا ہے کہ جن ذنوب سے توبہ کر لی جائے ان سے عدالت ساقط نہیں ہوتی(۲)۔

جن چند ایک صحابہ کرامؓ سے تقاضائے بشریت کے تحت معصیت ہوئی، انہوں نے جس انداز سے خود کو محاسبہ کے لیے پیش کیا اور اپنے گناہوں کی جیسی توبہ اپنے رب سے چاہی، اس کی نظیر صحابہ کرامؓ کے سوا انسانوں کے کسی اور طبقہ میں ملنی مشکل ہے۔ انہوں نے احساسِ ندامت کے فوراً بعد اپنے آپ کو از خود عدالتِ نبوی میں سزا کے لیے پیش کر دیا۔ دورانِ تفتیش سزا سے بچنے اور اقبالی بیان سے منحرف ہونے کے بہانے بار بار دیے جاتے رہے مگر انہوں نے دنیا ہی میں خود کو پاک کرنے میں استقامت دکھائی(۳)۔ صحابہ کرامؓ کے کردار کا یہ عظیم پہلو ہے۔ ان کے بعد کوئی اور زمانہ ایسے پاکیزہ نفوس کی بطورِ ایک طبقہ مثال پیش نہیں کر سکا جنہوں نے سب کے سامنے اپنے قصور کا اعتراف کیا، خوشی سے اپنے لیے موت کی سزا کا مطالبہ کیا اور سزا پا کر دنیا میں ہی اپنے نفوس کی تطہیر کر لی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کی توبہ کے بعد اسے لعن طعن کرنے کی ممانعت فرمائی ہے۔ مثلاً حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ ایک شخص کو سزا ہوئی، کسی نے برا جملہ کہا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا تلعنوه فو اللّٰه ما علمت إلا أنه يحب اللّٰه ورسوله(۴)

اس پر لعن مت کرو۔ اللہ کی قسم میں یہ جانتا ہوں کہ یہ شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہے۔

حضرت ابوسعید خدریؓ کی روایت میں ہے کہ ایک بدوی جس نے انصار کے بارے میں بری بات کہی تھی، کو حضرت عمرؓ کے پاس لایا گیا تو آپ نے اسے اس لیے کچھ نہ کہا کہ اسے صحبتِ نبوی کا شرف حاصل تھا(۵)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس بدوی کو سزا نہ دینے کے علاوہ ملامت بھی نہیں کی۔ یہ اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ صحابہؓ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ کوئی چیز صحابی کی عزت اور مرتبہ کا بدل اور اس کے مساوی نہیں ہو سکتی(۶)۔

عدالت اور خطا

عدالتِ صحابہؓ کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ان سے خطا اور غلطی محال ہے۔ خطا عدالت کی نفی نہیں کرتی۔ خطا پر

۱۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد ابن العربی، اندلسی، اشبیلی، قاضی، مالکی۔ ۵۴۳ھ میں فوت ہوئے۔ مزید دیکھو الدیباج المذھب ص ۳۷۶ مرآۃ الجنان ۳/۲۷۹

۲۔ العواصم من القواصم ص ۵۴۳

۳۔ تفصیل مزید دیکھو صحیح البخاری، کتاب المحاربین من اہل الکفر و الردۃ، باب اذا اقر بالحد ۲/۱۰۰۸ ایضاً باب سؤال الإمام المقر هل احصنت ۲/۱۰۰۸

۴۔ تفصیل مزید دیکھو صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ما یکرہ من لعن شارب الخمر ۲/۱۰۰۲

۵۔ الأصابة ۱/۱۳

۶۔ ایضاً ۱/۱۳

کوئی مسؤلیت نہیں ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ (۱) سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

إن اللہ تجاوز عن امتی الخطا والنسیان وما استکرھوا علیه (۲)

بے شک اللہ تعالیٰ نے میری امت سے درگذر کیا خطا اور بھول چوک پر اور جس پر زبردستی کی جائے

اجتہادی امور میں خطا پر بھی اجر ہے۔ حضرت عمرو بن العاصؓ (۳) راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فله اجران واذا حکم فاجتھد ثم اخطأ فله اجر(۴)

جب حاکم نے فیصلہ کرنے کے لیے اجتہاد کیا اور وہ درست رہا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور جب حاکم نے فیصلہ کرنے کے لیے اجتہاد کیا اور غلطی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

تفتازانیؒ (۵) لکھتے ہیں کہ عدالت، اجتہادی امور میں خطا کی نفی نہیں کرتی کیوں کہ اس میں کوئی فسق نہیں ہے، بلکہ وہ ماجور ہے(۶)۔

عدالت اور ضبط

عدالتِ صحابہؓ کے حوالے سے یہ بات واضح ہوگئی ہے کہ صحابہؓ کی ذات و کردار پر جرح و تنقید کیے بغیر ان کے اقوال، اخبار اور روایات مقبول ہیں۔ چند ایسے واقعات ملتے ہیں کہ صحابہؓ میں سے بعض نے بعض کے اقوال پر نقد و طعن کی۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ نے میراث میں دادی کے چھٹے حصے کے مسئلہ پر حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی

۱۔ حضرت ابوذر غفاریؓ۔ اکثر مورخین کے نزدیک آپ کا نام جندب بن جنادہ بن سفیان ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کبار صحابہؓ میں سے تھے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوذر غفاریؓ کے بارے میں فرمایا میری امت میں ابوذر غفاریؓ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا زہد ہے۔ آپ ۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ مزید ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۲۱۹، الاستیعاب ۱/۲۲، الاصابة ۱/۱۱۱، اسد الغابة ۱/۹۱، سیر اعلام النبلاء ۲/۴۶

۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الطلاق، باب طلاق المکرہ والناسی ۲/۵۱۳

۳۔ حضرت عمرو بن العاصؓ بن وائل۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں عمان کے والی رہے۔ عہد عمرؓ میں مصر فتح کیا اور اس کے گورنر رہے۔ آپ کا انتقال ۴۳ھ کو مصر میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۲۵۵، الاستیعاب ۸/۲۲۲، الاصابة ۷/۲۲، اسد الغابة ۳/۲۳۲، سیر اعلام النبلاء ۳/۵۴

۴۔ صحیح البخاری، کتاب الاعتصام بالکتاب والسنة، باب اجر الحاکم اذا اجتهد فاصاب او اخطأ ۲/۱۰۹۲

۵۔ سعد الدین مسعود بن عمر بن عبد اللہ۔ فقیہ، اصولی، منطقی اور نحوی۔ اپنی جائے پیدائش تفتازان کی نسبت سے تفتازانی کہلائے۔ آپ ۷۹۲ھ کو سمرقند میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذھب ۶/۳۱۹، البدر الطالع ۲/۳۰۳

۶۔ التوضیح والتلویح ۲/۵۱۶

روایت قبول کرنے میں تأمل فرمایا اور اس پر گواہ طلب کیا(۱)۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ(۲) نے مطلقہ کو دورانِ عدت نان ونفقہ اور رہائش نہ ملنے کے بارے میں حضرت فاطمہ بنت قیسؓ(۳) کی روایت قبول نہ کی(۴)۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی طلبِ اذن والی روایت پر ان سے گواہ طلب کیا(۵)۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت عمرؓ کی روایت کہ میت پر اس کے عزیزوں کے رونے سے عذاب ہوتا ہے، کو قبول نہ کیا(۶)۔ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابوہریرہؓ(۷) کی اس روایت پر طعن کیا کہ جس نے نماز جنازہ پڑھی، اسے ایک قیراط(۸) اور جس نے نماز جنازہ پڑھی اور جنازہ کے پیچھے چلا، اس کو دو قیراط ثواب ہوگا(۹)۔

صحابہ کرامؓ نے ایک دوسرے کی روایات پر جو نقد وطعن اور انہیں قبول کرنے میں جو تحقیق وتفتیش کی ہے اس کا مقصد راوی صحابی کی عدالت پر شک کرنا نہیں تھا، بلکہ ایسا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کرنے میں احتیاط کے طور پر کیا گیا تھا تاکہ قبولِ روایت سے قبل یہ یقین ہو جائے کہ راوی سہو ونسیان اور عدم حفظ کا شکار نہیں ہوا بلکہ نقل و روایت میں ضبط کے تمام تقاضے پورے ہوئے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے ثبوتِ ضبط کے لیے راوی پر نقد وطعن کیا۔ اسی لیے

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو سنن الدارمی، کتاب الفرائض ۲/۳۵۹، المستدرک، کتاب الفرائض ۴/۳۳۸

۲۔ حضرت عائشہؓ ام المومنین، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زوجہ محترمہ اور حضرت ابوبکرؓ کی صاحبزادی۔ اکابر صحابہؓ ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ وہ اپنی وفات تک فتویٰ دیتی رہیں۔ آپ کا انتقال ۵۷ھ اور ایک روایت کے مطابق ۵۸ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۸/۵۸، الاستیعاب ۴/۱۸۸۱، الاصابة ۸/۱۳۹، اسد الغابة ۷/۱۸۶، تذکرة الحفاظ ۱/۲۷، حلية الأولياء ۲/۴۳

۳۔ فاطمہ بنت قیس بن خالد قرشیہ، اولین مہاجرات میں سے اور عقل وکمال والی خاتون تھیں۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے موقع پر اصحاب شوریٰ کا اجلاس آپ کے گھر میں ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۴/۱۹۰۱، الاصابة ۸/۱۶۴، اسد الغابة ۷/۲۲۴

۴۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ۲/۱۱۱۴، صحیح البخاری کتاب النكاح، باب قصة فاطمة بنت قيس ۲/۸۰۲

۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الاستئذان، باب التسليم والاستئذان ثلاثا ۲/۹۲۳، سنن ابن ماجه، كتاب الأدب، باب الاستئذان ۲/۲۰۵

۶۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبي صلى الله عليه وسلم يعذب الميت ببعض بكاء أهله عليه ۱/۱۷۲، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب الميت يعذب ببكاء أهله عليه ۲/۶۳۸ تا ۶۴۳، الموطا، کتاب الجنائز، باب النهي عن البكاء على الميت ص ۲۰۳

۷۔ حضرت عبدالرحمن بن عامرؓ، کنیت ابوہریرہ تھی۔ آپ کا ایک نام عبداللہ بن صخر بھی آتا ہے۔ غزوہ خیبر (۷ھ) اور صلح حدیبیہ (۶ھ) کے درمیان اسلام قبول کیا۔ سب سے زیادہ احادیث آپ سے مروی ہیں۔ آپ ۵۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۴/۳۲۵، الاصابة ۷/۴۲۵، اسد الغابة ۶/۳۱۳، تذکرة الحفاظ ۱/۳۲

۸۔ ایک قیراط تقریباً ۲۱۸۰۷ ملی گرام کے برابر ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو اوزان شرعیہ، جمع وترتیب از مولانا محمد اشرف قریشی، استاد معہد دارالعلوم، کراچی۔

۹۔ تفصیل ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۴/۳۳۳، صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب من انتظر حتى يدفن ۱/۱۷۷، صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من صلى على جنازة ومن انتظر دفنها ۲/۶۳۷، سنن ابی داؤد کتاب الجنائز، باب فضل الصلاة على الجنازة ۲/۲۱۰، سنن ابن ماجه، كتاب الجنائز، باب ما جاء في ثواب من صلى على جنازة ومن انتظر دفنه ۲/۶۳۷

علماء نے بھی قبولِ خبر کے لیے راوی میں اسلام، عدالت اور عقل کے علاوہ ضبط کی شرط بھی عائد کی ہے(۱)۔

ضبط سے مراد یہ ہے کہ کلام کو اس طرح سنا جائے جیسا سننے کا حق ہے، پھر اس کے معنی و مراد کو سمجھا جائے، اسے اچھی طرح یاد کیا جائے، پھر اس کی حفاظت اس طرح کی جائے کہ اسے دوسرے تک پہنچانے کے وقت تک وہ ذہن سے محو نہ ہو(۲)۔ وہی راوی ضبط والا ہوگا جس کی روایات ضبط اور اتقان میں مشہور اور ثقہ راویوں کی روایت کے موافق ہوں، اگرچہ معنی کے اعتبار ہی سے ہوں(۳)۔

بہت سی چیزیں ضبط پر اثر انداز ہو سکتی ہیں مثلاً سوء حفظ، غفلت، زیادتی وہم، مخالفت ثقات، نسیان اور تساہل میں معروف ہونا وغیرہ۔ ان کی موجودگی راوی میں ضبط کی نفی کرتی ہے۔ عدم ضبط کی وجہ سے اس کی روایت مردود ہوگی، لیکن عدمِ ضبط کی وجہ سے صحابی کی عدالت مجروح نہیں ہوگی۔ لہٰذا بعض صحابہ کرامؓ کی روایت کا مقبول نہ ہونا یا ان سے اس پر شہادت طلب کرنا تعیّن ضبط کے لیے تھا۔

اسی لیے حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضرت مغیرۃ بن شعبہؓ سے گواہ طلب فرمایا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت فاطمہ بنت قیسؓ کی روایت کو قرآن وسنت کے منافی جانا اور فرمایا ہم اللہ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو نہیں چھوڑیں گے، ہمیں نہیں معلوم کہ وہ بھول گئی یا یاد رکھا(۴)۔ حضرت عائشہؓ نے بھی عدم ضبط کے سبب سے حضرت فاطمہؓ کی روایت کو رد کیا اور فرمایا فاطمہ کو کیا ہوگیا ہے، کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی(۵)۔ حضرت عمرؓ نے استئذان کی روایت پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے جو گواہ طلب کیا وہ بھی قبولِ حدیث میں احتیاط کی وجہ سے تھا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو فرمایا تھا میں آپ پر الزام نہیں لگاتا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرنے کا معاملہ سخت ہے(۶)۔

حضرت عائشہؓ نے عزیزوں کے رونے سے میت پر عذاب کی روایت قبول نہ کی اور فرمایا اللہ تعالیٰ حضرت عمر

۱۔ علوم الحدیث ص ۱۰۴، الکفایۃ ص ۵۲۔ التقیید والایضاح ص ۱۳۸۔ تدریب الراوی ۳۰۰/۱ توضیح الافکار ۲/ ۳، المختصر فی اصول الحدیث ص ۹۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/ ۵۷، التوضیح والتلویح ۲/ ۲۵، المحرر فی اصول الفقہ ۲۵۸

۲۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۵۷۹/۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۶۱/۱

۳۔ علوم الحدیث ص ۹۵

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقۃ ثلاثا لا نفقۃ لھا ۹/۲، کتاب الحجۃ علی اھل المدینۃ ۲/ ۶۴، ۶۵، ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۲۔

۵۔ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب قصۃ فاطمۃ بنت قیس ۸۰۲/۲

۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب کم مرۃ یسلم الرجل فی الاستئذان ۳۵۰/۳

اور حضرت ابن عمرؓ پر رحم کرے، ان دونوں نے جھوٹ نہیں بولا لیکن حضرت عمرؓ سے بھول ہوئی ہے(۱)۔ حضرت علیؓ بھی اخذِ حدیث میں اس قدر محتاط تھے کہ وہ راوی سے حلف لیتے تھے(۲)۔

جہاں تک ان روایات کا تعلق ہے جن میں کسی صحابی نے دوسرے کے لیے ''کذب'' کا لفظ استعمال کیا ہے(۳) تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے درمیان ''کذب'' کا لفظ ''خطا'' کے معنی میں مستعمل تھا(۴)۔

صحابہ کرامؓ خود بھی روایتِ حدیث میں ضبط کا اہتمام کرتے تھے۔ اگر انہیں عدمِ ضبط کا اندیشہ ہوتا تو وہ روایت نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت زید بن ارقمؓ سے ایک مرتبہ کہا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان فرمائیں تو انھوں نے فرمایا:

کبرنا ونسینا والحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شدید (۵)

ہم بوڑھے ہو گئے ہیں اور ہم پر نسیان غالب ہو گیا ہے اور رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث بیان کرنا سخت بات ہے۔

صحابہ کرامؓ کا قبولِ حدیث میں نقد وطعن کسی صحابی کی تکذیب یا اس کی عدالت کو مجروح نہیں کرتا بلکہ اس اقدام سے دینی روایت کو قبول کرنے میں صحابہ کرامؓ کے خلوص اور حزم واحتیاط کا پتہ چلتا ہے۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۳/۳۴۶ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الجنائز باب المیت یعذب ببکاء اهله علیه ۲/۶۴۰-۶۴۳ الموطا، کتاب الجنائز، باب النہی عن البکاء علی المیت ص ۲۰۳۔ صحیح الترمذی، ابواب الجنائز، باب ماجاء فی الرخصة فی البکاء علی المیت ۴/۲۲۵ وما بعد

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، ومن سورۃ آل عمران ۱۱/۱۳۳-۱۳۴، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب فی الاستغفار ۱/۳۴۶ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامة الصلوۃ والسنة فیها، باب ماجاء فی ان الصلوۃ کفارۃ ۱/۴۴۶ تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۱

۳۔ مثال کے طور پر ملاحظہ ہو: الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/۴۳

۴۔ منہج النقد عند المحدثین ص ۷۹، السنة ومکانتها فی التشریع الاسلامی ص ۲۳۳

۵۔ سنن ابن ماجہ، المقدمة، کتاب السنة، باب التوقی فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۳۳ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب فضائل علی بن ابی طالب ۴/۱۸۷۳ الکامل فی ضعفاء الرجال ۱/۳۰

باب دوم

صحابہ کرامؓ کا تشریعی کردار

[illegible]

[illegible] مندرجہ ذیل پانچ فصول میں تقسیم کیا گیا ہے

فصل اوّل	:	تشریع اسلامی ایک تعارف
فصل دوم	:	عہد رسالت میں اجتہاد کی اجازت: ایک اصولی بحث
فصل سوم	:	فقہاء صحابہ کرامؓ
فصل چہارم	:	صحابہ کرامؓ کو نبوی تربیت اجتہاد
فصل پنجم	.	صحابہ کرامؓ کے تشریعی مناہج

فصل اوّل

تشریعِ اسلامی: ایک تعارف

عربی زبان میں تشریع "شرع" کا مصدر ہے جو "الشریعۃ" سے ماخوذ ہے۔ اہل لغت کے ہاں "الشریعۃ" کا معنی پانی پینے کی وہ جگہ ہے جہاں سے لوگ پانی پیتے اور لیتے ہیں(۱)۔ شریعہ کا اطلاق واضح راستہ اور طریق پر بھی ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ [الجاثیۃ ۴۵: ۱۸]

پھر ہم نے آپ کو دین کے کھلے رستے پر (قائم) کر دیا۔

شریعت کا ایک معنی قضا یعنی قاضی کا فیصلہ بھی ہے(۲)۔ عربی لغت میں تشریع کی تعریف یوں کی گئی ہے والتشریع ایراد الإبل شریعة لا یحتاج معها إلی نزع بالعلق ولا سقي في الحوض (۳)۔ یعنی تشریع سے مراد اونٹوں کو ایسے گھاٹ پر لے جانا ہے جہاں پانی باقاعدہ کھینچ کر یا حوض کے ذریعے پلانے کی ضرورت نہ ہو۔

مصری عالم عبدالوہاب خلاف نے تشریع کی تعریف ان الفاظ میں کی ہے "هو سن القوانین التي تعرف منها الأحکام لأعمال المکلفین وما یحدث لهم من الأقضیة والحوادث"(۴)۔ یعنی ایسے قوانین بنانا جن سے مکلّفین کے اعمال اور انہیں پیش آنے والے واقعات و حوادث کے احکام معلوم ہو سکیں۔

تشریع کا معنی قانون سازی ہے۔ اگر یہ ادیانِ سماوی کے ذریعے ہو تو سماوی تشریع ہے اور اگر اس کا مقنن انسان ہے تو یہ قانون سازی وضعی تشریع کہلائے گی۔

تشریعِ اسلامی دو حصوں پر مشتمل ہے۔ پہلے حصے کا تعلق سماوی یا الٰہی تشریع سے ہے۔ اس میں وہ تمام قوانین شامل ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مکلّفین کے عقائد و اعمال سے متعلق مقرر کیے اور بذریعہ وحی اپنے آخری رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ مبارک پر اتارے جو قرآن مجید کی شکل میں مکمل اور حتمی ہیں۔ قرآن مجید کے علاوہ سنت ہے جو رسول

۱۔ ملاحظہ ہو الصحاح، باب العین فصل الشین ۳/۱۲۳۶۔ تہذیب اللغۃ، باب العین و الشین مع الراء ۱/۴۲۵ تاج العروس، فصل الشین من باب العین ۵/۳۹۴۔ لسان العرب، کتاب العین المهملة، فصل الشین المعجمة ۸/۱۷۵

۲۔ کشاف اصطلاحات الفنون ۱/۷۶۰

۳۔ تاج العروس، فصل الشین من باب العین ۵/۳۹۶۔ ترتیب القاموس المحیط ۲/۶۹۹

۴۔ خلاصة تاریخ التشریع الإسلامي ص ۷

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول، فعل اور تقریر پر مشتمل ہے۔ یہ تشریع رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جو احادیث کی صورت میں امت مسلمہ کے پاس ہے۔ امت کے علمائے سلف نے احادیث کی جانچ اور پرکھ میں، سنی حقیقی کی انتہا تک پہنچ کر جو جدوجہد فرمائیں ان کا یہ ثمرہ ہے کہ صحت وسقم کے اعتبار سے تمام احادیث واضح اور متعین ہیں۔

تشریع الٰہی اور تشریع رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہی حجت اور مصدر اصلی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تشریع الٰہی کی تبیین وتوضیح اور تشریع احکام کا مختار بنایا ہے۔ قرآن مجید میں ہے

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ [النحل ۱۶: ۴۴]

اور ہم نے آپ پر یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو (ارشادات) لوگوں کی طرف نازل ہوئے ہیں وہ آپ ان پر ظاہر کردیں۔

اور فرمایا:

وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا [الحشر ۵۹: ۷]

اور جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو اور جس سے منع کریں (اس سے) باز رہو

اور فرمایا:

يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ [الاعراف ۷: ۱۵۷]

وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور بُرے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھہراتے ہیں۔

تشریع الٰہی اور تشریع رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کا نام شریعت اسلامی ہے۔ ان دونوں ہی سے دین کی تکمیل ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے اعلان فرمادیا:

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا [المائدۃ ۵: ۳]

آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کردیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کردیں اور تمہارے لئے اسلام کو دین پسند کیا

یہ آیت عرفہ کے دن نازل ہوئی، اس کے بعد حلال وحرام کا کوئی حکم نہیں اترا اور اس حج سے لوٹ کر رسول اللہ صلی علیہ وسلم رحلت فرماگئے(۱)۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی طرف سے اوامر ونواہی اور

۱۔ ابن کثیر، تفسیر القرآن العظیم ۱۲/۲

حلت وحرمت کے احکام آجانے کے بعد دین مکمل ہوا اور نعمت پوری ہوئی۔ تشریع الٰہی کا مصدر و مأخذ ارادۂ الٰہی ہے اور زبانِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے منطوق ہے۔ تشریع رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو مأخذ ہیں ایک وحی الٰہی اور دوسرا ادراکِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ہر لحظہ ارادۂ الٰہی کے زیرِ نگرانی تھا۔ اس بات کی شہادت خود وحی الٰہی دیتی ہے

وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى [النجم ۳:۵۳]

اور نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں

عہدِ رسالت میں تشریع کی صورتیں: تشریع اسلامی کا آغاز نزولِ وحی سے ہوا۔ تمام احکام شریعت ایک ہی بار نازل نہیں ہوئے بلکہ تھوڑا تھوڑا کر کے اترتے رہے۔ اسلامی معاشرے میں انسانی ضرورتوں کے مطابق احکام دیئے جاتے رہے۔ یہ احکام اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دونوں کی طرف سے تھے۔ عہد رسالت میں تشریع احکام کی عام طور پر مندرجہ ذیل صورتیں تھیں

۱۔ کوئی واقعہ پیش آنے پر تشریع: اگر کوئی واقعہ پیش آتا یا لوگ کسی مسئلہ سے دوچار ہوجاتے تو اس مسئلہ کے حل اور واقعہ کے جواب میں حکم نازل کر دیا جاتا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مرثد الغنویؓ (۱) کو یہ فریضہ سونپ کر مکہ بھیجا کہ ضعیف اور کمزور مسلمانوں کو وہاں سے نکال لائیں۔ مکہ میں ایک خوبصورت اور مالدار مشرکہ عورت نے خود کو حضرت مرثدؓ کے سامنے پیش کیا۔ صحابیٔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات نہ مانی۔ پھر اس عورت نے نکاح کی پیشکش کی۔ حضرت مرثدؓ نے یہ بات مان لی مگر نکاح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے مشروط کیا۔ انہوں نے مدینہ واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سارا واقعہ بیان کیا اور نکاح کی اجازت طلب کی۔ اس پر یہ حکم نازل ہوا (۲)

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّنْ مُّشْرِكَةٍ وَّلَوْ اَعْجَبَتْكُمْ [البقرۃ ۲:۲۲۱]

اور (مومنو!) مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں نکاح نہ کرنا، کیوں کہ مشرک عورت خواہ تم کو کیسی ہی بھلی لگے اس سے مومن لونڈی بہتر ہے۔

حضرت حکیم بن حزامؓ (۳) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک مرتبہ صدقے کا اناج خریدا اور قبضہ میں لینے

۱۔ حضرت مرثد بن ابی مرثد بدری۔ آپ کے والد کا نام کناز الغنوی ہے۔ آپ ۳ھ کو غزوۃ الرجیع میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/۴۸، اسد الغابۃ ۱۳۲/۶، الاستیعاب ۶۰/۱۰، الاصابۃ ۱۶۲/۹

۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب و من سورۃ النور ۳۲/۲ وابعد، الجامع لاحکام القرآن ۶۴/۳، تفسیر البغوی ۱۹۵/۱، زاد المسیر ۲۳۵/۱

۳۔ حضرت حکیم بن حزام بن خویلدؓ قرشی اسدی، ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے بھتیجے تھے۔ ساٹھ سال جاہلیت میں اور ساٹھ سال اسلام میں گزارے۔ آپ ۵۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: اسد الغابۃ ۵۸/۲، سیر اعلام النبلاء ۴۴/۳، الاستیعاب ۵۳/۳

سے قبل ہی اسے فروخت کر کے نفع کما لیا۔ پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور قصہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا:

لا تبعه حتى تقبضه (۱)

اسے اپنے قبضہ میں لینے سے قبل اسے فروخت مت کرو

۲۔ کسی سوال کے جواب میں تشریع: کبھی صحابہ کرامؓ کوئی سوال پوچھتے تو اس کے جواب میں قرآنی حکم نازل ہو جاتا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کوئی حکم جاری فرما دیتے۔

یتیموں سے متعلق ایک سوال کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی

وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ

[البقرة ۲:۲۲۰]

اور آپ سے یتیموں کے بارے میں بھی دریافت کرتے ہیں، آپ کہہ دیں کہ ان کی (حالت کی) اصلاح بہت اچھا کام ہے اور اگر تم ان سے مل جل کر رہنا (یعنی خرچ اکٹھا رکھنا) چاہو تو وہ تمہارے بھائی ہیں۔

حضرت علیؓ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ایک شخص(۲) سے کہا کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے مذی کا حکم پوچھے۔ اس شخص نے پوچھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

توضأ واغسل ذكرك (۳)

وضو کر لو اور اپنی شرم گاہ کو دھو لو

۳۔ کسی واقعہ یا سوال کے بغیر تشریع: کسی واقعہ یا کوئی سوال پوچھے بغیر بھی حکم دے دیا گیا۔

مثلاً قصاص کے بارے میں فرمایا:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِى الْقَتْلٰى [البقرة ۲:۱۷۸]

مومنو! تم کو مقتولوں کے بارے میں قصاص (یعنی خون کے بدلے خون) کا حکم دیا جاتا ہے

۱۔ سنن النسائی، کتاب البیوع، باب بیع الطعام قبل أن یستوفی ۵/۳۳۰

۲۔ صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ حضرت علیؓ نے حضرت مقداد بن اسودؓ سے پوچھا تھا۔ ان کا اصل نام المقداد بن عمرو بن ثعلبہ ہے۔ انہیں مقداد الکندی بھی کہا جاتا ہے۔ وہ بدری تھے اور ۳۳ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المذی ۱/۲۴۷ الطبقات الکبری ۳/۱۶، اسد الغابۃ ۵/۲۴۲، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۸۵، الإستیعاب ۱۰/۲۹۲، الاصابۃ ۹/۲۴۳

۳۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الغسل، غسل المذی و الوضوء منہ ۱/۴۱ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب المذی ۱/۲۴۷

طلاق کے بارے میں حکم ہوا۔

الطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ [البقرۃ ۲:۲۲۹]

طلاق (صرف) دو بار ہے۔

وارث کے لیے وصیت، بچے کے نسب اور زانی کی سزا کے متعلق ارشادِ نبوی ہوا

لا تجوز وصیۃ لوارث، والولد للفراش وللعاھر الحجر(۱)

وارث کے لیے وصیت جائز نہیں اور بچہ اس کا ہے جس کے بستر پر پیدا ہوا اور زانی کے لیے پتھر ہیں۔

عہدِ رسالت میں معرفتِ احکامِ شرعیہ کا مرجع وحید رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ گرامی تھی۔ صحابہ کرام دریافتِ حکم کے لیے آپ کی طرف رجوع کرتے اور آپ کے ذریعے انہیں حکم الٰہی یا حکم نبوی ملتا۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد محدود و مشروط حقِ تشریع مجتہدینِ امت کو تفویض ہوا۔ امت میں یہ اختیار سب سے پہلے صحابہ کرام کو حاصل ہوا تھا۔ اسلامی سلطنت کی وسعت اور امتِ مسلمہ کی تعداد میں کثرت کے ساتھ نئے واقعات و مسائل نے ظہور کیا جن کے شرعی حل کے لیے لوگ صحابہ کرامؓ کی طرف رجوع کرتے تھے۔ یوں تشریعی امور سرانجام دینے کی ذمہ داری براہِ راست صحابہ کرامؓ پر آن پڑی۔

۱۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۴/۲۰۳

فصل دوم

عہدِ رسالت میں اجتہاد کی اجازت

(ایک اصولی بحث)

یہ بات متفق علیہ ہے کہ رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجتہاد جائز ہے(۱)۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اجتہادِ صحابہؓ کی اجازت کے مسئلہ میں اصولیین کا اختلاف ہے۔

مخالفین

علماء کا ایک قلیل گروہ عہدِ رسالت میں اجتہادِ صحابہؓ کی مطلق ممانعت کا قائل ہے۔ ان میں ابوعلی جبائی(۲) اور ابوہاشم جبائی(۳) وغیرہ شامل ہیں۔ ان کی رائے میں عصرِ نبوی میں صحابہ کرام خواہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے یا دور، کسی کو بھی اجتہاد کی اجازت نہیں تھی(۴)۔ ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ عصرِ نبوی میں مجتہد کے لیے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی مسئلہ کا حکم دریافت کرنا ممکن تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عدول کر کے اجتہاد کرنا جائز نہیں ہے۔

۲۔ اجتہاد کا حکم غالب گمان پر ہوتا ہے، جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملنے والا حکم مبنی بر وحی اور قطعی ہے۔ وحی اور قطعی علم سے انحراف کر کے گمان اور ظن کی طرف رجوع جائز نہیں ہے۔ ایسا کرنا نص اور اجماع کو چھوڑ کر قیاس سے کام لینا اور قوی ترین کو چھوڑ کر کمزور ترین کی طرف جانے کے مترادف ہے۔

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۰۷/۴، نہایۃ الوصول ۳۸۱۱/۸، شرح تنقیح الفصول ص ۱۹۳

۲۔ ابوعلی محمد بن عبدالوہاب بن سلام جُبّائی۔ علم الکلام میں امام اور معتزلہ کے سرکردہ تھے۔ آپ کا انتقال ۳۰۳ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو المنتظم ۶/۱۳۶، طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۵۰/۲، شذرات الذہب ۲۴۱/۲

۳۔ ابوہاشم عبدالسلام بن محمد بن عبدالوہاب بن سلام بصرہ کے ایک گاؤں کی نسبت سے جُبّائی کہلائے۔ معتزلہ کے شیوخ میں سے تھے۔ معتزلہ کا ہاشمیہ فرقہ انہی سے منسوب ہے۔ آپ ۳۲۱ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذہب ۲۸۹/۲، العبر ۲/۱۸۷، وفیات الاعیان ۱۸۳/۳، میزان الاعتدال ۶۱۸/۲

۴۔ المستصفیٰ (مع فواتح الرحموت) ۳۵۴/۲، الواضح فی اصول الفقہ ۳۹۱/۵، البرہان فی اصول الفقہ ۱۳۵۶/۲، التبصرۃ ص ۵۱۹، فواتح الرحموت ۳۷۴/۲، اللمع ص ۱۳۳، حصول المامول ص ۱۹۰، البحر المحیط فی اصول الفقہ (دار الکتبی) ۲۵۵/۸، ارشاد الفحول ص ۲۳۹، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۰۷/۴، المعتمد فی اصول الفقہ ۲۴۳/۲، نہایۃ الوصول ۳۸۱۲/۸، شرح مختصر الروضۃ ۵۸۹/۳، تشنیف المسامع ۲۰۹/۲، الوصول الی الاصول ۳۷۷/۲

۳۔ اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے، جب کہ نص غلطی سے محفوظ ہے۔ عصرِ نبوی میں یک شخص نص سے حکم معلوم کرنے پر قادر ہوتا ہے۔ محفوظ راستہ پر چلنے کی قدرت رکھنے کے باوجود پُرخوف راستہ پر چلنا عقلاً قبیح ہے اور قبیح کو عقل ناجائز قرار دیتی ہے۔

۴۔ صحابہ کرامؓ مسائل کا حکمِ شرعی معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرتے تھے۔ اگر اجتہاد کی اجازت ہوتی تو وہ آپ کی طرف مراجعت نہ کرتے اور ان کے اجتہادات نقل ہوتے، جیسا کہ عہدِ رسالت کے بعد ہونے والے اجتہاداتِ صحابہؓ منقول ہیں۔

۵۔ عہدِ نبوی میں وقوعِ اجتہاد کے دلائل اخبارِ آحاد ہیں اور اخبارِ آحاد مسائلِ قطعیہ میں حجت نہیں ہیں۔ مثال کے طور پر حضرت معاذ بن جبلؓ کی روایت(۱) خبرِ واحد(۲) ہے۔

۶۔ اگر خبرِ واحد کو حجت تسلیم کر لیا جائے تو یہ صرف اس کے لیے حجت ہے جس کے حق میں وارد ہوئی ہے۔ خبرِ واحد کی حجیت میں عموم نہیں ہے۔

قائلین

جمہور علمائے اصول کے نزدیک عہدِ رسالت میں صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی۔ اس عہد میں صحابہؓ کے اجتہادات وقوع پذیر بھی ہوئے تھے۔ البتہ مجوزین اس مسئلہ کی تفصیل میں اختلاف رکھتے ہیں

پہلی رائے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور رہنے والے صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی لیکن آپ کے پاس موجود صحابہؓ کو اجتہاد کی اجازت نہیں تھی(۳)۔ یہ رائے ابن الصباغ(۴) اور امام غزالی کی ہے۔ امام الحرمین

۱۔ یہ حدیث آگے صفحہ ۱۰۳ پر مجوزین کے دلائل میں آ رہی ہے۔

۲۔ لغوی طور پر خبرِ واحد سے مراد وہ خبر ہے جسے ایک راوی نے ایک شخص ہی سے روایت کیا ہو(میزان الأصول ص ۴۳۱)، جب کہ اصولیین کی اصطلاح میں یہ وہ خبر ہے جو تواتر کی حد کو نہ پہنچی ہو(الإبهاج ۲/۲۹۹)، اور جس میں تواتر کی شرائط نہ پائی جائیں(تیسیر مصطلح الحدیث ص ۲۱) تو اس کی تعریف یہ ہے جسے لوگوں کی اتنی کثیر تعداد نے روایت کیا ہو کہ ان کا کسی جھوٹ پر اتفاق کر لینا محال ہو(تیسیر مصطلح الحدیث ص ۱۹)۔ جمہور کے نزدیک خبرِ واحد پر عمل واجب ہے(نہایۃ الوصول ۷/۲۹۰۵، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۵۳۸، شرح الکوکب المنیر ۲/۳۵۹، الإبهاج ۲/۳۰۰، ارشاد الفحول ص ۹۳، ابن حزم، الأحکام فی اصول الأحکام ۱/۹۷، مسلم الثبوت ۲/۲۲)۔ عہدِ رسالت میں اس پر عمل ہوتا ہے(مسلم الثبوت ۲/۱۳۳، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۵۳۱)۔ خبرِ واحد پر عمل پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے(الوصول الی الأصول ۲/۱۵۴، الإبهاج ۲/۳۰۱، ارشاد الفحول ص ۹۳)۔ فخر الاسلام بزدوی نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ خبرِ واحد پر عمل کرتے تھے(عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۵۴۴)۔

۳۔ المنخول ص ۴۶۸، المعتمد فی اصول الفقہ ۲/۲۱۲، البرہان فی اصول الفقہ ۲/۱۳۵۶، حصول المامول ص ۱۹۰، الوصول إلی الأصول ۲/۳۷۹، شرح مختصر الروضۃ ۳/۵۸۹، نہایۃ الوصول ۸/۳۸۱۶، آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۴/۲۰۷، ارشاد الفحول ص ۲۲۹، المستصفی (مع فواتح الرحموت) ۲/۳۵۴، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۲۲۰، تشنیف المسامع ۴/۲۰۲

۴۔ عبدالسید بن محمد بن عبدالواحد، شافعی اصولی، متکلم فقیہ۔ ابن الصباغ کے نام سے مشہور ہوئے کیوں کہ آپ کے آباء میں سے ایک رنگریز تھے۔ آپ ۴۷۷ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبری ۳/۷۹، المنتظم ۱۶/۲۳۶، شذرات الذہب ۳/۳۵۵، وفیات الأعیان ۳/۲۱۷، مرآۃ الجنان ۳/۱۲۱، العبر ۲/۳۳۷

جوینیؒ بھی اسی طرف میلان رکھتے ہیں۔ ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور مجتہد صحابی کے لیے آپ سے کسی مسئلہ میں قطعی و یقینی علم کا حصول و ادراک مشکل تھا۔ اگر دُور مجتہد کو اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات تک مسئلہ کا حکم مؤخر کر دیتا تو اس سے مصالح کا نقصان ہوتا۔

۲۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دُور صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کے جواز پر حضرت معاذ بن جبلؓ کا واقعہ بطور دلیل موجود ہے جو حضرت معاذؓ کے بعض اصحاب سے روایت کیا گیا ہے

أن رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم لما اراد ان يبعث معاذاً إلى اليمن قال كيف تقضي اذا عرض لك قضاء؟ قال اقضي بكتاب اللّٰه قال فان لم تجد في كتاب اللّٰه؟ قال فبسنّة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم قال فان لم تجد في سنّة رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم و لا في كتاب اللّٰه؟ قال اجتهد رأيي و لا آلو فضرب رسول اللّٰه صلى اللّٰه عليه وسلم صدره وقال الحمد للّٰه الذي وفّق رسولَ رسولِ اللّٰه لما يُرضي رسول اللّٰه(۱)

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذؓ کو یمن کی طرف (قاضی بنا کر) بھیجنے کا ارادہ

۱۔ صحیح الترمذی، کتاب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی یصیب و یخطئ[*] ۶، ۹۹۰۱۸ ؛ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیہ باب اجتہاد الرای فی القضاء ۲/۵۰۱۰ ؛ سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ ۱/۶۰ ؛ الطبقات الکبریٰ ۳/۵۸۴ ؛ جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۳۵،۸ ؛ السنن الکبریٰ، کتاب ادب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۴ ؛ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۳۵،۲۶ ؛ البدایہ و النہایہ ۵/۱۰۳ ؛ اخبار القضاۃ ۹۸ ؛ المعتمد فی اصول الفقہ ۲/۲۲۲ ؛ اصول الجصاص ۲/۲۲۲ ؛ الاعتبار، ص ۱۳۳۔

[*] زیر استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو: محمد عبد الرحمٰن بن عبد الرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۲۱۵ھ ۱۹۹۵ء

اس حدیث پر علماء نے کلام کیا ہے۔ امام ترمذیؒ نے لکھا ہے کہ ہم اس حدیث کو نہیں جانتے مگر اسی سند سے۔ اس کی اسناد متصل نہیں ہیں (جامع ترمذی ابواب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی ۱/۲۸)۔ امام ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث ساقط ہے۔ اس کے راویوں میں الحارث بن عمرو مجہول ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے حجت پکڑنا درست نہیں ہے (ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۳۵)۔ مزید ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر ۴/۱۸۲ وما بعد۔

ابو الحسین بصریؒ کہتے ہیں کہ امت نے اس حدیث کو قبول کیا ہے (المعتمد فی اصول الفقہ ۲/۲۲۳)۔ امام غزالیؒ لکھتے ہیں کہ اس حدیث کو امت نے قبول کیا ہے اور کسی نے بھی اس حدیث میں طعن اور انکار نہیں کیا۔ جو حدیث ایسی ہو جس میں کوئی طعن نہ ہو اور کوئی اس کا انکار نہ کرے تو اس حدیث کے مرسل ہونے میں کوئی قباحت نہیں ہے بلکہ اس کی اسناد کے بارے میں بحث نہیں کی جائے گی (المستصفیٰ ص ۲۹۳)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے بھی نقل کیا ہے کہ ائمہ اجتہاد نے اس حدیث کو قبول کیا ہے (تلخیص الحبیر ۴/۱۸۳)۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ اس حدیث کی سند میں حارث بن عمرو ہیں جو اصحاب حضرت معاذ بن جبلؓ سے کئی ایک سے نقل کرتے ہیں لیکن ان کا نام نہیں لیتے۔ یہ شہرت میں اور زیادہ ہے بہ نسبت اس کے کہ کسی ایک کا نام لیتے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کے اصحاب کی شہرت علم و دین اور فضل و صدق خوب ظاہر ہے۔ ان کے اصحاب میں سے کوئی بھی متہم بالکذب نہیں ہے۔ کسی پر جرح نہیں ہے۔ وہ سب پختہ یقین مسلمان تھے اور اہل علم کو اس بات میں کوئی شک نہیں ہے۔ اس سے پیچھے کہ راوی شعبہ ہیں اور بعض ائمہ حدیث کا قول ہے کہ جس حدیث کی سند میں شعبہ ہوں تو اس کو ہاتھوں سے تھام لو (اعلام الموقعین ۱/۲۰۲)۔

فرمایا تو پوچھا جب تمہارے سامنے مقدمہ پیش ہو تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ حضرت معاذ نے عرض کیا میں اللہ کی کتاب کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت میں نہ پاؤ اور نہ ہی کتاب اللہ میں پاؤ؟ کہا میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے پر تھپکی دی اور فرمایا سب تعریف اللہ کے لیے ہے جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس سے اللہ کے رسول راضی ہیں۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف موجودگی میں اجتہاد پر کوئی دلیل نہیں ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاص؄ کو بعض قضایا میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا تھا(۱) اور حضرت عقبہ بن عامر؄(۲) کو بھی ایک مخاصمہ کا فیصلہ کرنے کا حکم فرمایا تھا(۳)، تو امام غزالی فرماتے ہیں کہ حدیث معاذ؄ مشہور روایت ہے، امت نے اسے قبول کیا ہے جب کہ دوسری روایات آخبار آحاد ہیں جو ثابت نہیں ہیں۔ اگر وہ ثابت ہوں بھی تو احتمال ہے کہ یہ ان دونوں صحابہ؄ کے لیے خاص ہوں یا کسی معین واقعہ کے لیے ہوں(۴)۔

کتنے فاصلے کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری شمار کیا جائے؟ اس بارے میں امام غزالی لکھتے ہیں کہ جو صحابی ایک فرسخ(۵) اور اس سے زیادہ فاصلہ پر ہوتا، وہ اجتہاد سے کام لیتا تھا(۶)۔

غائبین کے لیے اجتہاد کے جواز میں بھی دو آراء ہیں۔ بعض اسے مطلق جائز قرار دیتے ہیں، جب کہ دوسروں کے نزدیک عہد رسالت میں صرف ان غائبین کو اجتہاد کی اجازت تھی جنہیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قاضی یا والی بنا کر دوسرے علاقوں کی طرف مبعوث فرمایا تھا۔

دوسری رائے: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اس صحابی کو اجتہاد کرنے کی اجازت تھی جسے آپ نے ایسا کرنے کا حکم دیا تھا(۷)۔ جیسے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذ؄(۸) کو محصورین ہوقہ

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۴/۲۰۵، المستدرک، کتاب الأحکام ۴/۸۹، سنن الدارقطنی، کتاب فی الأقضیہ والأحکام ۴/۲۰۳

۲۔ حضرت عقبہ بن عامر جہنی، قاری، عالم فرائض و فقہ، فصیح اللسان شاعر، کاتب اور قرآن جمع کرنے والے صحابہ میں سے تھے۔ آپ ۵۸ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۸/۱۰۰، الاصابۃ ۷/۲۱، اسد الغابۃ ۳/۵۱، حلیۃ الأولیاء ۲/۸

۳۔ تفصیل ملاحظہ ہو سنن الدارقطنی، کتاب الأقضیۃ والأحکام ۴/۲۰۳، مجمع الزوائد ۴/۱۹۹، المعجم الأوسط ۴/۳۵۰

۴۔ المستصفی (وبذیلہ فواتح الرحموت) ۲/۳۵۵

۵۔ ایک فرسخ تین میل کے برابر ہے ملاحظہ ہو الافصاح فی فقہ اللغۃ، مادہ "ف ر س خ" ۲/۱۲۵۴۔ تین میل تقریباً ۴٫۸۲۸۰۳ کلومیٹر کے برابر ہیں۔

۶۔ المنخول من تعلیقات الأصول ص ۳۶۸

۷۔ ارشاد الفحول ص ۲۳۶، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۲۲۰، العدۃ فی اصول الفقہ ۸/۱۵۹۰، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۳۴۷

۸۔ حضرت سعد بن معاذ؄ بدری انصاری۔ غزوہ خندق (۵ھ) میں تیر لگنے سے رگ کٹ گئی جس کا خون بند نہ ہوا اور ۳۷ سال کی عمر میں وفات پائی۔ آپ کے جنازہ پر ستر ہزار فرشتے حاضر تھے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳/۴۲۰، اسد الغابۃ ۲/۳۶۱

کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا تھا(۱) ۔ البتہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے از خود کیے گئے اجتہاد کو برقرار رکھا تو یہ اجتہاد جائز ہے۔ جیسے کافر مقتول کا سامان اسے قتل کرنے والے مسلمان سپاہی کو ملنے کے بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کا اجتہاد(۲) ۔

جرجانیؒ (۳) کا موقف ہے کہ اذنِ نبوی سے اجتہاد جائز ہے، اس کے بغیر جائز نہیں ہے(۴)۔

ابوبکر جصاصؒ (۵) نے لکھا ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں دو حالتوں میں اجتہاد جائز تھا، ایک یہ کہ جب آپ نے صحابہؓ سے مشورہ طلب فرمایا، جیسے اسیرانِ بدر کا معاملہ۔ دوسری حالت یہ کہ آپ کی موجودگی میں صحابہؓ نے آراء پیش کیں یا اجتہاد سے ماخوذ حکم بتایا۔ اگر آپ نے اسے منظور فرمایا تو ایسا اجتہاد صحیح ہے، ورنہ اگر مسترد فرمایا تو وہ باطل ہے۔ جس صورت میں اجتہاد جائز نہیں تھا وہ یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں ایسا اجتہادی حکم مستقل طور پر نافذ کر دیا جائے جس کے بارے میں آپ کی اجازت نہ ہو۔ یہ جائز نہیں ہے۔ جو شخص ایسا کرتا ہے وہ اس بات سے محفوظ نہیں ہے کہ کوئی ایسی نص نازل ہو چکی ہو جس میں حکم موجود ہو یا اس نص کی بنیاد پر حکم سمجھا جا سکتا ہو۔ جب کسی نے اجتہاد کی بنیاد پر کوئی حکم نافذ کر دیا تو یہ اللہ اور اس کے رسول سے آگے نکلنا ہے(۶)۔

تیسری رائے: اگر صحابی کو اجتہاد سے منع نہیں کیا گیا تو اسے عہدِ رسالت میں اجتہاد کی اجازت تھی(۷)۔

چوتھی رائے: کسی صحابی کا اجتہاد معلوم ہو جانے کے باوجود آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس پر سکوت فرمانا اس اجتہاد کی قبولیت کے لیے کافی ہے(۸)۔

پانچویں رائے۔ اگر اجتہاد احکام میں ہوتا جیسے کسی چیز کو فرض یا حرام قرار دینا، تو ایسے اجتہاد کی اجازت نہیں تھی، اس کے علاوہ دیگر مسائل میں اجتہاد کی اجازت تھی۔ یہ رائے امام ابن حزمؒ کی ہے(۹)۔

۱۔ تاریخ الأمم والملوک ۳/۵۶، الطبقات الکبری ۳/۲۲۳، ابوعبید، کتاب الأموال ص ۱۳۰

۲۔ صحیح بخاری، کتاب المغازی، باب قولہ تعالیٰ: ویوم حنین ...، ۲/۶۱۸

۳۔ ابوعبداللہ محمد بن یحییٰ بن مہدی جرجانی، حنفی فقیہ، مناظر، زاہد۔ آپ کا اصحاب تخریج میں شمار تھا۔ آپ ۳۹۷ھ میں فوت ہوئے اور قبر امام ابوحنیفہ کے پاس دفن کیے گئے۔ ملاحظہ ہو: المنتظم ۱۵/۶۶، الفوائد البہیۃ ص ۲۰۲

۴۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۵/۱۵۹۰

۵۔ ابوبکر احمد بن علی رازی، لقب جصاص، حنفی فقیہ، اصولی، مجتہد۔ آپ کا سال وفات ۳۷۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو: المنتظم ۱۳/۲۷۷، العبر ۲/۳۴۳، شذرات الذھب ۳/۷۱، الفوائد البہیۃ ص ۲۷

۶۔ اصول الجصاص ۲/۲۷۵ وبعد

۷۔ آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۴/۲۰۷

۸۔ ایضاً ۴/۲۰۷

۹۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۵/۱۳۳

چھٹی رائے: اکثر اصولیین کے نزدیک عہد رسالت میں اجتہاد صحابہؓ کی مطلق اجازت تھی، خواہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہوں یا آپ سے دور(۱)۔ البتہ آمدیؒ اور ابن الحاجبؒ کے نزدیک عہد نبوی میں وقوع اجتہاد کے متعلق یقینی طور پر نہیں کہا جا سکتا۔ یہ محض گمان ہے کہ انہوں نے عہد رسالت میں اجتہاد کیا تھا۔ ان دونوں علماء کا قول مختار یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اجتہاد جائز تھا(۲)۔

مطلق جواز کے قائلین کا استدلال درج ذیل ہے:

۱۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر مامور تھے کہ صحابہؓ کو شریک مشورہ کریں۔

قرآن مجید میں ہے:

وَشَاوِرْهُمْ فِي الْأَمْرِ [آل عمران ۳:۱۵۹]

اور اپنے کاموں میں اُن سے مشورہ لیا کرو

مشورہ اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک صحابہ کرامؓ اجتہاد نہ کریں اور اپنی آراء نہ دیں۔

۲۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں اور آپ سے دور اجتہاد کی اجازت ہے تو آپ کے پاس ہوتے ہوئے اجتہاد کا جواز بدرجہ اولیٰ ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور غیر حاضری میں اجتہادی غلطی کا استدراک ممکن نہیں ہے، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں کیے گئے اجتہاد میں تلافی خطا ممکن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کرنا گویا کتاب وسنت سے اجتہاد کرنا ہے۔

۳۔ متعدد ایسے واقعات مروی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور صحابہؓ نے اجتہادات کیے۔ یہ ظواہر اس بات پر دلیل ہیں کہ عصر رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اجتہاد جائز تھا۔ مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی حضرت ابو بکرؓ نے کافر مقتول کے سامان کے مسئلہ پر اجتہادی رائے دی(۳)۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے محصورین بنو قریظہ کا فیصلہ کیا(۴)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور اجتہاد کی ایک اور مثال ہے کہ ایک شخص حضرت عمرؓ کے پاس آیا اور کہا کہ مجھے غسل کی حاجت ہوگئی اور پانی نہ مل سکا۔ حضرت عمارؓ(۵) نے حضرت عمرؓ

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳/۴۰۷ المعتمد فی اصول الفقه ۲/۲۲۲ ۲۲۳ الوصول الی الاصول ۲/ ۳۷۶ حصول المامول ص۱۹۰۔ نهاية الوصول ۳۸۱۶/۸ تشنيف المسامع ۲/ ۴۰۹ التبصرة ص ۵۱۹ المحصول من المحصول ۲۸۳/۲ شرح مختصر الروضة ۵۸۹/۳ اللمع ص۱۳۳، الواضح فی اصول الفقه ۵/ ۳۹۹ منتهی الوصول ص ۲۰

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳/۴۰۷

۳۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب قوله تعالیٰ ویوم حنین...... ۲/۶۱۸

۴۔ الطبقات الکبریٰ ۳/۴۲۳ تاریخ الامم والملوک ۳/۵۹ کتاب الاموال ص ۳۰ ۔صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی الله علیه وسلم من الأحزاب ۲/۵۹۱

۵ حضرت عمار بن یاسر بن عامرؓ بدری، حضرت عمرؓ نے آپ کو کوفہ کا گورنر بنایا۔ آپ جنگ صفین (۳۷ھ) میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیتے ہوئے شہید ہوئے ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳/ ۱۳، ۳/۲۳۶ الاستیعاب ۸/۳۲۲ الاصابة ۷/ ۶۴ اسد الغابه ۵/ ۱۲۲ حلية الأولياء ۱/۱۳۹

سے کہا کیا آپ کو یاد نہیں ہم سفر میں تھے اور غسل کی حاجت ہوگئی۔ آپ نے نماز نہ پڑھی مگر میں نے مٹی میں لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بیان کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا انما کان یکفیک ھکذا۔ یعنی تجھے صرف یہ کافی تھا۔ (یہ کہہ کر) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں ہاتھوں کو زمین پر مارا اور ان پر پھونک دیا پھر ان سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا(۱)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں اجتہادِ صحابہؓ کا پتہ چلتا ہے(۲)۔

قائلین نے مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں

۱۔ یہ اعتراض کہ قطعی علم کی طرف رجوع کا امکان ہوتے ہوئے غالب گمان سے اجتہاد جائز نہیں، اس کا جواب یہ ہے کہ قطعی علم کی طرف رجوع کا امکان غالب گمان سے اجتہاد سے منع نہیں کرتا۔ جیسے خبر واحد پر عمل جائز ہے اگرچہ خبر جماعت کی طرف رجوع ممکن ہو۔ یہ اسی طرح جائز ہے جیسے کوئی شخص اس چیز کی بنیاد پر فیصلہ کرے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اس کے پاس پہلے سے ہی پہنچ گئی ہو، اگرچہ اس کے لیے ممکن ہو کہ وہ قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع اور اس کی صحت پر یقین کرے۔ لہذا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد ایسے ہے گویا وہ علم کی بنیاد پر حکم دے رہا ہے کیوں کہ غلطی کی صورت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم اسے اجتہاد سے روک دیں گے۔ پس لازم ہے کہ نبی کی موجودگی میں اجتہاد جائز ہو(۳)۔

۲۔ یہ بات کہ صحابہ کرامؓ مختلف وقائع کا حکم معلوم کرنے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع فرماتے تھے، ممکن ہے ایسا ان واقعات میں ہو جہاں صحابہؓ کو اجتہاد کی کوئی وجہ معلوم نہ ہو، اور اگر معلوم ہو جائے تو پھر مقصود تک پہنچنے کے لیے دو صورتوں میں سے ایک پر انسان قادر ہو جاتا ہے۔ اس کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک طریقہ کو چھوڑ کر دوسرے طریقہ کی طرف رجوع کرے۔ یہ واضح بات ہے کہ اجتہاد ایک طریقہ ہے جس کی بنا پر حکم تک پہنچا جا سکتا ہے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا بھی ایک طریقہ ہے(۴)۔

۳۔ یہ اعتراض کہ عصرِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں جوازِ اجتہاد پر روایات کا تعلق اخبارِ آحاد سے ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ وہ اخبارِ آحاد ہیں لیکن امت انہیں قبول کرتی آئی ہے۔ اب یہ کہنا درست ہے کہ یہ روایات بالاتفاق قطعیت کا فائدہ دیتی ہیں(۵) اور فقہاء کی طرف سے اخبارِ آحاد کو قبول کرنے اور ان پر عمل ہونے

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب ھل ینفخ فی یدیہ بعد ما یضرب ۲۸/۱، صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم ۲۸۱،۲۸۰/۱، سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب التیمم ۳۵/۱، سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب التیمم ۲۹/۱، ۱۳۰، سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ و سننھا، باب ماجاء فی التیمم ضربۃ واحدۃ ۳۹/۱، ۳۳۰

۲۔ فتح الباری ۳۷۶/۱

۳۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۵۲۰

۴۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۰۹/۴

۵۔ نہایۃ الوصول ۳۸۲۲/۸

کی وجہ سے یہ حد تواتر کو پہنچ گئی ہیں(۱)۔

۴۔ یہ درست نہیں ہے کہ ان اخبارِ آحاد سے عموم ثابت نہیں ہوتا۔ یہ عموم کا فائدہ دیتی ہیں۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی معاصر کے حق میں آپ کی موجودگی میں اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے تو پھر اس سے ضرورت کے وقت دوسروں کے حق میں بھی اجتہاد کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

حاصلِ بحث

عصرِ رسالت میں جواز اور عدم جوازِ اجتہاد پر فریقین کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے مطلق جواز کے قائلین کا موقف راجح نظر آتا ہے۔ اس مبارک عہد میں صحابہؓ کو اجتہاد کے لیے ہر طرح کی صورت حال پیش آتی رہی۔ کبھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے ان کی رائے طلب فرمائی، بعض اوقات اپنی موجودگی میں ان کو کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا۔ کبھی لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے صحابہؓ کو دور علاقوں کی طرف بھیجا۔ ایسا بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں کسی صحابی نے اپنی رائے سے کوئی قدم اٹھایا تو آپ نے اس کی نکیر نہیں فرمائی۔

اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو اپنی موجودگی میں اجتہاد کا حکم دیا تھا تو اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت کے بغیر یا آپ کی غیر موجودگی میں اجتہاد کی ممانعت ثابت نہیں ہوتی۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی صحابی کو والی یا قاضی بنا بھیجا اور انہیں یہ اختیار دیا کہ وہ کتاب و سنت میں مسئلہ کا حکم نہ ملنے پر اپنی رائے سے اجتہاد کریں تو اس سے نتیجہ نہیں نکلتا کہ غیر والی یا غیر قاضی صحابی کو ایسے مسئلہ کا حکم دریافت کرنے کی اجازت نہیں تھی جس کے بارے میں قرآن و سنت خاموش ہوں۔

عہدِ رسالت میں نزولِ وحی کے ہر وقت امکان کے باوجود اجتہاداتِ صحابہؓ کے جو واقعات ملتے ہیں اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مکلفین کے مصالح کی حفاظت ہو۔ شریعت کا مقصد حصولِ مصالح ہے۔ اگر صحابہؓ کو اجتہاد کی اجازت نہ ہوتی اور انہیں ہر مسئلہ میں اور ہر جگہ پر وحی کی طرف رجوع کرنے کا حکم ہوتا تو ممکن تھا کہ ناگزیر اور ضروری حالات میں کئی انسانی مصالح کا حرج ہو جاتا جو مقاصدِ شریعت سے متصادم ہے۔

تاہم عہدِ نبوی میں حضرات صحابہ کرامؓ عادتاً اجتہاد نہیں کرتے تھے۔ ایسا نہیں تھا کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کیے بغیر ہر معاملہ میں اور ہر وقت ذاتی اجتہاد سے کام لیتے ہوں۔ وہ ایسا صرف ناگزیر صورتوں ہی میں کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو اپنی موجودگی میں اجتہاد کی اجازت دی۔ مثلاً حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی موجودگی میں حضرت علیؓ کو دو جھگڑنے

۱۔ جصاص، احکام القرآن ۱/۴۷

والوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا(۱)۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دور صحابہؓ کے لیے بھی اجتہاد جائز تھا۔

حافظ ابن قیم(۲) نے لکھا ہے کہ یہ اجتہادات اس بات کی دلیل ہیں کہ حیات نبوی میں اجتہاد نہ صرف جائز رکھا گیا بلکہ اس پر عمل بھی ہوا۔ ایسا صرف نص کی عدم موجودگی میں اور اجتہاد کی واقعی ضرورت کے وقت ہوا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے کئی مواقع پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اجتہاد کیا اور آپ نے اسے تسلیم کیا، لیکن ایسا صرف جزوی احکام میں تھا، کلی اور عام امور میں صحابہ کرامؓ کا یہ طریقہ نہیں تھا۔ ان امور میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی کی جانب سے اجتہاد نہیں ہوا(۳)۔

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو المستدرک، کتاب الأحکام ۸۸/۴ مسند احمد بن حنبل ۲۰۵/۴ سنن الدارقطنی کتاب الأقضیة والأحکام ۲۰۳/۴

۲۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب۔ ابن قیم جوزیہ کے نام سے مشہور ہیں۔ آپ حنبلی، حافظ، فقیہ، مجتہد، اصولی، مفسر، نحوی اور متکلم تھے۔ آپ ۷۵۱ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۱۶۸/۶ البدر الطالع ۱۴۳/۲ الدرر الکامنة ۴۰۰/۳ التاج المکلل ص ۴۱۵

۳۔ زاد المعاد ۳۹۴/۳

فصل سوم

فقہاء صحابہ کرامؓ

قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَيَرَى الَّذِينَ أُوتُوا الْعِلْمَ الَّذِي أُنْزِلَ إِلَيْكَ مِنْ رَبِّكَ هُوَ الْحَقَّ (سبا ۳۴:۶)

اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔

قتادہؒ(۱) فرماتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ مندرجہ بالا آیت کے مصداق ہیں(۲)۔ یہ صحابہؓ ہی کا طبقہ ہے جس میں امت مسلمہ کے سب سے بڑے فقہاء، مفتیان، مجتہدین اور علماء پائے جاتے ہیں۔ مجاہدؒ(۳) کا قول ہے کہ علماء تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ ہیں(۴)۔ ابو اسحاق شیرازی(۵) نے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہنے اور آپ کے ساتھ ملازمت کا اہتمام کرنے والے اکثر صحابہ کرامؓ فقہاء تھے(۶)۔

حضرت انس بن مالکؓ کی روایت ہے کہ جب ہوازن(۷) کا مال قریش کے بعض لوگوں میں تقسیم کیا گیا تو چند انصار نے باتیں کیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بلوا کر فرمایا یہ کیسی بات ہے جو تمہاری طرف سے مجھے کہی گئی ہے۔ اس روایت میں آگے یہ الفاظ آتے ہیں ''فقال له فقهاؤهم'' تو ان میں سے فقہاء نے کہا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! ہم میں سے جو سمجھدار ہیں انہوں نے کچھ نہیں کہا لیکن بعض کم عمر لوگوں نے کہا(۸)۔ اس روایت میں صحابہ

۱۔ قتادہ بن دعامہ بصری، تابعی، حافظ، ثقہ، مفسر، لغوی، انساب و ایام عرب کے عالم۔ آپ پیدائشی نابینا تھے اور ۱۱۷ھ میں شہادت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: المنتظم ۱۸۳/۷، شذرات الذهب ۱۵۳/۱، وفیات الأعیان ۸۵/۳، صفة الصفوة ۲۲۳/۳، البدایة والنهایة ۳۱۳/۹، تذکرة الحفاظ ۲۲/۱

۲۔ الفکر السامی ۲۳۲/۱

۳۔ مجاہد بن جبر، تابعی، فقیہ، مفسر اور تلمیذ حضرت ابن عباسؓ۔ آپ ۱۰۳ھ کو مکہ میں فوت ہوئے۔ اس بارے میں ۱۰۲ھ، ۱۰۴ھ اور ۱۰۸ھ کے اقوال بھی آتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: الطبقات الکبری ۴۶۶/۵، شذرات الذهب ۱۲۵/۱، صفة الصفوة ۱۲۳/۲، سیر اعلام النبلاء ۴۴۹/۴، حلیة الأولیاء ۲۷۹/۳

۴۔ الفکر السامی ۲۳۲/۱

۵۔ ابو اسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شیرازی، فقیہ، اصولی، مجتہد اور شاعر۔ آپ کا انتقال ۴۷۶ھ کو بغداد میں ہوا۔ ملاحظہ ہو: طبقات الشافعیة الکبری ۸۸/۳، شذرات الذهب ۳۴۹/۳، مرآة الجنان ۱۱۰/۳، العبر ۲۸۳/۳، وفیات الأعیان ۲۹/۱، المنتظم ۲۲۸/۹

۶۔ طبقات الفقہاء ص ۳۵

۷۔ قبیلہ ہوازن وغیرہ کے خلاف ۸ھ کو غزوہ حنین میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو ابن کثیر، السیرة النبویة ۶۱۰/۳

۸۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعطی المؤلفة قلوبهم ۳۳۵/۱۔ نیز ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الزکوٰة، باب اعطاء المؤلفة قلوبهم علی الإسلام ۴۲۲/۱-۴۲۳

کرامؓ کے لیے فقہاء کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔

تمام صحابہ کرامؓ فقہاء، مجتہدین یا مفتیان نہیں تھے۔ سب رتبہ اجتہاد کو نہیں پہنچے ہوئے تھے۔ ان میں سے بعض مجتہدین تھے اور دوسرے ان کی تقلید کرتے اور ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایسا اس لیے تھا کہ تمام صحابہ کرامؓ ذہنی استعداد، خداداد صلاحیتِ فہم وادراک اور صحبتِ نبوی سے کسبِ فیض میں یکساں نہیں تھے اور یہ عجیب بات نہیں ہے۔ متعدد واقعات اس بات کی تائید کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ میں بعض اجتہادی صلاحیت رکھتے تھے جب کہ دوسرے صحابہؓ ان مجتہدین کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ایسا عہدِ رسالت میں بھی ہوتا تھا۔

حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت زید بن خالد جُہنیؓ (۱) روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا اور کہنے لگا میں آپ کو اللہ کی قسم دیتا ہوں، آپ میرا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کر دیں۔ اس شخص کا حریف بولا ہاں آپ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کریں اور مجھے بات کرنے کی اجازت دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہو۔ وہ کہنے لگا میرا بیٹا اس کے گھر نوکر تھا جس نے اس کی عورت سے زنا کیا۔ مجھ سے لوگوں نے کہا تیرے بیٹے پر رجم ہے۔ میں نے اس کے بدلے میں سو بکریاں اور ایک لونڈی دی۔ پھر میں نے عالموں سے پوچھا، انہوں نے مجھے بتایا کہ تیرے بیٹا کو سو کوڑے لگیں گے، ایک برس کی جلاوطنی ہوگی اور اس کی عورت بھی رجم ہوگی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

و الذی نفسی بیده لأقضین بینکما بکتاب اللّٰه الولیدة و الغنم ردّ و علی ابنك جلد مائة و تغریب عام و اغد یا اُنیس الی امراة هذا فإن اعترفت فارجمها

میں تم دونوں کا فیصلہ کتاب اللہ کے موافق کروں گا۔ تم لونڈی اور بکریاں واپس لے لو۔ تمہارے بیٹے کو سو کوڑے لگیں گے اور اسے ایک برس کی جلاوطنی ہے۔ اور اے انیسؓ (۲) تم صبح تم اس عورت کے پاس جاؤ، اگر زنا کا اقرار کرے تو اسے رجم کر دینا۔

حضرت انیسؓ صبح اس عورت کے پاس گئے جس نے اقرار کر لیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر وہ عورت رجم کر دی گئی (۳)۔

مندرجہ بالا روایت میں اعرابی کے الفاظ یہ تھے "فسألت اهل العلم فاخبرونی" (پھر میں نے عالموں سے

۱۔ حضرت زید بن خالد جہنیؓ۔ آپ کی روایت کردہ احادیث صحیحین اور دیگر کتب احادیث میں موجود ہیں۔ آپ ۷۸ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ایک قول ۶۸ھ کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو: الإستیعاب ۵۸/۲، الاصابة ۵۲/۳، اسد الغابة ۲۵۵/۲

۲۔ حضرت انیس بن ضحاک اسلمیؓ۔ آپ کے مفصل حالات نہیں مل سکے۔ ملاحظہ ہو الإستیعاب ۲۱۳/۱ الاصابة ۱ ۲، اسد الغابة ۳۰۲

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی ۱۳۲۵،۱۳۲۴/۳۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المحاربین، باب هل یأمر الإمام رجلا فیضرب الحد غائبا عنه ۳/۲۰ سنن ابی داود، کتاب الحدود، باب المرأة التی امر النبی صلی اللّٰه علیه وسلم برجمها من جهینة ۱۵۶/۳ الموطا، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم ص ۶۲۷ صحیح الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی الرجم علی الثیب ۲۰۵/۶ سنن ابن ماجه، کتاب الحدود، باب حد الزنا ۲۲۲-۲۲۱/۳

پوچھا، انہوں نے مجھے بتایا)۔ یہ الفاظ بھی اس پر دلالت کرتے ہیں کہ تمام صحابہ کرامؓ فقہاء اور مجتہدین نہیں تھے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی مبارک میں مجتہد صحابہ کرامؓ فتویٰ دیا کرتے تھے۔

عہد رسالت میں مفتی صحابہ کرامؓ میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ(۱) حضرت زید بن ثابتؓ(۲)، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابی بن کعبؓ(۳)، حضرت حذیفہ بن الیمانؓ، حضرت ابوالدرداءؓ(۴) اور حضرت عمار بن یاسرؓ شامل ہیں(۵)۔ حضرت عمرؓ قبل از بعثت نبوی بھی عربوں کے فیصلے کیا کرتے تھے(۶)۔

فقہاء اور مجتہدین صحابہ کرامؓ کی فضیلت میں متعدد احادیث و آثار وارد ہوئے ہیں

حضرت ابوبکر صدیقؓ آپ کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن الله يكره أن يُخطى ابوبكر(۷)

اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے کہ حضرت ابوبکرؓ سے غلطی ہو

حضرت عمرؓ: حضرت عقبہ بن عامرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو كان بعدي نبي لكان عمر بن الخطاب(۸)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے

۱۔ حضرت عبدالرحمان بن عوف، بدری، عشرہ مبشرہ میں سے اور حضرت عمرؓ کی چھ رکنی مجلس کے رکن تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ان کی اقتدا میں نماز ادا فرمائی۔ آپ ۳۱ھ کو فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳/۱۲۴، الاستیعاب ۲/۸۴۴، الاصابہ [illegible]، اسد الغابہ ۳/۴۷۵، حلیۃ الأولیاء ۱/۹۸، سیر اعلام النبلاء ۱/۶۸، مرآۃ الجنان ۱/۸۶

۲۔ حضرت زید بن ثابت بن ضحاک انصاری۔ [illegible] کاتب وحی تھے۔ [illegible] جمع و تدوین قرآن کا کام آپ کی سربراہی میں ہوا۔ [illegible] آپ کا سن وفات ۴۵ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۲/۳۵۹، الاستیعاب [illegible]، اسد الغابۃ ۲/۳۴۶، سیر اعلام النبلاء ۲/۴۲۶

۳۔ حضرت ابی بن کعب بن قیس، انصاری، بدری، سید القراء۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو سید المسلمین کا لقب دیا۔ [illegible] ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳/۴۹۸، الاستیعاب [illegible]، الاصابۃ [illegible]، اسد الغابہ [illegible]، سیر اعلام النبلاء ۱/۳۸۹

۴۔ حضرت ابوالدرداء انصاری۔ آپ کا نام عویمر ہے۔ والد کے نام میں اختلاف ہے۔ اس بارے میں عامر، قیس، ثعلبہ اور مالک [illegible] غزوہ بدر کے روز مسلمان ہوئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حکیم الامت قرار دیا۔ آپ ۳۲ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۱/۳۹۱، الاستیعاب ۹/۵۵، ۱۱/۲۲۶، الاصابۃ ۷/۱۸۲، ۱۱/۱۱۴، اسد الغابۃ ۶/۹۳

۵۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۲/۳۳۴-۳۳۵، ۳۴۰، ۳۴۸، ۳۵۰، تاریخ الخلفاء ص۳۸، طبقات الفقہاء ص۳۹، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۳۰۲، البرہان فی اصول الفقہ ۲/۳۳۳ وبعد

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۱۵۳

۷۔ المعجم الأوسط ۳/۵۹۳، اس کے رجال ثقہ ہیں: مجمع الزوائد ۹/۴۶

۸۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب فی مناقب عمر بن الخطاب ۱۳/۱۳۵، مزید ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۴/۱۵۴، کتاب فضائل الصحابۃ ۱/۳۵۶، تذکرۃ الحفاظ ۱/۵

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

قد كان فيمن كان قبلكم من بني اسرائيل رجال يُكلّمون من غير أن يكونوا انبياء فإن يك من امتي منهم احد فعمر(۱)

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں کچھ لوگ ایسے ہوتے تھے کہ ان سے باتیں کی جاتی تھیں بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں۔ پس اگر میری امت میں کوئی ایسا ہوگا تو عمر ہوگا۔

حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن الله جعل الحق على لسان عمر و قلبه(۲)

بے شک اللہ نے حضرت عمرؓ کی زبان و قلب پر حق جاری فرمایا ہے۔

حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ علم کے دس حصوں میں سے نو حضرت عمرؓ کے پاس ہیں۔ اگر ترازو کے ایک پلڑے میں صرف حضرت عمرؓ کا علم رکھا جائے اور دوسرے میں تمام دنیا کا، تب بھی حضرت عمرؓ کے علم کا پلڑا بھاری رہے گا(۳)۔

حضرت عثمانؓ۔ ابن سیرینؒ بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ یہ جانتے تھے کہ ان میں حضرت عثمانؓ احکام حج کے سب سے زیادہ عالم تھے(۴)۔

حضرت علیؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے ساتھ وہی مقام دیا جو حضرت ہارون علیہ السلام کو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا أما ترضى ان تكون مني بمنزلة هارون من موسى (۵)۔ حضرت عائشہؓ نے حضرت علیؓ کے بارے میں فرمایا بے شک حضرت علیؓ لوگوں میں سے سب سے زیادہ عالمِ سنت تھے(۶)۔ حضرت ابن عباسؓ فرماتے تھے کہ اگر کوئی معتبر آدمی ہمیں حضرت علیؓ کی جانب سے فتویٰ بیان کرتا تو ہم اس کی مخالفت نہیں کرتے تھے(۷)۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطاب ۱/ ۵۲۱

۲۔ جامع الترمذی، ابواب المناقب، مناقب ابی حفص عمر بن الخطابؓ ۱۳/ ۱۳۳، مزید دیکھئے سنن ابن ماجہ، المقدمہ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فضل عمرؓ ۱/ ۸۷، سنن ابی داؤد، کتاب الخراج والفئ والامارۃ، باب فی تدوین العطاء ۲/ ۳۳۷، ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی فضل عمر بن الخطابؓ ۷/ ۴۸۰، مسند احمد بن حنبل ۲/ ۵۳، ۹۵، ۴۰۱، ۵/ ۱۴۵، ۱۶۵، ۱۷۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/ ۶، الطبقات الکبریٰ ۲/ ۳۳۵، المسند للشافعی ۲/ ۳۷۶، ابو عبید، کتاب الأموال ص ۳۸۲

۳۔ الطبقات الکبریٰ ۲/ ۳۳۶، اعلام الموقعین ۱/ ۱۶

۴۔ طبقات الفقہاء ص ۱۳، اعلام الموقعین ۱/ ۱۸

۵۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب علیؓ ۱/ ۵۲۶، البحر الزخار ۳/ ۱۰۶۵، المسند للشافعی ۶۵

۶۔ طبقات الفقہاء ص ۴۲

۷۔ الطبقات الکبریٰ ۲/ ۳۳۸

حضرت زید بن ثابتؓ: حضرت ابن عباسؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی قبر پر کھڑے ہو کر فرمایا ھکذا یذھب العلم(۱)۔ یعنی اس طرح علم جاتا ہے۔

مسروقؒ(۲) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے مدینہ آ کر حضرت زید بن ثابتؓ کو ''الراسخین فی العلم'' میں سے پایا(۳)۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے زمانوں میں حضرت زید بن ثابتؓ مدینہ میں فتویٰ، فرائض اور قرأت کے رئیس تھے(۴)۔ سلیمان بن یسارؒ(۵) بیان کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ قضاء اور فتویٰ، فرائض اور قرأت میں حضرت زید بن ثابتؓ پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے(۶)۔ حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے کہ جو میراث کے مسائل دریافت کرنا چاہے وہ حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس جائے، جو فقہ پوچھنا چاہے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے اور جو مال کا ارادہ رکھتا ہو وہ میرے پاس آئے(۷)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ: حضرت عبادۃ بن الصامتؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

معاذ بن جبل اعلم الأولین والأخرین بعد النبیین والمرسلین و أن اللہ یباھی بہ الملائکۃ(۸)

انبیاء اور رسل کے بعد اولین اور آخرین میں سب سے زیادہ عالم معاذ بن جبلؓ ہیں اور اللہ تعالیٰ ملائکہ کے سامنے حضرت معاذ بن جبلؓ پر فخر کرتے ہیں۔

حضرت عمرؓ فقہ کے متعلق پوچھنے والوں کو حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جانے کا مشورہ دیتے(۹) اور فرماتے تھے کہ روزِ قیامت جب علماء جمع ہوں گے تو حضرت معاذؓ بقدر پتھر پھینکنے کے ان سے آگے ہوں گے(۱۰)۔ جب اصحاب

۱۔ اعلام الموقعین ۱/۱۸

۲۔ مسروق بن الاجدع تابعی فقیہ تھے، آپ کو بچپن میں کسی نے اغوا کیا، پھر مل گئے۔ تب آپ کا نام مسروق پڑ گیا۔ حضرت عمرؓ نے جب ان سے نام پوچھا، آپ نے مسروق بن الاجدع بتایا۔ آپ ۶۳ھ/۶۸۲ء میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۶/۷۶، المنتظم ۶/۹، مرآۃ الجنان ۱/۱۳۹، شذرات الذہب ۱/۷۱، سیر اعلام النبلاء ۴/۶۳، صفۃ الصفوۃ ۳/۱۳، تاریخ بغداد ۱۳/۲۳۲، تذکرۃ الحفاظ ۱/۴۹

۳۔ اعلام الموقعین ۱/۱۸

۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۶۰

۵۔ سلیمان بن یسار تابعی مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے۔ آپ ۱۰۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۵/۱۷۴، المنتظم ۷/۱۲۰، شذرات الذہب ۱/۱۳۴، مرآۃ الجنان ۱/۲۲۸، سیر اعلام النبلاء ۴/۴۴۴، وفیات الاعیان ۲/۳۹۹، تذکرۃ الحفاظ ۱/۹۱

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۵۹، طبقات الفقہاء ص ۳۶

۷۔ اعلام الموقعین ۱/۲۱

۸۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۲۷۱

۹۔ طبقات الفقہاء ص ۳۶، ابوعبید، کتاب الأموال ص ۲۱۱

۱۰۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۴۸، ۳/۵۹۰

رسول صلی اللہ علیہ وسلم آپس میں علمی مذاکرہ کرتے اور وہاں حضرت معاذؓ موجود ہوتے تو ہیبت کے ساتھ سب کی نظریں حضرت معاذؓ کے چہرے پر پڑتیں(۱)۔

حضرت ابی بن کعبؓ: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت اُبی بن کعبؓ کو امت کا سب سے بڑا عالم قرآن قرار دیا ہے(۲)۔ حضرت انس بن مالکؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعبؓ کو بلا کر فرمایا إن اللّٰہ امرنی أن اقرأ علیك لم یكن الّذِیْنَ كفَرُوْا[البینۃ ۹۸ ا]۔ یعنی مجھے اللہ نے حکم دیا ہے کہ تمہیں "لَمْ یَكُنِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا" سناؤں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے عرض کیا کیا اللہ تعالیٰ نے آپ سے میرا نام لیا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہاں اللہ نے مجھ سے تمہارا نام لیا ہے۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے(۳)۔

حضرت عمرؓ لوگوں کو کہا کرتے تھے کہ جسے قرآن کے متعلق دریافت کرنا ہو وہ حضرت ابی بن کعبؓ کے پاس جائے(۴)۔ حضرت ابوبکرؓ کو جب کوئی ایسا معاملہ پیش آتا جس میں وہ اہل الرائے اور اہل العلم سے مشورہ لینا چاہتے اور مہاجرین و انصار کو بلاتے تو حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کو بلاتے تھے۔ یہ لوگ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں فتویٰ دیا کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی اپنے عہد خلافت میں انہی اصحاب کو بلاتے اور فتویٰ حضرت عثمانؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے پاس جاتا تھا(۵)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ: آپ کو اس اجازت تھی کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منع نہ فرمائیں آپ ان کے کمرے کا پردہ اٹھائیں اور ان کا راز سنیں(۶)۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو "كنیف ملئی علما" علم سے بھرا صندوق قرار دیا(۷) اور خود پر انہیں ترجیح دی۔ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کو اہل کوفہ کے ہاں بھجوایا اور انہیں لکھا إنی و الله الذی لا إله إلا هو اثرتكم به علی نفسی فخذ وا عنه(۸)۔ اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بے شک میں نے تمہارے

۱۔ اعلام الموقعین ۱/۱۸

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۳۴۱/۲

۳۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی بن کعب ۵۳۶/۱، الطبقات الکبریٰ ۳۴۰/۲، ۴۹۹/۳

۴۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۲۷۱/۳۔ ابوعبید، کتاب الأموال ص ۲۴

۵۔ الطبقات الکبریٰ ۳۵۰/۲

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۱۵۳/۳، ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی عبداللہ بن مسعودؓ ۵۲۰/۷

۷۔ الطبقات الکبریٰ ۳۴۴/۲، اعلام الموقعین ۱۷/۱، محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۳، ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی عبداللہ بن مسعودؓ ۵۲۱/۷، تذکرۃ الحفاظ ۱۳/۱

۸۔ الطبقات الکبریٰ ۱۵۷/۳، مزید ملاحظہ ہو طبقات الفقہاء، ص ۳۳۔ تذکرۃ الحفاظ ۱۴/۱، اخبار القضاۃ ۸۸/۲، ۸۹

لیے خود پر انہیں ترجیح دی ہے۔ پس ان سے علم حاصل کرو۔ حضرت علیؓ نے آپ کو فقیہ دین اور عالم سنت قرار دیا(۱)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے لوگوں سے فرمایا ہم سے نہ پوچھ کرو جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں یعنی حضرت ابن مسعودؓ(۲)۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کے لیے دعا فرمائی

اللهم علّمه الحكمة(۳)

اے اللہ! اسے حکمت سکھا

اللهم فقهه فی الدين و علّمه التاويل(۴)

اے اللہ! اسے دین میں سمجھ عطا کر اور تاویل کا علم سکھا

حضرت عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ کے بارے میں فرمایا اشهد انک تنطق عن بيت النبوة(۵)۔ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ تم مکانِ نبوت سے بولتے ہو۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کسی مسئلہ میں مشورہ کے لیے اہلِ بدر کے ہمراہ حضرت ابن عباسؓ کو بھی بلاتے تھے۔ آپ ان دونوں خلفاء کے ادوار میں مفتی تھے(۶)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو "نعم ترجمان القرآن" قرار دیا(۷)۔ طاؤسؒ(۸) بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے ستر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب وہ کسی معاملہ میں باہم گفتگو کرتے تو وہ قول حضرت ابن عباسؓ کی طرف رجوع کرتے تھے(۹)۔

حضرت عائشہؓ آپ حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے زمانوں میں اور اپنی وفات تک فتویٰ دیتی رہیں(۱۰)۔ اکابر صحابہؓ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے(۱۱)۔ حضرت عائشہؓ مسائلِ فرائض خوب حل کرتی تھیں اور

۱۔ الطبقات الكبرىٰ ۱۵۷/۳

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی رضاعه الكبير ۸۸/۲ الطبقات الكبرىٰ ۳۴۳/۲

۳۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابن عباسؓ ۵۳ الطبقات الكبرىٰ ۳۶۵/۲

۴۔ الطبقات الكبرىٰ ۳۶۵/۲ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب من فضائل عبدالله بن عباسؓ ۱۹۲۷/۴ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی ابن عباسؓ ۵۲۰/۷ تذکرة الحفاظ ۴۰

۵۔ الطبقات الكبرىٰ ۳۶۹/۲

۶۔ الطبقات الكبرىٰ ۳۶۶/۲، صفة الصفوة ۳۳۶/۱

۷۔ المستدرک، کتاب معرفة الصحابة ۵۳۸/۳

۸۔ طاؤس بن کیسان، تابعی، فقیہ، حضرت ابن عباس کے شاگرد۔ آپ کا انتقال ۱۰۶ھ کو مکہ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرىٰ ۵/۵۳۷ تذكرة الحفاظ ۹۰/۱ المنتظم ۱۱۵/۷ وفيات الأعيان ۵۰۹/۲ شذرات الذهب ۱۳۳/۱ مرآة الجنان ۲۲۷/۱ صفة الصفوة ۱۷۰/۲

۹۔ الطبقات الكبرىٰ ۳۶۷/۲

۱۰۔ ایضاً ۳۷۵/۲

۱۱۔ الطبقات الكبرىٰ ۳۷۵/۲، ۸۰/۸ تذکرة الحفاظ ۲۷/۱ طبقات الحفاظ ص ۳۸

بزرگ صحابہؓ فرائض کے مسائل حضرت عائشہؓ سے پوچھتے تھے(۱)۔

حضرت سلمان فارسیؓ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان فارسیؓ(۲) کے بارے میں فرمایا

لقد أُشبعَ سلمان علمًا(۳)

سلمان علم سے سیر کردیئے گئے ہیں۔

حضرت علیؓ نے فرمایا تم میں سوائے سلمانؓ کے لقمان حکیم کے مثل کون ہے جو علم اول و آخر کو جانتے تھے اور جنہوں نے کتاب اول بھی پڑھی ہے اور کتاب آخر بھی۔ وہ ایک دریا تھے جس کا پورا پانی نہیں نکالا جا سکتا(۴)۔

دیگر فقہاء صحابہؓ: ان کے علاوہ کئی دوسرے فقہاء صحابہؓ بھی تھے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ(۵) کو یمن بھیجا تاکہ وہاں کے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں(۶)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عمران بن حصینؓ کو بصرہ کا قاضی مقرر کیا تھا(۷)۔ حضرت ابوالدرداءؓ مدینہ میں حضرت عمرؓ کے ساتھ شریک ہوکر امور قضاء انجام دیا کرتے تھے(۸)۔ حضرت سلمہ بن اکوعؓ(۹) مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے(۱۰)۔

حضرت ابوسعید خدریؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا شمار نوجوان فقہاء میں ہوتا تھا(۱۱)۔ ابوسلمہؒ(۱۲) نے فرمایا کہ

۱۔ اعلام الموقعین ۱/۱۷

۲۔ حضرت سلمان فارسیؓ۔ آپ سے جب والد کا نام پوچھا جاتا تو فرماتے میں سلمان بن اسلام بنی آدم ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک آپ کا سال وفات ۳۵ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۷۵، ۶/۱۶، الاستیعاب ۲/۲۲۱، الاصابۃ ۲/۲۲۳، حلیۃ الأولیاء ۱/۱۸۵، اسد الغابۃ ۲/۵۱۰، سیر اعلام النبلاء ۱/۵۰۵

۳۔ الطبقات الکبری ۴/۸۵

۴۔ الطبقات الکبری ۴/۸۶

۵۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ۔ آپ کا نام عامر بن عبداللہ بن الجراح ہے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو امت کا امین قرار دیا اور لشکر شام کا امیر مقرر کیا۔ شام کا اکثر علاقہ آپ کے ہاتھوں فتح ہوا۔ آپ ۱۸ھ کو شام میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳/۴۰۹، ۷/۳۸۴، الاستیعاب ۲/۷۹۲، الاصابۃ ۵/۲۸۵، اسد الغابۃ ۳/۲۵۰، حلیۃ الأولیاء ۱/۱۰۰، سیر اعلام النبلاء ۱/۵

۶۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳/۲۶۷

۷۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۹

۸۔ مقدمۃ ابن خلدون ص ۴۵۳

۹۔ حضرت سلمہ بن عمرو بن الاکوع۔ بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔ غزوہ حدیبیہ میں حصہ لیا۔ آپ ۷۴ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۳۰۵، الاستیعاب ۲/۶۲۷، الاصابہ ۲/۶۳۳، اسد الغابۃ ۲/۵۱۰، سیر اعلام النبلاء ۳/۳۲۶، مرآۃ الجنان ۱/۱۵۵

۱۰۔ البدایۃ والنہایۃ ۹/۶

۱۱۔ الطبقات الکبری ۲/۳۷۳-۳۷۴

۱۲۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمان بن عوفؒ۔ تابعی مدنی، قاضی، حافظ، کثیر الحدیث۔ آپ کا نام اور کنیت ابوسلمہ ہی ہے۔ آپ کا انتقال ۹۴ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۵/۱۵۵، تذکرۃ الحفاظ ۱/۶۳، شذرات الذہب ۱/۱۰۵، مرآۃ الجنان ۱/۱۹۱، سیر اعلام النبلاء ۴/۲۸۷

حضرت ابن عمرؓ کے زمانے میں ان کی کوئی نظیر نہیں تھی(۱)۔ حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ(۲)، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ(۳)، حضرت ابوواقد اللیثیؓ(۴) اور حضرت عبداللہ بن بحینۃؓ(۵) بھی مدینہ میں فتویٰ دیا کرتے تھے(۶)۔

حضرت معاذ بن جبلؓ کی وفات کے وقت ان سے کہا گیا کہ وصیت کریں۔ آپ نے فرمایا ''علم اور ایمان اپنی اپنی جگہ پر ہیں۔ جو انہیں تلاش کرے گا، پالے گا۔ چار اشخاص کے پاس علم تلاش کرو عویمر ابوالدرداءؓ، سلمان فارسیؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور عبداللہ بن سلامؓ(۷)'' (۸)۔

مسروقؒ کا قول ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ میں اصحاب قضاء چھ تھے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ(۹)۔ حاکم نیشاپوریؒ(۱۰) نے وہ روایت زیادہ صحیح قرار دی ہے جس میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے بجائے حضرت معاذ بن جبلؓ کا نام ہے(۱۱)۔

۱۔ طبقات الفقہاء ص ۵۰

۲۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ۔ قرآن اور کتب سابقہ کے عالم تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو حدیث لکھنے کی اجازت دی۔ آپ ۶۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲۳۸/۶، الطبقات الکبریٰ ۲۶۱/۴، الاصابۃ ۱۹۲/۶، اسد الغابہ ۲۴۵/۳، سیر اعلام النبلاء ۷۹/۳

۳۔ حضرت رافع بن خدیجؓ انصاری، کم سنی کی وجہ سے غزوہ بدر میں شریک نہ ہو سکے۔ آپ نے ۷۴ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۴۴۳/۳، الاصابۃ ۲۳۶/۳، اسد الغابۃ ۲۳۲/۲، سیر اعلام النبلاء ۱۸۱/۳

۴۔ حضرت ابوواقد حارث بن عوفؓ۔ آپ کے نام حارث بن مالک اور عوف بن حارث بھی آتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ آپ بدری تھے مگر یہ بات صحیح نہیں۔ آپ ۶۸ھ کو مکہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۸۰/۱۲، الاصابۃ ۸۹/۴، اسد الغابہ ۳۱۹/۶

۵۔ حضرت عبداللہ بن بحینۃؓ۔ آپ کا نام عبداللہ بن مالک بن القشب اور آپ کی والدہ بحینۃ بنت الحارث تھیں۔ آپ کی وفات ۵۶ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۱۲/۶، الاصابۃ ۲۰۳/۶

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۳۷۶/۲

۷۔ حضرت عبداللہ بن سلام اسرائیلی انصاری۔ رسالت مآب کی مدینہ آمد پر اسلام قبول کیا۔ آپ کا نام حصین تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کا نام عبداللہ رکھا۔ آپ ۴۳ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳۵۲/۲، الاستیعاب ۲۲۸/۲، الاصابۃ ۱۰۹/۶، اسد الغابہ ۲۶۵/۳

۸۔ الطبقات الکبریٰ ۳۵۳/۲، اعلام الموقعین ۱۳/۱

۹۔ الطبقات الکبریٰ ۳۵۱/۲، المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳۰۲/۳، طبقات الفقہاء ص ۴۴، علل الحدیث ص ۴۱

۱۰۔ ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ بن محمد۔ حاکم کے نام سے مشہور تھے۔ نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ فن حدیث میں امام تھے۔ آپ ۴۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۶۴/۳، طبقات الحفاظ ص ۴۰۹، تبیین کذب المفتری ص ۲۲۷، شذرات الذہب ۱۷۶/۳، تذکرۃ الحفاظ ۱۰۳۹/۳

۱۱۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۳۰۲/۳

مفتی صحابہ کرامؓ: امام ابن حزمؒ نے ان تمام صحابہ کرامؓ کے نام ترتیب دیئے ہیں جن سے کم از کم ایک فتویٰ بھی روایت کیا گیا ہے۔ انہوں نے تعداد فتویٰ کے اعتبار سے مفتی صحابہ کرامؓ کے تین طبقات بنائے ہیں

مکثرون: یہ کل سات صحابہ کرامؓ ہیں۔ حضرت عائشہؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابت۔

متوسطون: اس طبقہ میں بیس صحابہؓ کے نام ہیں۔ حضرت ام سلمہؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت ابو سعید الخدریؓ، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت عبدالرحمان بن عوفؓ، حضرت عمران بن الحصینؓ، حضرت ابو بکرۃؓ، حضرت عبادۃ بن الصامتؓ اور حضرت امیر معاویہؓ۔

دیگر مفتی صحابہ کرامؓ: ان میں ایک سو چھبیس ایسے صحابہؓ کے نام دیے ہیں جن سے کم از کم ایک یا دو مسائل میں فتاویٰ روایت کیے گئے ہیں(۱)۔

قراء صحابہ کرامؓ: ابتدائے اسلام کے زمانہ میں قرآن کے عالم قراء کہلاتے تھے۔ دین کی تعلیم اور فتویٰ کا کام انہی قراء صحابہؓ کے ساتھ مخصوص تھا۔ علامہ ابن خلدون(۲) نے لکھا ہے کہ فتویٰ اور تعلیم دین کا کام سب صحابہ کرامؓ نہیں کرتے تھے بلکہ یہ کام قرآن مجید، ناسخ و منسوخ اور محکمات و متشابہات سے باخبر صحابہ کرامؓ کے ساتھ مخصوص تھا اور جنہیں بالخصوص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم سے استفادہ کا موقعہ ملا تھا یا جنہوں نے کبار صحابہؓ سے سن کر احکام دین سیکھے تھے۔ یہ لوگ ابتدائے اسلام میں قراء کہلاتے تھے جو کتاب اللہ کو پڑھتے اور جانتے تھے۔ اس زمانے میں عرب لوگ عام طور پر ان پڑھ تھے۔ تعلیم دین انہی قراء حضرات کے ہاتھ میں تھی۔ شروع اسلام کے دور میں ایسا ہی رہا، بعد میں اسلامی شہروں کو عظمت ملی اور عرب پڑھ لکھ گئے۔ استنباط احکام کی قوت بڑھ گئی اور فقہ کامل ہونے لگی۔ اس نے علم و صنعت کا درجہ حاصل کر لیا اور قراء اب فقہاء اور علماء کہلانے لگے(۳)۔

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۹۲/۵ تا ۹۳

۲۔ عبدالرحمان بن محمد بن محمد بن محمد بن الحسن۔ مالکی، عالم، ادیب، مورخ، حکیم اور قاضی۔ ابن خلدون کے نام سے مشہور ہوئے۔ آپ کا تونس سے تعلق تھا۔ آپ نے تاریخ پر کتاب لکھی جس کا مقدمہ بہت مشہور ہوا جو "مقدمہ ابن خلدون" کے نام سے جانا جاتا ہے۔ آپ کا انتقال ۸۰۸ھ کو قاہرہ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو البدر الطالع ۳۳۷/۱، شذرات الذھب ۷۶/۷

۳۔ مقدمة ابن خلدون ص ۳۵۳

ان قراء حضرات میں جن صحابہ کرامؓ کے نام آتے ہیں ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت سالمؓ(۱) شامل ہیں۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

استقرؤا القرآن من اربعة من عبداللّٰه بن مسعود و سالم مولى ابى حذيفة و ابى بن كعب و معاذ بن جبل(۲)

چار اشخاص سے قرآن پڑھنا سیکھو، حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت سالمؓ مولی ابی حذیفہ، حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت معاذ بن جبلؓ۔

۱۔ حضرت سالم بن معقل بدری۔ آپ زوجہ حضرت ابوحذیفہؓ کے آزاد کردہ غلام اور حضرت ابوحذیفہؓ کے منہ بولے بیٹے تھے۔ آپ جنگ یمامہ (۱۲ھ) میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۲/۱۰۱، الاصابہ ۳/۱۳، اسد الغابہ ۲/۳۸۴، حلیہ الاولیاء ۱/۱۷۶

۲۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبداللہ بن مسعودؓ ۱/۵۳۱، ایضاً، باب مناقب معاذ بن جبلؓ ۱/۵۳۷، ایضاً، باب مناقب ابی بن کعبؓ ۱/۵۳۷

فصل چہارم

صحابہ ؓ کی تربیتِ اجتہاد

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں مجتہدانہ صلاحیت پیدا کرنے پر خصوصی توجہ فرمائی۔ صحابہ کرامؓ دینی اعتبار سے ایک اہم مقام پر فائز تھے۔ انہیں بعد از عہد رسالت کار نبوت کا تسلسل برقرار رکھنا اور تشریعی کردار ادا کرنا تھا۔ زمانۂ رسالت میں وہ کبھی کسی لشکر کے ہمراہ بطور معلم، کبھی قاضی، حاکم، والی اور عامل مبعوث ہو کر دور دراز علاقوں کی طرف جاتے تھے۔ وہاں انہیں مسلمانوں کی دینی و قانونی رہنمائی کرنا ہوتی تھی۔ رحلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری دنیا کو تبلیغ و تعلیم، قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر اور انسانی مسائل کے شرعی حل جیسے اہم ترین تشریعی امور کی ذمہ داری صحابہ کرامؓ ہی کو ادا کرنا تھی۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں صحابہؓ کو اس اہم کام کی تربیت دینا شروع کر دی تھی۔ وہ مختلف مسائل میں ان سے استفسار کرتے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مختلف امور میں شریک مشورہ کیا۔ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت دی۔ کبھی انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کی موجودگی میں قضیہ کا تصفیہ کریں۔ انہیں دوسرے علاقوں کی طرف معلم، قاضی، حاکم اور عامل وغیرہ بنا کر بھیجا۔ اس سے صحابہؓ میں اجتہادی ممارست کا ملکہ بڑھا۔

استفسار کی اجازت: صحابہ کرامؓ کو جب کوئی مسئلہ پیش آتا تو وہ فوراً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر مسئلہ بیان کرتے اور اس کا حکم چاہتے تھے۔

حضرت کعب بن مالکؓ (۱) نے ایسی بکری جسے قریب المرگ ہونے پر پتھر سے ذبح کیا گیا تھا، کا گوشت اپنے گھر والوں کو کھانے سے منع کر دیا، اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جا کر استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ گوشت کھانے کی اجازت دی (۲)۔

۱۔ حضرت کعب بن مالکؓ انصاری۔ بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ دیگر غزوات میں حصہ لیا۔ شعراء نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم میں سے تھے۔ آپ ۵۰ھ یا ۵۳ھ کو شام میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۹/ ۲۵۱، الاصابہ ۸/ ۳۰۵، اسد الغابہ ۴/ ۲۶، سیر اعلام النبلاء ۲/ ۵۲۳

۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الذبائح، باب ما انہر الدم من القصب ۲/ ۸۲۸، نیز ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ، کتاب الذبائح، باب ذبیحۃ المرأۃ ۲/ ۵۵۸

حضرت ابوسعید الخدریؓ روایت کرتے ہیں کہ صحابہؓ کی ایک جماعت دوران سفر ایک قبیلہ کے پاس ٹھہری۔ قبیلہ کے سردار کو بچھو نے کاٹ لیا۔ ایک صحابی نے سورت الفاتحہ پڑھ کر پھونکی، سردار ٹھیک ہو گیا۔ صحابیؓ نے معاوضہ میں بکریاں وصول کیں۔ انہوں نے بکریوں آپس میں تقسیم نہ کیں بلکہ واپس آ کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا۔ آپ نے بکریاں تقسیم کرنے کا حکم دیا(۱)۔

تربیتِ اجتہاد: رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی تربیت دی اور قیاس سے کام لینا سکھایا۔ ان میں یہ صلاحیت پیدا کی کہ وہ قرآن و سنت کی روشنی میں مسائل کا حل تلاش کریں۔ غیر منصوص احکام و منصوص احکام پر قیاس کر کے حیاتِ انسانی کی مشکلات دور کریں۔ عہد نبوی میں متعدد ایسے واقعات ملتے ہیں جن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قیاس سے استنباطِ احکام کی تربیت دی۔

حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ روزہ کی حالت میں اپنی بیوی کا بوسہ لے لیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہو کر واقعہ عرض کیا۔ آپ نے فرمایا:

أرأيت لو تمضمضت ماء وأنت صائم

تمہارا کیا خیال ہے اگر تم روزے کی حالت میں کلی کرو

حضرت عمرؓ نے کہا اس میں کوئی حرج نہیں۔ آپ نے فرمایا تو پھر خاموش رہو(۲)۔

یوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بوسہ کو قیاس کر کے اس کی نظیر کی طرف لوٹا دیا اور دونوں نے کی وجہ بیان فرما دی۔

حضرت ابوذر غفاریؓ سے روایت ہے کہ کچھ لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور عرض کیا اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم! مال و دولت والے سب اجر لے گئے، وہ نماز پڑھتے ہیں جس طرح ہم پڑھتے ہیں، وہ روزہ رکھتے ہیں جیسے ہم رکھتے ہیں لیکن وہ اپنے زائد اموال میں سے صدقہ دیتے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

أوليس قد جعل الله لكم ما تصدقون به إن بكل تسبيحة صدقة و كل

تكبيرة صدقة و كل تحميدة صدقة و أمر بالمعروف صدقة و نهي عن

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الطب، باب النفث فی الرقیة ۸۵۵/۲۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الشرط فی الرقیة ۸۵۴/۲ ایضاً، باب الرقی بفاتحة الکتاب ۸۵۴/۲۔ زیر استعمال صحیح بخاری کے ایڈیشن کی کتاب التفسیر میں یہ واقعہ نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں یہ واقعہ موجود ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب فضل فاتحة الکتاب، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء، ۱۰۳/۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب کیف الرقی ۲۱۳/۳، کتاب الإجارة، باب فی کسب الأطباء ۲۶۱/۲، ۲۶۲۔ صحیح الترمذی، کتاب الطب، باب ماجاء فی اخذ الأجر علی التعوید ۲۱۸/۸ وابعد۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب اجر الرقی ۶۱۵/۳۔ جصاص، احکام القرآن ۲۳/۱

۲۔ المستدرک، کتاب الصوم ۴۳۱/۱ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب القبلة للصائم ۱۸۰/۲ مسند احمد بن حنبل ۵۲/۱

منكر صدقةٌ وفي بُضعِ احدكم صدقةٌ

تمہارے لیے بھی اللہ نے صدقہ کا سامان کر دیا ہے کہ ہر تسبیح صدقہ ہے، ہر تکبیر صدقہ ہے، ہر تحمید صدقہ ہے، اچھی بات کا حکم صدقہ ہے، بُری بات سے روکنا صدقہ ہے اور ہر شخص کے بدن کے ٹکڑے میں صدقہ ہے۔

لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر ہم میں سے کوئی شخص اپنی شہوت پوری کرتا ہے (یعنی اپنی بیوی سے محبت کرتا ہے) تو کیا اس میں بھی ثواب ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

أرأيتم لو وضعها في حرام أكان عليه فيها وزر فكذلك اذا وضعها في الحلال كان له اجرا(۱)

تمہارا کیا خیال ہے اگر کوئی شخص اپنی شہوت کو حرام میں صرف کرے تو اس پر اسے وبال ہوگا۔ اسی طرح جب وہ اسے حلال میں صرف کرتا ہے تو اس کے لیے اجر ہے۔

یہاں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ممنوع چیز کو اس کے مقابلے کی حلال چیز پر قیاس کر کے بتایا کہ کسی چیز کا حکم اس کی نظیر کے لیے بھی ہوگا۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری بیوی نے سیاہ بچہ جنا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تیرے پاس کوئی اونٹ ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کس رنگ کے ہیں؟ اس نے کہا سرخ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان میں کوئی کالا بھی ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا یہ کہاں سے ہوا؟ اس نے کہا میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اصل (کسی رگ) نے ایسا بے رنگ نکالا ہوگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فلعل ابنك هذا نزعه عرق(۲)

تیرے اس بچے کو بھی شاید اس (رگ) ہی نے نکالا ہو

یوں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کو سکھایا کہ وہ اپنے بچے کے اختلاف رنگ کو اونٹ کے بچے کے اختلاف رنگ پر قیاس کرے اور اس کے رنگ کا حکم اپنے بچے کے رنگ پر لگائے۔

۱۔ صحيح مسلم، كتاب الزكوة، باب بيان ان اسم الصدقه يقع على كل نوع من المعروف ۲/ ۶۹۷ مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو: مسند احمد بن حنبل ۵/۱۵۴، ۵/۱۶۷

۲۔ صحيح البخاری، كتاب المحاربين من اهل الكفر و الردة، باب ماجاء في التعريض ۲/ ۱۰۰۲، مزید ملاحظہ ہو صحيح مسلم كتاب اللعان ۲/ ۱۱۳۳، سنن ابی داؤد، كتاب الطلاق، باب اذا شک فی الولد ۲/ ۱۳۵، سنن النسائی، كتاب الطلاق، باب اذا عرض بامراته...... ۶/۱۷۹، اصول الجصاص ۲/۲۲۶

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ ایک عورت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ اس کی ماں نے حج کی منت مانی تھی لیکن وہ حج نہ کر سکی۔ کیا وہ اپنی ماں کی طرف سے حج کرے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا:

حُجّی عنها أرأیت لو كان علی امك دین أكنت قاضیةً اقضوا اللّٰه فاللّٰه احق بالوفاء(۱)

اس کی طرف سے حج کرو۔ اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو کیا تم اسے ادا نہ کرتی؟ اللہ (کا حق) ادا کرو۔ اللہ کا حق سب سے زیادہ مستحق ہے کہ اسے پورا کیا جائے۔

حضرت ابن عباسؓ کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک شخص آیا اور عرض کیا کہ اس کی ماں مرگئی ہے اور اس پر ایک ماہ کے روزے تھے۔ کیا وہ اس کی قضا رکھے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص کو فرمایا لو كان علی امك دین أكنت قاضیه عنها۔ یعنی اگر تمہاری ماں پر قرض ہوتا تو تم کیا اسے ادا کرتے؟ اس شخص نے کہا ہاں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا فدین اللّٰه أحق أن یقضی (۲)۔ یعنی اللہ کا قرض زیادہ حق دار ہے کہ اسے ادا کیا جائے۔

ایک واقعہ اس عورت کا ہے جس کی ماں مرگئی تھی اور اس پر نذر کے پے در پے روزے تھے(۳)۔ اس شخص کا ایک واقعہ مروی ہے جس کی بہن حج کی منت مان کر بغیر حج کیے فوت ہوگئی تھی(۴)۔ ایسا ہی ایک واقعہ اس شخص کے بارے میں ہے جس کا بوڑھا والد حج کیے بغیر فوت ہوگیا تھا(۵)۔ ان واقعات میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو حج کی نذر اور روزوں کے کفارہ کو قرض کی ادائیگی پر قیاس کرنا سکھایا۔

اس نبوی تربیت کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ نے قیاس سے کام لینا سیکھا۔ عہد رسالت میں متعدد ایسے واقعات پائے جاتے ہیں جن میں صحابہ کرامؓ نے قیاس سے کام لیا تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو کہیں بھیجا۔ ان پر غسل فرض ہوگیا۔ پانی نہ ملا تو وہ خاک میں لوٹ پوٹ ہوگئے۔ واپس آکر سارا واقعہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا۔ آپ نے فرمایا انما كان یكفیك هكذا یعنی تمہیں دونوں ہاتھوں سے اس طرح کرنا کافی تھا۔ پھر آپ نے دونوں ہاتھوں کو ایک بار زمین پر

۱۔ صحیح البخاری، ابواب العمرة، باب الحج والنذر عن المیت ۱/۲۵۰

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب قضاء الصیام عن المیت ۸۰۴/۲

۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب الصیام، باب من مات و علیه صیام من نذر ۳۵۳/۲

۴۔ سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الحج عن المیت الذی نذران یحج ۱۲۳/۵

۵۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۱۲۳

مارا۔ پھر دائیں ہاتھ کو بائیں پر ملا اور اپنے ہاتھوں کی پشت اور اپنے چہرے پر ملا(۱)۔

اس واقعہ میں حضرت عمار بن یاسرؓ نے یہ قیاس کیا کہ پانی سے غسل کے دوران سارا بدن دھویا جاتا ہے اور مٹی طہارت میں پانی کے قائم مقام ہے، اس لیے سارے جسم پر مٹی لگنی چاہیے۔ انہوں نے قیاس سے اجتہاد اس لیے کیا تھا کہ انہیں تیمم کا قرآنی حکم(۲) معلوم نہیں تھا۔ چونکہ نص کی موجودگی میں مجتہد کے قیاس کی کوئی حیثیت نہیں ہے، لہذا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمارؓ کو صحیح حکم بتلا کر ان کی اصلاح فرمادی۔

اوپر یہ روایت گزر چکی ہے کہ عہد رسالت میں ایک صحابی نے کسی قبائلی سردار کا سورت الفاتحہ سے علاج کرنے کے معاوضہ میں بکریاں وصول کیں۔ صحابی نے اس اجرت کو کسی عام عمل کی اجرت پر قیاس کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کا قیاس درست قرار دیتے ہوئے فرمایا تھا

إن احق ما اخذ تم عليه اجرا كتاب الله(۳)

جن چیزوں پر اجرت لینی جائز ہے ان میں سب سے زیادہ مستحق کتاب اللہ ہے

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بحرین سے ایک شخص آیا اور سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی تھی اور وہ ریشمی جبہ پہنے ہوئے تھا۔ اس نے دونوں چیزوں کو اتارا، پھر سلام کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کا جواب دیا۔ اس نے کہا یارسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم)! میں ابھی ابھی آپ کے پاس حاضر ہوا، آپ نے مجھ سے منہ پھیر لیا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إنه كان فى يدك جمرة من نار۔ یعنی تمہارے ہاتھ میں جہنم کا انگارہ تھا۔ اس شخص نے کہا میں تو پھر بہت سارے انگارے لایا ہوں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إن ما جئت به ليس بأجزأ عنا من حجارة الحرة و لكنه متاع الحياة الدنيا(۴)۔ یعنی تم جو انگارے لائے ہو وہ ہمارے لیے حرہ (۵) کے پتھروں سے زیادہ مفید نہیں ہیں، لیکن یہ دنیوی زندگی کا سامان ہے۔

اس واقعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابی کے قیاس کا نقص بیان فرمایا کہ جو سونا زینت کے لیے پہنا جائے اور جو سونا ضرورت کے وقت مبادلہ کے طور پر استعمال کیا جائے، ان دونوں میں فرق ہے اگرچہ ان دونوں کی اصل زمین کی مٹی ہے اور وہ حرہ کے پتھروں سے مشابہ ہیں۔

۱۔ صحيح البخاری، كتاب التيمم، باب هل ينفخ فى يديه ۱/۴۸، صحيح مسلم، كتاب الحيض، باب التيمم ۱/۲۸۰

۲۔ المائدة ۵:۶

۳۔ صحيح البخاری، كتاب الطب، باب الشرط فى الرقية بقطيع من الغنم ۲/۸۵۴

۴۔ سنن النسائی، كتاب الزينة، باب لبس خاتم ذهب ۸/۱۷۰

۵ مدینہ طیبہ کے قریب ایک مقام جہاں سیاہ رنگ کے بڑے بڑے پتھر پڑے ہیں۔ ملاحظہ ہو معجم البلدان (دیار طیبہ) ۲/۲۸۳

اہل قبا پانی سے استنجا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی شان میں یہ آیت نازل فرمائی

فِیْهِ رِجَالٌ یُّحِبُّوْنَ اَنْ یَّتَطَهَّرُوْا [التوبۃ ۹:۱۰۸]

اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے گروہ انصار! تم نے کون سا کام کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہاری تعریف بیان فرمائی ہے۔ وہ کہنے لگے ہم پانی سے استنجاء کرتے ہیں(۱)۔ یعنی وہ مٹی کے ڈھیلوں سے استنجاء کے بعد پانی سے طہارت حاصل کرتے تھے۔ اہل قباء اپنے اجتہاد سے ایسا کرتے تھے۔ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں پوچھا تھا اور نہ آپ صلی اللہ علیہ کو اس کا علم تھا حتیٰ کہ یہ آیت نازل ہوئی۔ اہل قبا اجتہاد کو جائز سمجھتے تھے تو انہوں نے ایسا کیا ورنہ وہ اس مسئلہ کے لیے ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوتے(۲)۔

مشاورت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر منصوص امور میں صحابہ کرامؓ کو شریک مشورہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا تھا:

وَشَاوِرْهُمْ فِی الْاَمْرِ [آل عمران ۳:۱۵۹]

اور اپنے کاموں میں اس سے مشورہ لیا کرو

مشورہ طلب کرنے پر صحابہ کرامؓ نے اپنے فہم وفراست سے آزادانہ رائے دی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ میں اجتہادی اہلیت واستعداد پیدا کی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران غزوۂ بدر سے متعلق صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ انہوں نے اس مسئلہ میں اپنی اپنی رائے دی۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا یہ ہماری برادری اور کنبہ کے لوگ ہیں۔ ان کو کچھ مال لے کر چھوڑ دیا جائے جس سے مسلمانوں کو کافروں سے مقابلہ کی طاقت حاصل ہو اور شائد یہ لوگ اسلام کی طرف راغب ہوں۔ حضرت عمرؓ نے رائے دی کہ یہ قیدی ہمارے حوالے کردیں اور ہم میں سے ہر شخص اپنا اپنا رشتہ دار قتل کرے۔ حضرت عبداللہ بن رواحہؓ(۳) کی یہ رائے تھی کہ نہیں آگ میں سلگنے کے لیے پھینک دیا جائے(۴)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو نماز کے لیے جمع کرنے کے طریق کار پر صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ کسی نے رائے دی کہ نماز کے وقت جھنڈا بلند کردیا جائے۔ کسی نے کہا یہود کی مانند سنکھ بنایا جائے۔ ایک رائے یہ تھی

۱۔ الفصول فی الاصول ۴/۳۳

۲۔ ایضاً ۴/۱۳

۳۔ حضرت عبداللہ بن رواحہ بن ثعلبہؓ انصاری بدری، وہ کاتب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ غزوۂ موتہ (۸ھ) میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۶/۱۶۱۔ الاصابۃ ۶/۷۷ الطبقات الکبریٰ ۳/۲۱۲، اسد الغابۃ ۳/۲۳۵

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجہاد، باب الامداد بالملائکۃ فی غزوۃ بدر ۳/۱۳۵۸، المستدرک، کتاب المغازی ۳/۲۰ الفصول فی الأصول ۴/۳۳ البدایۃ والنہایۃ ۳/۲۹۶

کہ نصاریٰ کی طرح ناقوس استعمال کیا جائے(۱)۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ بدر (۲ھ) میں مقام پڑاؤ سے متعلق صحابہ کرامؓ سے مشاورت کی۔ حضرت حُباب بن المنذرؓ(۲) نے عرض کیا یا رسول اللہ ہمیں مطلع فرمایئے، کیا یہ مقام ایسا ہے جس کے بارے میں وحی نازل ہوئی ہے اور ہمیں یہ اختیار نہیں کہ ہم آگے بڑھیں یا پیچھے ہٹیں یا یہ ایک رائے اور ایک جنگی تدبیر ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا نہیں، بلکہ یہ ایک رائے اور جنگی تدبیر ہے۔ حضرت حبابؓ نے عرض کی پھر یہ مقام اچھی جگہ نہیں ہے۔ آپ آگے چلیں اور چشمے کے قریب پڑاؤ ڈالیں، وہاں حوض بنا کر پانی جمع کر لیں اور دیگر تمام چشموں کو ناکارہ کر دیں تاکہ دشمنوں کو پانی نہ ملے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حبابؓ کی یہ جنگی تدبیر اختیار فرمائی(۳)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب (۵ھ) کے موقع پر مشرکین کے دو سرداروں عیینہ بن حصن اور حارث بن عوف کو نیک پیغام کے ساتھ مدینہ کے پھل بھیجنے کا ارادہ فرمایا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اوس کے سردار حضرت سعد بن معاذؓ اور خزرج کے سردار حضرت سعد بن عبادہؓ(۴) کو مشورہ کے لیے طلب فرمایا۔ دونوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا کہ اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس چیز کا حکم دیا گیا ہے تو آپ اللہ کے حکم کو پورا فرمائیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر مجھے کسی چیز کا حکم دیا گیا ہوتا میں تم دونوں سے مشورہ کیوں لیتا۔ حضرت سعد بن معاذؓ نے عرض کیا ہمیں یقین ہے کہ آپ جن لوگوں کو یہ تازہ پھل بھیجنا چاہتے ہیں وہ انہیں چکھیں گے بھی نہیں۔ وہ پھل فروخت کر دیں گے یا کسی کو دے دیں گے۔ لہٰذا ہم انہیں اپنی کھانے کی چیزیں کیوں دیں۔ ہم ایسا ہرگز نہیں چاہتے۔ ہم تو انہیں صرف اپنی تلواروں کا مزا چکھانا چاہتے ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جیسا مناسب سمجھو کرو(۵)۔

غیر منصوص مسائل میں اذنِ اجتہاد: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو غیر منصوص مسائل میں استنباطِ احکام کے لیے اجتہاد کی اجازت دی تھی جو اس بات کی دلیل ہے کہ صحابہؓ عہد رسالت میں اجتہاد کرتے اور تشریعی امور سرانجام دیتے تھے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو قاضی بنا کر یمن روانہ فرمایا تو آپ نے پوچھا فیصلہ

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الأذان، باب بدء الأذان ۱/۸۵، ایضاً، باب الأذان مثنی مثنی ۸۵، صحیح مسلم، کتاب الصلوۃ، باب بدء الأذان ۱/۲۸۵، ایضاً، باب الأمر بشفع الأذان ۱/۲۸۶، صحیح الترمذی، کتاب الصلوۃ، باب ماجاء فی بدء الأذان ۱/۲۰۶، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوۃ، باب بدء الأذان ۱/۷۳، سنن ابن ماجہ، کتاب الأذان والسنۃ فیہا، باب بدء الأذان ۱/۳۹

۲۔ حضرت حُباب بن المنذر بن الجموح انصاری بدری۔ حضرت عمرؓ کی خلافت (۱۳ھ تا ۲۳ھ) میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲/۲۸۷، الاصابۃ ۲/۱۹۹، اسد الغابۃ ۱/۳۶۵، الطبقات الکبریٰ ۳/۵۶۷

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲/۲۷۲، البدایہ والنہایہ ۳/۲۶۷، اصول الجصاص ۲/۱۹۵، الاستیعاب ۲/۲۸۶، اسد الغابۃ ۱/۳۶۵

۴۔ حضرت سعد بن عبادہ بن دلیمؓ انصاری، ان کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ ۱۵ھ کو ملک شام کے مقام حوران میں انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۷/۳۸۹، الاستیعاب ۳/۵۲، الاصابۃ ۳/۱۵۳، اسد الغابۃ ۲/۳۳۱، سیر اعلام النبلاء ۱/۲۷۰

۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب المغازی، وقعۃ الأحزاب و بنی قریظۃ ۵/۳۶۷، البدایۃ والنہایۃ ۴/۱۰۵

کیسے کروگے؟ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ سے۔فرمایا اگر کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے۔فرمایا اگر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن میں نہ پاؤ؟ حضرت معاذؓ نے عرض کیا اجتهد برأیي ولا آلو۔یعنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔اس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے سینے کو تھپکا اور فرمایا:

الحمد لله الذي وفق رسول رسول الله لما يرضى رسول الله(۱)

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے رسول اللہ کے قاصد کو اس چیز کی توفیق دی جس سے رسول اللہ راضی ہیں۔

جصاصؒ نے ایک روایت نقل کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو یمن کی طرف مبعوث فرمایا تو دونوں سے پوچھا تم لوگوں کے درمیان فیصلہ کیسے کروگے؟ انہوں نے عرض کیا کتاب اللہ کے مطابق۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہ ہو؟ دونوں نے عرض کیا: پھر ہم سنت کے مطابق فیصلہ کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تمہارے پاس ایسا معاملہ آجائے جو سنت میں نہ ہو؟ وہ دونوں بولے نقيس الأمر بالأمر فايهما كان اقرب إلى الحق عملناه عليه۔یعنی ہم ایک امر کو دوسرے امر پر قیاس کریں گے۔ان دونوں میں سے جو حق سے زیادہ قریب ہوگا اس پر فیصلہ کریں گے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اصبتما(۲)۔یعنی تم دونوں نے درست کہا۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذاشك احد كم فى صلوته فليتحرّ الصواب فليتم عليه(۳)

جب تم میں سے کسی کو نماز میں شک ہو تو ذہن پر زور ڈال کر سوچے کہ ٹھیک کیا ہے، پھر اس پر اپنی نماز پوری کرے۔

یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صحابہ کرامؓ کو اجتہاد کی نبوی اجازت تھی۔

اجتہاد کا حکم: رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہؓ کو اپنی موجودگی میں اجتہاد کا حکم دیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو ان دو افراد کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیا جو جھگڑتے ہوئے آپ کے پاس آئے تھے۔حضرت عمرو بن العاصؓ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کیا میں آپ کی

۱۔ اس حدیث کا تفصیلی حوالہ صفحہ ۱۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۲۔ اصول الجصاص ۲/۲۲۶۔مزید ملاحظہ: المعتمد فی اصول الفقه ۲/۲۲۲

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰة، باب اذا صلی خمساً ۱/۲۱۳۔اسی مضمون میں مزید ملاحظہ: المحصول فی الأصول ۳/۵۰۳، سنن النسائی کتاب السهو، باب التحری ۳/۲۲، سنن ابن ماجه، کتاب اقامة الصلوٰة والسنة فيها، باب ماجاء فيمن شك فى صلوته فتحرى الصواب ۲/۱۰۵

موجودگی میں فیصلہ دوں؟ آپ نے فرمایا ہاں(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعد بن معاذؓ کو قضیہ بنو قریظہ کا فیصلہ کرنے کا حکم دیا(۲)۔ حضرت معقل بن یسار(۳) کو اپنی قوم میں فیصلہ کرنے کا حکم ملا(۴)۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عقبہ بن عامرؓ کو حکم دیا کہ وہ ان دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ کریں جو جھگڑتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے(۵)۔ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک جھونپڑی میں جھگڑا کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہ بن الیمانؓ کو ان کے درمیان فیصلہ کرنے کے لیے بھیجا(۶)۔

صحابہؓ کے اجتہادات بطور قاضی اور حاکم: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو مختلف علاقوں میں قاضی اور حاکم بنا کر بھیجا جو وہاں اجتہادی فیصلے کرتے تھے۔ مثلاً حضرت علیؓ کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا(۷)۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو وفد نجران کے ہمراہ نجران بھیجا اور یہ ہدایت فرمائی

أخرج معهم فاقض بينهم بالحق فيما اختلفوا فيه(۸)

ان لوگوں کے ساتھ جاؤ اور اختلافی امور میں ان کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ کرو

حضرت معاذ بن جبلؓ اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ بھی یمن کی طرف حاکم مبعوث کیے گئے(۹)۔ آپ صلی اللہ

۱۔ سنن الدار قطنی، کتاب فی الأقضیۃ والأحکام ۲۰۳/۴ مزید ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۲۰۵/۴ المستدرک، کتاب الأحکام ۸۸/۴، الفصول فی الأصول ۴۵/۴

۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب اذا نزل العدو ۴۲۷/۱ ایضاً، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ ۵۳۷-۵۳۶/۱ ایضاً، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب ۵۹۱/۲ ایضاً، کتاب الإستئذان، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم قوموا إلی سیدکم ۹۲۹/۲ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب جواز قتال من نقض العهد ۱۳۸۸/۳-۱۳۸۹، اصول الجصاص ۴/۲ ۵-۲ الطبقات الکبری ۴۲۳/۳ کتاب الأموال ص۳۰۰ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲۵۱/۳ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۲۳۳/۳، تاریخ الأمم والملوک ۵۶/۳

۳۔ حضرت معقل بن یسار بن عبداللہؓ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ حضرت امیر معاویہؓ کی خلافت (۴۱ھ تا ۶۰ھ) کے اواخر میں بصرہ میں فوت ہوئے۔ مزید ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴/۷ الاستیعاب ۷۳/۳ الاصابۃ ۲۵۹/۹ اسد الغابۃ ۲۲۳/۵ سیر اعلام النبلاء ۵۷۶/۲

۴۔ المستدرک، کتاب معرفۃ الصحابۃ ۵۷۷/۳، مسند احمد بن حنبل ۳۶/۵

۵۔ سنن الدار قطنی، کتاب فی الأقضیۃ والأحکام ۲۰۳/۴ مجمع الزوائد ۹۹/۴ المعجم الأوسط ۳۵۰/۲

۶۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الأحکام، باب الرجلان یدعیان فی خص ۱۰۷/۳ سنن الدار قطنی، کتاب فی الأقضیۃ والأحکام ۲۲۹/۴

۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیۃ، باب کیف القضاء ۵۰۸/۲ اخبار القضاۃ ۸۵/۱ الطبقات الکبری ۳۳۷/۲ المستدرک، کتاب الأحکام ۸۸/۴

۸۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲۳۳/۲

۹۔ صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب امر الوالی اذا وجہ امیرین ۱۰۶۳/۲ سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب هل یستاک الإمام بحضرۃ رعیتہ ۶/۱ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیۃ، باب اجتهاد الرای فی القضاء ۵۱۰/۲ صحیح الترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی القاضی یصیب و یخطئ ۶۸/۶ الطبقات الکبری ۳۴۷/۲ سنن الدارمی، باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ ۶۰/۱ اخبار القضاۃ ۹۹/۱، البدایۃ والنہایۃ ۹۹/۵، جامع بیان العلم و فضلہ ۸۴۵/۲

علیہ وسلم نے حضرت عتاب بن اُسید (۱) کو مکہ کا حاکم مقرر کیا (۲)۔

امیرانِ لشکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو امیر لشکر بنا کر بھی روانہ فرمایا جو بوقت ضرورت فقیہ اور مجتہد کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو غزوۂ ذات السلاسل (۳) میں امیر لشکر بنا کر بھیجا (۴)۔ ایک رات ان پر غسل فرض ہو گیا۔ وہ ڈرے کہ اگر غسل کیا تو مر جائیں گے۔ انہوں نے تیمم کیا اور ساتھیوں کو نماز فجر پڑھا دی (۵)۔ حضرت ابو عبیدہ بن الجراحؓ نے بطور سپہ سالار، ساحلِ سمندر پر پڑی مردار مچھلی کا گوشت کھانے کا فتویٰ دیا اور فرمایا ہم راہ خدا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قاصد ہیں اور تم مجبور ہو گئے ہو، پس کھاؤ۔ پورے لشکر نے اس مچھلی کا گوشت کھایا (۶)۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو سعید الخدریؓ کو ایک چھوٹے لشکر کا امیر بنا کر بھیجا۔ انہوں نے علاج کے لیے سورت الفاتحہ پڑھنے پر ایک علاقہ کی قوم سے اجرت حاصل کی تھی (۷)۔ حضرت ابو قتادہؓ (۸) نے دورانِ سفر شکار کیا اور ایک شخص کو حالتِ احرام میں اپنے شکار سے کھانے کا فتویٰ دیا تھا (۹)۔

۱۔ حضرت عتاب بن اسید۔ فتح مکہ پر اسلام قبول کیا۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو مکہ کا عامل مقرر کیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے بھی آپ کو برقرار رکھا۔ آپ حضرت عمرؓ کے عمال میں سے بھی تھے۔ آپ کا انتقال خلافت حضرت عمرؓ کے آخری دور میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۵/۴۴۶، الاستیعاب ۳/۹، الاصابة ۲/۴۴۲، اسد الغابة ۳/۵۴۹، مرآة الجنان ۱/۶۹

۲۔ ابن ہشام، السیرة النبویة ۴/۸۳، ۱۴۳

۳۔ یہ قبائل لخم اور جذام سے جنگ تھی۔ یہ مقام وادی قریٰ سے آگے ہے۔ اس کے اور مدینہ کے درمیان دس ایام کی مسافت ہے۔ جذام سے علاقے میں ایک چشمہ جنہیں سلسل کہا جاتا ہے، پر اترنے کے باعث اس غزوہ کو ذات السلاسل کا نام دیا گیا۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات السلاسل ۲/۶۲۵، الطبقات الکبری ۲/۱۳۱، الکامل فی التاریخ ۲/۱۵۶

۴۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة ذات السلاسل ۲/۶۲۵

۵۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطھارة، باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ۱/۴۳

۶۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة سیف البحر ۲/۶۲۵، ۶۲۶ صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح، باب اباحة میتات البحر ۳/۱۵۳۵، ۱۵۳۶ سنن النسائی، کتاب الصید والذبائح، باب میتة البحر ۷/۲۳۸، ۲۳۹ صحیح الجصاص ۲/۳۳۰

۷۔ صحیح الترمذی، کتاب الطب، باب ما جاء فی اخذ الأجرة علی التعوید ۸/۲۱۸ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الطب، باب الرقی بفاتحة الکتاب ۲/۸۵۴، باب الشرط فی الرقیة ۲/۸۵۴ صحیح مسلم، کتاب السلام، باب جواز اخذ الأجرة علی الرقیة بالقرآن و الأذکار ۴/۱۷۲۷-۱۷۲۸

۸۔ حضرت ابو قتادة الحارث بن ربعی بن بلدمہ انصاری۔ ان کا ایک نام نعمان بھی آیا ہے۔ لیکن حارث اکثر لوگوں کا قول ہے۔ آپ کے بدری ہونے میں اختلاف ہے۔ غزوۂ احد و دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ ۵۴ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶/۱۵، الاستیعاب ۱۲/۸۸، الاصابة ۴/۱۵۵، ۱۱/۳۰۲، اسد الغابة ۶/۲۴۴

۹۔ صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب اذا صاد الحلال ۱/۲۴۵ ایضاً، باب اذا رأی المحرمون صیدا ۲۴۵ ایضاً، باب لایعین المحرم الحلال ۱/۲۴۶ ایضاً، باب لایشیر المحرم الی الصید ۲۴۶ صحیح الترمذی، کتاب الحج، باب ما جاء فی اکل الصید للمحرم ۴/۷۳ سنن النسائی، کتاب الحج، باب ما یجوز للمحرم اکلہ من الصید ۵/۲۰۰ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب لحم الصید للمحرم ۲/۳۶ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الرخصة فی ذلک اذا لم یصد لہ ۳/۱۰۵

اجتہاداتِ صحابہؓ عدالتِ نبوی میں

عہدِ رسالت میں اختیارِ تشریع مستقل طور پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھا۔ آپ ہی ریاست مدینہ کے سب سے بڑے حاکم، قاضی اور مفتی تھے۔ پیغمبر علیہ السلام کے ہوتے ہوئے کسی صحابی کو اصولی حق تشریع حاصل نہیں تھا۔ عہدِ رسالت میں مختلف علاقوں میں مبعوث کردہ حاکموں اور قاضیوں کے جو اجتہادات ہوئے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفویض کردہ حقِ تشریع کے تحت تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دور ہونے کی وجہ سے ان علاقوں کے مسائل کا بہترین حل یہی تھا کہ وہاں کے حاکموں اور قاضیوں کو یہ حق تفویض کر دیا جائے۔ جن واقعات میں صحابہ کرامؓ نے کسی سفر اور مہم کے دوران اجتہادات کیے، وہ مخصوص حالات تھے اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے دوری اور مسائل کی فوری نوعیت اس بات کا تقاضا کرتی تھی کہ ایسے مواقع پر صحابہ کرامؓ از خود اجتہاد کر کے استنباطِ احکام کریں اور درپیش مسائل کا حل تلاش کریں۔

اس عہد میں تمام اجتہاداتِ صحابہؓ عدالتِ نبوی کی توثیق و تصدیق سے مشروط تھے۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کا اجتہاد مسترد فرما دیتے تو اس اجتہاد کی کوئی شرعی و قانونی حیثیت نہیں ہوتی تھی۔ صحابہؓ کے قضایا، فتاویٰ اور آراء پر نبوی ردِ عمل عام طور پر چار طرح سے ہوتا تھا تصویب، سکوت، اصلاح اور عدم تصویب۔

تصویب: صحبت و تربیت نبوی کا یہ اثر تھا کہ صحابہ کرامؓ میں اجتہادی ملکہ پیدا ہوا۔ ان کے اجتہادی قضایا، فتاویٰ اور آراء کو عدالتِ نبوی سے صحیح قرار دیا گیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی تصویب فرمائی اور قائم رکھا۔

چند اجتہادات بطورِ مثال درج ذیل ہیں:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن میں مبعوث کیا تھا۔ وہاں لوگوں نے شیر کے شکار کے لیے گڑھا بنایا تھا۔ لوگ ایک دوسرے کو دھکیل رہے تھے۔ ایک آدمی گڑھے میں گر پڑا تو وہ دوسرے سے چمٹ گیا، دوسرا تیسرے سے چمٹ گیا، یہاں تک کہ گڑھے میں چار آدمی گر پڑے، جس میں موجود شیر نے ان کو زخمی کر دیا۔ ایک آدمی نے برچھے سے شیر کو مار دیا۔ چاروں زخمی اپنے زخموں کی تاب نہ لا کر مر گئے۔ ان کے ورثاء آپس میں جھگڑنے لگے اور ہتھیار نکال لیے۔ حضرت علیؓ نے ان کے درمیان فیصلہ کیا کہ جن لوگوں نے کنواں کھودا تھا ان کے قبائل سے دیت کا چوتھائی، تہائی، نصف حصہ اور پوری دیت اکٹھی کرو۔ پہلے آدمی کو چوتھائی دیت ملے گی، دوسرے کو تہائی، تیسرے کو نصف اور چوتھے آدمی کو پوری دیت ملے گی۔ لوگوں نے اس فیصلے سے انکار کیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کا فیصلہ نافذ کر دیا(۱)۔

حضرت سعد بن معاذؓ نے یہود بنو قریظہ کی رضامندی پر بطور ثالث حکم دیا کہ لڑائی کے قابل محصورین قتل،

۱۔ تفصیل کے لیے دیکھیں: مسند احمد بن حنبل ۱۵۲/۱، البدایة والنهایة ۱۰۶/۵

عورتیں اور بچے قید اور ان کا مال مسلمانوں میں تقسیم کر دیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس فیصلے پر فرمایا

لقد حکمت فیهم بحکم اللّٰه و حکم رسوله(۱)

تم نے ان کے بارے میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ
علیہ وسلم کے حکم کے مطابق فیصلہ کیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ دو آدمیوں نے تیمم سے نماز ادا کی۔ پھر نماز کے وقت میں پانی مل گیا۔ ایک نے وضو کر کے دوبارہ نماز پڑھ لی۔ دوسرے نے نماز نہ پڑھی۔ دونوں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صحابی کو جس نے نماز نہیں دہرائی تھی، فرمایا کہ تم نے سنت پر عمل کیا اور تمہاری نماز ہو گئی۔ دوسرے صحابی کو فرمایا کہ تیرے لیے دوگنا ثواب ہے(۲)۔

سکوت: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض اجتہادات صحابہؓ پر سکوت فرمایا۔ آپ نے مذمت نہیں فرمائی، ڈانٹا ڈپٹا نہیں، نکیر نہیں فرمائی، منع نہیں فرمایا بلکہ خاموش رہے۔ آپ کی طرف سے اس سکوت کی تین صورتیں تھیں

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سکوت فرمایا لیکن اظہار خوشی بھی فرمایا اور اسے اچھا جانا۔ مثلاً حضرت عائشہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک مرتبہ ان کے ہاں تشریف لائے تو بہت مسرور تھے اور فرمایا اے عائشہؓ! کیا تم نے نہیں دیکھا کہ مُجزز مُدلجی(۳) آیا اور (حضرت) اسامہؓ(۴) اور ان کے والد زید کو دیکھا۔ ان دونوں پر چادر پڑی تھی جس سے وہ اپنے سروں کو چھپائے ہوئے تھے اور ان کے پاؤں کھلے تھے۔ اس نے کہا یہ پاؤں ایک دوسرے کے ہیں(۵)۔ حضرت اسامہؓ کی رنگت سیاہ تھی اور والد گورے تھے۔ بعض لوگ حضرت اسامہؓ کے نسب میں شک کرتے تھے۔ اس لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت مجزز مدلجیؓ کے قیافہ شناسی پر اظہار خوشی فرمایا۔

۱۔ الطبقات الکبری ۳/۴۲۳، مزید ملاحظہ ہو تاریخ الامم والملوک ۳/۵۶ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب اذا نزل العدو علی حکم رجل ۳۴۷، ایضاً، کتاب المناقب، باب مناقب سعد بن معاذ ۵۳۶ ایضاً، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیه وسلم من الاحزاب ۲/۵۹۱ ایضاً، کتاب الاستئذان، باب قول النبی صلی اللہ علیه وسلم قوموا الی سیدکم ۲/۹۲۶ ابوعبید، کتاب الاموال ص ۱۳۰ اعلام الموقعین ۱/۲۰۳ الفصول فی الاصول ۴/۳۲ الطبقات الکبری ۲/۷۵ ابن ہشام، السیرة النبویه ۳/۲۵۱۔ ابن کثیر، السیرة النبویة ۳/۲۳۳

۲۔ سنن النسائی، کتاب الغسل، باب التیمم لمن یجد الماء بعد الصلوٰة ۱/۲۳۴ اعلام الموقعین ۱/۲۰۴

۳۔ مُجزز المُدلجی۔ آپ کا نام مجزز بن الاعور بن جعدہ تھا اور قیافہ شناس تھے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابة ۵، ۲ الاصابة ۳۰۹

۴۔ حضرت اسامہ بن زید بن حارثہؓ۔ رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آپ کی عمر ۱۸/۲۰ برس تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک عظیم لشکر کا سپہ سالار بنایا۔ ۵۴ھ کو مدینہ کے مقام جُرف پر آپ کا انتقال ہوا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳۴ الاصابة ۱ ۴۵ اسد الغابة ۱ ۹۴

۵۔ صحیح البخاری کتاب الفرائض، باب القائف ۲ ۱۰۰۲ صحیح مسلم، کتاب الرضاع، باب العمل بالحاق القائف الولد ۱ ۴۷۰ سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب فی القافة ۲ ۳۲۲ سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب القافة ۲ ۹۶ ۳۳ صحیح الترمذی، کتاب الولاء والهبة، باب ماجاء فی القافة ۸/۲۹۰ والبیهقی السنن الکبری، کتاب الدعوی والبینات، باب القافة و دعوی الولد ۱۰/۲۶۲ سنن الدار قطنی، کتاب الاقضیة والاحکام ۴/۲۴۰ مسند احمد بن حنبل ۲/۲۲۶

۲۔ بعض دفعہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کسی صحابی کے اجتہاد پر سکوت فرمانے کے ساتھ مسکرا بھی دیئے۔

حضرت زید بن ارقمؓ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ نے یمن میں تین آدمیوں کے درمیان فیصلہ کیا جنہوں نے ایک طہر میں عورت سے جماع کیا تھا اور اس سے ایک بچے کا باپ ہونے کا ہر شخص دعوی دار تھا۔ حضرت علیؓ نے ان کے درمیان قرعہ اندازی کی۔ جس کے نام قرعہ نکلا آپ نے اسے دو تہائی دیت کا ذمہ دار بنادیا اور بچہ اس کے سپرد کردیا۔ حضرت زید بن ارقمؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حضرت علیؓ کا فیصلہ بتایا تو آپ مسکرائے یہاں تک کہ آپ کے دہن مبارک کی داڑھیں نمایاں ہوگئیں(۱)۔

حضرت عمرو بن العاصؓ کی روایت ہے کہ غزوہ ذات السلاسل کی سرد رات میں انہیں غسل کی حاجت ہوگئی۔ وہ ڈرے کہ اگر غسل کرلیا تو وہ مر جائیں گے۔ انہوں نے تیمم کر کے ساتھیوں کو نماز پڑھادی۔ بعد میں لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا اے عمرو! تو نے حالت جنابت میں نماز پڑھادی؟ حضرت عمرو بن العاصؓ نے غسل نہ کرنے کا سبب بیان کیا اور کہا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ بکم رحیما (النساء ۴: ۲۹) (اور اپنے آپ کو ہلاک نہ کرو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ تم پر مہربان ہے)۔ یہ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسکرادیئے اور کچھ نہ فرمایا(۲)۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی فعل صحابی پر صرف سکوت فرمایا۔ نہ تو نکیر کی، نہ منع فرمایا اور نہ ہی تبسم یا اظہار خوشی فرمایا۔ حضرت براء بن عازبؓ(۳) کی روایت میں ہے کہ صلح حدیبیہ (۶ھ) کے موقع پر جب شرائط لکھی جانے لگیں تو حضرت علیؓ نے صلح نامہ کے اوپر لکھا ''ھذا ما کاتب علیہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''۔ مشرکین نے اس جملہ پر اعتراض کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ وہ یہ جملہ مٹادیں۔ حضرت علیؓ نے عرض کیا میں اس کو مٹانے والا نہیں ہوں۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے وہ جملہ مٹادیا(۴)۔

حضرت ابن عباسؓ نے حضرت خالد بن ولیدؓ(۵) سے روایت کیا ہے کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو: سنن ابن ماجہ، کتاب الاحکام، باب القضاء بالقرعة ۳/ ۱۰۹، سنن ابی داؤد، کتاب الطلاق، باب من قال بالقرعة اذا تنازعوا فی الولد ۲/ ۶۷، سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب القرعة فی الولد اذا تنازعوا فیہ ۶/ ۴۹۳، البدایہ والنهایہ ۵/ ۱۰۷، اعلام الموقعین ۱/ ۲۰۳

۲۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ۱/ ۱۳۲، مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض و الموت ۱/ ۴۹، البدایة والنهایة ۴/ ۲۷۳

۳۔ حضرت براء بن عازب، انصاری۔ بچہ صغرسنی غزوۂ بدر میں شریک نہ ہوسکے۔ دیگر غزوات میں حصہ لیا۔ آپ ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱/ ۱۸۹، الطبقات الکبری ۴/ ۳۶۴، ۶/ ۱۷، الاصابة ۱/ ۱۴۳، اسد الغابة ۱/ ۱۷۲

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الجهاد، باب صلح الحدیبیہ فی الحدیبیة ۳/ ۱۴۰۹-۱۴۱۰

۵ حضرت خالد بن ولید بن مغیرہؓ۔ عظیم جرنیل، دور جاہلیت میں شرفائے قریش میں سے تھے۔ ۷ھ میں اسلام قبول کیا۔ ''سیف اللہ'' کا لقب پایا۔ غزوہ موتہ (۸ھ) میں آپ کے ہاتھ میں نو تلواریں ٹوٹیں۔ دمشق فتح کیا۔ فارس اور روم کے خلاف لڑے۔ آپ کا انتقال ۲۱ھ کو حمص میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/ ۱۶۳، الطبقات الکبری ۴/ ۲۵۲، الاصابة ۳/ ۷۰، اسد الغابة ۲/ ۱۴۰، سیر اعلام النبلاء ۱/ ۳۶۶

حضرت میمونہؓ(۱) کے گھر تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھُنی گوہ لائی گئی۔ بتایا گیا کہ یہ گوہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا دستِ مبارک پیچھے ہٹالیا۔ حضرت خالدؓ نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا یہ حرام ہے؟ آپ نے فرمایا لا ولکن لم یکن بأرض قومی فأجدنی اعافه۔ (نہیں، لیکن یہ میری قوم کی زمین پر نہیں ہوتی، لہذا مجھے اس سے کراہت محسوس ہوئی)۔ حضرت خالدؓ نے اسے کھایا حالاں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم دیکھ رہے تھے(۲)۔

اصلاح: بعض اجتہاداتِ صحابہؓ ایسے بھی تھے جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح فرمائی۔ مثلاً حضرت ابوذر غفاریؓ کی روایت ہے کہ وہ بکریاں چرانے کے لیے جنگل میں تھے۔ انہیں غسل کی حاجت ہوئی۔ پانی نہ ہونے کی وجہ سے وہ پانچ چھ دن تک بغیر غسل کیے نماز پڑھتے رہے۔ واپسی پر انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا۔ آپ نے پانی منگوا کر حضرت ابوذر غفاریؓ کو نہانے کا حکم دیا اور فرمایا:

> الصعید الطیب وضوء المسلم ولو إلى عشر سنین و إذا وجدت الماء
> فأمسه جلدك فإن ذلك خیر(۳)
>
> مسلمان کے لیے پاک مٹی وضو کا ذریعہ ہے، خواہ دس سال بھی پانی نہ ملے اور جب پانی ملے تو اس کو اپنے بدن پر لگالے۔

حضرت انس بن مالکؓ سے مروی ہے کہ تین آدمیوں کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت کا حال بیان کیا گیا۔ انہوں نے اسے کم خیال کرتے ہوئے کہا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برابری کیسے کرسکتے ہیں؟ آپ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف کردیے گئے ہیں۔ ان میں سے ایک نے کہا میں رات بھر نماز پڑھوں گا۔ دوسرے نے کہا میں ہمیشہ روزہ رکھوں گا۔ تیسرے نے کہا میں نکاح نہیں کروں گا۔ پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور فرمایا:

> انتم الذین قلتم کذا و کذا أما واللہ إنی لأخشاکم للہ واتقاکم له لکنی أصوم
> و أفطر وأصلی و أرقد و أتزوج النساء، فمن رغب عن سنتی فلیس منی(۴)
>
> کیا تم لوگوں نے ایسی ایسی بات کہی ہے۔ اللہ کی قسم! میں اللہ تعالیٰ سے بہ نسبت تمہارے بہت زیادہ ڈرنے اور خوف کرنے والا ہوں۔ پھر بھی میں روزہ رکھتا ہوں اور افطار بھی کرتا ہوں، نماز پڑھتا ہوں اور سوتا ہوں اور عورتوں سے شادی بھی کرتا ہوں۔ یاد رکھو جو میری سنت سے روگردانی کرے گا وہ مجھ سے نہیں ہے۔

۱۔ حضرت میمونہؓ ام المومنین، بنت حارث۔ آپ کے سالِ وفات میں ۵۱ھ، ۶۱ھ، ۶۳ھ وغیرہ کے اقوال ہیں۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۸/۱۳۲، الاستیعاب ۱۵۹/۱۳، الاصابة ۱۳۸/۱۳، اسد الغابة ۲۶۲/۷، سیر اعلام النبلاء ۲۳۸/۲

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الذبائح والصید، باب الضب ۸۳۰/۲، صحیح مسلم، کتاب الصید والذبائح ۵۴۳/۲، باب اباحة

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب الجنب یتیمم ۱/۱۳۳-۱۳۴

۴۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب الترغیب فی النکاح ۷۵۷/۲، ۷۵۸، صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب استحباب النکاح ۱۰۲۰/۲

عدم تصویب، صحابہ کرامؓ کے چند اجتہادی فیصلے ایسے بھی تھے جو عدالتِ نبوی میں شرفِ قبولیت نہ پا سکے۔ مثلاً حضرت خالد بن ولیدؓ نے بنو جذیمہ کو دعوتِ اسلام دی جو انہوں نے قبول کرلی مگر انہوں نے ''ہم مسلمان ہوگئے'' کے بجائے ''ہم نے اپنا دین چھوڑا'' کہا۔ حضرت خالدؓ نے انہیں قتل کر دیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے ہاتھ مبارک اٹھا کر دو مرتبہ فرمایا اللهم إنى ابرأ اليك مما صنع خالد (۱)۔ یعنی اے اللہ! میں خالد کے فعل سے بری ہوں۔

ایک لڑائی میں حضرت اسامہ بن زیدؓ اور ان کے ساتھیوں نے ایک شخص مرداس بن نہیک کو قتل کر دیا۔ جب وہ اسے قتل کرنے لگے تو اس نے کلمہ شہادت کہا لیکن حضرت اسامہؓ اور ان کے ساتھیوں نے نہ مانا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ واقعہ معلوم ہونے پر فرمایا:

يا اسامة من لك بلا إله الا الله (۲)

اے اسامہ! لا الہ الا اللہ کا کیا جواب دو گے

ایک صحابیہ سُبَیعہؓ (۳) کے ہاں اپنے شوہر کی وفات کے کچھ دنوں بعد بچہ کی ولادت ہوئی۔ وضعِ حمل اور نفاس سے فارغ ہونے کے بعد انہوں نے نکاح ثانی کرنا چاہا تو حضرت ابو السنابلؓ (۴) نے انہیں کہا بخدا تم نکاح نہیں کر سکتی جب تک تم پر چار ماہ دس دن نہ گزر جائیں۔ حضرت سبیعہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر استفسار کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے وضعِ حمل کو انتہائے عدت قرار دیا، اور انہیں نکاح ثانی کی اجازت دی (۵)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابو السنابلؓ کی رائے کی عدم تصویب فرمائی۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب بعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم خالد بن ولید ۲/۶۲۲

۲۔ تاریخ الأمم والملوک ۹۹/۳

۳۔ حضرت سُبیعہ بنت الحارث، ان کے ہاں اپنے شوہر سعد بن خولہ کی وفات کے بیس راتوں بعد بچہ پیدا ہوا تھا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۲۸۸/۸

۴۔ حضرت ابو السنابل بن بعککؓ۔ شاعر۔ آپ کے کئی نام آئے ہیں: حبہ، عمرو، عامر، اصرم، عبید۔ رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپ کا پتہ نہ چلا۔ بعض کہتے ہیں کہ آپ اپنی وفات تک مکہ ہی میں رہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳۳۹/۵ الاستیعاب ۱۰۱/۳ الاصابہ ۱۰۹/۴ اسد الغابۃ ۱۵۹/۶

۵۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدة المتوفى عنها زوجها وغيرها، بوضع الحمل ۲/۲۲۱ صحیح بخاری کتاب الطلاق، باب واولات الأحمال اجلهن أن يضعن حملهن ۸۰۱/۲-۸۰۲

فصل پنجم

صحابہ کرامؓ کے تشریعی مناہج

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد امت مسلمہ کی دینی و سیاسی زمام قیادت صحابہؓ کے ہاتھوں میں آئی۔ اسلامی سلطنت کی جغرافیائی حدود پھیلیں، انسانی معاشرہ میں نئے مسائل و حوادث نے ظہور کیا جن کے شرعی احکام معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ نے اجتہاد سے کام لیا۔ یہ اجتہاد انفرادی بھی ہوا اور اجتماعی بھی، سرکاری سطح پر بھی اجتہاد ہوا اور غیر سرکاری طور پر بھی۔ صحابہ کرامؓ نے تشریعی امور کی انجام دہی کے لیے مختلف مواقع پر جو اجتہاد کیا اور اس سلسلہ میں جو مناہج اختیار کیے، ان کا مندرجہ ذیل عنوانات سے احاطہ کیا جا سکتا ہے

۱۔ **نص کی عدم موجودگی میں عمومات وکلیات سے استدلال:** کسی مسئلہ میں نص سامنے نہ ہونے کی صورت میں صحابہ کرامؓ نے عمومات اور کلیات سے استدلال کر کے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔

حضرت طارقؓ(۱) بیان کرتے ہیں کہ ایک صحابی کو غسل کی حاجت ہوئی اور پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے نماز نہ پڑھی۔ اس نے یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بتایا تو آپ نے فرمایا تم نے ٹھیک کیا۔ پھر ایک اور شخص آیا جس نے ایسی صورت حال میں تیمم کر کے نماز پڑھ لی تھی۔ آپ نے اس صحابی سے بھی یہی فرمایا تم نے درست کیا(۲)۔

اس مثال میں صحابی نے یہ اجتہاد کیا کہ پانی کی عدم دستیابی کی وجہ سے وہ غسل نہیں کر سکتا، لہذا ناپاک ہونے کی صورت میں وہ نماز نہیں پڑھے گا۔ دوسرے صحابی کے سامنے تیمم کا حکم موجود تھا جس نے اس صورت حال پر بھی حکم تیمم کا اطلاق کر کے نماز ادا کر لی۔

۲۔ **روحِ تشریع کے ادراک سے غیر منصوص حکم کی تلاش:** صحابہ کرامؓ نے متعدد مواقع پر غیر منصوص حکم کی تلاش میں یہ منہج اختیار کیا کہ نص سے ملتے جلتے کسی حکم کے مسئلہ میں پہلے روحِ تشریع کا ادراک کیا اور پھر اس کی روشنی

۱۔ حضرت طارق بن شہاب کوفی۔ آپ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافتوں میں جنگوں میں حصہ لیا۔ آپ کثرت جہاد کے ساتھ ساتھ علماء میں بھی شمار ہوتے تھے۔ آپ ۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۶/۶۶۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۴۸۶۔

۲۔ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب فیمن لم یجد الماء ولا الصعید ۱/۱۸۸

میں غیر منصوص مسئلہ کا حکم معلوم کر لیا۔ مثلاً خلافت حضرت ابوبکرؓ کے موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا: الستم تعلمون ان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم قد امر ابا بکر أن یصلی بالناس فایکم تطیب نفسہ ان یتقدم ابا بکر۔ یعنی کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز میں امامت کرانے کا حکم دیا تھا۔ پس تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھے۔ اس پر سب نے کہا کہ ہم حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھنے پر اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتے ہیں(۱)۔

حضرت عمرؓ نے روح حکم نبوی کا ادراک کیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کو ہم سب سے افضل قرار دیا ہے، اسی لیے حضرت ابوبکرؓ کو امامت کرانے کا حکم دیا۔ جب حضرت ابوبکرؓ مسلمانوں میں سب سے افضل ہیں تو پھر خلافت کا منصب سنبھالنے میں بھی وہ سب مسلمانوں سے افضل ہیں۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مانعین زکوٰۃ کے خلاف کارروائی کی تو فرمایا: واللّٰہ لأقاتلن من فرق بین الصلوٰۃ والزکوٰۃ (۲)۔ اللہ کی قسم! میں ان لوگوں کے خلاف ضرور قتال کروں گا جنہوں نے نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کی۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس روح تشریع کا ادراک کیا کہ قرآن مجید نے نماز اور زکوٰۃ کو جوڑا ہے، اس کی تفریق قبول نہیں کی۔ نماز کے ساتھ زکوٰۃ کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا جو لوگ نماز اور زکوٰۃ کے درمیان تفریق کریں گے ان کے خلاف کارروائی کی جائے گی۔

خلافت حضرت عمرؓ میں شراب نوشی کی سزا اسی کوڑے مقرر ہونے کے موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا تھا: اذا شرب سکر واذا سکر ھذی واذا ھذی افتری وعلی المفتری ثمانون جلدۃ (۳)۔ یعنی جب آدمی شراب پیئے گا تو مست ہوگا اور جب مست ہوگا تو واہیات بکے گا اور جب واہیات بکے گا تو افترا بازی بھی کرے گا اور مفتری کی سزا اسی کوڑے ہیں۔ پھر حضرت عمرؓ نے شراب کی حد میں اسی کوڑے مقرر کیے(۴)۔

حضرت علیؓ نے روح شریعت کو سمجھتے ہوئے یہ استدلال کیا کہ چوں کہ تاب شرب خمر بھی قذف ہے اس لیے شرب خمر پر وہی سزا ہونی چاہیے جو ارتکاب قذف پر ہے۔

۳۔ نصوص کی توضیح اور ان کے معنی و مفہوم کا تعین:

بعض مواقع پر صحابہؓ نے حکم شرعی کی دریافت کے لیے کسی آیت یا حدیث کا معنی و مفہوم متعین کیا اور ان کی توضیح کے لیے اجتہاد سے کام لیا۔ شرعی نص کی توضیح

۱۔ سنن النسائی، کتاب الامامۃ، باب إمامۃ أهل العلم والفضل ۱/۳۰۹، مزید ملاحظہ ہو اعلام الموقعین ۱/۲۵۳

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ ۱/۱۸۸، ایضاً، کتاب الاعتصام، باب الاقتداء بسنن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۲/۱۰۸۱، اصول الجصاص ۲/۱۲۳، طبقات الفقہاء ص ۳۷

۳۔ السنن الکبریٰ، کتاب الأشربۃ والحد فیھا باب ما جاء فی حد الخمر ۸/۳۲۱، مزید دیکھو الموطا، کتاب الأشربۃ، باب الحد فی الخمر ص ۶۳۲، عبدالرزاق، المصنف، باب حد الخمر ۷/۳۷۸

۴۔ الموطا، کتاب الأشربۃ، باب الحد فی الخمر ص ۶۳۲، عبدالرزاق، المصنف، باب حد الخمر ۷/۳۷۹

اور اس کے معنی و مفہوم کے تعین سے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ مثلاً عہدِ حضرت عمرؓ میں اراضی عراق کی تقسیم کے مسئلہ پر صحابہ کرامؓ مختلف الرائے ہوئے(۱)۔ ایک گروہ کا موقف تھا کہ اراضی فوجیوں میں تقسیم ہو، دوسرا گروہ اس کا مخالف تھا۔ صحابہ کرامؓ کے ان دونوں گروہوں نے مندرجہ ذیل آیت سے استدلال کیا

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰى وَالْیَتٰمٰى وَالْمَسٰكِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ كُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ [الأنفال ۸: ۴۱]

اور جان رکھو کہ جو چیز تم (کفار سے) لوٹ کر لاؤ اس میں سے پانچواں حصہ اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اہلِ قرابت کا اور یتیموں کا اور محتاجوں کا اور مسافروں کا ہے، اگر تم اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

پہلے گروہ کا استدلال تھا کہ اس آیت میں مالِ غنیمت کے خمس کا حکم اور اس کے مصارف بیان ہوئے ہیں۔ بقیہ چار حصے فوجیوں کے لیے چھوڑ دیے گئے ہیں۔ دوسرے گروہ کے نزدیک مالِ غنیمت کے بقیہ چار حصوں نے خمس، مصارف کے بارے میں آیت خاموش ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست چاہے تو فوجیوں میں اراضی تقسیم کر دے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خیبر، بنوقریظہ اور بنونضیر کی زمینیں تقسیم کیں اور چاہے تو نہ ایسا کرے بلکہ اراضی اصل باشندوں کے پاس رہنے دے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہلِ خیبر (جزوی طور پر) اور اہلِ مکہ کے ساتھ کیا۔

حضرت عمرؓ دوسرے گروہ کے ساتھ تھے جنہوں نے مندرجہ ذیل آیات سے استدلال کیا

لِلْفُقَرَآءِ الْمُهٰجِرِیْنَ الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ وَالَّذِیْنَ تَبَوَّؤُ الدَّارَ وَالْاِیْمَانَ مِنْ قَبْلِهِمْ یُحِبُّوْنَ مَنْ هَاجَرَ اِلَیْهِمْ وَلَا یَجِدُوْنَ فِیْ صُدُوْرِهِمْ حَاجَةً مِّمَّآ اُوْتُوْا وَیُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ وَمَنْ یُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ وَالَّذِیْنَ جَآءُوْا مِنْ بَعْدِهِمْ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ [الحشر ۵۹: ۸تا۱۰]

اور اُن مفلسان تارک الوطن کے لئے بھی جو اپنے گھروں اور مالوں سے خارج (اور جدا) کر دیے گئے ہیں۔ (اور) اللہ کے فضل اور اس کی خوشنودی کے طلب گار اور اللہ اور اس کے پیغمبر کے مددگار ہیں۔ یہی لوگ سچے (ایمان دار) ہیں۔ اور (اُن لوگوں کے لئے بھی) جو مہاجرین

۱۔ ملاحظہ ہو ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۳۵، المحرر فی اصول الفقه ۲۲۶، عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۴۰۳، تقویم الادلة ص ۹۶، الجامع لاحکام القرآن ۳/۱۸

سے پہلے (ہجرت کے) گھر (یعنی مدینہ) میں مقیم اور ایمان میں (مستقل) رہے (اور) جو لوگ ہجرت کر کے اُن کے پاس آتے ہیں ان سے محبت کرتے ہیں اور جو کچھ اُن کو ملا اس سے اپنے دل میں کچھ خواہش (اور خلش) نہیں پاتے اور اُن کو اپنی جانوں سے مقدم رکھتے ہیں خواہ ان کو خود احتیاج ہی ہو۔ اور جو شخص حرص نفس سے بچالیا گیا تو ایسے ہی لوگ مراد پانے والے ہیں۔ اور (اُن کے لئے بھی) جو اُن (مہاجرین) کے بعد آئے (اور) دُعا کرتے ہیں کہ اے پروردگار! ہمارے اور ہمارے بھائیوں کے جو ہم سے پہلے ایمان لائے ہیں، گناہ معاف فرما اور مومنوں کی طرف سے ہمارے دل میں کینہ (وحسد) نہ پیدا ہونے دے۔ اے ہمارے پروردگار! تو بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے۔

حضرت عمرؓ کا استدلال تھا کہ مالِ غنیمت میں اللہ تعالیٰ، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور فوجیوں کے علاوہ موجودہ اور آئندہ غیر فوجیوں کو بھی شریک کیا گیا ہے۔ مندرجہ بالا آیت مالِ غنیمت کی تقسیم میں فوجیوں اور غیر فوجیوں کی تخصیص نہیں کرتیں۔ یوں حضرت عمرؓ نے آیات لِلۡفُقَرَآءِ الۡمُهٰجِرِيۡنَ) کی روشنی میں اجتہاد کر کے مالِ غنیمت والی آیت (وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَا غَنِمۡتُمۡ) کی توضیح فرمائی اور اس کا معنی ومفہوم متعین کیا۔ تمام صحابہؓ نے حضرت عمرؓ کی رائے سے اتفاق کیا اور اراضیِ عراق تقسیم نہیں کی گئی۔

۴۔ **محتمل الوجوہ نص کی کسی ایک وجہ کا تعین.** صحابہؓ کو ایسی صورتِ حال بھی پیش آئی کہ ان کے سامنے کسی مسئلہ کے حکم میں صریح نص تھی مگر اس میں ایک سے زائد وجوہ کا احتمال پایا جاتا تھا۔ اس صورت میں انہوں نے صریح نص کے کسی ایک پہلو کا اجتہاد سے تعین کر کے اس پہلو پر عمل کیا۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ کی روایت ہے کہ غزوۂ احزاب سے واپسی پر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو فرمایا

لا يُصَلِّيَنَّ احدٌ العصرَ إلا في بني قريظة

کوئی عصر کی نماز نہ پڑھے مگر بنو قریظہ پہنچ کر

راستہ میں نمازِ عصر کا وقت ہوگیا۔ کچھ صحابہؓ نے نماز پڑھ لی کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مقصد نہیں تھا کہ نماز قضا کریں۔ بعض نے یہ کہا کہ وہ بنو قریظہ ہی پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ جب اس کا ذکر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا گیا تو آپ نے کسی کو ملامت نہیں کی(۱)۔

۵۔ **ظاہر نص کو ترک کر کے علتِ خفی پر عمل:** صحابہ کرامؓ نے ان مسائل میں بھی اجتہاد سے کام لیا جن کے بارے میں صریح نص اور حکم موجود تھا مگر انہوں نے حکم کو کسی علت سے معلول سمجھ کر نص اور حکم کا ظاہر ترک کر دیا اور

۱۔ صحيح البخاري، كتاب صلوة الخوف، باب صلوة الطالب والمطلوب ۱/ ۲۹ تاريخ الأمم والملوك ۳/ ۵۳ ابن هشام، السيرة النبوية ۳/ ۲۴۵

علت خفی پر عمل کیا۔ مثلاً حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد لونڈی کے بارے میں لوگ ایک شخص پر تہمت لگاتے تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو اس شخص کے قتل کے لیے بھیجا۔ حضرت علیؓ نے اسے پانی میں نہاتے ہوئے پایا۔ آپ نے اسے کھینچ کر باہر نکالا تو دیکھا کہ اس کا آلہ تناسل کٹا ہوا تھا۔ آپ نے اسے قتل نہ کیا اور واپس آ کر رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو عرض کیا کہ وہ شخص تو مجبوب ہے، اس کا آلۂ تناسل نہیں ہے(۱)۔

حضرت علیؓ نے بظاہر صریح حکم کے خلاف عمل کیا لیکن انہوں نے اس حکم کو ایک علت سے معلول سمجھا اور جب وہ علت نہ پائی تو حکم پر عمل نہیں کیا اور اس شخص کو قتل نہ کیا۔

۶۔ **نصوص کا ظاہری تعارض دُور کرنا:** جب دو نصوص میں بظاہر تعارض پیدا ہو گیا تو صحابہؓ نے اسے دور کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔ مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [البقرة ۲: ۲۲۱]

اور (مومنو!) مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لائیں، نکاح نہ کرنا

ایک اور آیت ہے،

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ [المائدة ۵: ۵]

اور پاک دامن اہل کتاب عورتیں بھی (حلال ہیں)

پہلی آیت مشرک عورتوں سے نکاح حرام قرار دیتی ہے۔ دوسری آیت میں کتابیہ سے نکاح کا جواز پیدا ہوتا ہے۔ حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک پہلی آیت کتابیہ اور غیر کتابیہ تمام عورتوں کو عام ہے۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ کتابیہ محصنات ہوں، بدکار نہ ہوں۔ یوں حضرت ابن عباسؓ نے بتا دیا کہ آیت [وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ] اس آیت [وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ] پر مرتب ہے اور کتابیہ عورتیں مشرکات سے مستثنیٰ ہیں(۲)۔

۷۔ **قرآن و سنت سے تمسک:** صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ کا حکم سب سے پہلے قرآن مجید اور پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرتے تھے۔ اگر ان دونوں میں منصوص حکم نہ پاتے تو پھر اجتہاد سے مسئلہ کا حکم دریافت کرتے۔ صحابہؓ کی حیثیت، ایک قاضی کی تھی جو قانونی تصریح نہ ملنے پر قواعد عدل و انصاف سامنے رکھتے ہوئے اپنی رائے سے فیصلہ کرتا ہے (۳)۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب التوبة، باب براءة حرم النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الريبة ۴: ۲۱۳۹

۲۔ جصاص، احکام القرآن، ومن سورة البقرة، باب نكاح المشركات ۱/۳۳۲

۳۔ ابو حنیفة، حیاته و عصره، آراؤه و فقهه ص ۹۳

میمون بن مہرانؒ (۱) بیان کرتے ہیں کہ جب حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تو آپ کتاب اللہ میں دیکھتے۔ اگر اس میں پاتے تو اس کے مطابق فیصلہ کر دیتے۔ اگر نہ پاتے تو حدیث کی طرف دیکھتے۔ اگر اس میں کوئی حکم رسول صلی اللہ علیہ وسلم پاتے تو اسی کے مطابق حکم فرما دیتے۔ اگر اس میں عاجز آ جاتے تو آپ لوگوں کو جمع کر کے ان سے پوچھتے کیا تم میں سے کسی کو اس مسئلہ سے متعلق حدیث معلوم ہے؟ بعض اوقات لوگ کھڑے ہو جاتے اور بتا دیتے کہ اس بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان مبارک ہے۔ اگر اس پر بھی مسئلہ کا حکم دریافت نہ ہوتا تو حضرت ابوبکر صدیقؓ سربرآوردہ لوگوں کو بلاتے اور ان سے مشورہ طلب فرماتے۔ اگر سب مل کر ایک ہی بات کہہ دیتے تو آپ وہی حکم دے دیتے تھے(۲)۔

میمونؒ ہی کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔ البتہ آپ کتاب وسنت میں کسی مسئلہ کا حکم نہ پانے کی صورت میں لوگوں سے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا فیصلہ بھی دریافت فرمایا کرتے تھے۔ اگر مل جاتا تو اسے جاری فرما دیتے تھے(۳)۔

حضرت عمرؓ کا قول ہے میرے دونوں اصحاب یعنی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکرؓ ایک عمل کر کے اور ایک راستہ اختیار فرما کر چلے گئے۔ اگر میں ان کے خلاف عمل کروں گا تو راہ راست سے بھٹک جاؤں گا(۴)۔ اگر حضرت عمرؓ کو کتاب وسنت یا حضرت ابوبکرؓ سے کوئی حکم نہ ملتا تو آپ سربرآوردہ لوگوں اور علماء کو طلب کر کے ان سے مشورہ فرماتے۔ وہ جس بات پر جمع ہو جاتے، حضرت عمرؓ اسی کے مطابق حکم فرما دیتے تھے (۵)۔

حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسی اشعریؓ کو ایک خط لکھا تھا۔ اس کے مندرجات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ کسی مسئلہ کا فیصلہ کرنے میں حضرت عمرؓ کے سامنے کیا ترجیحات تھیں۔ آپ نے خط میں لکھا

"ثم الفهم الفهم فيما أدلي إليك مما ورد عليك مما ليس في قرآن ولا سنة، ثم قايس الأمور عند ذلك واعرف الأمثال، ثم اعتمد فيما ترى إلى أحبها إلى الله وأشبهها بالحق" (۶)

اگر کوئی قضیہ ایسا آن پڑے جس کے بارے میں قرآن اور سنت میں کچھ نہ ہو تو پھر غور وخوض

۱۔ ابو ایوب میمون بن مہران، تابعی، فقیہ، ثقہ کثیر الحدیث تھے۔ آپ ۱۱۷ھ کو الجزیرہ میں فوت ہوئے۔ آپ کے سال وفات میں ۵ اقوال ہیں۔ مزید ملاحظہ ہو کتاب الجرح والتعدیل ۸/۲۳۳، تہذیب التہذیب ۱۰/۳۹۰، سیر اعلام النبلاء ۵/۷۱، صفۃ الصفوۃ ۴/۲۱۲

۲۔ سنن الدارمی، باب الفتیا وما فیہ من الشدۃ ۱/۵۸، السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۴۔ ۱۱۵، اعلام الموقعین ۱/۶۲، تاریخ الخلفاء ص ۴۹

۳۔ السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۵

۴۔ الطبقات الکبری ۳/۲۸۹

۵۔ السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۵، اعلام الموقعین ۱/۶۲، تاریخ الخلفاء ص ۴۹

۶۔ اعلام الموقعین ۱/۸۶، مزید ملاحظہ ہو سنن الدار قطنی، کتاب الأقضیہ والأحکام ۴/۲۰۶، اخبار القضاۃ ۱/۷۰، طبقات الفقہاء ص ۳۰، مقدمہ ابن خلدون ص ۱۸۳، کتاب الحجۃ علی اهل المدینۃ ۴/۵۲۰

کر کے اپنے فہم و فراست سے کام لو اور ان حالات میں امور کا قیاس کرو اور مثالوں کو پہچان لیا کرو۔ پھر جو چیز اللہ کی محبت سے زیادہ قریب اور حق سے زیادہ نزدیک نظر آئے اس پر اعتماد کرو

حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ (۱) کو ایک خط میں لکھا:

اقض بما فی کتاب اللہ فان لم یکن فی کتاب اللہ فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وان لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاقض بما قضی بہ الصالحون فان لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقض بہ الصالحون فان شئت فتقدم فان شئت فتاخر ولا اری التاخیر الا خیرا لک (۲)

کتاب اللہ میں جو ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو اور نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو، نہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو اور نہ صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو پھر اگر تم اجتہاد کرنا چاہتے ہو تو کر دو اور اگر تم مسئلہ کو مؤخر کرنا چاہتے ہو تو مؤخر کر دو۔ میں سمجھتا ہوں کہ مؤخر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

ایک اور روایت میں الفاظ یوں ہیں کہ اگر کتاب و سنت سے مسئلہ کا حکم نہ ملے

فاقض بما اجتمع علیہ الناس، وان اتاک ما لیس فی کتاب اللہ ولم یسنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یتکلم فیہ احد فای الأمرین شئت فخذ بہ (۳)

تو پھر اس کے مطابق فیصلہ کرو جس پر لوگوں کا اجماع ہے۔ اگر تمہارے پاس ایسا مسئلہ آ جائے جو نہ کتاب اللہ میں ہو، نہ سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ہو اور نہ اس بارے میں کسی نے پہلے رائے دی ہو تو دو کاموں میں سے جس کو چاہو لے لو۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے بے شک میرے والد فیصلے کرتے تھے لیکن جب انہیں کسی مسئلہ میں دشواری ہوتی تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے استفسار کر لیتے اور جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی دشواری ہوتی تو آپ حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھ لیتے تھے (۴)۔

۱۔ شریح بن الحارث بن قیس۔ کوفی، تابعی، قاضی، ثقہ۔ آپ نے عہد رسالت پایا مگر دیدار نبوی سے محروم رہے۔ حضرت عمرؓ نے انہیں قاضی کوفہ مقرر کیا۔ آپ ساٹھ سال قاضی رہے۔ آپ کا سال وفات ۷۸ھ ہے۔ اس بارے میں اور اقوال بھی ہیں۔ مزید ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۹۰/۶، الاستیعاب ۶۶/۵، الاصابۃ ۶۵/۵، اسد الغابۃ ۲۶۳/۲، شذرات الذھب ۸۵/۱، وفیات الاعیان ۴۶۰/۲، مرآۃ الجنان ۱۵۸/۱

۲۔ سنن النسائی، کتاب آداب القضاۃ، باب الحکم باتفاق اھل العلم ۲۲۳/۸۔ مزید دیکھیں السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۱۵/۱۰، ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۷۸۱/۶، اعلام الموقعین ۶۲/۱

۳۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۸۴۹/۲، سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ ۶۰/۱

۴۔ الطبقات الکبری ۱۳۶/۳

ان آثار سے مترشح ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کے نزدیک کسی مسئلہ کا حکم دریافت کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کیا جائے گا، پھر سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، پھر حضرت ابوبکرؓ کے فیصلے، پھر اجماعی فیصلے اور آخر میں قیاس و رائے سے مدد لی جائے گی۔

جصاصؒ نے کہا ہے کہ خلفائے راشدین کو جب کوئی دینی واقعہ پیش آتا تو وہ اس سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت صحابہ کرامؓ سے دریافت کرتے تھے۔ خلفائے راشدین قیاس کی طرف اس وقت رجوع اور اس پر اعتماد کرتے تھے جب انہیں اس واقعہ سے متعلق کوئی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ملتی تھی(۱)۔

خلفائے راشدین کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے سے قبل لوگوں سے اکثر مشورہ لیا کرتے تھے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ(۲) نے حضرت علیؓ کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ اکثر اوقات کوئی مشورہ نہیں کرتے تھے(۳)۔ اس کی وجہ شاید یہ تھی کہ انہوں نے کوفہ کو دار الحکومت بنالیا تھا جہاں مدینہ کی نسبت صحابہ کرامؓ اور اہل شوریٰ افراد کی کمی تھی۔ پہلے تین خلفاء کو حضرت علیؓ جیسے جو قابل مشیر میسر رہے ویسے افراد حضرت علیؓ کو نہ ملے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے نزدیک حکم دریافت کرنے کے مآخذ و مصادر بالترتیب یہ تھے قرآن مجید، سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم، صالحین کے فیصلے اور پھر رائے و اجتہاد۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے

> فمن عرض له منكم قضاء بعد اليوم فليقض بما في كتاب الله، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله فليقض بما قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله لا قضى به نبيه صلى الله عليه وسلم فليقض بما قضى به الصالحون، فإن جاء أمر ليس في كتاب الله ولا قضى به نبيه ولا قضى به الصالحون فليجتهد رأيه ولا يقول إني أخاف وإني أخاف فإن الحلال بين و الحرام بين و بين ذلك أمور مشتبهات فدع ما يريبك إلى ما لا يريبك(۴)

> تم میں سے کسی کے سامنے کوئی مقدمہ پیش ہو تو وہ کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر کوئی ایسا معاملہ آجائے جو کتاب اللہ میں نہ پائے تو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ دے۔ اگر وہ معاملہ ایسا ہو جس کے بارے میں کتاب و سنت دونوں میں نہ پائے تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرے۔ اگر کتاب اللہ، سنت رسول اللہ اور صالحین کے فیصلوں میں بھی کچھ نہ پائے تو اپنی رائے سے اجتہاد کرے اور یہ نہ کہے کہ میں ڈرتا ہوں، میں ڈرتا ہوں۔

۱۔ الفصول فی الاصول ۳/۱۴۰

۲۔ احمد بن ابراہیم، شاہ ولی اللہ دہلوی حنفی، مسلم محدث، فقیہ، متکلم اور مصنف تھے۔ آپ ۱۱۷۶ھ کو دہلی میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو ابجد العلوم ۳/۲۴۱، معجم المؤلفین ۱/۲۷۲

۳۔ حجۃ اللہ البالغۃ ۲/۱۳۲

۴۔ سنن النسائی، کتاب آداب القضاة، باب الحکم باتفاق اهل العلم ۸/۲۳۰ حدیث ۵۳۹۷، السنن الکبری، کتاب ادب القاضی، باب ما یقضی به القاضی ۱۰/۱۱۵، اعلام الموقعین ۱/۶۳، جامع بیان العلم و فضله ۲/۸۴۹، المستصفی ص ۳۸۷

بے شک حلال واضح ہے اور حرام واضح ہے اور اس کے درمیان متشابہات ہیں۔ پس جو تمہیں شک میں ڈالے اسے چھوڑ دو اور اسے لو جو تمہیں شک میں نہ ڈالے۔

حضرت زید بن ثابتؓ نے فرمایا:

اقض بکتاب اللہ عز وجل فان لم یکن فی کتاب اللہ ففی سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فان لم یکن فی سنۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فادع اہل الرای ثم اجتہد و اختر لنفسک ولا حرج (۱)

کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ کرو، اگر کتاب اللہ میں نہ ملے تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو، پھر اگر سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملے تو اہل الرائے کو بلاؤ، پھر اجتہاد کرو اور کوئی رائے اختیار کرلو، اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے جب کسی چیز کا حکم دریافت کیا جاتا تو آپ سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اور پھر سنت کی طرف۔ اگر ان دونوں میں حکم نہ ملتا تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے جو مروی ہوتا اسے بتادیتے، ورنہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے تھے (۲)۔

۸۔ **اجماع کا اسلوب**: امام شافعیؒ (۳) نے فرمایا یہ نہیں کہا جاسکتا کہ خلافتِ راشدین میں تمام فیصلے اجماعی ہوتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ نے تقسیم غنیمت میں برابری کا اصول مدنظر رکھا۔ حضرت عمرؓ نے آزاد اور غلام، نسب اور اسلام میں سبقت کا لحاظ رکھا۔ حضرت علیؓ نے آزاد اور غلام کا امتیاز ختم کردیا۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ یہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ وہ اپنے حاکم کا حکم تسلیم کرتے تھے، خواہ ان کی رائے حاکم کی رائے کے خلاف ہو اور خواہ حاکم نے ان کی رائے کے خلاف حکم دیا ہو۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ان کی طرف سے تمام احکام اجماع کی جہت سے ہوتے تھے (۴)۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں شخصیات کی جلالت و شان کا اثر تھا کہ ان کے زمانہ خلافت میں اکثر اجتہادی فیصلے اجماع کا نتیجہ ہوتے تھے۔ اس دور میں کسی حکم پر انعقادِ اجماع آسان تھا۔ اکثر مجتہد صحابہؓ مدینہ منورہ میں تھے۔ تاہم ایسا بھی نہیں تھا کہ کسی مسئلہ میں خلیفہ کی رائے کو فوراً من کر اجماع منعقد ہوجاتا تھا بلکہ اختلاف رائے کی اجازت تھی۔ اختلافی مسائل میں فیصلہ ہوجانے تک مشورہ اور بحث جاری رہتی تھی۔

۱۔ السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۵

۲۔ الطبقات الکبری ۳۶۶/۲ جامع بیان العلم و فضلہ ۸۴۹/۲ سنن الدارمی، باب الفتیا و ما فیہ من الشدۃ ۵۹/۱ طبقات الفقہاء ص ۳۹، اعلام الموقعین ۹۳/۱، ۹۴، ۱۳۳/۳، السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۰/۱۱۵

۳۔ محمد بن ادریس، شافعی امام لغت، فقہ اور حدیث کے ماہر۔ غزہ میں پیدا ہوئے۔ مدینہ میں امام مالک اور عراق میں امام ابو حنیفہ کے شاگرد امام محمدؒ سے استفادہ کیا لیکن اپنے لیے خاص مذہب اختیار کیا۔ آپ ۲۰۴ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۱۰/۵ ترتیب المدارک ۱/۳۸۲ صفۃ الصفوۃ ۱۴۷/۲، تاریخ بغداد ۵۶/۲، الدیباج المذہب ص ۲۲۶۔ الانتقاء ص ۶۶

۴۔ الام ۱/۱۷۷

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے جب مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف قتال کا ارادہ فرمایا تو شروع میں حضرت عمرؓ نے اس رائے کی مخالفت کی۔ دونوں نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ یہاں تک کہ سب لوگ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی رائے پر متفق ہوگئے اور حضرت عمرؓ نے فرمایا فواللہ ما ھو الا ان قد شرح اللہ صدر ابی بکر فعرفت انہ الحق(۱)۔ یعنی بخدا اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کا سینہ کھول دیا تھا، پس میں نے جان لیا کہ حق یہی ہے۔ اس اجماعی فیصلہ کے بعد مانعینِ زکوٰۃ کے خلاف لشکر کشی کی گئی۔ منکرینِ زکوٰۃ اور مرتدین کے خلاف قتال پر اجماعِ صحابہؓ منعقد ہوا تھا(۲)۔

عہدِ فاروقی میں عراق و شام کی مفتوحہ اراضی کی تقسیم میں بعض صحابہ کرامؓ جو اس اراضی کی تقسیم نہیں چاہتے تھے، نے حضرت عمرؓ سے اختلاف کیا۔ اس مسئلہ پر کئی دن بحث ہوتی رہی۔ فریقین نے اپنے اپنے دلائل دیئے۔ بالآخر سب صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے موقف اور استدلال کے قائل ہوگئے(۳)۔

عہدِ خلافتِ راشدہ میں صحابہ کرامؓ مشورہ اور بحث کے بعد جس فیصلہ پر متفق ہو جاتے وہ اجماع کی شکل اختیار کر لیتا۔ اس دور میں متعدد مسائل پر اجماع ہوا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کی بیعت و خلافت(۴)، شراب نوشی پر اسّی کوڑوں کی سزا(۵)، وہ معاملات جو عام طور پر مرد نہیں جانتے مثلاً ولادت وغیرہ، ان میں ایک عورت کی شہادت کا جواز(۶) اور ماں و باپ دونوں کی خالائیں اور پھپیاں نکاح کے لیے حرام(۷) وغیرہ۔ اگر کسی مسئلہ میں صحابہؓ کی متفقہ رائے ظاہر نہ ہوتی تو غالب رائے اختیار کی جاتی، جیسے جنگِ صفین (۳۷ھ) کے موقع پر حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا بطور حَکم تقرر کثرتِ رائے سے ہوا تھا(۸)۔

۹۔ **مصلحتِ عامہ:** صحابہ کرامؓ نے متعدد مسائل میں مصلحتِ عامہ کو بنیاد بناتے ہوئے، احکام کا استنباط کیا۔ اجتہاد کے اس اسلوب میں صرف مصلحتِ عامہ کا لحاظ رکھا گیا۔ مثلاً حضرت ابوبکرؓ کے عہد میں قرآن، ایک مصحف میں جمع کیا گیا اور پھر حضرت عثمانؓ کے دور میں اسے قریش کے تلفظ پر لکھا گیا۔ سرکاری نسخے کی نقلیں سارے علاقوں کو بھجوا دی گئیں اور دیگر تمام نسخے نذرِ آتش کر دیئے گئے(۹)۔ حضرت عمرؓ نے ایک مقتول کے بدلہ میں قاتل گروہ کو قصاص میں قتل

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوٰۃ، باب وجوب الزکوٰۃ ۱/۱۸۸

۲۔ قواطع الأدلة ۱/۴۷۵، میزان الأصول ص ۵۲۷

۳۔ ابو یوسف، کتاب الخراج ص ۳۵۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۲، المحرر فی اصول الفقه ۲۲۶

۴۔ میزان الأصول ص ۵۲۷، المحرر فی اصول الفقه ۱/۲۲۶

۵۔ میزان الأصول ص ۵۲۷۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۳۔ المحرر فی اصول الفقه ۱/۲۲۶

۶۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۳

۷۔ ایضاً ۲/۱۲۲

۸۔ حضرت علیؓ نے حضرت ابن عباسؓ کو حکم بنانا چاہا تھا لیکن لوگوں نے کہا ہم حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کے علاوہ کسی پر راضی نہیں ہوں گے۔ اس پر حضرت علیؓ نے فرمایا اصنعوا ما شئتم یعنی تم جو چاہو کرو۔ تفصیل ملاحظہ ہو البدایة والنهایة ۷/۲۷۵ وما بعد

۹۔ الاعتصام ۲/۱۱۵، الطرق الحکمیة ص ۲۱

کرنے کا حکم دیا(۱)۔ آپ نے کاریگروں کے پاس سامان ضائع ہونے پر مالکان کو معاوضہ دلوایا(۲)۔ حضرت علیؓ کا بھی یہی موقف تھا۔ وہ فرماتے تھے کہ لوگوں کے لیے یہی مناسب ہے(۳)۔ حضرت عمرؓ نے اہل مدینہ کی ملکیتی چراگاہ کو سرکاری تحویل میں لے لیا(۴)۔ آپ نے عراق کی مفتوحہ زمین مسلمانوں میں تقسیم نہیں کی(۵)۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں نماز جمعہ کے لیے ایک اذان کا اضافہ کیا گیا(۶) اور خاوند کی طرف سے مرض الموت میں طلاق دینے پر مطلقہ کو وراثت میں حصہ دار بنانے کا حکم جاری کیا گیا(۷)۔

۱۰۔ سدِّ ذریعہ: صحابہ کرامؓ نے تشریعی امور کی انجام دہی میں سدِّ ذریعہ کا اسلوب بھی اختیار کیا۔ انہوں نے کئی ایسے امور پر پابندی لگائی جو بذات خود جائز تھے لیکن مفسدہ کا ذریعہ بنتے تھے۔ لہذا سدِّ ذریعہ کے طور پر ایسے امور کے خلاف احکام جاری کیے گئے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے وہ درخت کاٹنے کا حکم دیا جس کے نیچے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیعت(۸) لی تھی۔ لوگ اس درخت کے نیچے نمازیں پڑھتے تھے۔ حضرت عمرؓ ڈرے کہ لوگوں میں فتنہ پیدا نہ ہو جائے، آپ نے وہ درخت کٹوا دیا اور فرمایا انما هلك من كان قبلكم بهذا يتبعون آثار انبيائهم فاتخذوها كنائس و بيعا(۹)۔ یعنی تم سے پہلے لوگ اس وجہ سے ہلاک ہو گئے کہ وہ اپنے انبیاء کے آثار کا اتباع کرتے تھے، پھر انہوں نے ان آثار کو عبادت گاہیں بنا لیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کتابیہ سے نکاح پر پابندی عائد کر دی اور فرمایا میں ڈرتا ہوں تم ان میں سے بدکار عورتوں میں پھنس جاؤ گے(۱۰)۔ آپ نے یک وقت دی گئی تین طلاق کو تین طلاق شمار کیا اور فرمایا کہ لوگوں نے اس کام میں جلدی کرنا شروع کر دی ہے جس میں ان کو مہلت ملی تھی، لہذا ہم اس کو اگر جاری کر دیں

۱۔ السنن الکبری، کتاب الجنایات، باب الىفر يقتلون الرجل ۴۱/۸

۲۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۹۱۷۳، ۹۲۲/۷

۳۔ السنن الکبری، باب ماجاء فی تضمين الأجرة ۱۲۲/۶

۴۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب اذا اسلم قوم فی دار الحرب ۳۳۰/۲

۵۔ ابوعبید، کتاب الأموال ص ۵۷

۶۔ صحیح البخاری، کتاب الجمعة، باب الأذان يوم الجمعة ۱۲۳/۱

۷۔ الموطا، کتاب الطلاق، باب طلاق المريض ص ۳۲۸۔ السنن الکبری، کتاب الخلع و الطلاق باب ماجاء فی توريث المبتوته فی مرض الموت ۳۶۲/۷

۸۔ یہ بیعت رضوان ہے جو درخت کے نیچے ہوئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو افواہ پہنچی کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیے گئے ہیں تو آپ نے ایک درخت کے نیچے صحابہ کرامؓ سے بیعت لی۔ (ابن کثیر، السيرة النبوية ۳/۸-۳۱۹) اس بارے میں یہ آیت نازل ہوئی لقد رضی الله عن المؤمنين اذ يبايعونك تحت الشجرة [الفتح ۴۸: ۱۸] بے شک جب مومن آپ سے درخت کے نیچے بیعت کر رہے تھے تو اللہ ان سے خوش ہو۔

۹۔ الإعتصام ۳۳۶/۱

۱۰ جصاص، احکام القرآن، من سورة البقرة، باب نكاح المشركات ۱/۳۳۳ سنن سعيد بن المنصور، باب الترغيب فی النكاح، باب نكاح اليهودية والنصرانية ۱/۱۹۳ السنن الکبری، کتاب النکاح، باب ماجاء فی تحريم حرائر اهل الشرک ۷/۲۰۰

تو مناسب ہے(۱)۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ قربانی نہیں کرتے تھے کہ کہیں اسے واجب نہ سمجھ لیا جائے(۲)۔

۱۱۔ رائے کا استعمال

نص کو رائے پر ترجیح: صحابہ کرامؓ کے تشریعی کردار میں یہ بات نمایاں ہے کہ انہوں نے نص کی موجودگی میں رائے اور قیاس کی نفی فرمائی اور ان پر نص کو مقدم کیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ فرمایا کرتے تھے "اذا سئلتم عن شیء فلا تردوا، ردوا الناس الی کتاب اللہ تعالی (۳)۔ یعنی جب تم سے کسی چیز سے متعلق پوچھا جائے تو تم جواب مت دو، لوگوں کو کتاب اللہ کی طرف لوٹا دو۔ حضرت طاوسؒ نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے جنین کی دیت پر لوگوں سے مشورہ کیا۔ حضرت حمل بن مالکؓ(۴) نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی دیت ایک غلام یا باندی ادا کرنے کا حکم دیا ہے(۵)۔ یہ خبر ملنے پر حضرت عمرؓ نے اپنی رائے اور قیاس کو ترک کر دیا۔ قیاس کا تقاضا ہے کہ جنین اگر زندہ ہو تو پوری دیت اور اگر پہلے ہی سے مردہ ہو تو پھر کوئی دیت نہیں ہے۔ جب کہ حدیث نبوی مطلق طور پر ایک غلام یا لونڈی ادا کرنا لازم کرتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے خبر کو اختیار کر کے ذاتی رائے ترک کر دی۔ اس موقع پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا "اللہ اکبر لو لم اسمع بھذا لقضینا بغیر ھذا"(۶)۔ اللہ اکبر، اگر میں یہ نہ سنتا تو ہم اس کے علاوہ فیصلہ کرتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کو یمن روانہ کرتے وقت پوچھا فیصلہ کیسے کرو گے؟ انہوں نے سب سے پہلے قرآن پھر سنت کا ذکر کیا اور آخر میں فرمایا کہ اگر قرآن و سنت دونوں میں سے مسئلہ کا حکم نہ ملے تو پھر "اجتھد برایی ولا آلو"۔ یعنی میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا اور اس میں کوئی کوتاہی نہیں کروں گا۔ اس طرح حضرت معاذ بن جبلؓ نے رائے پر عمل کو سنت سے متاخر کیا اور سنت متواتر یا آحاد کا کوئی فرق نہیں کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبلؓ کی بات کی توثیق فرمائی(۷)۔

صحابہ کرامؓ حدیث ملنے پر اس سے لاعلمی میں اختیار کی جانے والی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب طلاق الثلاث ۱۰۹۹/۲، عبدالرزاق، المصنف، کتاب الطلاق باب المطلق ثلاث ۳۹۲/۶

۲۔ المھذب فی فقہ الإمام الشافعی ۲۳۸/۱

۳۔ تقویم الأدلة ص ۸۸

۴۔ حضرت حمل بن مالک النابغہؓ ام مسلمؓ سے ان کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرنے والے اہل مدینہ میں شمار کیا ہے۔ ابن سعد نے انہیں اہل بصرہ میں شمار کرتے ہیں۔ ملاحظہ ہو۔ الأصابة ۲۸۸/۲، اسد الغابة ۷۵/۲

۵۔ سنن النسائی، کتاب القسامة، باب دیة جنین المرأة ۲۱۴۷/۸، مزید ملاحظہ ہو حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کی روایت صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب جنین المرأة ۲۰۲/۲، صحیح مسلم، کتاب القسامة والمحاربین والقصاص والدیات باب دیة الجنین ۳۰۹/۳، سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب دیة الجنین ۱۹۵/۳-۱۹۶، سنن ابن ماجہ، کتاب الدیات، باب دیة الجنین ۷۴/۲-۷۵

۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الدیات، باب دیة الجنین ۱۹۶/۳

۷۔ اس کا حوالہ پیچھے صفحات ۱۰۳ اور ۱۳۸ پر گزر چکا ہے

ابوالجوزاءؒ (۱) سے روایت ہے کہ حضرت ابن عباسؓ بیع صرف (مبادلہ) کے جواز کا حکم دیتے تھے۔ پھر انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر لیا اور فرمایا "میرا قول رائے سے تھا۔ اب میں نے ابوسعیدؓ کی حدیث سنی۔ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے صرف سے منع فرمایا تھا" (۲)۔ حضرت ابن مسعودؓ سے کوفہ میں پوچھا گیا کہ ایک عورت سے نکاح کرنے اور اسے جماع سے قبل چھوڑ دینے کے بعد اس کی ماں سے نکاح کرنا کیسا ہے؟ آپ نے فرمایا درست ہے۔ پھر حضرت ابن مسعودؓ مدینہ تشریف لائے۔ تحقیق سے معلوم ہوا کہ بیوی کی ماں مطلقاً حرام ہے، خواہ بیوی سے صحبت ہوئی ہو یا نہ ہوئی ہو۔ صحبت کی قید ربائب میں ہے۔ کوفہ واپسی پر حضرت ابن مسعودؓ سب سے پہلے اس شخص کے پاس گئے جس کو آپ نے مسئلہ بتایا تھا۔ آپ نے اسے کہا کہ وہ اس عورت کو چھوڑ دے (۳)۔

رائے دینے میں احتیاط: صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ پر رائے دینا انتہائی ذمہ دارانہ کام سمجھتے تھے۔ ہر صحابی کی خواہش ہوتی تھی کہ سائل کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھ لے۔ ابن ابی لیلیٰؒ (۴) نے ایک سو بیس صحابہ کرامؓ کو پایا اور دیکھا کہ ہر حدیث بیان کرنے والا اور ہر فتویٰ دینے والا یہی چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص مسئلہ بیان کرے، کوئی اور شخص فتویٰ دے۔ جب صحابہؓ سے سوال پوچھا جاتا تو ان کی یہی خواہش ہوتی کہ ان کے بجائے کوئی اور جواب دے (۵)۔

کسی نے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ (۶) سے اس شخص کے متعلق پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاق دی ہوں۔ آپ نے فرمایا ہمارا اس بارے میں کوئی قول نہیں ہے، تم حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ کے پاس جاؤ۔ میں ان دونوں کو حضرت عائشہؓ کے پاس بیٹھے ہوئے چھوڑ آیا ہوں۔ سائل وہاں پہنچا، مسئلہ پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے حضرت ابوہریرہؓ سے فرمایا کہ وہ اس مسئلہ میں فتویٰ دیں (۷)۔

عمران بن حطانؒ (۸) بیان کرتے ہیں میں نے حضرت عائشہؓ سے ریشم کے متعلق پوچھا۔ آپ نے فرمایا

۱۔ ابوالجوزاء الربعی، تابعی ہیں۔ آپ کا نام اوس بن عبداللہ ہے۔ بعض نے اوس بن خالد لکھا ہے۔ آپ ۸۳ھ کو حجاج بن یوسف کے خلاف جنگ میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۲۲۳/۷ میزان الاعتدال ۵۱۶/۱ تہذیب التہذیب ۲ ۹۲

۲۔ سنن ابن ماجہ، کتاب التجارات، باب من قال لا ربا الا فی النسیئۃ ۶۴/۳-۶۵

۳۔ الموطا، کتاب النکاح، باب ما لا یجوز من نکاح الرجل ام امراتہ ص ۳۲۱

۴ عبدالرحمان بن ابی لیلیٰؒ ائمہ تابعین میں سے تھے۔ آپ ۸۳ھ کو حجاج بن یوسف کے خلاف لڑائی میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۷۹/۶ تذکرۃ الحفاظ ۵۸/۱ مرآۃ الجنان ۱۷۱ میزان الاعتدال ۲ ۵۸۴ تہذیب التہذیب ۲۶۰/۶

۵۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۱۱۲۰/۲، اعلام الموقعین ۳۴/۱

۶۔ حضرت عبداللہ بن زبیر بن عوامؓ، حضرت ابوبکر صدیقؓ کے نواسے۔ یزید کی وفات کے بعد آپ کی خلافت پر بیعت کی گئی۔ حجاز، یمن، عراق اور خراسان نے آپ کی اطاعت کی۔ آپ ۷۳ھ میں شہید کیے گئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۸۹/۱ الاصابہ ۸۳/۶ اسد الغابۃ ۳ ۲۴۲ وفیات الاعیان ۳ ۷۱

۷۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۱۱۲۹/۲، اعلام الموقعین ۳۴/۱

۸ عمران بن حطان، تابعی، بصری، خارجی گمراہ ہوئی میں سے تھے۔ ثقہ تھے آپ کو حدیث میں حجت نہیں لیا گیا۔ آپ کا انتقال ۸۴ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲۳۵/۳ تہذیب التہذیب ۱۲۷/۸

حضرت ابن عباسؓ کے پاس جاؤ۔ میں نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا۔ انہوں نے فرمایا حضرت ابن عمرؓ سے جا کر پوچھو۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا مجھ سے حضرت عمرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انما یلبس الحریر فی الدنیا من لا خلاق له فی الآخرة(۱)

دنیا میں ریشم وہی پہنتا ہے جس کے لیے آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو

رائے بغیر علم سے اجتناب: صحابہ کرامؓ ایسی رائے سے اجتناب کرتے تھے جس کی بنیاد علم پر نہ ہو۔ اگر انہیں کسی مسئلہ پر فتویٰ معلوم نہ ہوتا تو برملا کہہ دیتے کہ وہ نہیں جانتے۔ نافعؒ (۲) بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے حضرت ابن عمرؓ سے مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے سر جھکالیا۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ نے مسئلہ نہیں سنا۔ دوبارہ عرض کیا اللہ آپ پر رحم کرے، کیا آپ نے میرا مسئلہ نہیں سنا؟۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کیوں نہیں۔ تم لوگوں کا خیال ہے کہ تم جو پوچھو ہم سے سوال پوچھتے ہو، اللہ ہم سے نہیں پوچھے گا۔ اللہ تم پر رحم کرے، ہمیں اتنی مہلت دو کہ مسئلہ سمجھ لیں۔ اگر ہمارے پاس اس کا جواب ہوگا تو تمہیں بتادیں گے، ورنہ آگاہ کردیں گے کہ ہمیں اس کا علم نہیں ہے(۳)۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ جس نے لوگوں کی طرف سے ہر پوچھی گئی بات پر فتویٰ دیا تو ایسا شخص مجنون ہے(۴)۔

مفروضات پر رائے نہیں: صحابہ کرامؓ ناپسند کرتے تھے کہ ان سے ایسے واقعہ سے متعلق پوچھا جائے جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوا۔ انہوں نے نظری اور فرضی مسائل کو اپنے اجتہادات کا موضوع نہیں بنایا۔ ان کے احکام واقعی قضایا پر تھے۔ حضرت ابن عمرؓ فرمایا کرتے تھے لا تسال عما لم یکن فان سمعت عمر بن الخطاب یلعن من یسال عما لم یکن(۵)۔ یعنی وہ امور دریافت نہ کرو جو ابھی ہوئے نہیں، کیوں کہ میں نے حضرت عمرؓ سے سنا ہے کہ اللہ اس شخص پر لعنت کرے جو ایسے امور دریافت کرتا ہے جو واقع نہیں ہوئے۔ طاؤسؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ نے منبر پر فرمایا احرج باللہ علی کل امرئ یسأل عن شیء لم یکن فان اللہ قد بین ما ھو کائن (۶)۔ یعنی اللہ کی قسم، مجھے اس شخص پر غصہ آتا ہے جس نے اس چیز سے متعلق پوچھا جو نہیں ہوئی۔ جو ہونے والا ہے وہ تو اللہ تعالیٰ بیان فرما چکے ہیں۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب اللباس، باب لبس الحریر ــ ۸۶۷/۲

۲۔ ابو عبداللہ نافعؒ، مدنی، حضرت ابن عمرؓ کے مولی۔ امام مالکؒ (م ۱۷۹ھ) کے استاد تھے۔ امام بخاریؒ (م ۲۵۶ھ) نے فرمایا کہ صحیح ترین سند مالک عن نافع عن ابن عمرؓ۔ آپ کا انتقال ۱۱۷ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو طبقات الحفاظ ص ۴۷ البدایہ والنہایہ ۳۱۹/۹ سیر اعلام النبلاء ۵ ۹۵ ترتیب المدارک ۶۳/۱، تذکرۃ الحفاظ ۹۹/۱

۳۔ الطبقات الکبریٰ ۱۶۸/۴

۴۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۲۰۰

۵۔ سنن الدارمی، باب کراھیۃ الفتیا ۵۰/۱، مزید دیکھیں: اعلام الموقعین ۶۹/۱

۶ اعلام الموقعین ۶۱/۱-۶۲

حضرت معاذ بن جبلؓ فرمایا کرتے تھے: یاایھا الناس لا تعجلوا بالبلاء قبل نزوله (۱)۔ یعنی اے لوگو! نزول بلاء سے قبل اس کی تفتیش میں جلدی مت کرو۔ مسروقؒ نے حضرت ابی بن کعبؓ سے ایک مسئلہ پوچھا۔ انہوں نے فرمایا اے میرے برادر زادے! کیا ایسا ہوا ہے؟ مسروقؒ نے کہا نہیں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے فرمایا اس وقت تک ہم سے الگ رہو جب تک ایسا ہو، جب ہوگا تو ہم تمہارے لیے اپنی رائے سے اجتہاد کریں گے (۲)۔

صحابہ کرامؓ کسی آیت اور کسی دینی معاملہ میں ذاتی اظہار رائے سے پرہیز کرتے لیکن جب معاملہ انسانی امور میں سے ہوتا تو پھر صحابہ کرامؓ اور خاص طور پر خلفائے راشدینؓ اپنی آراء ضرور بیان کرتے تھے۔ لوگ ان کے پاس مسائل لے کر آتے تھے۔ قرآن وسنت میں صریح حکم نہ ملنے پر حل مسائل کے لیے صحابہؓ کا اجتہاد کرنا ضروری تھا۔ ان کے ایسے احکام، قضایا، فتاویٰ اور اقوال جن میں انہوں نے اپنی رائے پر اعتماد کیا، بہت کم ہیں (۳)۔

۱۲۔ **تفسیر نصوص** صحابہ کرامؓ نے تفسیر نصوص جیسا اہم کام بھی کیا۔ ایک رائے یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی حیات مبارکہ میں پورے قرآن کی تفسیر فرمادی تھی۔ ابن تیمیہؒ (۴) یہ رائے رکھتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو قرآن کے الفاظ اور معانی کی وضاحت فرمادی تھی (۵) کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [النحل ۱۶:۴۴]

(اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم!) تاکہ آپ لوگوں کے

لیے بیان کردیں جو کتاب ان پر اتاری گئی ہے۔

یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول تفسیری اقوال کی تعداد بہت کم ہے۔ اس کی دلیل کتب حدیث میں موجود تفسیری روایات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اصطلاحی معنوں میں مفسر نہیں تھے کہ قرآن کی لغوی تشریح اور تمام آیات کا سیاق وسباق بیان فرماتے۔ البتہ آپ نے مجمل الفاظ کا بیان فرمایا جن کی تفصیل قرآن میں نہیں تھی۔ مثلاً حضرت مالک بن الحویرثؓ (۶) کی روایت میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ

۱۔ سنن الدارمی، باب هاب الفتيا وكره التنطع والبدع ۱/۵۶

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۳/۵۰۰

۳۔ تاریخ التشریع الاسلامی ص ۹۷

۴۔ ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حنبلی، حافظ، فقیہ، مفسر، مجتہد، تخریج احادیث کے ماہر۔ آپ سے ہر فن پڑھا۔ کئی مسائل میں علماء سے اختلاف کیا۔ آپ نے حق گوئی کی پاداش میں دوران نظر بندی ۷۲۸ھ کو دمشق کے قلعہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو طبقات الحفاظ ص ۵۲۰ البدر الطالع ۱/۶۳ المقصد الأرشد ۱/۱۳۲، تذکرۃ الحفاظ ۴/۲۹۶، مرآۃ الجنان ۴/۲۷۷

۵۔ تفصیل ملاحظہ: مجموع فتاوىٰ ابن تيمية، كتاب مقدمة التفسير ۱۳/۳۳۱

۶۔ مالک بن الحویرثؓ آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی سعادت حاصل ہوئی تھی۔ آپ کا انتقال ۹۴ھ کو بصرہ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۹/۳۰۷، الاصابة ۹/۴۳، اسد الغابة ۵/۱۸

وسلم نے نماز کے بارے میں فرمایا:

صلوا کما رأیتمونی اصلی(۱)

نماز پڑھو جس طرح مجھے نماز پڑھتے ہوئے تم دیکھتے ہو۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے بارے میں فرمایا

یا ایھا النّاس خذوا مناسککم(۲)

اے لوگو! مناسکِ حج (مجھ سے) سیکھ لو۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشکل الفاظ کی توضیح بھی فرمائی۔ مثلاً حضرت عدی بن حاتمؓ (۳) روایت کرتے ہیں کہ جب قرآن مجید کی آیت حتّٰی یَتَبَیَّنَ لَکُمُ الْخَیْطُ الْاَبْیَضُ مِنَ الْخَیْطِ الْاَسْوَدِ [البقرۃ ۲: ۱۸۷] (یہاں تک کہ [صبح کی] سفید دھاری [رات کی] سیاہ دھاری سے الگ نظر آنے لگے) نازل ہوئی تو میں نے سیاہ اور سفید دونوں رنگ کی رسیاں لے کر اپنے تکیہ کے نیچے رکھ لیں۔ میں رات کو دیکھتا رہا لیکن ان کا رنگ ظاہر نہ ہو سکا۔ صبح کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچا اور یہ بات بیان کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انما ذلک سواد اللیل و بیاض النھار(۴)

اس کا مطلب رات کی سیاہی اور صبح کی سفیدی ہے

ہر مجمل اور ہر مشکل کا بیان نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر لازم نہیں تھا۔ جیسے یہ آیت ہے لِیُنْفِقْ ذُوْ سَعَۃٍ مِّنْ سَعَتِہٖ [الطلاق ۶۵: ۷] (صاحب وسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہئے)۔ نفقہ اور وسعت کی تحدید نہیں ہو سکتی۔ نفقہ عرف میں بدلتا رہتا ہے اور وسعت کے درجات بھی مختلف ہوتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کے ایک قول سے بھی اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مجمل اور مشکل کا بیان نہیں فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ تین باتیں ایسی ہیں اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیان فرما دیتے تو یہ مجھے ساری دنیا اور جو دنیا میں ہے

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب الأذان للمسافر اذا کانوا جماعۃ ۸۸/۱

۲۔ سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب الرکوب الی الجمار ۵/ ۲۹۸ مختلف الفاظ کے ساتھ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الحج، باب استحباب رمی جمرۃ العقبۃ ۹۴۳/۲ سنن ابی ماجہ، کتاب مناسک الحج، باب وقوف بجمع ۳/ ۶۷۳

۳۔ حضرت عدی بن حاتمؓ ۔ ۸ھ میں اسلام قبول کیا۔ آپ ۶۷ھ کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۲۲/۶ الاصابۃ ۶/ ۳۰ اسد الغابۃ ۴/ ۷، سیر اعلام النبلاء ۱۶۲/۳

۴۔ صحیح البخاری، کتاب الصوم، باب قولہ تعالیٰ کلوا واشربوا حتی یتبین ۲۵۷/۱ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الصیام، باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر ۲/ ۷۶۶، ۷۶۷ صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ البقرۃ ۹۳/۱۱ سنن ابی داؤد، کتاب الصوم، باب وقت السحور ۱۷۲/۲-۱۷۳، سنن النسائی، کتاب الصیام، باب تاویل قول اللہ تعالیٰ کلوا و اشربوا..... ۲۵۶/۴

اس سے زیادہ پسند تھا ایک کلالہ، دوسرا ربا اور تیسری خلافت(۱)۔ عہد نبوی میں کسی صحابی کو جن آیات کا اشکال ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان آیات کی وضاحت فرما دی تھی۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد توضیح و تفسیر کے نئے تقاضے پیدا ہوئے جن کے تحت صحابہ کرامؓ نے تفسیری جہود فرمائیں۔ اس کام میں بعض صحابہ کرامؓ بہت نمایاں ہوئے۔

جلال الدین سیوطیؒ نے لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے دس مفسرین ہیں خلفائے راشدینؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عبداللہ بن زبیرؓ۔ خلفائے اربعہ میں سب سے زیادہ تفسیری اقوال حضرت علیؓ کے ہیں، باقی تینوں سے تفسیری اقوال بہت کم ہیں(۲)۔ زرکشیؒ لکھتے ہیں کہ صحابہؓ میں بڑے مفسرین حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے منقول تفسیری روایات حضرت علیؓ سے زیادہ ہیں (۳)۔ ان کے علاوہ بعض دیگر صحابہؓ سے بھی تھوڑی بہت تفسیری روایت ملتی ہیں۔ مثلاً حضرت انسؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ سے ایسی تفسیری روایات ہیں جو قصص، فتن اور اخبار آخرت سے تعلق رکھتی ہیں(۴)۔ معلوم ہوا کہ قرآنی نصوص کی توضیح و تفسیر میں زیادہ نمایاں کام تین صحابہ کرامؓ کا ہے حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ۔

صحابہ کرامؓ نے قرآنی الفاظ اور آیات کی تفسیر بیان فرمائی ہے۔ مثلاً قرآن مجید کی آیت ہے اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً [النساء ۴: ۴۳] (یا تم عورتوں سے ہم بستر ہوئے ہو اور تمہیں پانی نہ ملے)۔ یہاں ''لمس'' کی تفسیر حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک ہاتھ سے چھونا ہے، جب کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ اس سے جماع مراد لیتے ہیں(۵)۔

عروۃ بن الزبیرؒ(۶) نے حضرت عائشہؓ سے قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب پوچھا

وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِى الْيَتٰمٰى فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ [النساء ۴: ۳]

اور اگر تم کو اس بات کا خوف ہو کہ یتیم لڑکیوں کے بارے میں انصاف نہ کر سکو گے

حضرت عائشہؓ نے جواب میں فرمایا اے میرے بھتیجے! اس آیت سے مراد ہے کہ یتیم لڑکی ولی کی پرورش میں ہو اور اس کے مال میں شریک ہو۔ ولی لڑکی کے حسن و جمال کی وجہ سے اس سے نکاح کرنا چاہے لیکن اس کے مہر میں

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الفرائض، باب الکلالۃ ۳۲۰/۳

۲۔ الإتقان فی علوم القرآن ۳۶۶/۲

۳۔ البرهان فی علوم القرآن ۱۵۷/۲

۴۔ الإتقان فی علوم القرآن ۳۷۲/۲

۵۔ اصول الجصاص ۲۸/۲

۶۔ عروۃ بن الزبیر بن العوام، تابعی، حافظ مدینہ کے فقہائے سبعہ میں سے ایک تھے۔ آپ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۱۷۸/۵ شذرات الذهب ۱۰۳/۱ وفيات الأعيان ۲۵۵/۳ مرآۃ الجنان ۱۸۷/۱ تذکرۃ الحفاظ ۶۲/۱

انصاف نہ کرے اور اتنا مہر نہ دے جو دوسرے لوگ دینے کو تیار ہوں تو ان لوگوں کو ایسے لڑکیوں سے شادی کرنے سے منع کیا گیا، سوائے اس کے کہ جب وہ انصاف کریں اور انہیں پورا مہر دینے پر راضی ہوں تو پھر ان عورتوں میں سے جو پسند آئے ان سے نکاح کرلیں(۱)۔

۱۳۔ اسباب نزول کا بیان: صحابہ کرامؓ کا ایک اہم کام یہ بھی ہے کہ انہوں نے آیت کے اسباب نزول بیان فرمائے۔ اس بیان کے مختلف مواقع تھے:

۱۔ کسی سوال کے جواب میں سبب نزول بیان کرنا جیسے سعید بن جبیرؒ(۲) نے حضرت ابن عباسؓ سے سورت الانفال کا سبب نزول پوچھا تو آپ نے فرمایا یہ سورت غزوۂ بدر میں نازل ہوئی تھی(۳)۔

۲۔ کسی نے از خود ایک آیت سے کوئی مقصود ومراد لے لیا پھر تصحیح کے لیے پوچھا۔ صحابی نے اس سوال کے جواب میں سبب نزول بیان کیا۔ مثلاً ایک دن مروان بن الحکمؒ(۴) نے اپنے ملازم سے کہا حضرت ابن عباسؓ سے معلوم کرو کہ جو شخص اس چیز سے خوش ہو جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بطور نعمت اسے عطا کی گئی ہے اور بغیر کوئی کام کیے اپنی تعریف کو اچھا خیال کرے تو اس کو آخرت میں عذاب ہوگا؟ اگر یہ صحیح ہے تو پھر ہم سب کو ضرور عذاب ہوگا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا تم کو اس بات سے کیا سروکار؟ تم جس آیت سے یہ خیال دل میں لائے ہو، تو وہ بات یہ ہے کہ ایک مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو بلایا اور اس سے کوئی بات پوچھی۔ یہودیوں نے اصل بات چھپالی اور غلط بات بیان کردی۔ وہ اپنے اس کتمان پر خوش ہوئے اور اس بات پر بھی خوش ہوئے کہ سوال کا جواب دینے پر ان کی تعریف کی جائے گی۔ پھر حضرت ابن عباسؓ نے قرآن مجید کی یہ آیات تلاوت فرمائیں(۵)

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَبِئْسَ مَا يَشْتَرُوْنَ ۝ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ [آل عمران ۳: ۱۸۷۔۱۸۸]

۱۔ صحیح مسلم، کتاب التفسیر ۴/۲۳۱۳۔۲۳۱۴

۲۔ سعید بن جبیر تابعی ہوئی، کوفہ کے مشہور معلم قرآن اور فقیہ۔ مشہور قول کے مطابق حجاج نے ان کو ۹۵ھ میں شہید کیا۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۶ حلیۃ الأولیاء ۴/۲۷۲ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۲۱ طبقات الحفاظ ص ۳۸ الطبقات الکبری ۶/۲۵۶

۳۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ یسألونک عن الانفال ۴/۱۶۹

۴۔ مروان بن الحکم بن ابی العاص۔ عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ولادت ہوئی لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا نہیں۔ مدینہ، مکہ، طائف اور مصر و شام کے حکمران رہے۔ آپ کا سال وفات ۶۵ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۵/۳۵ اسد الغابہ ۵/۱۳۹ سیر اعلام النبلاء ۳/۴۷۶ الإستيعاب ۱۰/۴۰ الاصابة ۹/۲۱۸

۵۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا ۴/۱۵۶

اور جب اللہ نے ان لوگوں سے جن کو کتاب دی گئی تھی، اقرار لیا کہ (اس میں جو کچھ لکھا ہے) اسے لوگوں کو صاف صاف بیان کرتے رہنا اور اس (کی کسی بات) کو نہ چھپانا تو انہوں نے اس کو پس پشت پھینک دیا اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت حاصل کی۔ یہ جو کچھ حاصل کرتے ہیں بُرا ہے۔ جو لوگ اپنے (ناپسند) کاموں سے خوش ہوتے ہیں اور (پسندیدہ کام) جو کرتے ہیں ان کے لیے چاہتے ہیں کہ ان کی تعریف کی جائے۔ ان کی نسبت خیال نہ کرنا کہ وہ عذاب سے خلاصی پا جائیں گے اور انہیں دردناک عذاب ہوگا۔

۳۔ کسی آیت کی غلط تفسیر کے رد میں سبب نزول بیان کیا گیا تاکہ آیت کی صحیح تفسیر سامنے آئے۔ مثلاً حضرت ابن مسعودؓ کے پاس ایک آدمی آیا اور کہا ایک شخص مسجد میں قرآن کی تفسیر اپنی رائے سے کر رہا ہے۔ وہ قرآن مجید کی آیت. فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ [الدخان ۴۴: ۱۰] (تو اُس دن کا انتظار کرو کہ آسمان سے صریح دُھواں نکلے گا) کی تفسیر میں کہتا ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کے سامنے ایک دھواں آئے گا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کسی کو معلوم ہو تو وہ بیان کرے، لیکن جسے معلوم نہ ہو تو اسے چاہیے وہ کہہ دے اللہ زیادہ جاننے والا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب قریش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو حضرت یوسف علیہ السلام کے سالوں کی طرح قحط کے سالوں کی بددعا دی۔ ان پر قحط اور سختی آئی یہاں تک کہ وہ ہڈیاں کھانے پر مجبور ہوئے۔ اُن دنوں آدمی جب آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا تو اسے بھوک کی سختی کی وجہ سے اپنے اور آسمان کے درمیان ایک دھوئیں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا تھا(۱)۔

۴۔ بعض اوقات کسی آیت کے سبب نزول کا بیان حکم کے صحیح استنباط اور حکم کے نفاذ کے لیے ضروری تھا۔ وہ صحابہ کرامؓ جنہیں اسباب نزول کے مشاہدہ کے مواقع نہیں ملے تھے، انہیں بعض اوقات سبب نزول کی معرفت نہ ہونے کی وجہ سے استنباط حکم اور مقصود آیت میں غلطی ہو جاتی تھی۔ مثلاً حضرت قدامہؓ(۲) کا واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے انہیں بحرین کا گورنر بنایا تو حضرت جارودؓ(۳) نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی کہ حضرت قدامہؓ نے شراب پی ہے اور انہیں نشہ ہو گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس پر گواہ طلب کیے۔ حضرت جارودؓ نے بطور گواہ حضرت ابو ہریرۃؓ کا نام پیش کیا۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، آلٓم غلبت الروم ۳۰۲، الدخان ۷۱۳/۲، صحیح الترمذی، کتاب تفسیر القرآن، ومن سورۃ الدخان ۱۲/۱۳۴ تا ۱۳۶، الموافقات فی اصول الشریعۃ ۳۳۹/۳ وبعد

۲۔ حضرت قدامہؓ بن مظعون، بدری، حضرت عمرؓ نے آپ کو بحرین کا گورنر مقرر کیا تھا۔ آپ ۳۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۴۰۱/۳، اسد الغابۃ ۳۷۵/۴، سیر اعلام النبلاء ۱۶۱/۱، الاستیعاب ۱۲۶/۹، الاصابۃ ۱۳۴/۸

۳۔ حضرت جارود بن المعلی العبدیؓ۔ آپ کے کئی نام آتے ہیں بشر بن عمرو بن حنش، جارود بن عمرو بن المعلیؓ، جارود بن عمرو بن العلاء، جارود بن المعلی بن العلاء۔ آپ قبیلہ عبد القیس کے سردار اور قبل از اسلام نصرانی تھے۔ آپ کے قبول اسلام پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اظہار مسرت فرمایا تھا۔ آپ ۲۱ھ یا ۲۲ھ کے اوائل میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۵۵۹/۵، اسد الغابۃ ۲۹۸/۱، الاصابۃ ۵۰/۲

حضرت عمرؓ نے حضرت قدامہؓ کو فرمایا میں تمھیں کوڑے ماروں گا۔ حضرت قدامہؓ نے کہا اللہ کی قسم! جب کہ یہ لوگ کہہ رہے ہیں، اگر میں نے شراب پی بھی ہے تب بھی آپ کو حق نہیں کہ مجھے کوڑے ماریں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیوں؟ اس پر حضرت قدامہؓ نے اپنے دفاع میں یہ آیت پڑھی

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [المائدة ۵:۹۳]

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن پر اُن چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ اُنھوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کئے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

یہ آیت سنانے کے بعد حضرت قدامہؓ نے کہا میں انہی لوگوں میں سے ہوں جو ایمان لائے اور نیک اعمال کیے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے، پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ غزوۂ بدر، احد، خندق اور تمام غزوات میں شریک رہا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تم لوگ اس کی بات کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیات ان لوگوں کے عذر میں نازل ہوئی تھیں جو حرمت شراب کا حکم نازل ہونے سے قبل وفات پا چکے تھے۔ اس حکم کے بعد والوں پر یہ آیات حجت ہیں(۱) کیوں کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ [المائدة ۵:۹۰]

اے ایمان والو! شراب اور جُوا اور بُت اور پانسے (یہ سب) ناپاک کام اعمالِ شیطان سے ہیں سو ان سے بچتے رہنا تاکہ نجات پاؤ۔

۵۔ آیات کا ظاہری تعارض دور کرنے کے لیے آیت کے اسبابِ نزول بیان فرمائے جس سے ان آیات میں پایا جانے والا ظاہری تعارض دور ہو گیا۔ مثلاً قرآن مجید کی ایک آیت ہے

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا [النساء ۴:۹۳]

اور جو شخص مسلمان کو قصداً مار ڈالے گا تو اُس کی سزا دوزخ ہے جس میں وہ ہمیشہ (جلتا) رہے گا اور اللہ اس پر غضبناک ہوگا اور اُس پر لعنت کرے گا اور ایسے شخص کے لیے اُس

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو: الموافقات فی اصول الشریعة ۳/۳۴۹؛ السنن الکبریٰ، کتاب الأشربة والحد فیها، باب ما جاء فی عدد حد الخمر ۸/۳۲۰-۳۲۱؛ ابن العربی، احکام القرآن ۲/۶۵۹؛ المحلی ۱۲/۳۶۳

نے بڑا (سخت) عذاب تیار کر رکھا ہے۔

قرآن مجید میں ایک اور مقام پر فرمایا گیا۔

وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَلَا يَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلَا يَزْنُوْنَ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ يَلْقَ اَثَامًا يُضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَيَخْلُدْ فِيْهٖ مُهَانًا اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا [الفرقان ۲۵: ۶۸ تا ۷۰]

اور وہ جو اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو نہیں پکارتے اور جس جان دار کو مار ڈالنا اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہیں کرتے مگر جائز طریق (یعنی شریعت کے حکم) سے اور بدکاری نہیں کرتے اور جو یہ کام کرے گا سخت گناہ میں مبتلا ہوگا۔ قیامت کے دن اس کو دُونا عذاب ہوگا اور ذلّت وخواری سے ہمیشہ اس میں رہے گا۔ مگر جس نے توبہ کی اور ایمان لایا اور اچھے کام کیے تو ایسے لوگوں کے گناہوں کو اللہ نیکیوں سے بدل دے گا اور اللہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

پہلی آیت [وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا] اس بات پر نص ہے کہ مسلمان کو ارادتاً قتل کرنے والا ہمیشہ دوزخ میں رہے گا۔ دوسری آیات [وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ] سے معلوم ہوتا ہے کہ قاتل کی توبہ مقبول ہے۔ یوں بظاہر ان دونوں آیات میں تعارض پایا جاتا ہے۔

سعید بن جبیرؒ نے حضرت ابن عباسؓ سے [وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا] اور [وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ] کے بارے میں پوچھا تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا پہلی آیت منسوخ نہیں ہوئی۔ دوسری آیت مشرکین کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس کا معنی ہے کہ ایامِ جاہلیت میں یہ فعل کیا لیکن مسلمان ہونے کے بعد توبہ کی تو اس کی توبہ قبول ہے(۱)۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا یہ آیت اس وقت اتری جب مکہ والوں نے کہا کہ ہم تو شرک بھی کرتے رہے، ناحق قتل بھی کیے اور بے حیائی کے کام بھی کرتے رہے تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل کی [اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا](۲)۔ حضرت ابن عباسؓ نے سببِ نزول بتایا جس سے دونوں آیات میں ظاہری تعارض دور ہوگیا۔

۱۴۔ ناسخ ومنسوخ کا بیان: آیت کے ناسخ ومنسوخ میں بھی اقوالِ صحابہؓ ملتے ہیں جن سے اس امر کی طرف نشاندہی ہوتی ہے کہ کون سی آیت پہلے نازل ہوئی اور کون سی بعد میں، کون سی آیت مکہ میں اتری اور کون سی مدینہ میں اور کس آیت کا حکم کس آیت سے منسوخ ہوگیا ہے۔ ناسخ ومنسوخ کے بیان سے آیات سے احکام متعین کرنے میں مدد ملتی ہے۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین لا یدعون مع الله إلٰه آخر ۷۰۱/۲ صحیح مسلم، کتاب التفسیر ۴۲۳/۲

۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله والذین لا یدعون مع الله إلٰها آخر ۷۰۱/۲

قرآن مجید کی آیت ہے:

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا [البقرة ۲:۲۳۴]

اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رہیں

اس آیت کی رو سے ہر وہ عورت جس کا خاوند فوت ہو جائے، اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے، خواہ وہ حاملہ ہو یا نہ ہو۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت ہے:

وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ (الطلاق ۶۵: ۴)

اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل (یعنی بچہ جننے) تک ہے

یہ آیت حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل بیان کرتی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے کہ حاملہ جس کا خاوند فوت ہو جائے، وہ عورت وضع حمل کے بعد عدت سے نکل جاتی ہے، کیوں کہ دوسری آیت [واُولَاتُ الْاَحْمَال] پہلی ایت [وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ] کے بعد اتری ہے(۱)۔ ایک اور روایت میں حضرت ابن مسعودؓ کے الفاظ ہیں کہ چھوٹی سورت النساء (یعنی سورت الطلاق) بڑی سورت النساء (یعنی سورت البقرۃ) کے بعد نازل ہوئی ہے(۲)۔

۱۵۔ قوانینِ امم سابقہ کا بیان: آثار صحابہؓ سے گذشتہ امتوں کے قوانین بھی معلوم ہوتے ہیں۔ ان سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے امم سابقہ پر کیا احکام نازل کیے تھے اور کون سے ایسے احکام ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں دیے، اور وہ ہمیں عطا ہوئے ہیں۔ ان آثار سے یہ معلوم کرنے میں بھی مدد ملتی ہے کہ سابقہ امتوں پر قوانین کتنی سخت تھے جب کہ امت محمدیہ پر اللہ تعالیٰ نے مہربانی فرمائی کہ ان کے لیے قوانین میں تخفیف برتی گئی ہے۔

مثلاً حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں صرف قصاص کا قانون تھا، ان میں دیت کا قانون رائج نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت پر یہ حکم نازل فرمایا(۳) کہ تم پر قتل کے معاملات میں قصاص فرض ہے۔ جان کے بدلے جان، آزاد کے بدلے آزاد، غلام کے بدلے غلام اور عورت کے بدلے عورت۔ اگر دیت دینا چاہو تو مقتول کے ورثاء کو چاہیے کہ معروف طریقے سے اسے مقرر کر لیں، وہ قبول کر لیں اور قاتل کو اچھی طرح دیت ادا کرنی چاہیے۔ یہ دیت کا حکم اللہ تعالیٰ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔ تم سے پہلے لوگوں پر صرف قصاص کا حکم تھا۔ لہذا اس کے

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قولہ والذین یتوفون منکم...... ۲/۶۵۰

۲۔ ایضاً، باب سورۃ الطلاق ۲/۷۲۹

۳۔ البقرۃ ۲:۱۷۸

بعد بھی کوئی اگر زیادتی کرے گا تو اس کے لیے دردناک عذاب ہے یعنی دیت قبول کرنے کے بعد اگر وہ قتل کرے(۱)۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کا قول ہے کہ جب بنی اسرائیل کے کسی شخص کے کپڑے پر پیشاب لگ جاتا تھا تو وہ اسے کاٹ ڈالتا تھا(۲)۔

صحابہؓ کے اجتہادات اور ان کے تشریعی کردار کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ امور تشریع اور مقاصد شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں رہ کر استنباط احکام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ وہ ان مقاصد کو اچھی طرح جانتے تھے جن پر احکام کی بنا ہے۔

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ نے صحابہ کرامؓ کی اسی خصوصیت کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہر ایک صحابی نے توفیق الٰہی کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبادت، فتاویٰ اور فیصلوں کا مشاہدہ کیا، انہیں سمجھا، یاد کیا اور قرائن سے ہر ایک کی وجہ معلوم کی۔ انہوں نے معلوم امارات وقرائن سے بعض کو اباحت وجواز پر محمول کیا اور بعض کی نسبت اندازہ کیا کہ وہ منسوخ ہیں۔ انہوں نے طرق استدلال کی جانب زیادہ توجہ نہ کی بلکہ ان کے نزدیک زیادہ اچھی بات یہ تھی انہیں اطمینان حاصل ہو(۳)۔

صحابہ کرامؓ کی تشریعی مہارت کے بارے میں شاہ ولی اللہ مزید لکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ نے شریعت اور تیسیر کے قوانین واصول اور احکام دین کو امر ونہی کے مواقع دیکھ دیکھ کر حاصل کر لیا تھا، جس طرح کسی طبیب کے پاس بیٹھنے والے لوگ طویل میل جول اور محنت سے ان دواؤں کے فوائد سے آگاہ ہو جاتے ہیں جن کے استعمال کا طبیب حکم دیتا ہے۔ صحابہ کرامؓ کو ان امور سے متعلق اعلیٰ درجہ کی واقفیت تھی(۴)۔

یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرامؓ کے اجتہادات مزاج نبوت کے قریب تر تھے۔ ایسی کئی مثالیں ملتی ہیں کہ کسی مسئلہ میں صحابیؓ کا اجتہاد حکم نبوی کے عین مطابق نکلا۔ صحابی کو جب خبر دی جاتی کہ انہوں نے جو اجتہاد کیا، ویسا ہی فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فلاں مسئلہ میں فرما چکے ہیں تو وہ صحابی خوش ہوتے اور شکر ادا کرتے۔

مثلاً حضرت عمرؓ نے مہاجرین، انصار اور قریش کے بزرگ صحابہؓ سے مشورہ کے بعد یہ فیصلہ فرمایا کہ ملک شام جہاں وبا پھیل چکی، کی طرف مزید پیش قدمی نہ کی جائے اور واپس چلے جائیں۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے فرمایا کیا اللہ کی تقدیر سے فرار ہو رہے ہیں؟ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے بعد میں آکر بتایا کہ انہوں نے رسول اللہ صلی

۱۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، باب قوله یاایها الذین امنوا کتب علیکم القصاص ۲/ ۶۴۲

۲۔ ایضاً، کتاب الوضوء، باب البول عند سباطة قوم ۱/ ۳۶

۳۔ حجة اللہ البالغة ۱/ ۱۴۱

۴۔ ایضاً ۱/ ۱۴۷

اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے

> اذا سمعتم به بأرض فلا تقدموا عليه واذا وقع بأرض وانتم بها فلا تخرجوا فرارا منه
>
> جب تم کسی جگہ کے متعلق سنو کہ وہاں وبا پھیل گئی ہے تو وہاں نہ جاؤ اور جب کسی جگہ وبا پھیل جائے اور تم وہاں موجود ہو تو وہاں سے فرار ہو کر نہ نکلو۔

اس پر حضرت عمرؓ نے شکر ادا کیا اور واپس ہو گئے (۱)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس عورت کے بارے میں جس کا خاوند مہر متعین ہونے اور صحبت کرنے سے قبل فوت ہو گیا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ اس عورت کو مہر مثل ملے گا، وہ میراث میں حق دار ہو گی اور عدت گذارے گی۔ جب انہیں بتایا گیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بروع بنت واشق (۲) کے معاملہ میں ایسا ہی فیصلہ فرمایا تھا جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے کیا ہے تو آپ یہ سن کر بہت خوش ہوئے کہ آپ کا فیصلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ کے مطابق ہو گیا ہے (۳)۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الطب، باب ما یذکر فی الطاعون ۲/ ۸۵۳، مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب السلام، باب الطاعون والطیرۃ والکہانۃ ۳/ ۱۷۴۰-۱۷۴۱، تاریخ الأمم والملوک ۳/ ۱۹۹ وبعد

۲۔ بروع بنت واشق الرواسیہ الکلابیہؓ۔ آپ کے پہلے شوہر کا نام ہلال بن مرۃ تھا۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۲/ ۲۲۳، الاصابہ ۲/ ۲۵۱، اسد الغابہ ۵/ ۳۵

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات ۲/ ۵۰۳۔ مزید ملاحظہ ہو سنن نسائی، کتاب النکاح، باب اباحۃ التزویج بغیر صداق ۶/ ۱۲۳، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنہا زوجہا قبل أن یدخل بہا ۶/ ۵۰۹، صحیح الترمذی، کتاب النکاح، باب ماجاء فی الرجل یتزوج المرأۃ فیموت عنہا قبل أن یفرض لہا ۵/ ۸۴، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب الرجل یتزوج ولا یفرض لہا فیموت علی ذلک ۲/ ۲۳۲، کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/ ۲۳۳-۲۳۴، ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۲، محمد، کتاب الآثار ص ۸۶-۸۷

باب سوم

آثارِ صحابہؓ کی تشریعی حیثیت

یہ باب آثار صحابہ [illegible] تشریعی حیثیت سے متعلق ہے۔ [illegible]

[illegible]

آثار صحابہ کی تشریعی حیثیت [illegible] فصول میں تقسیم کیا گیا ہے

فصل اوّل	:	آثار صحابہؓ کی تعریف
فصل دوم	:	آثار صحابہؓ کی حجیت
فصل سوم		[illegible]
فصل چہارم		اجماع صحابہؓ
فصل پنجم	:	قول صحابی جس میں وہ تنہا ہو
فصل ششم	:	صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال
فصل ہفتم	:	مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص

فصل اوّل

آثارِ صحابہؓ کی تعریف

آثار صحابہؓ کی تشریعی حیثیت پر بحث سے قبل یہ ضروری ہے کہ ان کا تعیین کر لیا جائے اور یہ وضاحت کر دی جائے کہ اس مقالہ میں آثار صحابہؓ سے کیا مراد ہے۔

''آثار'' کا واحد ''اثر'' ہے۔لغت میں اس کے یہ معانی بیان ہوئے ہیں علامت، کسی چیز کی تقدیم، کسی چیز کا ذکر، کسی چیز کا باقی ماندہ نشان اور حصہ(۱)۔ آدمی کے چلنے سے زمین پر جو نشان ظاہر ہو اسے بھی اثر کہتے ہیں(۲)۔قرآن مجید میں ہے:

كَانُوْٓا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَاَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ [المومن ۴۰:۸۲]

وہ ان سے کہیں زیادہ طاقتور اور زمین میں نشانات (بنانے) کے اعتبار سے بہت بڑھ کر تھے۔

''وَ اٰثَارًا فِى الْاَرْضِ'' سے مراد ''المشي فيها بارجلهم''(۳)یعنی ان کا اپنے پاؤں سے زمین پر چلنا ہے۔

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

يا بني سلمة ألا تحتسبون آثاركم(۴)

اے بنی سلمہ! کیا تم اپنے قدموں (سے چل کر مسجد آنے) میں ثواب نہیں سمجھتے؟

''آثارهم'' سے مراد ان کے قدموں کے نشانات ہیں(۵)۔

انسانی اعمال کو بھی آثار کہتے ہیں۔قرآن مجید کی ایک آیت میں ہے

اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ [یسین ۳۶: ۱۲]

۱۔ لسان العرب ۴: ۵ الصحاح ۲: ۵۷۵ ترتيب القاموس المحيط ۱/۱۱۲ معاييس اللغة ۱: ۵۳

۲۔ تاج العروس ۳/۳

۳۔ تفسیر عبدالرزاق ۲/۱۳۹

۴۔ صحيح البخاری، كتاب الاذان، باب احتساب الآثار ۱/۹۰

۵۔ شرح السنة ۲/۳۵۲

بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے ہیں اور (جو)
ان کے نشانات پیچھے رہ گئے ہیں ہم ان کو قلم بند کر لیتے ہیں۔

''وآثارھم'' کی تفسیر میں مفسرین نے لکھا ہے کہ اس کا ایک معنی یہ بھی ہے کہ انہوں نے جو اچھے یا برے اعمال اور طریقے اختیار کیے(۱)۔ پس ''آثار'' میں انسان کا عمل اور طریقہ خواہ وہ اچھا ہو یا برا، داخل ہے۔

محدثین کے نزدیک مرفوع اور موقوف دونوں اثر ہیں(۲)۔ مرفوع سے مراد وہ قول، فعل یا تقریر ہے جس کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو(۳)، جب کہ صحابہ کرامؓ کے اقوال یا افعال میں سے جو کچھ روایت ہو، وہ موقوف ہے(۴)۔ لہٰذا محدثین کے نزدیک ہر وہ چیز آثار میں شامل ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ کی طرف منسوب ہو۔

علماء نے لکھا ہے کہ فقہاء مرفوع پر خبر کا اطلاق کرتے ہیں اور موقوف کو اثر کا نام دیتے ہیں اور صحابہؓ کے اقوال اور افعال دونوں آثار میں شامل ہیں(۵)۔ محی الدین نوویؒ نے لکھا ہے کہ فقہاء قولِ صحابی کو اثر کہتے ہیں(۶)۔

اس مقالہ میں آثار صحابہؓ سے مراد صحابہ کرامؓ کے اقوال اور افعال دونوں ہیں۔

۱۔ تفسیر عبدالرزاق ۱۱۳/۳، تفسیر الماوردی ۹/۵، تفسیر البغوی ۳/۷، تفسیر ابن کثیر ۳/۵۶۶، تفسیر القرطبی ۱۲/۱۵، تفسیر الرازی ۴۹/۲۶، زاد المسیر ۹/۷

۲۔ تدریب الراوی ۱۸۵/۱

۳۔ علوم الحدیث ص ۴۱، الاقتراح ص ۹۵، التقریب ص ۶، الخلاصۃ فی اصول الحدیث ص ۴۶، الباعث الحثیث ص ۵۰، توضیح الافکار ۲۵۴/۱

۴۔ المختصر فی اصول الحدیث ص ۵۳، علوم الحدیث ص ۴۲، التقریب ص ۶، الخلاصۃ فی اصول الحدیث ص ۴۵، الباعث الحثیث ص ۵۵، توضیح الافکار ۲۶۱/۱

۵۔ تدریب الراوی ۱۸۴/۱، علوم الحدیث ص ۴۲، الخلاصۃ فی اصول الحدیث ص ۹۳، الباعث الحثیث ص ۵۵

۶۔ المجموع شرح المہذب ۳۰/۱۹

فصل دوم

آثارِ صحابہؓ کی صحابی پر حجیّت

آثارِ صحابہؓ کی تشریعی حیثیت پر بحث میں، یک یہ سوال سامنے آتا ہے کہ کیا صحابی کا قول یا فعل دوسرے صحابی پر حجت ہے؟ عہدِ صحابہؓ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک صحابی نے دوسرے صحابی کی اجتہادی رائے سے اختلاف کیا۔ مثلاً حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں سبقتِ اسلام اور فضیلتِ علم رکھنے والوں کو دوسروں پر مقدم نہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اس بارے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ سے مناظرہ کیا اور کہا

اتجعل من جاهد في سبيل الله بماله ونفسه طوعا كمن دخل في الإسلام كرها

کیا آپ اس شخص کو جس نے بخوشی اپنے مال وجان سے اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اس شخص کی طرح قرار دے رہے ہیں جو بدخوشی اسلام میں داخل ہوا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے یہ جواب دیا تھا:

انما عملوا لله تعالى فاجرهم على الله تعالى وانما الدنيا بلاغ اى بلغة العيش وهم في الحاجة إلى ذلك سواء

انہوں نے جو کچھ کیا اللہ تعالیٰ کی خاطر کیا، اللہ تعالیٰ انہیں اس کا اجر دے گا اور یہ دنیا تو ضروریاتِ زندگی ہے جس کی حاجت میں تمام برابر ہیں۔

جب حضرت عمرؓ کا دورِ خلافت آیا تو انہوں نے مالِ غنیمت کی تقسیم میں حضرت ابوبکرؓ کے برعکس اسلام میں سبقت اور علم میں فضیلت والوں کو فوقیت دی۔ یہ بات ثابت نہیں ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر کے حضرت ابوبکر صدیقؓ کا موقف اختیار کیا ہو(۱)۔

حضرت علیؓ نے کچھ لوگوں کو بطورِ سزا آگ میں زندہ جلا دیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے حضرت علیؓ کے اس

۱۔ میزان الأصول ص ۵۰۵، مزید ملاحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ ۳/۲۹۶ وابعد

اقدام سے اختلاف کیا تھا(۱)۔

حضرت عائشہؓ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت ابن عمرؓ اپنی عورتوں کو غسل کے لیے سر کے بال کھولنے کا حکم دیتے ہیں تو حضرت عائشہؓ نے حضرت ابن عمرؓ کے اس فتویٰ کی مخالفت کی اور فرمایا کہ وہ یہ حکم کیوں نہیں دیتے کہ عورتیں اپنے سر منڈوالیں(۲)۔

حضرت علیؓ کا قول ہے کہ عرب نصرانی کا ذبیحہ جائز نہیں ہے کیوں کہ ان کا نصرانیت سے تعلق صرف شرب خمر کی حد تک ہے۔ حضرت ابن عباسؓ نے آپ کی مخالفت کی اور فرمایا کہ ان کا ذبیحہ جائز ہے(۳)۔

حضرت ابو ہریرۃؓ کا قول ہے کہ جو میت کو غسل دے وہ غسل کرے اور جو اسے اٹھائے وہ وضو کرے(۴)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اس کی مخالفت کی اور سخت قول فرمایا: یاایھا الناس لا تنجسوا من موتاکم(۵)۔ یعنی تم اپنی میتوں سے خود کو پلید مت سمجھو۔

اگر کسی نے اپنی بیوی کو کہا ''انت علی حرام'' (تو مجھ پر حرام ہے)، تو حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں یہ یمین ہے(۶)۔ حضرت علیؓ، حضرت ابو ہریرۃؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کے نزدیک تین طلاقیں(۷) اور حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے ایک قول کے مطابق یہ ظہار ہے(۸)۔

عہد صحابہؓ کی ان چند مثالوں سے پتہ چلتا ہے کہ صحابہ کرامؓ اجتہادی مسائل میں ایک دوسرے سے اختلاف کرتے اور ایک کا قول دوسرے پر حجت نہیں سمجھتے تھے۔ اسی لیے ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے مال غنیمت کی تقسیم میں

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب لا یعذب بعذاب الله ۱/۴۲۳، ایضاً، کتاب استتابة المعاندین و المرتدین و قتالهم، باب حکم المرتد و المرتدة ۲/۱۰۲۳، سنن ابی داؤد، کتاب الحدود، باب الحکم فیمن ارتد ۲/۴۰۳، صحیح الترمذی، کتاب الحدود، باب ماجاء فی المرتد ۹/۲۲۲، ۲۲۳، سنن النسائی، کتاب تحریم الدم، الحکم فی المرتد ۲/۱۰۳، جامع بیان العلم ۲/۹۰۹

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب حکم ضفائر المغتسلة ۱/۲۹۰، سنن ابن ماجة، کتاب الطهارة و سننها، باب ماجاء فی غسل النساء من الجنابة ۱/۳۳۹-۳۴۰

۳۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/۹۱۷

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، باب من قال علی غاسل المیت غسل ۳/۱۵۵

۵۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/۹۱۵۔ امام ترمذیؒ نے لکھا ہے: حضرت ابو ہریرۃؓ کی حدیث حسن ہے اور آپ سے موقوفاً بھی مروی ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب الجنائز، باب ماجاء فی الغسل من غسل المیت ۴/۲۱۳۔ امام ابوداؤدؒ نے اس مضمون کی حدیث منسوخ قرار دی ہے۔ ملاحظہ ہو: سنن ابی داؤد، کتاب الجنائز، باب فی الغسل من غسل المیت ۲/۲۰۸

۶۔ السنن الکبری، کتاب الخلع و الطلاق، باب من قال لامرأته انت علی حرام ۷/۳۵۰، ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، باب من قال الحرام یمین و لیست بطلاق ۴/۵۶

۷۔ المدونة الکبری ۲/۲۸۷، ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، باب من قال الحرام یمین و لیست بطلاق ۴/۵۶-۵۷، السنن الکبری، کتاب الخلع و الطلاق، باب من قال لامرأته انت علی حرام ۷/۳۵۱، اعلام الموقعین ۱/۲۱۶، المغنی ۱۰/۳۹۶

۸۔ المغنی ۱۰/۳۹۷، عبدالرزاق، المصنف، باب الرجل یری بامرأة ثم یتزوجها ۷/۲۰۲، ۲۰۳

خلیفۂ وقت حضرت ابوبکر صدیقؓ سے اختلاف کیا اور جب حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنی رائے کے مطابق مال غنیمت تقسیم کیا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اپنے سے زیادہ عالم حضرت علیؓ کا قول حجت تسلیم نہیں کیا اور حضرت ابن مسعودؓ نے اپنے سے عمر میں بڑے صحابی حضرت ابو ہریرۃؓ کی اجتہادی رائے سے اختلاف کیا۔

علمائے اصول نے اس بات پر سب کا اتفاق لکھا ہے کہ اجتہادی مسائل میں ایک صحابی کا قول دوسرے مجتہد صحابی پر حجت نہیں ہے، خواہ وہ قول کسی امام، حاکم یا مفتی صحابی کا ہو اور خواہ وہ زیادہ عالم ہو یا برابر ہو(۱)۔ اکثر علماء نے اس پر اتفاق بیان کیا ہے کہ ایک صحابی کا قول دوسرے مجتہد صحابی پر حجت نہیں ہے لیکن بعض علماء نے مجتہد صحابی کے بجائے صرف صحابی کا ذکر کیا ہے کہ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہے(۲)۔

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۸۵/۴ منتهی الوصول ص ۲۰۶ البحر المحیط فی اصول الفقه ۶/۵۳ الإبهاج فی شرح المنهاج ۱۹۲/۲ نهایة السول ۴/۴۰۷ التوضیح ۲/۱۰۵ البرهان فی اصول الفقه ۲/۱۳۵۹ حاشیة البنانی ۲/۳۵۴ فواتح الرحموت ۱۸۶/۲ التمهید فی تخریج الفروع علی الأصول ص ۴۹۹ شرح الکوکب المنیر ۴/۴۲۲ نهایة الوصول ۸/۳۹۸ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۳۲۳ مسلّم الثبوت ۲/۱۸۶ جمع الجوامع ۲/۳۵۴ اعلام الموقعین ۴/۱۰۹

۲۔ منتهی الوصول ص ۲۰۶ جمع الجوامع ۳۵۴/۲ التوضیح ۲/۱۰۵ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۲۳/۳ فواتح الرحموت ۱۸۶/۲

فصل سوم

نقل وروایت میں آثارِ صحابہؓ

عہدِ نبوی کی طرف اضافت والے الفاظ

قولِ صحابی کی ایک یہ صورت ہے جس میں کسی فعل کی اضافت عہدِ نبوی کی طرف کی گئی ہو۔ مثلاً حضرت انسؓ کا قول ہے:

وكنا نصلى على عهد النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب(۱)

اور ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غروبِ آفتاب کے بعد نمازِ مغرب سے پہلے دو رکعتیں پڑھتے تھے۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ کا قول ہے

لقد كنا نعزل على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم(۲)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عزل کیا کرتے تھے۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول ہے:

كنا نخرج في عهد النبي صلى الله عليه وسلم يوم الفطر صاعا من طعام(۳)

ہم نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں عید الفطر کے دن ایک صاع (۴) کھانا صدقہ میں دیا کرتے تھے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب صلوۃ المسافرین و قصرها، باب استحباب رکعتین قبل صلوۃ المغرب ۵۷۳

۲۔ ایضاً، کتاب النکاح، باب حکم العزل ۱۰۶۵/۲

۳۔ صحیح البخاری، کتاب الزکوۃ، باب الصدقۃ قبل العید ۲۰۴/۱

۴۔ ایک صاع ۲۰۱۸۲۷۲ گرام کے برابر ہے۔ ملاحظہ ہو اوزانِ شرعیہ، تحریر مولانا محمد اشرف قریشی، استاد جامعہ دارالعلوم کراچی۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے:

كان الرجال و النساء يتوضأون في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم جميعاً(۱)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں مرد اور عورتیں سب (ایک برتن سے) وضو کرتے تھے۔

ایسے قولِ صحابی کے بارے میں بعض علماء کہتے ہیں کہ اس کی حیثیت مسند روایت کی طرح نہیں ہے(۲)۔ مثلاً ابوبکر اسماعیلیؒ(۳) کی رائے ہے کہ یہ قول مرفوع نہیں ہے(۴) کیوں کہ اس بات کا احتمال ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اُن افعال کی اطلاع نہ ہو جن کی صحابی نے اپنے قول میں عہدِ نبوی کی طرف اضافت کی ہے۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوتی تو آپ ان سے منع فرما دیتے۔ صحابہ کرامؓ بھی یہ نہیں جانتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان افعال سے آگاہ تھے۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے حضرت رفاعہ بن رافعؓ(۵) سے پوچھا کیا تم ایسا کرتے تھے کہ جب کوئی اپنی عورت سے صحبت کرے تو اِکسال کی صورت میں غسل کرے۔ حضرت رفاعہؓ نے جواب دیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ایسا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے حرام ہونے کا حکم نازل ہوا تھا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ نے کوئی حکم فرمایا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم تھا؟ انہوں نے جواب دیا میں یہ نہیں جانتا۔ حضرت عمرؓ نے مہاجرین وانصار کو جمع کر کے ان سے مشورہ کیا، سب نے کہا کہ اس صورت میں غسل نہیں ہے۔ حضرت معاذؓ اور حضرت علیؓ نے فرمایا کہ جب ختنہ گاہ ختنہ گاہ سے تجاوز کر جائے تو غسل ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا افسوس تم بدری صحابہ آپس میں اختلاف کرتے ہو، تمہارے بعد والے تم سے زیادہ اختلاف کریں گے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا ازواجِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی اس حالت سے سب سے زیادہ باخبر ہوں گی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حفصہؓ کے پاس آدمی بھیجا۔ انہوں نے جواب دیا کہ مجھے اس کا علم نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت عائشہؓ سے معلوم کروایا تو انہوں نے جواب دیا اذا جاوز الختان الختان فقد وجب الغسل۔ یعنی جب ختنہ گاہ ختنہ گاہ سے تجاوز کر جائے تو غسل واجب ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا جو شخص اس قول کے خلاف کہے گا میں اسے سزا دوں گا(۶)۔

۱۔ صحيح البخاري، كتاب الوضوء، باب وضوء الرجل مع امرأته..... ۳۲/۱

۲۔ احكام الفصول ص ۳۲۰، التبصرة ص ۳۳۳، قواطع الأدلة ۳۸۹/۱

۳۔ احمد بن ابراہیم بن اسماعیل ابوبکر اسماعیلی شافعی اصولی، فقیہ و محدثین کے شیخ تھے۔ آپ ۳۷۰ھ کو جرجان میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعية الكبرى ۷۹/۲، شذرات الذهب ۷۲/۳

۴۔ المجموع شرح المهذب ۶۰/۱، تدريب الراوي ۱۸۶/۱

۵۔ حضرت رفاعہ بن رافع بن مالک انصاری، بدری۔ آپ ۴۱ھ یا ۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۵۹۶/۳ الاستيعاب ۲۶۸/۱، الاصابة ۲۸۱/۱، اسد الغابة ۲۷۹/۲

۶۔ تفصیل ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۱۵/۵، مجمع الزوائد، كتاب الطهارة، باب في قوله الماء بالماء ۲۷۰/۱، اعلام الموقعين ۵۶/۱

جمہور کا موقف: جمہور علماء ایسے قول کی شرعی حیثیت و حجیت کے قائل ہیں جس میں کسی فعل کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہو۔ حاکم نیشاپوریؒ، باجیؒ، ابو اسحاق شیرازیؒ، ابو المظفر سمعانیؒ، ابو الخطاب کلوذانیؒ اور ابن النجارؒ وغیرہ نے یہ قول مسند کے درجہ میں قرار دیا ہے(۱)۔ البتہ حاکم نیشاپوریؒ نے راوی صحابی کے لیے صحبتِ نبوی میں معروف ہونے کی شرط لگائی ہے(۲)۔ باجیؒ کے نزدیک صحابی نے اس فعل کا ذکر اس طور سے کیا ہو کہ ایسا فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے پوشیدہ رہ سکتا ہو اور نہ آپ نے اس کی نکیر فرمائی ہو(۳)۔ ابن الصلاحؒ، محی الدین نوویؒ اور حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے کہا ہے کہ یہ قول مرفوع کی قبیل سے ہے(۴)۔ محی الدین نوویؒ نے لکھا ہے کہ اکثر محدثین اور ہمارے اصحاب نے کتبِ فقہ میں ایسے قول صحابی کا استعمال مرفوع روایت کے طور پر کیا ہے(۵)۔ اگر کسی فعل کی اضافت عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہو تو یہ اس فعل کے جواز یا وجوب کی دلیل ہے اور صحابی نے وہ قول حجت کے طور پر ذکر کیا ہے(۶)۔ خطیب بغدادیؒ اور امام غزالیؒ نے بھی یہ قول حجت قرار دیا ہے(۷)۔ ابن حاجبؒ نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک یہ جماعت کا عمل ہے لہٰذا بطور اجماع حجت ہے(۸)۔

بعض علماء نے اس بات سے اختلاف کیا ہے کہ یہ قول بطور اجماع حجت ہے۔ طوفیؒ نے لکھا ہے کہ بعض شوافع کے نزدیک یہ اجماع کا فائدہ نہیں دیتا، اس فعل کی اضافت اُس زمانے کے تمام اہلِ اجماع کی طرف نہیں کی جا سکتی(۹)۔ شوکانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ ایسے قول پر اجماع نقل کرنے کا حکم نہیں لگایا جا سکتا(۱۰)۔

جمہور کے دلائل: جمہور علماء کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ ظاہر میں ایسے قول سے صحابی کا مقصد ہمیں احکامِ شریعت سکھانا ہے اور یہ اسی صورت میں شرعی حکم ہو سکتا ہے جب صحابہؓ نے عہدِ نبوی میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے یہ فعل کیا اور آپ نے اس سے منع نہ فرمایا ہو۔

۱۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲، احکام الفصول ص ۳۲۰، التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۳۳، قواطع الادلۃ ۳۶۹، التمہید فی اصول الفقہ ۳/۱۸۲، شرح الکوکب المنیر ۲/۴۸۳، توضیح الأفکار ۱/۲۷۳

۲۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲

۳۔ احکام الفصول ص ۳۲۰

۴۔ علوم الحدیث ص ۴۳۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی ۱/۱۸۵، فتح الباری ۲۵۹، نزھۃ النظر ص ۵۶

۵۔ المجموع شرح المہذب ۱/۶۰

۶۔ شرح مختصر الروضۃ ۲/۱۹۸، اتحاف ذوی البصائر بشرح روضۃ الناظر ۲/۸۹۲

۷۔ الکفایۃ ص ۴۲۳، المستصفیٰ ص ۱۰۵

۸۔ منتہیٰ الوصول والأمل ص ۸۲

۹۔ شرح مختصر الروضۃ ۲/۱۹۹

۱۰۔ ارشاد الفحول ص ۹۳

۲۔ صحابی نے یہ قول حجت و دلیل کے طور پر بیان کیا ہے۔ اس کی عصرِ نبوی کی طرف اضافت اسی لیے کی گئی ہے تا کہ حجت و دلیل قائم ہو۔ ایسا اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے آگاہ ہوں اور آپ نے اسے برقرار رکھا ہو۔

۳۔ ظاہر میں ایسے قول سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے آگاہ تھے اور آپ نے اسے برقرار رکھا۔ تقریر سنن مرفوعہ میں سے ایک ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا اس فعل پر اقرار، اس فعل کے بارے میں آپ کے حکم کا قائم مقام ہے۔

۴۔ صحابہ کرام ؓ فعل کی اضافت زمانہ نبوی کی طرف اس لیے کرتے تھے تا کہ یہ واضح ہو جائے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے آگاہ تھے اور اس سے منع نہیں فرمایا تھا، ورنہ اس اضافت کا کوئی فائدہ نہیں رہتا۔

۵۔ بظاہر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ ؓ دینی امور میں سے کوئی کام از خود نہیں کرتے تھے مگر یہ کہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم و اجازت ہوتی تھی۔ لہذا صحابہ ؓ کا یہ قول مسند کے درجہ میں ہے۔

۶۔ اگر وہ فعل غیر مشروع ہوتا تو بذریعہ وحی منع کر دیا جاتا کیوں کہ وحی کا سلسلہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت تک جاری تھا۔ صحابہ ؓ مشروع اور غیر ممنوع فعل ہی انجام دیتے اور اس پر ان کا استمرار و دوام ہوتا تھا۔

۷۔ یہ الفاظ تکرارِ فعل اور صحابہ ؓ کے اس پر استمرار کا فائدہ دیتے ہیں۔ یہ بات بعید ہے کہ قول صحابی میں کوئی فعل تکرار ظاہر کرے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ عمل پوشیدہ رہے اور آپ وہ فعلِ صحابہ ؓ جانتے ہی نہ ہوں۔

۸۔ یہ بات کسی صحابی کو روا نہیں ہے کہ کسی فعل سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار جانتے ہوئے روایت نہ کرے۔

۹۔ ''کانوا یفعلون'' تمام صحابہ ؓ کو ظاہر کرتا ہے۔ اس صیغہ سے اجماع نقل کیا گیا ہے۔ یہ الفاظ واضح طور پر دلالت کرتے ہیں کہ صحابی نے یہ فعل تمام کی طرف سے بیان کیا ہے کیوں کہ صحابی نے اسے کسی معین حکم کی دلیل کے طور پر کہا ہے، لہذا واجب ہے کہ اسے اجماع پر محمول کیا جائے۔ اگر صحابی نے وہ فعل ایک یا بعض صحابہ ؓ کی طرف سے بیان کیا ہوتا تو وہ صحابی اسے کسی معین حکم کی دلیل کے طور پر نہ کہتے کیوں کہ ایک یا بعض صحابہ کا قول حجت نہیں ہے۔

۱۰۔ جہاں تک ''التقاء ختانین'' کا تعلق ہے تو ابتدائے اسلام میں اس پر غسل واجب نہیں تھا۔ لوگ اکسال پر غسل نہیں کرتے تھے۔ پھر یہ حکم منسوخ ہو گیا۔ بعض کو اس کے نسخ کا علم نہ ہوا اور وہ سابقہ حکم پر عمل کرتے رہے۔ کسی کام کے تسلسل اور مداومت میں یہ ممکن ہے کہ اس کا حکم مخفی رہا ہو۔ جہاں تک کسی نہی کے اقدام کا تعلق ہے تو وہ اذنِ نبوی ہی سے ہوگا۔

اس مسئلہ میں جمہور کا یہ موقف راجح معلوم ہوتا ہے کہ اگر قول صحابی میں کسی فعل کی عہد نبوی کی طرف اضافت ہو تو وہ مسند اور مرفوع کے درجہ پر ہے اور دلیلِ شرعی ہے کیوں کہ صحابی نے اپنے قول میں فعل کی اضافت عہد نبوی کی

طرف اس لیے کی ہے کہ وہ اسے حجت اور دلیل کے طور پر پیش کرے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے آگاہ تھے۔

البتہ ایسا قول اس فعل کے جواز پر دلالت کرتا ہے یا وجوب پر؟ اس کا تعین صحابی کے الفاظ اور ان کے حسب مفہوم ہوگا۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ کسی فعل کی عہد نبوی کی طرف اضافت اس فعل کے وجوب پر دلالت کرے۔ یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ صحابہ کرام عہد نبوی میں کوئی فعل اس لیے کرتے تھے کہ وہ ان پر واجب تھا، جیسا کہ حضرت انس ؓ کا قول ہے

كنا نصلي على عهد النبي صلى الله عليه وسلم ركعتين بعد غروب الشمس قبل صلوة المغرب

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے قبل دو رکعت پڑھتے تھے۔

یہاں غروب آفتاب کے بعد نماز مغرب سے قبل دو رکعت پڑھنے کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہے لیکن اس سے وجوب ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ حضرت انس ؓ کے اسی قول میں آگے ہے

كان يرانا نصليهما فلم يأمرنا و لم ينهنا(۱)

یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم کو پڑھتے ہوئے دیکھا کرتے تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نہ اس کا حکم کرتے اور نہ ہمیں اس سے منع فرماتے تھے۔

ایسا قول عہد نبوی کی طرف اضافت کی وجہ سے حجت ہے، یہ اس بنا پر حجت نہیں ہے کہ یہ تمام صحابہ ؓ کا عمل اور ان کا اجماع ظاہر کرتا ہے۔ عہد نبوی میں انعقاد اجماع کی ضرورت نہیں تھی کیوں کہ کسی مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کرنے کے لیے وحی الٰہی اور ذات رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ذرائع موجود تھے۔ اجماع عصر نبوی کے بعد ہوتا ہے(۲)۔

اگر قول صحابی کے الفاظ سے یہ معلوم ہو کہ کسی فعل کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہے لیکن بعد میں صحابہ کرام ؓ نے وہ فعل ترک کر دیا تھا تو ایسا فعل شرعی دلیل اور حجت نہیں ہے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہ ؓ کا قول ہے

بعنا امهات الأولاد على عهد رسول الله صلى الله عليه وسلم و ابي بكر، فلما كان عمر نهانا فانتهينا (۳)

ہم لوگوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر ؓ کے زمانوں میں امہات الاولاد کو فروخت کیا، پھر جب حضرت عمر ؓ کا زمانہ تھا تو انہوں نے ہمیں اس سے منع کیا، پس ہم رک گئے۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب صلوٰۃ المسافرین و قصرها، باب استحباب رکعتین قبل صلوٰۃ المغرب ۱/ ۵۷۳

۲۔ میزان الأصول ص ۱۷۷

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب العتق، باب فی عتق امہات الأولاد ۳/ ۲۶-۲۷

عہدِ نبوی کی طرف عدمِ اضافت والے الفاظ

قولِ صحابی کی دوسری صورت وہ ہے جس میں فعل کی اضافت عہدِ نبوی کی طرف نہ ہو۔ مثلاً حضرت ابو سعید خدریؓ کا قول ہے:

كنا نُطعِمُ الصدقة صاعاً من شعير(۱)

ہم صدقہ میں ایک صاع جَو کھانے کے لیے دیا کرتے تھے۔

حضرت ابو اُمامہؓ(۲) کا قول ہے

كنا نشهد الجنائز فما يجلس آخر الناس حتى يؤذنوا(۳)

ہم جنازوں میں جاتے تو آخری شخص بھی بغیر اجازت نہیں بیٹھتا تھا۔

حضرت عائشہؓ کا قول ہے:

كان اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم يعالجون ارضهم(۴)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ اپنی زمین بٹائی پر دیتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے:

كنا لانرى بالخبر باساً حتى كان عام اول فزعم رافع ان النبي صلى الله عليه وسلم نهى عنه(۵)

ہم مخابرہ یعنی بٹائی میں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے حتیٰ کہ پہلا سال ہوا تو حضرت رافعؓ نے بتایا کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا تھا۔

جمہور محدثین کے نزدیک جس قول کی اضافت عہدِ نبوی کی طرف نہ ہو وہ موقوف کی قبیل سے ہے اور حجت نہیں ہے۔ یہ قول اس صورت میں حجت ہوگا جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ثابت ہو۔ عصرِ نبوی کے علاوہ کسی اور عہد میں تقریر نہیں ہو سکتی۔ یہ قول تمام صحابہؓ کے فعل پر بھی دلالت نہیں کرتا جب تک یہ صراحت نہ ہو کہ وہ تمام اہلِ اجماع کی طرف سے ہے۔ ایسے قول میں اجماع بیان نہیں کیا گیا(۶)۔ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ بعض اصحابِ شافعی کہتے

۱۔ صحيح البخاري، كتاب الزكوة، باب صدقة الفطر صاع من شعير ۲۰۳/۱

۲۔ حضرت ابو اُمامہ اسعد بن سہل بن حنیف انصاری۔ آپ اپنی کنیت سے مشہور تھے اور مدینہ کے کبار تابعین میں سے تھے۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے دو سال قبل آپ کی ولادت ہوئی تھی۔ آپ ۱۰۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستيعاب ۱/۱۵۷ اسد الغابة ۱/۱۶

۳۔ الموطا، كتاب الجنائز، باب الوقوف للجنائز والجلوس على المقابر ص ۲۰۲

۴۔ مسند ابي حنيفة ص ۲۶۸

۵۔ صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب كراء الأرض ۱۶۹/۳۔ مزید ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۴۶۳/۳ شرح السنة ۲۵۷/۸ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب البيوع والأقضية، باب من كره ان يعطى الأرض بالثلث والربع ۳۸۳/۳

۶۔ الكفاية ص ۴۲۲ علوم الحديث ص ۴۳ التقريب ص ۹ التقييد والإيضاح ص ۶۸ توضيح الافكار ۲۸۰/۱ الباعث الحثيث ص ۵۹ شرح مختصر الروضة ۱۹۹/۲، ۲۰۱ ارشاد الفحول ص ۱۱۵ اتحاف ذوى البصائر ۸۶۲/۲ تدريب الراوى ۱/۸۵

ہیں کہ یہ قول تمام کے فعل پر دلالت نہیں کرتا(۱)۔ آمدیؒ نے اسے بعض شافعیہ کے بجائے بعض اصولیین کی طرف منسوب کیا ہے(۲)۔ صاحب ''اتحاف ذوی البصائر'' نے لکھا ہے کہ آمدیؒ کا موقف درست ہے کیوں کہ وہ مذہب شافعیہ کو ابن قدامہؒ سے بہتر جانتے تھے(۳)۔ محدثین میں سے حاکم نیشاپوریؒ نے کہا ہے کہ اگر صحبت میں مشہور صحابی کا قول ہو تو یہ مسند ہے(۴)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے یہ قول مرفوع قرار دیا ہے(۵)۔ اصولیین میں سے ابوالحسین بصریؒ اور فخر الدین رازیؒ وغیرہ نے بھی یہ قول مرفوع کے حکم میں داخل کیا ہے(۶)۔ آمدیؒ اور ابن حاجبؒ نے لکھا ہے کہ اکثر کے نزدیک ایسے قول میں مذکور فعل پوری جماعت کا عمل ہے(۷)۔ ابوالخطاب کلوذانیؒ نے بھی یہ فعل جماعت صحابہؓ کے فعل پر محمول کیا ہے(۸)۔ ظاہر میں اس فعل پر صحابہ کرامؓ کا اجماع نقل کیا گیا ہے(۹)۔

جمہور اصولیین نے ایسے قول کی حجیت میں جو دلائل دیے ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو عہد نبوی کی طرف اضافت والے قول کی حجیت میں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ظاہر میں اس قول سے صحابی کا مقصد ہمیں شرعی احکام کی تعلیم دینا ہے۔ اس کا یہ قول اقامت حجت اور کسی حکم کے اثبات میں ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ وہ فعل کرتے رہے ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو اور آپ نے اس کی نکیر نہ فرمائی ہو۔ یہ اس بات کا متقاضی ہے کہ ایسا فعل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر پر دلالت کرتا ہے اور شرعی حجت ہے۔ ظاہر میں اس فعل پر صحابہؓ کا اجماع نقل کیا گیا ہے۔ ''کنا نفعل کذا'' یا ''کانوا یفعلون کذا'' کا معنی یہ ہوا کہ سب صحابہؓ یہ فعل کرتے تھے۔ صحابی نے وہ فعل تمام صحابہؓ کی طرف سے بیان کیا ہے، لہٰذا حجت ہے۔ اگر راوی صحابی نے وہ فعل کسی ایک صحابی یا ایک گروہ صحابہؓ کا فعل بیان کیا ہوتا تو راوی اسے کسی معین حکم کے اثبات کے لیے بطور دلیل نہ کہتے کیوں کہ کسی ایک یا بعض کا قول حجت نہیں ہے۔ البتہ ایسے قول کو اجماع پر محمول کرنے والوں نے کہا ہے کہ اس اجماع کی حیثیت ظنی ہے، قطعی نہیں ہے(۱۰)۔

۱۔ اتحاف ذوی البصائر ۸۶۵/۲

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۲۷/۲

۳۔ اتحاف ذوی البصائر ۸۶۶/۲

۴۔ معرفة علوم الحدیث ص ۲۲

۵۔ نزھة النظر ص ۵۷، الباعث الحثیث ص ۵۲

۶۔ المحصول فی علم اصول الفقه ۴۰۹/۳، المعتمد فی اصول الفقه ۴۳/۲، التحصیل من المحصول ۴۵/۲، نفائس الأصول ۳۰۰۴/۷، نهایة الوصول ۳۰۰۴/۷

۷۔ آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۳۲۷/۲، منتهی الوصول والأمل ص ۸۲

۸۔ التمهید فی اصول الفقه ۱۸۳/۳

۹۔ فواتح الرحموت ۱۶۲/۲، تیسیر التحریر ۶۹/۳

۱۰۔ فواتح الرحموت ۱۶۲/۲

اس مسئلہ میں جمہور اصولیین اور محدثین میں سے حاکم نیشاپوریؒ اور ابن حجر عسقلانیؒ وغیرہ کا موقف راجح نظر آتا ہے کہ ایسا قول مرفوع کے حکم میں ہے اور حجت ہے۔ صحابی نے اپنے قول میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ ظاہر میں اس سے سب صحابہ کرامؓ کا فعل مراد لینا راجح ہے۔ اگر وہ فعل کسی ایک یا بعض صحابہ کا ہوتا تو صحابی کی عدالت کا تقاضا ہے کہ وہ کسی ایک یا بعض کے لیے جمع کا صیغہ استعمال نہ کرتے اور کسی ایک یا بعض کا فعل بطور دلیل پیش نہ کرتے۔ صحابی کو یہ معلوم تھا کہ وہ یہ فعل حکم کے اثبات میں بطور دلیل پیش کر رہے ہیں اور یہ اس وقت ہی ہو سکتا ہے جب صحابہؓ مسجد نبوی میں وہ فعل کرتے رہے ہوں۔ پھر اس فعل پر صحابہ کرامؓ کا استمرار ظاہر کرتا ہے کہ انہیں اس فعل سے منع نہیں کیا گیا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر پر دلالت کرتا ہے۔

لفظ ''السنۃ'' کا استعمال

نقل و روایت میں قول صحابی کی ایک شکل یہ ہے کہ اس نے ''السنۃ'' یا ''من السنۃ'' وغیرہ مطلق لفظ استعمال کیا ہو۔ مثلاً حضرت علیؓ کا قول ہے:

إنّ من السنّة أن يمشي إلى العيد (۱)

بے شک سنت میں سے ہے کہ آدمی نماز عید کے لیے پیدل چل کر جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

من السنّة أن يُخفي التشهد (۲)

سنت میں سے ہے کہ تشہد چپکے سے پڑھا جائے۔

کیا ایسے قول سے سنت نبوی مراد لیا جائے گا؟ اس بارے میں علماء کے دو گروہ ہیں

پہلا گروہ: حنفی اصولیین مثلاً ابوالحسن کرخیؒ، ابوبکر جصاص، ابوزید دبوسیؒ (۳)، فخر الاسلام بزدویؒ اور شمس الائمہ سرخسیؒ کے نزدیک مطلق ''السنۃ'' کو سنت نبوی پر محمول نہیں کیا جائے گا۔ ایسا قول مسند نہیں ہے (۴)۔

شافعی اصولیین میں سے ابوبکر صیرفیؒ (۵) کے نزدیک ایسے قول کی اضافت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب اقامۃ الصلوٰۃ، باب ماجاء فی الخروج إلی العید ماشیاً ۱۰۹/۲

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء انہ یخفی التشہد ۸۶/۲ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب اخفاء التشہد ۳۰۲

۳۔ ابوزید عبداللہ بن عمر بن عیسیٰ حنفی فقیہ، اصولی، قاضی۔ سمرقند کے قریہ دبوسیہ کی نسبت سے دبوسی کہلائے۔ آپ ۴۳۰ھ کو بخارا میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو اللباب ۴۹۰/۱ کشف الظنون ۲۶۷/۱ شذرات الذہب ۲۴۵/۳ وفیات الأعیان ۴۸/۳ الفوائد البہیۃ ص ۱۰۹

۴۔ تیسیر التحریر ۷۰/۳ المحرر فی اصول الفقہ ۸۳/۱ اصول الجصاص ۹۳/۲ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۵۲۴/۲، ۵۲۵

۵۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ صیرفی، شافعی فقیہ۔ کہا جاتا ہے کہ امام شافعیؒ کے بعد ابوبکر صیرفی اصول فقہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ آپ ۳۳۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۱۶۹/۲ طبقات الفقہاء ص ۱۱۱ مرآۃ الجنان ۲۹۷/۲ شذرات الذہب ۳۲۵ العبر ۳۶/۲

طرف نہیں ہے(۱) اور ابوبکر اسماعیلیؒ اس قول پر موقوف کا حکم لگاتے ہیں(۲)۔ امام الحرمین جوینیؒ نے بیان کیا ہے کہ محققین نے ''السنۃ'' کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر محمول کرنے سے انکار کیا ہے(۳)۔ امام ابن حزمؒ نے ایسے قول صحابی کو مسند نہیں کہا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف قطعی قرار نہیں دیا ہے(۴)۔ شمس الائمہ سرخسیؒ اور ابن فورکؒ کے مطابق امام شافعیؒ کا قول جدید یہ ہے کہ مطلق ''السنۃ'' سے مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نہیں ہے اور یہ مرفوع نہیں ہے(۵)۔

اس گروہ کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ لفظ ''السنۃ'' سے شرعاً وہ طریقہ مراد ہے جس پر رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرامؓ چلے۔ ''السنۃ'' کا حکم یہ ہے کہ اس کا اتباع کیا جائے گا۔ یہ دلیل سے ثابت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے قول اور فعل سے دین کے جس راستے پر چلے وہ واجب الاتباع ہے۔ اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ کے راستے اور طریق کا بھی اتباع کیا جائے گا۔ مطلق ''السنۃ'' سے ثابت اتباع کسی فرضیت یا وجوب کے وصف سے خالی ہے۔

۲۔ مطلق لفظ ''السنۃ'' صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ یہ لفظ سنت نبوی اور غیر نبی کی سنت، دونوں کے لیے مستعمل ہے۔ اس کا ثبوت احادیث نبوی کے علاوہ اقوال صحابہؓ سے بھی ملتا ہے۔

مثلاً حضرت عرباض بن ساریہؓ (۶) سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين (۷)

پس تم پر لازم ہے میری سنت اور خلفائے راشدین ہدایت یافتہ کی سنت

اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے لیے سنت کا لفظ مستعمل ہوا ہے۔

ابن ابی سبیؓ کی روایت میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ المعتمد فی اصول الفقه ۳/۱۷۷

۲۔ المجموع شرح المهذب ۱/۵۹، طبقات الشافعية الكبرى ۴/۸۰

۳۔ البرهان فی اصول الفقه ۱/۶۴۹

۴۔ ابن حزم، الاحكام فی اصول الأحكام ۲/۷۲

۵۔ المحرر فی اصول الفقه ۱/۲۸۳، توضيح الأفكار ۱/۲۶۶

۶۔ عرباض بن ساریہؓ۔ آپ صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ قدیم الاسلام اور اصحاب صفہ میں سے تھے۔ آپ ۷۵ھ کو شام میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابة ۳/۱۹، الاصابة ۶/۲۱۰، الطبقات الكبرى ۷/۴۱۲، سير اعلام النبلاء ۳/۴۱۹، شذرات الذهب ۱/۸۲، مرآة الجنان ۱/۱۵۶

۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی لزوم السنة ۴/۲۰۱۔ مزید ملاحظہ ہو صحيح الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنة و اجتناب البدع ۵/۴۴، سنن ابن ماجه، المقدمة، کتاب السنة، باب اتباع سنة الخلفاء الراشدين المهديين ۱/۱۵، جامع بيان العلم ۲/۱۱۶۴، شرح السنة ۱/۲۰۵، مسند احمد بن حنبل ۴/۱۲۶

إنّ معاذاً قد سنّ لكم سنّة كذلك فافعلوا (۱)

معاذؓ نے تمہارے لیے ایک سنّت جاری کردی ہے بہذا تم بھی اسی طرح کرو

اس روایت میں حضرت معاذؓ کے فعل کو سنّت کہا گیا ہے۔

حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من سنّ في الإسلام سنّة حسنة فعُمل بها بعده كُتب له مثل اجر من عمل بها ولا يُنقص من اجورهم شيء. ومن سنّ في الإسلام سنّة سيئة فعمل بها بعده كتب عليه مثل وزر من عمل بها ولا يُنقص من اوزارهم شيء.(۲)

جس نے اسلام میں اچھے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس کو اتنا ثواب ملے گا جتنا اس پر عمل کرنے والوں کو ہوگا اور عمل کرنے والوں کے اجور میں کمی نہیں ہوگی۔ جس نے اسلام میں بُرے طریقے کی بنیاد ڈالی پھر اس کے بعد اس پر عمل کیا گیا تو اس پر عمل کرنے والوں کے گناہ کے برابر اسے گناہ ملے گا اور عمل کرنے والوں کے گناہوں میں کمی نہیں ہوگی۔

اس حدیث میں ایک شخص کے عمل کو سنّت کہا گیا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا:

جلد النبي صلى الله عليه وسلم اربعين و ابوبكر رضي الله تعالى عنه اربعين وعمر رضي الله تعالى عنه ثمانين و كل سنّة و هذا احب اليّ (۳)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چالیس کوڑے لگائے، حضرت ابوبکرؓ نے چالیس کوڑے لگائے اور حضرت عمرؓ نے اسّی کوڑے لگائے اور یہ سب سنّت ہیں اور یہ مجھے سب سے زیادہ پسندیدہ ہے۔

حضرت علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے افعال کے لیے سنّت کا لفظ استعمال کیا ہے۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کی عادت سے یہ ظاہر ہے کہ جب وہ سنّت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ کرتے تو لفظ سنّت کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے اس لفظ کو مقید کر دیتے تھے۔ مثلاً ایک موقع

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب کیف الاذان؟ ۱/۷۹

۲۔ صحیح مسلم، کتاب العلم، باب من سنّ سنّة حسنة أو سيئة ۴/۲۰۵۹۔۲۰۶۰۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، ابواب العلم، باب ما جاء فيمن دعا إلى هدى فاتّبع أو إلى ضلالة ۱۰/۱۴۲۔۱۴۳ مسند احمد بن حنبل ۴/۳۵۷ سنن الدارمی، باب من سنّ سنّة حسنة أو سيئة ۱/۱۳۰

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الخمر ۳/۱۳۳۲ مزید ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، کتاب الحدود باب فی حد الخمر ۳/۱۶۷ سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود باب فی حد السکران ۳/۲۴۴ عبدالرزاق المصنف باب حد الخمر ۷/۳۷۹

پر حضرت عمرؓ نے صُبَیّ بن معبد(۱) کو فرمایا

ھُدیت لسنۃ نبیک(۲)

تمہیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت بتائی گئی ہے۔

۴۔ لفظ "السنۃ" کے مطلق استعمال سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اشارہ کیا ہے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء کرامؓ کی جانب اس کی اضافت کی ہے۔ جب لفظ "السنۃ" کے مراد و معنی میں تردد اور شک ہو تو اسے حجت قرار دینے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی۔

۵۔ لفظ "السنۃ" سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت مراد لی جائے گی جب ایسی دلیل موجود ہو جو یہ بتلائے کہ یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد ہے، کسی غیر نبی کی سنت مراد نہیں ہے۔ مطلق لفظ "السنۃ" کو بلا دلیل نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مقید کرنا درست نہیں ہے۔

۶۔ جب صحابی اپنے اجتہاد سے کسی معاملہ میں کوئی حکم اختیار کرتا ہے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے ہوئے کسی قول پر قیاس کر کے یا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا ہوتا ہے اس سے استنباط کر کے اس حکم کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر دیتا ہے۔ جب اس بات کا احتمال ہو تو پھر لفظ "السنۃ" کو مسند قرار دینا جائز نہیں ہے۔ جیسے کوئی شخص یہ کہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو اسے قرآن مجید کی آیت کی طرف مضاف نہیں کیا جا سکتا۔

۷۔ علمائے سلف "السنۃ" کا اطلاق حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے طریق پر کیا کرتے تھے۔

۸۔ اگر مطلق لفظ "السنۃ" سے صحابی کی مراد سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور یہ مرفوع ہے تو پھر صحابی کا قول یوں ہوتا قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔

دوسرا گروہ: جمہور علماء مطلق لفظ "السنۃ" کو مسند مرفوع قرار دیتے اور اس سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لیتے ہیں۔ عبدالعزیز بخاری حنفیؒ نے کہا ہے کہ ہمارے عام متقدمین اصحاب، اصحاب شافعی اور جمہور اصحاب حدیث لفظ "السنۃ" کو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر محمول کرتے ہیں(۳)۔ حنفی فقیہ اصولی علاء الدین

۱۔ صُبَیّ بن معبد التغلبی تابعی ساحظہ ہو: الطبقات الکبریٰ ۱۲۵/۶

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۱۲۵/۶۔ مزید ملاحظہ ہو کتاب الأصل ۲/ ۳۸۵ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحج، فیمن قرن بین الحج والعمرۃ ۴/ ۳۷۵ اصول الجصاص ۲/ ۶۷ سنن النسائی، کتاب مناسک الحج، باب القران ۵/ ۱۶۱ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب من قرن الحج والعمرۃ ۳/ ۲۲۷ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی الإقران ۲/ ۲۳۲ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۹۹ السنن الکبریٰ، کتاب الحج، باب جواز القران ۳/ ۳۵۲،۳۵۲

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/ ۵۶۵

سمرقندی کا بھی یہی موقف ہے(۱)۔ مالکی(۲)، شافعی(۳)، حنبلی(۴)، علمائے حدیث(۵) اور ابوالحسین بصری معتزلی(۶) بھی یہی رائے رکھتے ہیں۔ ابن حاجبؒ، آمدیؒ، ارمویؒ، نوویؒ اور شوکانیؒ وغیرہ نے اسے جمہور کا مذہب قرار دیا ہے(۷)۔ ابوالمظفر سمعانیؒ، ابوالخطاب کلوذانیؒ، سیف الدین آمدیؒ، تاج الدین سبکیؒ اور صنعانیؒ (۸) وغیرہ نے اسے امام شافعیؒ کا مذہب کہا ہے(۹)۔ حاکم نیشاپوریؒ کے نزدیک اگر یہ قول صحبت میں مشہور صحابی کا ہے تو مسند ہے(۱۰)۔

جمہور علماء کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ لفظ کو اس کے ظاہر پر محمول کیا جائے گا۔ سنت کا لفظ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے۔ لہذا ''السنۃ'' سے صحابی کی مراد سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ اس قول سے غیر نبی کو مراد لینے کا احتمال بعید ہے۔ لفظ کو ظاہر پر محمول کیا جائے گا، احتمال پر نہیں۔

۲۔ جب ''السنۃ'' مطلق کہا جائے گا تو اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی مراد لی جائے گی۔ جیسے اگر کوئی شخص یہ کہے ''ھذا العمل طاعۃ'' تو اس سے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت ہی سمجھی جائے گی، گرچہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ دوسروں مثلاً خلفائے راشدین اور حکمرانوں کی اطاعت جائز ہے۔

۱۔ میزان الأصول ص ۳۲۸

۲۔ منتہی الوصول والأمل ص۸۲، احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۳۱۷

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۳۶/۲ نہایۃ الوصول ۳۰۰۳/۷ المستصفی ص ۹۵ الابھاج فی شرح المنہاج ۳۲۹/۲، المحصول فی علم اصول الفقہ ۱۰۲۸/۳ منہاج الأصول مع شرحہ نہایۃ السول ۸۷/۳ التبصرہ فی اصول الفقہ ص ۳۳۱۔ قواطع الأدلۃ ۳۰۴/۱

۴۔ التمہید فی اصول الفقہ ۱۷۷/۳ الواضح فی اصول الفقہ ۲۲۲/۳ شرح مختصر الروضۃ ۲/ ۹۵ اتحاف ذوی البصائر ۸۵۷/۲

۵۔ جامع الأصول ۵۰/۱ علوم الحدیث ص ۳۵ الکفایۃ ص ۴۲۱ فتح الباری ۲۲۷/۲ التعریب ص ۶ نزھۃ النظر ص ۵۶ تدریب الراوی ۱۸۸/۱

۶۔ المعتمد فی اصول الفقہ ۷۳/۲

۷۔ منتہی الوصول ص ۸۲، آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۳۶/۲ نہایۃ الوصول ۷ ۳۰۰۲ تدریب الراوی ۸۹ ارشاد الفحول ص ۹۳

۸۔ محمد بن اسماعیل صنعانی، عالم حدیث، علامہ شوکانیؒ (م ۱۲۵۰ھ) نے انہیں مجتہد مطلق لکھا ہے، ۱۱۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ مدحقہ، البدر الطالع ۲ ۱۳۳

۹۔ قواطع الأدلۃ ۳۰۴/۱ التمہید فی اصول الفقہ ۱۷۷/۳ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱۳۷/۲ الابہاج فی شرح المنہاج ۳۲۹/۲، توجیہ الأفکار ۲۶۶/۱

۱۰۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۲

۳۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اصل ہے اور سنتِ خلفائے راشدین اس کے تابع ہے۔ صحابی کا مقصد و مراد شریعت کو بیان اور نقل کرنا ہے۔ صحابی نے جس چیز کا ارادہ کیا ہے اسے اصل کی طرف راجع کرنا زیادہ بہتر ہے بہ نسبت اس کے کہ اسے فرع کی طرف لوٹایا جائے۔

۴۔ سنت کا لفظ دلیل قائم کرنے کے لیے استعمال کیا گیا ہے اور دلیل سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے۔ سنتِ خلفائے راشدین اگر چہ حجت ہے اور لفظ ''السنۃ'' اسے شامل کرتا ہے لیکن سنت خلفائے راشدین کے حجت ہونے میں اختلاف اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حجیت پر اتفاق ہے۔ لہذا قولِ صحابی ''السنۃ'' کو اس چیز پر محمول کرنا جس میں کوئی اختلاف نہیں، زیادہ بہتر اور اولیٰ ہے۔

۵۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک ''فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين''، اس کا جواب یہ ہے کہ اس حدیث میں لفظ ''سنۃ'' مقید استعمال ہوا ہے اور خلفائے راشدین کی طرف اس کی اضافت کی گئی ہے۔ جب کہ یہاں سوال مطلق لفظ ''السنۃ'' کا ہے۔ مطلق کا حکم مقید کے مطابق نہیں ہوتا۔ مقید لفظ ''السنۃ'' کا غیر نبی پر اطلاق کرنے میں کوئی اعتراض نہیں ہے۔ اعتراض یہ ہے کہ مطلق ''السنۃ'' سے غیر نبی کی سنت مراد نہیں لی جائے گی۔

حدیث ''إن معاذ أقد سنّ لكم سنة كذلك فافعلوا'' میں بھی ''سنۃ'' مقید ہے۔ جن روایات میں اسے غیر نبی سے مقید کیا گیا ہے وہاں یہ تعین ہو گیا ہے کہ سنت کی اضافت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہیں ہے۔

۶۔ شرب خمر پر کوڑوں کی تعداد سے متعلق حضرت علیؓ کا قول ''وكل سنة'' میں سنت سے حضرت علیؓ کی مراد سنتِ نبوی ہے۔ چالیس کوڑے سنت نبوی ہے۔ چالیس سے زیادہ کوڑے تعزیر ہے جسے حضرت عمرؓ نے واجب کیا کیوں کہ شراب نوشی، افترا بازی کا باعث ہوتی ہے۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے فرمایا تھا

فانه اذا شرب سكر واذا سكر هذى واذا هذى افترى(۱)

جب آدمی شراب پیئے گا تو مست ہو جائے گا اور جب مست ہوگا
تو واہیات بکے گا اور جب واہیات بکے گا تو افترا بازی بھی کرے گا۔

مزید یہ کہ یہ ثابت نہیں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے زمانہ میں حد زنا اور حد قذف کی طرح شرب خمر پر کوڑوں کی تعداد مقرر فرمائی ہو۔ اسی لیے حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شراب نوشی پر اسی کوڑوں کا فتویٰ دیا۔ لہذا حضرت علیؓ کے قول ''وكل سنة'' کا معنی یہ ہے کہ ان میں سے ہر کوئی اس کی مقدار کے تعیین میں ضرب کی ان اقسام کی طرف گیا ہے اور دوسرا جواب یہ ہے کہ یہ مقید ہے(۲)۔

۱۔ الموطاء، كتاب الأشربة، باب ما جاء في حد الخمر ص ۶۴۲

۲۔ احكام الفصول في احكام الأصول ص ۳۱۹

۷۔ صحابہؓ ''السنۃ'' یا ''من السنۃ'' وغیرہ کے الفاظ استعمال کرتے تھے۔ وہ احتیاطاً اور کسی غلطی سے بچنے کے لیے ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' کے قطعی الفاظ ترک کر دیتے تھے۔

علماء کے مندرجہ دونوں گروہوں کے دلائل کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ کہا جا سکتا ہے کہ اگر صحابی کے قول میں لفظ ''السنۃ'' مطلق استعمال ہو تو اس سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینے اور اسے مسند اور مرفوع قرار دینے میں جمہور علماء کا موقف راجح ہے۔ مطلق لفظ ''السنۃ'' کو بلا دلیل اور محض احتمال پر غیر نبی کی طرف اضافت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی غیر نبی کی طرف اضافت کے لیے دلیل اور قرینہ چاہیے۔ مخالفین نے اپنی تائید میں جو مثالیں پیش کی ہیں ان میں ''السنۃ'' کی اضافت غیر نبی کی طرف پائی جاتی ہے کیونکہ وہاں اس کی دلیل موجود ہے اور اس اضافت کی وجہ سے وہ لفظ مطلق نہ رہا بلکہ مقید ہو گیا۔ لیکن مطلق لفظ ''السنۃ'' کو اس کے ظاہر پر محمول کرتے ہوئے اس سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد لینا راجح ہے۔

مجہول صیغہ کا استعمال

صحابہ کرامؓ نے نقل و روایت میں ایسے الفاظ بھی استعمال کیے ہیں جن سے کسی فعل کا حکم تو ثابت ہوتا ہے مگر آمر مجہول ہے۔ مثلاً حضرت ابی بن کعبؓ کا قول ہے۔

انما كانت رخصة في اوّل الإسلام ثم أمرنا بالغسل بعد (۱)

شروع اسلام میں رخصت تھی (کہ اکسال کی صورت میں غسل واجب نہیں) پھر ہمیں غسل کا حکم دیا گیا۔

حضرت ام عطیہؓ (۲) کا قول ہے:

كنا نؤمر أن نخرج يوم العيد (۳)

ہمیں حکم دیا جاتا تھا کہ روزِ عید گھر سے نکلیں۔

حضرت انسؓ کی روایت ہے:

أمر بلال أن يشفع الاذان وان يوتر الإقامة إلا الإقامة (۴)

حضرت بلالؓ کو یہ حکم دیا گیا کہ اذان میں جفت کلمات کہیں اور اقامت میں سوائے ''قد قامت الصلوة'' کے، طاق کہیں۔

۱۔ سنن ابن ماجه، كتاب الطهارة و سننها، باب ماجاء في وجوب الغسل اذا التقى الختانان ۳۲۹

۲۔ حضرت ام عطیہ نسیبہ بنت کعب یا بنت الحارث، بزرگ صحابیہ۔ زخمیوں کی خبر گیری اور مردہ خواتین کو غسل دیتی تھیں۔ ملاحظہ ہو الاستيعاب ۴ /۱۹۴۵، اسد الغابة ۳۵۶/۷، سير اعلام النبلاء ۳۱۸/۲

۳۔ صحيح البخاري، كتاب العيدين، باب التكبير ايام منى..... ۳۲۱/۱

۴۔ ايضاً، كتاب الاذان، باب الاذان مثنى و مثنى ۸۵/۱

حضرت سہل بن سعدؓ(۱) روایت کرتے ہیں:

كان الناس يؤمرون ان يضع الرجل اليد اليمنى على ذراعه اليسرى فى الصلوة(۲)

لوگوں کو حکم دیا جاتا تھا کہ آدمی نماز میں دایاں ہاتھ اپنے بائیں ہاتھ کی کلائی پر رکھے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے:

نُهى ان يصلى الرجل مختصراً (۳)

آدمی کو کمر پر ہاتھ رکھ کر نماز پڑھنے سے منع کیا گیا۔

حضرت ام عطیہؓ کا قول ہے

كنا نُنهى ان نُحد على ميّت فوق ثلاث إلا على زوج اربعة اشهر وعشرا(۴)

ہمیں کسی میت پر تین دن سے زیادہ سوگ کی ممانعت کی جاتی تھی مگر شوہر کی وفات پر چار ماہ دس دن سوگ کا حکم تھا۔

حضرت ام عطیہؓ کی ایک اور روایت ہے

نُهينا عن اتباع الجنائز ولم يُعزم علينا(۵)

ہمیں جنازوں کے پیچھے جانے سے روکا گیا اور اسے ہمارے لیے ضروری نہیں خیال کیا گیا۔

مخالفین: اصولیین کا ایک گروہ قول صحابی کی اس قسم کو مرفوع تسلیم نہ کرتے ہوئے حجت نہیں مانتا۔ اس گروہ میں حنفی علمائے اصول میں سے ابوالحسن کرخیؒ(۶)، ابوبکر جصاصؒ، ابوزید بزدویؒ، شمس الائمہ سرخسیؒ، مالکی علماء میں سے قاضی ابوبکر باقلانیؒ، شافعی علمائے اصول میں سے ابوبکر صیرفیؒ، ابوبکر اسماعیلیؒ، امام الحرمین جوینیؒ اور ظاہری مذہب

۱۔ حضرت سہل بن سعد بن مالک انصاری۔ رحلت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت آپ کی عمر ۱۵ برس تھی۔ آپ کا سال وفات ۸۸ھ، ۹۱ھ ہے۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۲/۶۶۴، الاصابۃ ۲/۶۵۷، اسد الغابۃ ۲/۵۷۵

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب وضع اليمنى على اليسرى فى الصلوة ۱/۱۰۲

۳۔ ایضاً، کتاب الصلوة، ابواب العمل فى الصلوة، باب الخصر فى الصلوة، ۲/۹۳ (اس مقالہ میں کتاب صحیح البخاری کا ایڈیشن یہ ہے دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء)

۴۔ ایضاً، کتاب الحیض، باب الطیب للمرأة عند غسلها من الحيض ۱/۳۵

۵۔ ایضاً، کتاب الجنائز، باب اتباع النساء الجنازة ۱/۱۷۰

۶۔ عبید اللہ الحسین بن دلال ابوالحسن کرخی، حنفی۔ آپ حنفی مذہب کے ممتاز فقیہ اور اصولی تھے۔ آپ کو حنفی مذہب میں مجتہد فی المسائل مانا جاتا ہے آپ کا انتقال ۳۴۰ھ کو عراق میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۱۰۸ شذرات الذهب ۲/۳۵۸، مرآة الجنان ۲/۳۳۳، المنتظم ۸۵/۱۴، البداية والنهاية ۱۱/۲۲۴، العبر ۲/۶۱

کے امام ابن حزمؒ وغیرہ شامل ہیں(۱)۔

ان حضرات کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ اصل یہ ہے کہ انسان ذمہ داری سے بری ہے۔ اسے کسی ایسے لفظ سے ذمہ دار نہیں بنایا جا سکتا جو وجوب اور غیر وجوب کے درمیان متردد ہو۔

۲۔ اس بات کا احتمال ہے کہ ''أمرنا'' سے مراد ''أمر اللّٰہ علینا'' ہو اور یہ بھی احتمال ہے کہ اس سے امام یعنی حکمران اور امت مراد ہو۔

۳۔ جب صحابی اپنے قول میں ''أمرنا'' استعمال کرے تو اسے اللہ تعالیٰ کے اس امر پر محمول نہیں کیا جائے گا جس کا اس نے قرآن مجید میں بطور نص ذکر کر دیا ہے۔ اسی طرح مطلق لفظ ''أمرنا'' سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر بھی قطعی طور پر مراد نہیں لیا جا سکتا کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ اللہ تعالیٰ اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور آمر ہو جس کی پیروی صحابی پر لازم ہے جیسے کہ کوئی خلیفہ راشد۔ قرآن مجید میں ہے:

أطيعوا الله و أطيعوا الرسول و أولي الأمر منكم [النساء۴: ۵۹]

اللہ اور اُس کے رسول کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں اُن کی بھی

پس امر صرف اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ اس میں ولی الامر بھی شامل ہے۔ اسی طرح مطلق نہی کا معاملہ ہے۔ یہ تمام احتمالات ایسے قولِ صحابی کے مرفوع ہونے میں مانع ہیں۔

۴۔ یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی نے کسی لفظ کے امر یا نہی ہونے کا گمان کیا حالانکہ وہ امر یا نہی نہ ہو۔

۵۔ صحابہ کرامؓ عادتاً جب کوئی حکم نبوی بیان کرتے تو اس کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کرتے اور یہ صراحت کر دیتے تھے کہ یہ امر یا نہی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ہے۔ جیسے حضرت براء بن عازبؓ فرماتے ہیں:

أمرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم بإبرار المُقسِم(۲)

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا قسم دینے والے کو سچا کرنے کا یعنی اس کی بات مان لینے کا۔

۱۔ اصول الجصاص ۹۴/۲ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۵۶۵/۲ البرهان في اصول الفقه ۱/ ۴۲۷ ابن حزم، الاحکام في اصول الأحکام ۷۲/۲ فواتح الرحموت ۹۱/۲ المحرر في اصول الفقه ۱/ ۲۸۳ میزان الأصول ص ۴۳۶ التمهيد في اصول الفقه ۱۷۸/۳ آمدی، الاحکام في اصول الأحکام ۳۲۵/۲ الکاشف عن المحصول ۱۰۲/۲ التبصرة في اصول الفقه ص ۳۳۱ الواضح في اصول الفقه ۲۲۲/۳ شرح الکوکب المنير ۴۸۵/۲ قواطع الأدلة ۱/ ۳۸۷ توضيح الأفكار ۱/ ۲۶۹ إرشاد الفحول ص ۹۳ المستصفى ص ۱۰۵ المعتمد في اصول الفقه ۲/ ۱۷۳ المجموع شرح المهذب ۱/ ۵۹

۲۔ سنن ابن ماجه، کتاب الکفارات، باب إبرار المقسم ۵۱۸/۲

حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے:

كنا نشتري الطعام من الركبان جزافا فنهانا رسول الله صلى الله عليه وسلم أن نبيعه حتى ننقله من مكانه (۱)

ہم سواروں سے اناج خریدتے تھے ڈھیر یعنی بغیر ماپے اور تولے، پھر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بیچنے سے منع کیا جب تک ہم اس کو اس کی جگہ سے منتقل نہ کر لیں۔

۶۔ حنظلہ سدوسیؒ (۲) نے بیان کیا کہ انہوں نے حضرت انس بن مالکؓ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:

كان يؤمر بالسوط فتقطع ثمرته، ثم يدق بين حجرين ثم يضرب به

کوڑا لانے کا حکم دیا جاتا تو (شاخ) کے پھلوں کو توڑا جاتا پھر اسے دو پتھروں کے درمیان کوٹا جاتا پھر اس سے (مجرم کو) مارا جاتا۔

حنظلہؒ نے حضرت انسؓ سے پوچھا یہ کس کے زمانہ میں ہوتا تھا؟ حضرت انسؓ نے فرمایا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں (۳)۔

اس سے واضح ہوا کہ صحابہؓ جب امر یا نہی کا صیغہ مطلق بیان کرتے تو اس سے ان کی مراد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم نہیں ہوتا تھا۔ وہ مطلق لفظ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت مراد نہیں لیتے تھے۔ جب یہ احتمال ہو تو پھر مطلق امر یا نہی کا تعیین بغیر دلیل کے نہیں ہوگا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے قطعی نہیں ہے۔ اسے آپ کے بجائے صحابی کی طرف مضاف کیا جائے گا۔ ایسا قول محض قول صحابی ہے، لہذا حجت نہیں ہے۔

ابوالسعادات ابن الاثیرؒ نے بیان کیا ہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب ایسا قول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ کسی اور صحابی کا ہو۔ اگر اس کے راوی حضرت ابوبکر صدیقؓ ہوں تو وہ قطعی طور پر مرفوع ہوگا کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور شخص حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امر یا نہی کا حکم نہیں دے سکتا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خود حضرت ابوبکر صدیقؓ صاحب امر و نہی بنے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ کسی اور کا ایسا قول حجت نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ''اُمِرتُ'' کے الفاظ اسی وقت کہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو کسی کام کا حکم دیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کے امر کے پابند نہیں تھے۔ ابن الاثیرؒ مزید لکھتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ کے علاوہ دوسرے لوگ بھی امیر مقرر کیے گئے تھے، لہذا ان کی طرف امر کی اضافت کرنا بھی جائز ہے (۴)۔

۱۔ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب النهي عن بيع الطعام قبل مالم يقبض ۵۱/۳

۲۔ حنظلہ سدوسیؒ، البصری۔ انہیں ابن عبداللہ یا ابن عبیداللہ کہا جاتا ہے۔ علمائے رجال نے ان پر جرح کی ہے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۹۲

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الحدود، في السوط من يأمر به أن يدق ۵۳۹/۶

۴۔ جامع الأصول من احاديث الرسول صلى الله عليه وسلم ۳۹/۱ مزید ملاحظہ ہو ارشاد الفحول ص ۹۳ توضيح الأفكار ۲۷۰

اتحاف ذوي البصائر ۸۵۷/۲

قائلین: جمہور جن میں اصولیین اور علمائے حدیث شامل ہیں، کے نزدیک صحابی کا ایسا قول حجت ہے، اس کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے گی، اسے مسند اور مرفوع تسلیم کیا جائے گا اور اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آمر اور ناہی مراد ہوں گے، خواہ صحابی نے یہ قول حیات رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کہا ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد کہا ہو(۱)۔

جمہور علماء کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ تمام صحابہؓ عادل ہیں۔ وہ اہلِ زبان تھے۔ ظاہر میں یہی ہے کہ صحابہؓ امر و نہی کے صیغے اس وقت تک ادا نہیں کرتے تھے جب تک وہ تحقیق اور یقین نہیں کر لیتے تھے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ان پر واضح نہیں ہو جاتی تھی۔ یہ احتمال ضعیف ہے کہ صحابی نے جس کو امر یا نہی گمان کیا، وہ امر یا نہی نہیں تھا۔

۲۔ عصرِ نبوت سے قرب کی وجہ سے صحابہؓ یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اوامر و نواہی کے لیے استعمال کرتے تھے، لہذا ان الفاظ کو استعمال کے عرف پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے حضرت انسؓ کا قول ہے: أمر بلال ان يشفع الاذان وان يوتر الإقامة إلا الإقامة(۲)۔ کسی نے حضرت انسؓ سے یہ نہیں پوچھا کہ حکم دینے والا کون ہے؟ وہ جانتے تھے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات مبارک ہی آمر ہے۔

۳۔ جب تک کوئی قرینہ اور دلیل اس کے برعکس دلالت نہ کرے، ''أمرنا'' اور ''نهينا'' کے مطلق صیغے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوں گے کیوں کہ اصل یہ ہے کہ شرعی امور میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات گرامی ہی آمر اور ناہی ہے۔

۴۔ ''أمرنا'' اور ''نهينا'' جیسے صیغوں کی اضافت اس ذات ہی کی طرف ہو سکتی ہے جو اوامر و نواہی میں انسانی مصالح کا علم رکھتی ہو۔ یہ علم اللہ تعالیٰ کے بعد نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور نہیں جانتا۔

۵۔ امر اور نہی صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی سے صادر ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے پیغمبر اور رسول ہیں۔

۱۔ منتهى الوصول والأمل ص ۸۲، آمدي، الاحكام في اصول الأحكام ۳۲۵/۲، ارشاد الفحول ص ۹۳، نهاية الوصول ۳۰۰۲/۷، شرح مختصر الروضة ۹۲/۲، حاشية البناني ۱۷۳/۲، المعتمد في اصول الفقه ۲/۳۷، احكام الفصول ص ۳۱۹، قواطع الأدلة ۲/۳۲، ميزان الأصول ص ۳۲۷، المختصر في اصول الفقه على مذهب الإمام احمد بن حنبل ص ۸۹، الكاشف عن المحصول ۲/۶۰، معالم الأصول ۳۰۰۶/۷، الواضح في اصول الفقه ۲۲۲/۳، التبصرة في اصول الفقه ص ۳۳۱، التمهيد في اصول الفقه ۱۸/۳، شرح الكوكب المنير ۴۸۳/۲، قواطع الأدلة ۳۱۴، نهاية السول في شرح منهاج الأصول ۱۸۶/۳، اتحاف ذوي البصائر ۸۵۵/۴، الإبهاج في شرح المنهاج ۳۲۸/۲، توضيح الأفكار ۲۶۹/۱، المستصفى ص ۱۰۵، التحصيل من المحصول ۲/۴۴، الآيات البينات على شرح جمع الجوامع ۳۸۱/۳، جامع الأصول من احاديث الرسول صلى الله عليه وسلم ۴۹، نزهة النظر ص ۵۷، الكفاية ص ۴۲۱، فتح الباري ۸۳/۲، الباعث الحثيث ص ۵۹، التقريب ص ۲، علوم الحديث ص ۴۵، المجموع شرح المهذب ۲۵۷/۶،۵۹/۱، تدريب الراوي ۱۸۸/۱

۲۔ صحيح البخاري، كتاب الاذان، باب الاذان مثنى مثنى /۸۵

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ جو شخص بھی امر یا نہی دے گا وہ محض مبلغ اور مخبر ہے، آمر یا ناہی نہیں ہے۔

۶۔ صحابی کا ایسے قول سے مقصد شرعی امور میں سے کسی کے اثبات یا عدم اثبات پر حجت قائم کرنا ہوتا ہے، محض خبر دینا نہیں ہے۔ لہذا اسے کسی ایسی ذات کی طرف اضافت کرنا ہوگا جس کے قول سے دلیل لی جاتی ہو، جو احکام شریعت صادر کرتی ہو اور جو واجب اتباع ہو۔ یہ حجت انسانوں میں سے صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے امر اور نہی ہی سے ہو سکتی ہے۔ ایسے قول کو اس ذات پر محمول نہیں کیا جا سکتا جس کا قول حجت نہ ہو۔

۷۔ جو شخص کسی حکمران کا اطاعت گذار اور اس کی طرف سے اوامر ونواہی کا اعلان کرنے والا ہو، وہ اگر یہ کہے ''اُمرنا بکذا'' اور ''نُھینا عن کذا'' تو اس سے حکمران کا امر و نہی سمجھا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ اطاعت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ملتزم تھے۔ ان کے قول ''اُمرنا بکذا'' اور ''نُھینا عن کذا'' وغیرہ سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا امر اور نہی سمجھا جائے گا۔

۸۔ یہ قول اللہ تعالیٰ پر محمول نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کسی ایک صحابی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ وہ سب صحابہ کرامؓ میں معروف تھے، البتہ نبوی اوامر ونواہی کے بارے میں ایسا نہیں ہے۔ بعض صحابہؓ نے ان کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوا تھا، بعض نے نہیں سنا تھا۔

۹۔ اس قول کو کسی خلیفۂ راشد، والی یا امیر کی طرف بھی اضافت نہیں دی جا سکتی کیوں کہ وہ صاحب شریعت نہیں تھے۔ ایسے قول میں ان کا آمر اور ناہی ہونے کا احتمال بعید ہے۔ امر ونہی کے مطلق صیغہ کو اس ذات کی طرف راجع کیا جائے گا جسے امر ونہی کا اختیار ہے اور وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

۱۰۔ ایسے قول میں آمر اور ناہی کی اضافت امت کی طرف بھی نہیں ہو سکتی کیوں کہ صحابہ کرامؓ بھی امت میں شامل ہیں۔ ''اُمرنا بکذا'' اور ''نُھینا عن کذا'' میں تمام صحابہؓ کی طرف اشارہ ہے۔ وہ خود کو حکم نہیں دے سکتے۔ مزید یہ بھی ہے کہ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہے۔

۱۱۔ اس قول میں کسی احتمال سے انکار نہیں لیکن ظاہر میں یہی ہے کہ اگر غیر نبی کی طرف اضافت کا قرینہ نہ ہو یا اس کی وضاحت و بیان نہ ہو تو پھر ایسا قول نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہوگا۔ لیکن جب صحابی نے یہ قول دلیل اور حجت کے طور پر پیش کیا ہو تو ظاہر متعین اور احتمال ختم ہو جائے گا۔

۱۲۔ یہ بات کہ اگر یہ قول مرفوع ہے تو صحابی نے یوں کیوں نہ کہا ''قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم''، ''امر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' یا ''نھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم'' وغیرہ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ احتیاط کے طور پر اس طرح کے قطعی الفاظ استعمال نہیں کرتے تھے۔

اس مسئلہ میں جمہور علماء کا موقف ان کے قوی دلائل کی بنا پر لائق ترجیح ہے۔ تمام صحابہؓ عدول تھے۔ ان کی عدالت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے جو بیان کیا، برحق کیا۔ وہ اہل زبان تھے۔ انہوں نے اوامر کو اوامر اور نواہی کو نواہی

ہی بیان کیا۔ وہ اس بات سے بخوبی آگاہ تھے کہ امر یا نہی کا صیغہ استعمال کر کے وہ احکام شریعت کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ ان کا مقصد کسی فعل کے شرعاً، مامور بہ یا منہی عنہ ہونے پر حجت قائم کرنا تھا۔ امر اور نہی کی اضافت ایسے آمر اور ناہی کی طرف کی جائے گی جس کا امر و نہی شریعت میں حجت ہو اور وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں۔ ایسے قول صحابی کو مرفوع مانتے ہوئے حجت تسلیم کیا جائے گا۔ جو چیز صحابہ کرامؓ پر واجب تھی وہ ہمارے لیے بھی واجب ہے اور جو چیز ان پر حرام تھی وہ ہمارے لیے بھی حرام ہے۔ لہذا جب صحابہؓ کسی چیز کے بارے میں بیان کریں کہ وہ ان کے لیے مامور بہ یا منہی عنہ تھی تو وہ چیز ہمارے لیے بھی مامور بہ یا منہی عنہ ہے۔ ہم نے شریعت کے اوامر و نواہی صحابہؓ ہی سے حاصل کیے ہیں اور انہوں نے ان کو صاحب شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا تھا۔

صحابہؓ نے نقل و روایت میں کچھ اور مجہول صیغے بھی استعمال کیے ہیں مثلاً ''اُوجب علینا'' (ہم پر واجب کیا گیا)، ''حُرّم علینا'' (ہم پر حرام کیا گیا)، ''اُبیح لنا'' (ہمارے لیے مباح کر دیا گیا)، ''حُظر لنا'' (ہمارے لیے ممنوع قرار دیا گیا) اور ''رُخّص لنا'' (ہمیں رخصت و اجازت دی گئی)۔

مثلاً حضرت ام عطیہؓ کا قول ہے:

و قد رُخّص لنا عند الطهر اذا اغتسلت احدانا من محيضها في نبذة من كست اظفار (۱)

جب ہم میں سے کوئی حیض سے پاک ہوتی تو ہمیں کست اظفار (خوشبو) کی اجازت دی گئی تھی۔

حضرت انسؓ کا قول ہے

وُقّت لنا في قص الشارب و تقليم الأظفار و نتف الإبط و حلق العانة أن لا نترك اكثر من اربعين ليلة (۲)

ہمارے لیے معیاد مقرر کی گئی مونچھیں کترنے، ناخن کاٹنے اور بغل اور زیر ناف کے بال مونڈنے کی کہ ہم ان کو چالیس دن سے زیادہ نہ چھوڑیں۔

علاء الدین سمرقندیؒ(۳) نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ ''اُوجب علينا كذا''، ''حُرّم علينا كذا'' اور ''اُبيح لنا كذا'' وغیرہ میں موجب، محرم اور مبیح، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی مراد لیے جائیں گے(۴)۔ ابو المظفر سمعانیؒ نے بیان کیا ہے کہ اس بات پر اتفاق ہے کہ ''رُخّص لنا ان نفعل كذا'' نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف

۱۔ صحيح البخاری، كتاب الحيض، باب الطيب للمرأة عند غسلها من المحيض ۱/ ۴۵

۲۔ صحيح مسلم، كتاب الطهارة، باب خصال الفطرة ۱/ ۲۲۲

۳۔ علاء الدین شمس النظر ابو بکر محمد بن احمد بن ابی احمد سمرقندی، حنفی، اصولی، علامہ کاسانیؒ (م ۵۸۷ھ) کے سسر۔ آپ کا انتقال ۵۵۲ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۱۵۸، كشف الظنون ۲/ ۱۶۳۶

۴۔ ميزان الأصول ص ۴۴۷

راجح ہوگا(۱)۔ ابو اسحاق شیرازیؒ نے بھی اس پر علماء کا اتفاق بیان کیا ہے(۲)۔ لہذا یہ قول صحابی حجت ہے۔

اسلامی شریعت میں کسی چیز کو واجب، حرام یا مباح قرار دینا، کسی چیز کی رخصت و اجازت دینا اور کسی شرعی امر میں میعاد مقرر کرنا وغیرہ کا اختیار نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی کو حاصل نہیں ہے۔ اگر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بجائے کسی اور کی طرف ایسے قول کی اضافت کر دی جائے تو پھر نبی اور غیر نبی میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ شرعی امور میں وجوب، اباحت، حلت اور حرمت کا اختیار اللہ تعالیٰ کے بعد صرف اور صرف نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ نبوی اختیار تشریع کی ایک دلیل مندرجہ ذیل آیت ہے

يَأْمُرُهُم بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَاهُمْ عَنِ الْمُنكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبَاتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبَائِثَ [الأعراف ۷:۱۵۷]

وہ انہیں نیک کام کا حکم دیتے ہیں اور برے کام سے روکتے ہیں اور پاک چیزوں کو ان کے لیے حلال کرتے ہیں اور ناپاک چیزوں کو ان پر حرام ٹھیراتے ہیں۔

صحابی نے کسی چیز کے وجوب، حرمت، اباحت اور رخصت کے الفاظ اس وقت ہی استعمال کیے جب اس نے یہ الفاظ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنے یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسا امر سنا جس کے وجوب یا حرمت یا اباحت یا رخصت مراد لینے پر احوال نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا اجماع صحابہؓ دلالت کرتے ہوں۔ صحابہ کرامؓ، جن کا مقصد احکام شریعت پہنچانا تھا، سے بظاہر یہ بعید ہے کہ وہ محض اپنے احتمال سے یہ کہہ دیں کہ ہمارے لیے فلاں چیز واجب یا حرام یا مباح کر دی گئی تھی یا ہمیں فلاں چیز میں رخصت دے دی گئی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب، حرمت، اباحت اور رخصت وغیرہ کے الفاظ بیان ہی نہ فرمائے ہوں۔

نسخ سے متعلق الفاظ

اگر قول صحابی کے الفاظ یوں ہوں " كان الحكم كذا ثم نسخ " (پہلے حکم یہ تھا پھر منسوخ کر دیا گیا)، " نسخ حكم كذا " (یہ حکم منسوخ ہو گیا)، " كان الحكم علينا كذا ثم نسخ " (پہلے ہم پر یہ حکم تھا پھر منسوخ ہو گیا)، " نسخت هذه الآية " (یہ آیت منسوخ کر دی گئی)، " هذه الآية منسوخة " (یہ آیت منسوخ ہے)، " كان هذا الحكم ثم نسخ " (یہ پہلے حکم تھا پھر منسوخ کر دیا گیا)، " هذا الخبر منسوخ " (یہ خبر منسوخ ہے)، " هذا منسوخ " (یہ منسوخ ہے) اور " هذا الناسخ " (یہ ناسخ ہے)۔

کیا ایسے قول صحابی سے نسخ ثابت ہوگا؟ اس بارے میں علماء کی دو آراء ہیں

۱۔ قواطع الأدلة ۱/۳۸۸

۲۔ التبصرة في أصول الفقه ص ۳۳۶

قائلین: احناف(۱) کے نزدیک اس سے نسخ ثابت ہوگا۔ اگر صحابی نے کہا "ھذا ناسخ" تو یہ قول مقبول ہے۔ فخر الدین رازیؒ نے ابوالحسن کرخیؒ حنفی کی رائے لکھی ہے کہ اگر راوی نے ناسخ متعین کر دیا اور کہا "ھذا نسخ ھذا" (اس نے اس کو منسوخ کیا) تو ممکن ہے کہ اس نے یہ اجتہاد سے کہا ہو۔ لہذا اس کی طرف رجوع کرنا واجب نہیں ہے۔ لیکن اگر راوی نے ناسخ متعین نہیں کیا اور یہ کہا "ھذا منسوخ" تو ایسا قول قبول کرنا واجب ہے، کیوں کہ اگر اس میں نسخ کا ظہور نہ ہوتا تو صحابی نسخ کے لفظ کا مطلق ذکر نہ کرتا(۲)۔ ابوالمظفر سمعانیؒ نے ابوالحسن کرخیؒ کا یہ قول لکھا ہے کہ اگر صحابی وجوبِ نسخ والی دلیل بیان کر دے تو نسخ میں اس کا قول قبول کیا جائے گا(۳)۔

حنبلی اصولیین(۴) کے نزدیک اگر صحابی آیت یا خبر کا ناسخ بیان کر دے تو اس کا قول قبول ہے۔ صحابی کا قول "ھذا الخبر منسوخ" قبول کیا جائے گا(۵)۔

ایسے قولِ صحابی کی حجیت اور اس سے ثبوتِ نسخ کے قائلین کے اہم دلائل یہ ہیں

۱۔ نسخ کسی محتمل سے واقع نہیں ہوتا اور صحابہؓ اس بات سے زیادہ آگاہ تھے۔ لہذا یہ ثابت ہوا کہ جب صحابی نے کسی حکم سے متعلق یہ کہا کہ وہ منسوخ ہے تو اس نے یہ ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔

۲۔ صحابی جس کی عدالت پر اعتماد کیا گیا ہے وہ اگر ناسخ متعین کرتا ہے تو یہ تعیین اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک وہ تاریخ اور تعارض سے واقفیت نہ رکھتا ہو۔ اس کے نزدیک جو مراد ہے وہ قرائن کے مشاہدے سے ہے۔ اس کا ایک چیز کو منسوخ کہنا اس کی بصیرت وعلم کی وجہ سے ہے۔ اس میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے(۶)۔

۳۔ اگر صحابی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی خبر روایت کی تو اسے قبول کرنا واجب ہے۔ اگر صحابی یہ کہے "کان ھذا الخبر منسوخا" (یہ خبر منسوخ تھی) تو اس قول کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

مخالفین: دوسرا گروہ شافعی علماء(۷) کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ایسے قول سے نسخ ثابت نہیں ہوگا۔ یہ قول معرفت نسخ کے صحیح طرق میں شمار نہیں ہے۔ حافظ ابن کثیرؒ کے مطابق اکثر اصولیین نے قولِ صحابی "ھذا نسخ بھذا" کو قبول

۱۔ فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ۹۵/۲

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۵۶۷/۳

۳۔ قواطع الأدلة ۴۳۹/۱

۴۔ شرح الکوکب المنیر ۵۶۷/۳ الواضح فی اصول الفقہ ۲۲۰/۳ اتحاف ذوی البصائر ۸۴۴/۲

۵۔ التمہید فی اصول الفقہ ۱۸۹/۳، اتحاف ذوی البصائر ۸۶۷/۲

۶۔ فواتح الرحموت ۴۵/۲

۷۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱۶۳/۳ المحصول فی علم اصول الفقہ ۵۶۷/۳ المستصفی فی علم الأصول ص ۱۰۳ قواطع الأدلة ۴۳۹/۱ نہایة السول ۶۰۸/۲

نہیں کیا ہے(۱)۔ شارح ''روضۃ الناظر'' نے لکھا ہے کہ یہ جمہور کا مذہب ہے(۲)۔ امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ صحابی کے قول ''نسخ حکم کذا'' سے کوئی حکم منسوخ نہیں ہوگا جب تک وہ یہ نہ کہے ''سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول نسخت حکم کذا''(۳)۔

ان علماء کا یہ استدلال ہے کہ صحابی کے قول میں احتمال ہے کہ اس نے ایسا اپنے اجتہاد سے کہا ہو۔ ممکن ہے کہ اس نے جس کو نسخ گمان کیا، وہ نسخ نہ ہو۔ اس نے اپنے گمان کی قوت سے جس کو ناسخ سمجھا اس میں خطا کی ہو۔ صحابی کا قول حجت نہیں ہے جب کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قول بالاجماع حجت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کردہ خبر صحابی کی عدالت، ثقاہت اور شاہد تنزیل ہونے کی وجہ سے قبول کی جاتی ہے، جب کہ دعویٰ نسخ کا تعلق اجتہاد ونظر سے ہے اور صحابی غیر معصوم ہے۔

اس مسئلہ میں احناف کا موقف راجح معلوم ہوتا ہے۔ صحابہ کرامؓ دین میں احکام کی اہمیت سے آگاہ تھے۔ وہ جانتے تھے کہ احکام کے شارع اللہ تعالیٰ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ وہ یہ بھی جانتے تھے کہ کسی حکم شرعی کو منسوخ بتلانا، اللہ اور اس کے رسول کے حکم کو منسوخ بتلانا ہے۔ یہ انتہائی ذمہ داری کا کام ہے۔ یہ بات متفق علیہ ہے کہ تمام صحابہ کرامؓ عدول ہیں۔ ان کی عدالت کا تقاضا ہے کہ انہوں نے اس انتہائی ذمہ دارانہ کام میں کوئی شرعی حکم محض اپنی رائے اور اجتہاد سے منسوخ نہیں کیا بلکہ انہوں نے اس بارے میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ضرور سنا ہوگا۔

تفسیری اقوال

جس آیت کی تفسیر قرآن اور سنت سے نہ ملے تو صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ بقول علامہ زرکشیؒ، صحابہ کرامؓ تفسیر قرآن کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے، وہ قرائن ودلائل سے واقف تھے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں حیران کن فہم عطا کیا تھا(۴)۔ حافظ ابن کثیرؒ فرماتے ہیں کہ جب ہم کسی آیت کی تفسیر قرآن وسنت میں نہ پائیں تو اس مسئلہ میں اقوال صحابہؓ کی طرف رجوع کریں گے۔ وہ تفسیر قرآن کو بہت زیادہ جانتے تھے کیوں کہ اس وقت جو قرائن واحوال تھے ان کا صحابہ کرامؓ ہی کو علم ہے اور انہیں فہم تام، صحیح علم اور عمل صالح حاصل تھا(۵)۔ ابن عقیلؒ(۶) کا کہنا ہے کہ صحابہ کرامؓ میں معرفت لغت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع، دونوں چیزیں جمع ہیں اور وہ

۱۔ الباعث الحثیث شرح اختصار علوم الحدیث ص ۱۷۰ [بیروت طبع دوم سے ہے۔]

۲۔ اتحاف ذوی البصائر ۸۲۵/۲

۳۔ المستصفیٰ فی علم الأصول ص ۱۰۳

۴۔ البرہان فی علوم القرآن ۱۷۶/۲

۵۔ ابن کثیر تفسیر القرآن العظیم ۳/۱

۶۔ ابو الوفاء علی بن محمد بن عقیل بغدادی، حنبلی فقیہ، قاضی القضاۃ۔ ابن جوزیؒ (م ۵۹۷ھ) اور یافعیؒ (م ۷۶۸ھ) نے آپ کے مدح کا اہتمام کیا ہے۔ آپ ۵۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الحنابلۃ ۲۵۹/۲، المنتظم ۱۷۹/۱۷، مرآۃ الجنان ۲۰۳/۳

تاویل اور تنزیل دونوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے، اس لیے ہم ان کا قول حجت ٹھہراتے ہیں(۱)۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ کوئی آیت یا حدیث یا کسی صحابی کا قول تفسیر صحابی کے خلاف نہ ہو، خواہ اس قول کے مشہور ہونے کا علم ہو یا نہ ہو(۲)۔

صحابہ کرامؓ کے تفسیری اقوال کو مندرجہ ذیل اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے

۱۔ آیات کے اسباب نزول میں تفسیر صحابی کا وہ قول جس میں کسی آیت کا سبب نزول یا اسی قبیل میں سے کوئی بات بیان کی گئی ہو، مثلاً صحابی یہ کہے "نزلت هذه الآية في كذا" یعنی یہ آیت فلاں بارے میں نازل ہوئی ہے، ایسے تفسیری قول کا حکم یہ ہے کہ وہ مرفوع ہے اور حدیث مسند کے درجہ پر ہے(۳)۔

۲۔ وہ تفسیری اقوال جو ایسی چیز کے بارے میں ہوں جس میں اجتہاد کا دخل اور مجال نہ ہو اور نہ وہ لغت عرب سے منقول ہو، ایسے قول کا حکم مرفوع کا ہے۔ جیسے بدء خلق اور قصص انبیاء میں سے ماضی کی خبریں یا مستقبل کے امور مثلاً ملاحم، فتن، جنت و دوزخ کی صفات اور وہ خبریں جو کسی عمل پر مخصوص ثواب اور مخصوص عقاب سے متعلق ہوں۔ ان تمام چیزوں میں اجتہاد کی مجال نہیں ہے اور یہ مرفوع کے حکم میں ہیں(۴)۔

۳۔ کسی آیت کی تفسیر میں صحابی کا ایسا قول جو اہل لغت سے منقول ہو تو اس کے مرفوع ہونے پر جزم و یقین نہیں ہے(۵)۔

۴۔ تفسیری اقوال جن کا آیات کے اسباب نزول سے کوئی تعلق ہے اور نہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت ہے، ایسے مطلق تفسیری اقوال موقوف کے حکم میں ہیں(۶)۔

علامہ زرکشیؒ نے لکھا ہے تفسیر صحابی کا حکم مرفوع کا ہے، جیسا کہ حاکم نیشاپوریؒ اور حنابلہ میں سے ابوالخطاب کلوذانیؒ نے کہا ہے کہ جب ہم یہ کہیں کہ قول صحابی حجت نہیں ہے تو اس سے یہ احتمال ہوتا ہے کہ اس کی طرف رجوع نہیں کرنا چاہیے، مگر پہلا قول درست ہے (کہ قول صحابی سے اخذ کرنا چاہیے) کیوں کہ اس کا قول رائے کے باب سے نہیں بلکہ روایت کی اقسام میں سے ہے(۷)۔

۱۔ الواضح فی اصول الفقه ۶۵/۴

۲۔ اعلام الموقعین ۱۵۵/۴

۳۔ معرفة علوم الحديث ص۲۰ علوم الحديث ص۵۴ المختصر فی اصول الحديث ص۵۳ لباب النقول ص۱۴ توضیح الأفكار ۲۸۱/۱ الباعث الحثيث ص۵۶ التحبير فی علم التفسير ص۸۶ الإتقان فی علوم القرآن ۲۶۱/۱ مجموع فتاوی ابن تيمية، كتاب مقدمة التفسير ۳۴۰/۱۳

۴۔ التحبير فی علم التفسير ص۸۶ توضیح الأفكار ۲۸۰/۱ شرح نخبة الفكر ص۱۵۷-۱۵۸

۵۔ توضیح الأفكار ۲۸۱/۱

۶۔ علوم الحديث ص۲۶ المختصر فی علوم الحديث ص۵۳ توضیح الأفكار ۲۸۱/۱

۷۔ البرهان فی علوم القرآن ۱۵۷/۲

حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے حاکم نیشاپوریؒ نے ''المستدرک'' میں فرمایا کہ ہمارے نزدیک تفسیرِ صحابہؓ مرفوع حدیث کے حکم میں ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ تفسیرِ صحابی سے استدلال کیا اور حجت قائم کی جاسکتی ہے، نہ یہ کہ صحابی کا قول عین قولِ نبی ہے۔ دوسری توجیہ یہ ہے کہ صحابہؓ سے جو معانی قرآن منقول ہوں ان کی نسبت یہ سمجھا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو یہ معانی بیان کر دیئے تھے اور ان کے سامنے قرآن کی تفسیر کر دی تھی صحابہؓ کبھی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام اور الفاظ سے تفسیر نقل کرتے ہیں اور کبھی صرف معنی بیان کر دیتے ہیں اور یہ روایت بالمعنی ہے۔ حافظ ابن قیمؒ دوسری توجیہ کو بہتر قرار دیتے ہیں(۱)۔

حاکم نیشاپوریؒ نے اپنی کتاب ''المستدرک'' میں تفسیرِ صحابی کو مسند قرار دیا ہے (۲) اور اسے عام کر دیا ہے لیکن ''معرفۃ علوم الحدیث'' میں انہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تفسیرِ صحابی موقوفات میں سے ہے اور جب ہم یہ کہتے ہیں کہ تفسیرِ صحابی مسند ہے تو یہ اس روایت کے بارے میں کہتے ہیں جو سببِ نزول سے متعلق ہو(۳)۔ یہاں حاکم نیشاپوریؒ نے تخصیص کر دی ہے کہ وہی تفسیرِ صحابی مسند ہوگی جس میں سببِ نزول بیان کیا گیا ہو، ورنہ وہ موقوف ہے۔ یہی رائے جلال الدین سیوطیؒ نے لکھی ہے(۴)۔

اثرِ صحابی کا خلافِ روایت ہونا

نقل و روایت میں اثرِ صحابی کی ایک صورت یہ ہے کہ کوئی اثر کسی حدیث کے خلاف ہو۔ مثلاً حضرت ابو ہریرۃؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا شرب الکلب فی اِناَء احدکم فلیغسلہ سبعاً(۵)

جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا پانی پیئے تو اسے چاہیے

کہ وہ برتن کو سات مرتبہ دھوڈالے۔

جبکہ حضرت ابو ہریرۃؓ کا یہ فتویٰ ہے کہ برتن کو تین مرتبہ دھو کر پاک کر لیا جائے (۶)

۱۔ اعلام الموقعین ۲/۱۵۳،۱۵۴

۲۔ المستدرک، کتاب التفسیر، ذکر فضیلۃ سورۃ الفاتحۃ ما انزلت مثلھا فی الکتب المتقدمۃ ۲/۲۵۸

۳۔ معرفۃ علوم الحدیث ص ۲۰

۴۔ الإتقان فی علوم القرآن ۲/۳۳۳

۵۔ صحیح البخاری، کتاب الوضوء، باب اذا شرب الکلب فی الإناء ۱/۲۹ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الطھارۃ باب حکم ولوغ الکلب ۱/۲۳۳ سنن ابی داؤد، کتاب الطھارۃ، باب الوضوء بسؤر الکلب ۱/۵۸ وبابعد صحیح الترمذی، کتاب الطھارۃ، باب ماجاء فی سؤر الکلب ۱/۱۳۳ سنن النسائی، کتاب الطھارۃ، باب سؤر الکلب ۱/۲۳ وبابعد سنن ابن ماجہ، کتاب الطھارۃ و سننھا، باب غسل الإناء من ولوغ الکلب ۱/۲۲۶ وبابعد سنن الدارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب ولوغ الکلب فی الإناء ۱/۶۲ سنن الدارمی، کتاب الصلوٰۃ والطھارۃ، باب فی ولوغ الکلب ۱/۱۵۳،۱۵۴

۶۔ سنن الدارقطنی، کتاب الطھارۃ، باب ولوغ الکلب فی الإناء ۱/۶۶

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ایما امراۃ نکحت بغیر اذن موالیھا فنکاحھا باطل ثلث مرّات(۱)

جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی۔

جب کہ حضرت عائشہؓ نے اپنے بھائی کی غیر موجودگی میں اپنی بھانجی کا نکاح کرایا تھا(۲)۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ راوی ہیں کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھتے تو اپنے کندھوں تک اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے۔ اسی طرح رکوع میں جانے سے پہلے اور رکوع سے سر مبارک اٹھاتے وقت اپنے دونوں ہاتھ اٹھاتے تھے اور دونوں سجدوں کے درمیان دونوں ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے(۳)۔ جب کہ مجاہدؒ روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کے پیچھے نماز پڑھی تو آپ نے تکبیر اولیٰ کے سوا، کہیں بھی رفع الیدین نہیں کیا(۴)۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح کے بعد اراضی خیبر کو فوجیوں میں تقسیم فرما دیا تھا(۵)۔ لیکن حضرت عمرؓ نے سواد سے قہراً وعنوۃً فتح کی گئی ارض عراق فوجیوں میں تقسیم نہ کی(۶)۔

۵۔ ابوالعالیہؒ(۷) سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے صحابہؓ کے ہمراہ نماز پڑھ رہے تھے۔ ایک نابینا شخص آیا اور پانی کے گڑھے میں گر پڑا۔ کچھ لوگ اس پر ہنس پڑے۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب نماز سے فارغ ہوئے تو فرمایا:

۱۔ سنن ابی داؤد، کتاب النکاح، باب فی الولی ۹۵/۲ مزید ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب النکاح باب ما جاء لا نکاح إلا بولی ۱۳/۱، سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب لا نکاح إلا بولی ۳۲۷/۲

۲۔ حضرت عائشہؓ نے اپنی بھانجی حضرت حفصہ بنت عبدالرحمن بن ابی بکرؓ کا نکاح حضرت منذر بن زبیرؓ سے کرایا تھا۔ ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ علی اهل المدينة ۳/۰ وما بعد۔ المحرر فی اصول الفقہ ۹/۲ التوضیح ۲۳۰/۲۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۹۹/۳

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الصلوٰۃ، باب استحباب رفع الیدین ۲۹۴/۱۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین فی التکبیرۃ ۱۰۲/۱، باب رفع الیدین اذا کبر و اذا رکع ۱۰۲/۱، باب الی این یرفع یدیہ ۱۰۲/۱، سنن ابی داؤد، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین فی الصلوٰۃ ۲۳۲/۱ الموطا، کتاب الصلوٰۃ، باب افتتاح الصلوٰۃ ص۸۹ سنن ابن ماجہ، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین اذا رکع و اذا رفع راسہ من الرکوع ۶۲/۱ صحیح الترمذی، کتاب الصلوٰۃ، باب رفع الیدین عند الرکوع ۵۶

۴۔ تقویم الأدلۃ ص۲۰۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۱۰۰/۳۔ حضرت ابن عمرؓ کا اپنی روایت کے مطابق عمل پر بھی روایتیں آتی ہیں۔ مثلاً ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الاذان، باب رفع الیدین اذا قام من الرکعتین ۱۰۲/۱

۵۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوۃ ذات القرد ۶۰۸/۲

۶۔ ابوعبید، کتاب الأموال ص ۵۶

۷۔ ابوالعالیہؒ الریاحی رفیع بن مہران۔ بصری، مفسر و مقری کبار تابعین میں سے تھے۔ آپ نے رحلت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے دو سال بعد اسلام قبول کیا اور ۹۰ھ یا ۹۳ھ یا ۹۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۲۶۵/۱ شذرات الذہب ۱۰۲/۱

من ضحك فليعد وضوئه ثم ليعد صلاته(۱)

جو (نماز میں) ہنس پڑے اسے چاہیے کہ وہ اپنا وضو اور پھر نماز دہرائے

لیکن حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے بارے میں آتا ہے کہ انہوں نے حدیث قہقہہ پر عمل نہیں کیا(۲)۔

اگر اثر صحابی کسی خبر کے خلاف ہو تو اس کی مندرجہ ذیل صورتیں ممکن ہیں

۱۔ صحابی خود راوی ہو۔ اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں:

۱۔ صحابی کا قول یا عمل، روایت کرنے سے قبل کا ہو۔

۲۔ اس کا قول یا عمل، روایت کرنے کے بعد کا ہو۔

۲۔ صحابی خود راوی نہ ہو۔ اس کی بھی دو صورتیں ممکن ہیں:

۱۔ صحابی کا قول یا عمل، حدیث کے اس تک پہنچنے سے قبل کا ہو۔

۲۔ اس کا قول یا عمل، حدیث کے اس تک پہنچنے کے بعد کا ہو۔

اگر صحابی خود راوی ہو اور اس کا خلاف حدیث قول یا عمل، روایت کرنے سے قبل کا ہو یا صحابی غیر راوی ہو اور اس کا خلاف حدیث قول یا عمل، اس حدیث کے اس تک پہنچنے سے قبل کا ہو تو ایسے قول یا عمل کو استحساناً اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حدیث سننے سے قبل تھا اور جب اس تک خبر پہنچی تو اس نے اپنا وہ قول یا عمل ترک کر کے حدیث کی طرف رجوع کر لیا ہوگا۔ اس سے روایت کی تکذیب نہیں ہوگی بلکہ حدیث حجت ہے(۳)۔ مثلاً حرمت خمر کا حکم نازل ہونے کے بعد بھی بعض صحابہ کرامؓ شرب خمر کا فعل کرتے رہے کیوں کہ ان تک تحریم کا حکم ابھی پہنچا نہیں تھا اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ شراب حلال ہے۔ لیکن جب ان تک اس کی حرمت کا حکم پہنچا تو وہ اس سے باز آ گئے حتیٰ کہ مندرجہ ذیل آیت نازل ہوئی(۴):

لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ [المائدة ۵: ۹۳]

جو لوگ ایمان لائے اور نیک عمل کرتے رہے اُن پر اُن چیزوں کا کچھ گناہ نہیں جو وہ کھا چکے، جب کہ اُنہوں نے پرہیز کیا اور ایمان لائے اور نیک کام کیے پھر پرہیز کیا اور ایمان لائے پھر پرہیز کیا اور نیکوکاری کی اور اللہ نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب الصلوة، باب الضحك والتبسم في الصلوة ۲/۳۷۶

۲۔ عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/۱۰۶۔ المحرر في اصول الفقه ۲/۷

۳۔ المحرر في اصول الفقه ۲/۵ تقويم الأدلة ص ۲۰۲ عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/۹۸-۹۹ التوضيح ۲/۳۴۰

۴۔ عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/۹۸

اگر یہ معلوم نہ ہو کہ صحابی کا خلاف حدیث قول یا فعل وہ حدیث روایت کرنے یا صحابی تک پہنچنے سے قبل کا ہے یا بعد کا، تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ قول یا فعل حدیث معلوم ہونے سے پہلے کا ہے اور صحابی نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا تھا(۱)۔ ایسا محمول کرنا ضروری ہے کیوں کہ دو صورتوں میں سے احسن پر عمل کرنا واجب ہے، جب تک اس کے خلاف کوئی دلیل نہ پائی جائے(۲)۔

اگر اثر صحابی ایسی حدیث کے خلاف ہو جس کا صحابی پر مخفی رہنا ممکن ہو تو اس اثر کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حدیث حجت ہوگی(۳)۔ مثلاً حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کا قہقہہ والی حدیث پر عمل نہ کرنا۔ قہقہہ حوادث نادرہ میں سے ہے جس کا کسی پر مخفی رہنا ممکن ہے(۴)۔ ابوالعالیہؒ نے جو روایت کیا ہے وہ حوادث نادرہ میں سے ہے۔ احتمال ہے کہ یہ حضرت ابو موسیٰؓ سے مخفی رہا ہو، اس لیے انہوں نے اس پر عمل نہیں کیا۔ جب صحابی کے خلاف حدیث اثر کو بہتر وجہ پر محمول کرنا ممکن ہو تو بعض صحابہ کا حدیث کے خلاف کرنے سے اس پر عمل ترک نہیں ہوگا۔ یہاں یہ ممکن ہے کہ حدیث مخفی رہنے سے صحابی کا قول یا عمل خلاف حدیث تھا اور اس نے اپنی رائے سے فتویٰ دیا۔ اگر صحابی تک حدیث پہنچتی تو وہ اپنی رائے یا عمل سے رجوع ضرور کر لیتے(۵)۔

اگر روایت کرنے کے بعد راوی صحابی کا اثر خلاف حدیث ہو یا صحابی غیر راوی ہو اور اس نے حدیث معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف عمل کیا یا فتویٰ دیا تو اثر کی شرعی حیثیت میں فقہاء کی آراء مندرجہ ذیل ہیں

علمائے احناف کا موقف: خلاف حدیث عمل یا فتویٰ کی صورت میں حدیث ساقط اور صحابی کے عمل اور فتویٰ کا اعتبار ہوگا۔ اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی کو اس حدیث کا حکم منسوخ ہونے کا علم تھا یا وہ اس حکم کی دلالت سے آگاہ تھے کہ رسول کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مراد وجوب نہیں بلکہ ندب تھی۔ دین میں صحابہؓ کے فضل و مرتبہ کے پیش نظر یہ بعید ہے کہ وہ ناسخ حدیث سے آگاہ نہ ہونے کے باوجود حدیث ترک کریں، اس کے خلاف عمل کریں اور عمداً غلطی کا ارتکاب کریں۔ ایسی صورت میں اس پر محمول کرنا واجب ہے کہ صحابی کو ناسخ حدیث کا علم تھا یا یہ کہ حکم حدیث مبنی بر وجوب نہیں تھا(۶)۔

مثلاً حضرت عبادہ بن صامتؓ سے مروی ایک حدیث ہے:

خذوا عنّي خذوا عنّي قد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة و

۱۔ المحرر فی اصول الفقہ ۵/۲ سرخسی، کشف الاسرار ۲/۳۵ التوضیح ۲/۴۰۰

۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۵/۲ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۹۹/۳

۳۔ المحرر فی اصول الفقہ ۷/۲

۴۔ التوضیح ۴۴۱/۲

۵۔ المحرر فی اصول الفقہ ۸/۲ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۱۰۶/۳

۶۔ المحرر فی اصول الفقہ ۵/۲، ۷ میزان الاصول ص ۴۴۳ فواتح الرحموت ۱۶۳/۲ عبدالعزیز بخاری کشف الاسرار ۹۸/۳

تغریب سنة والثیب بالثیب جلد مائة والرجم(۱)

مجھ سے احکامِ دین سیکھ لو، مجھ سے احکامِ دین سیکھ لو۔ اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے لیے ایک راہ نکالی ہے۔ جب غیر شادی شدہ کسی غیر شادی شدہ سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کیا جائے اور شادی شدہ کسی شادی شدہ سے زنا کرے تو اسے سو کوڑے مارے جائیں اور رجم کیا جائے۔

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے نزدیک محصن زانی کو صرف رجم کیا جائے گا، کوڑے نہیں مارے جائیں گے(۲)۔ ان ائمہ کا عمل اس بات کی دلیل ہے کہ محصن زانی کو کوڑے مارنے کا حکم منسوخ ہے(۳)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ماعزؓ کو صرف رجم کیا تھا(۴)۔ حضرت عمرؓ نے ایک شخص(۵) کو جلاوطن کیا تو وہ جا کر رومیوں سے مل گیا اور نصرانی ہوگیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا واللہ لا انفی احدا ابدا(۶)۔ یعنی اللہ کی قسم! میں کبھی کسی کو جلاوطن نہیں کروں گا۔ اگر جلاوطنی حد ہوتی تو حضرت عمرؓ قسم نہ کھاتے کیوں کہ ارتداد سے حد ترک نہیں ہوتی(۷)۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کفی بالنفی فتنة (۸)۔ یعنی فتنہ کے لیے جلاوطنی کافی ہے۔ آپ کا ایک اور قول ہے حسبهم من الفتنة ان ینفوا(۹)۔ یعنی لوگوں کو فتنہ میں ڈالنے کے لیے ان کی جلاوطنی کافی ہے۔ اگر یہ حد ہوتی تو یہ امر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سے مخفی نہیں رہ سکتا تھا۔ اقامتِ حد حکمران کا فرضِ منصبی ہے اور حضرت عمرؓ و حضرت علیؓ خلفائے راشدین میں سے تھے(۱۰)۔

راوی کا اپنی روایت کے خلاف عمل یا تو اندازے اور تکے سے ہو سکتا ہے جس کا صحابی سے گمان نہیں کیا جا سکتا، یا یہ ممکن ہے کہ نص محتمل ہو اور راوی اپنے اجتہاد سے احتمال کی دو صورتوں میں سے کوئی ایک اختیار کر لے۔ اس کا بھی گمان نہیں کیا جا سکتا کیوں کہ راوی جانتا ہے کہ دوسرے کا اجتہاد اس کے اجتہاد کے خلاف بھی ہو سکتا ہے۔ جب یہ دونوں صورتیں باطل ہیں تو صرف ایک صورت باقی رہ جاتی ہے کہ راوی کو اس حدیث کے ناسخ کا علم تھا یا وہ

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب حد الزنی ۳/۱۳۱۶، سنن ابن ماجہ، کتاب الحدود، باب حد الزنا ۲/۸۵۳

۲۔ المحلی بالآثار ۱۲/۱۷۳

۳۔ تقویم الأدلة ص ۲۰۳

۴۔ صحیح مسلم، کتاب الحدود، باب من اعترف علی نفسه بالزنی ۳/۱۳۲۰، ابوبکر جصاص، احکام القرآن ۳/۲۵۷

۵۔ حضرت عمرؓ نے ربیعہ بن امیہ بن خلف کو شراب نوشی پر خیبر جلاوطن کر دیا تھا جو وہاں سے بھاگ کر شام کے رومی گورنر ہرقل سے جا ملا تھا۔ ملاحظہ ہو جصاص، احکام القرآن ۳/۲۵۶

۶۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۱۰۳، تقویم الأدلة ص ۲۰۳

۷۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۱۰۳

۸۔ ایضاً ۳/۱۰۳، تقویم الأدلة ص ۲۰۳

۹۔ عبدالرزاق، المصنف، باب النفی ۷/۳۱۲

۱۰۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۱۰۳، جصاص، احکام القرآن ۳/۲۵۶

اس کی تخصیص یا تاویل جانتا تھا یا وہ اس بارے میں اجماع صحابہؓ کا علم رکھتا تھا۔ لہذا اس کا قول واجب ہے(۱)۔ ظاہر کا بلا موجب ترک حرام ہے۔ صحابہؓ عدول ہیں۔ انہوں نے ظاہر کو کسی قطعی دلیل کے بغیر ترک نہیں کیا ہوگا۔ دیگر راویوں کے برعکس صحابی مشاہدہ اور سماع کا حامل ہوتا ہے۔ مشاہدہ اور سماع دونوں معتبر ہیں(۲)۔

اگر صحابی نے مفسر نص جو کوئی تاویل قبول نہیں کرتی، کو ترک کیا تو اس سے ثابت ہوا کہ صحابی کو ناسخ کا علم ہے کیوں کہ مفسر کی مخالفت ممکن ہے گناہ کبیرہ ہو جائے۔ صحابہؓ اس سے عالی مرتبہ ہیں کہ وہ کبیرہ کا ارتکاب کریں۔ پھر یہ تاویل کا احتمال بھی نہیں رکھتا جب تک کہ مؤوّل نہ ہو۔ لہذا عمل صحابی سے صرف نسخ ثابت ہوگا۔ نسخ کے بارے میں صحابی کا علم یا تو صواب پر مبنی ہے یا خطا پر۔ اس کا مبنی بر خطا ہونا باطل ہے۔ صحابی کا غیر ناسخ کو ناسخ قرار دینے کا احتمال بعید ہے۔ مفسر کا ناسخ اس جیسا ہی ہوگا، اس میں خطا کا احتمال نہیں ہے۔ لہذا دوسری صورت یعنی صحابی کا ناسخ کے بارے میں علم مبنی بر صواب ہونا متعین ہوگئی۔ پس اس کا اتباع واجب ہے (۳)۔

حضرت ابن عمرؓ کی رفع الیدین والی روایت اور اس کے خلاف آپ کا عمل احناف کے نزدیک اس روایت کا نسخ ثابت ہونے پر ہے۔ اگر یہ کہا جائے کہ مجاہدؒ نے جو کہا وہ طاوسؒ کے اس قول سے معارض ہے کہ انہوں نے حضرت ابن عمرؓ کو وہ عمل کرتے ہوئے دیکھا جو ان کی اپنی روایت کردہ حدیث کے موافق تھا۔ احناف اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ ایسا جائز ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ویسے ہی کیا جیسا طاوسؒ نے روایت کیا، لیکن حضرت ابن عمرؓ نے ایسا نسخ کا علم ہونے سے قبل کیا ہوگا۔ جب انہیں اس کے نسخ کا علم ہوا تو اسے ترک کر دیا اور وہ عمل کیا جس کا ذکر مجاہدؒ نے حضرت ابن عمرؓ کے حوالے سے کیا ہے۔ ضروری ہے کہ ہم صحابہ کرامؓ کی روایت کو یوں محمول کریں، اور ان سے وہم کی نفی کریں جب تک کہ وہ متحقق نہ ہو جائے، ورنہ بہت سی روایات ساقط ہو جائیں گی(۴)۔

احناف میں سے ابوالحسن کرخیؒ کا موقف ہے کہ خبر کے ظاہر پر عمل کرنا اولیٰ ہے کیوں کہ مذہب راوی حجت نہیں، اور قول نبی صلی اللہ علیہ وسلم حجت ہے۔ لہذا حجت قول چھوڑ کر غیر حجت قول کو لینا جائز نہیں ہے(۵)۔

مالکی علماء کا موقف۔ امام مالکؒ کے نزدیک خبر صحیح اور اثر صحابیؓ میں تعارض ہو تو اثر، صریح نص پر مقدم ہے کیوں کہ صحابہؓ اہل علم، حفاظ حدیث اور شاہد وحی تھے۔ ان کا عمل یا فتویٰ صریح نص کے خلاف ہو تو یہ حدیث کی عدم صحت اور اس کے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے عدم ثبوت یا اس حدیث کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے(۶)۔

۱۔ میزان الأصول ص ۴۴۳-۴۴۵

۲۔ فواتح الرحموت ۲/۱۶۳

۳۔ ایضاً ۲/۱۶۳

۴۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۱۰۶

۵۔ المحصول فی علم أصول الفقه ۳/۱۰۳۳، آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۲/۳۴۲، المعتمد فی اصول الفقه ۲/۱۷۵

۶۔ التعارض والترجیح ۲/۲۳۳

شافعی علماء کا موقف: اگر راوی صحابی کا عمل یا فتویٰ روایت کے خلاف ہو تو امام شافعیؒ کے نزدیک صحابی کی روایت کا اعتبار ہوگا، اس کے عمل یا فتویٰ کا اعتبار نہیں ہے(۱)۔ آمدیؒ نے کہا ہے کہ صحابی جو خبر روایت کرے وہ مجمل ہوگی یا ظاہر المعنیٰ ہوگی یا اپنی دلالت میں قطعی نص ہوگی۔ اگر خبر مجمل ہو اور کئی احتمالات رکھتی ہو تو پھر خبر کو اسی احتمال پر محمول کیا جائے گا جس پر راوی صحابی نے اسے محمول کیا ہے۔ لیکن راوی صحابی کا متعین احتمال دوسرے مجتہد پر حجت نہیں ہے حتیٰ کہ وہ خود غور و فکر کرے۔ اگر وہ کوئی دوسرا احتمال پاتا ہے تو پھر اس کا اتباع واجب ہے، ورنہ راوی کا تعین، حق ترجیح اور واجب ہے۔ اگر لفظ اپنے معنیٰ میں ظاہر ہو لیکن راوی اسے کسی اور معنیٰ پر محمول کرے اور راوی کی مخالفت کا مأخذ معلوم ہو جائے تو پھر اس دلیل پر عمل واجب ہے۔ ایسا کرنا اس لیے واجب نہیں ہے کہ راوی نے اس پر عمل کیا ہے کیوں کہ ایک مجتہد کا عمل دوسرے مجتہد پر واجب نہیں ہے۔ اگر مأخذ معلوم نہ ہو تو پھر لفظ کے ظاہری معنیٰ پر عمل کیا جائے گا۔ راوی عادل ہے اور اس نے خبر کو یقین محکم کے ساتھ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے۔ اسی اصل کی بنا پر خبر پر عمل واجب ہے۔ اگر خبر اپنی دلالت میں قطعی اور نص ہو اور وہ کسی تاویل یا مخالفت کا احتمال نہ رکھتی ہو تو پھر راوی کے لیے روایت کی مخالفت کرنے کی کوئی اور وجہ نہیں ہو سکتی سوائے اس کے کہ راوی کو ناسخ کا علم ہے۔ لیکن یہ ممکن ہے کہ راوی کی نظر میں ناسخ مجتہدین کے نزدیک ناسخ نہ ہو۔ اس کی نظر میں جو چیز حجت ہو وہ دوسروں کے نزدیک حجت نہ ہو۔ لہٰذا محتمل امر کی خاطر نص ترک نہیں کی جائے گی جس میں کوئی احتمال نہیں ہے(۲)۔

یہ احتمال ہے کہ صحابی کو حدیث کا ناسخ معلوم ہو مگر یہ بھی احتمال ہے کہ وہ بھول گیا ہو یا اس نے حدیث کی تاویل کر دی ہو۔ لہٰذا ثابت سنت محکمہ نسخ سے ترک نہیں ہوگی۔ ظاہر میں بھی یہی ہے کہ صحابی ناسخ کا علم نہیں رکھتا۔ اگر اس کے پاس ناسخ کا علم ہوتا تو وہ اسے بھی کسی وقت ضرور روایت کرتا۔ صحابی سے کتمان علم کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ اگر صحابی سے ناسخ کی روایت ظاہر نہیں ہوئی تو یہ امر اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے نسیان واقع ہوا ہے(۳)۔

حنبلی علماء کا موقف: امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہ رائے ہے کہ اگر راوی اپنی روایت کے خلاف فتویٰ دے تو روایت پر عمل ہوگا، اس کے فتوے پر عمل نہیں ہوگا۔ راوی کی مخالفت سے ترک حدیث واجب نہیں ہے(۴)۔ ابو الخطاب کلوذانیؒ کے نزدیک اگر راوی حدیث پر عمل ترک کرتا ہے تو یہ احتمال ہے کہ وہ خبر بھول گیا، اس کی تاویل کر لی یا وہ حدیث منسوخ ہو گئی ہو۔ جب تک ان کسی احتمال کی وضاحت نہ ہو جائے، راوی کے فعل پر توقف

۱۔ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۳۳۲، التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۴۳، التمہید فی اصول الفقہ ۳/۱۹۳، آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/۳۳۲

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳/۳۳۲-۳۳۳

۳۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۴۳

۴۔ اعلام الموقعین ۳/۳۵

ہوگا۔ توقف کی صورت میں قولِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہی باقی رہتا ہے جس کی طرف رجوع کرنا واجب ہے(۱)۔

حافظ ابن قیمؒ نے راوی کے خلاف روایت قول یا عمل کے حسب ذیل احتمالات گنوائے ہیں

۱۔ راوی حدیث بیان کر کے اسے بھول گیا ہو۔

۲۔ حدیث اس کے سامنے ہو مگر اس مسئلہ پر حدیث کی دلالت اس کی سمجھ میں نہ آئی ہو۔

۳۔ کوئی ایسی تاویل اس کی ذہن میں بیٹھ گئی ہو جو مرجوح ہو لیکن وہ اسے راجح مانتا ہو۔

۴۔ کوئی اور دلیل اس کے ذہن میں آ گئی ہو جسے وہ اپنی دانست میں خلاف حدیث سمجھ کر ترجیح دے چکا ہو، گو نفسِ امر میں واقعہ اس طرح نہ ہو۔

۵۔ کسی اور کا فتویٰ اس کے سامنے ہو جسے اپنے سے بڑا عالم سمجھ کر اس کی تقلید میں فتویٰ دے دیا ہو اور یہ فرض کر لیا ہو کہ اتنا بڑا عالم خلاف حدیث فتویٰ اسی وقت دیتا ہے جب اس کے پاس کوئی قوی تر دلیل ہو۔

اگر ان وجوہات میں سے کوئی بھی وجہ نہ ہو تب بھی وہ آخر غیر معصوم ہے۔ غیر معصوم کے مقابلے میں معصوم کو چھوڑ دینا اور غیر نبی کے مقابلے میں نبی کو ترک کر دینا درست نہیں ہے(۲)۔

راوی صحابی کا روایت کرنے کے بعد اس کے خلاف فتویٰ یا عمل اور غیر راوی صحابی کا حدیث معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف فتویٰ یا عمل اس بات پر محمول کرنا راجح نظر آتا ہے کہ صحابی نے ناسخ حدیث معلوم ہونے یا علم حدیث کی دلالت سے آگاہ ہونے کے بعد ایسا کیا ہوگا کہ حدیث کے حکم سے وجوب نہیں بلکہ ندب مراد ہے۔

صحابہ کرامؓ کے بارے میں یہ گمان کہ وہ حدیث کو دانستہ ترک کریں یا اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف دانستہ عمل کریں، ان کی عدالت کے خلاف ہے۔ ان سے کذب کا ارتکاب بعید ہے۔ انہوں نے حدیث کو بلا دلیل ترک نہیں کیا ہوگا۔ ان کے بارے میں تساہل، غفلت، سہو، نسیان اور خطا کے احتمالات قائم کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ ان کے خلاف حدیث قول یا عمل کو اس پر محمول کر لیا جائے کہ وہ حدیث کا ناسخ جان گئے تھے یا انہیں حکم حدیث کی دلالت معلوم ہو گئی تھی کہ اس کے حکم سے وجوب نہیں بلکہ ندب مراد ہے۔ اس لیے انہوں نے خلاف حدیث فتویٰ دیا یا عمل کیا۔ اول الذکر اور مؤخر الذکر دونوں ہی احتمالات ہیں۔ لیکن اول الذکر احتمالات کی صورت میں شان صحابہؓ کی تنقیص ہوتی ہے اور مؤخر الذکر احتمالات کو ماننے پر ترک حدیث لازم آتا ہے۔ صحابہ کرامؓ سلسلہ روایت کی پہلی کڑی ہیں۔ احادیث پر اعتماد کرنے سے قبل ضروری ہے کہ انہیں پہنچانے اور نقل کرنے والی کڑی صحابہ کرامؓ پر اعتماد کیا جائے اور ان کے بارے میں احسن پہلو اختیار کیا جائے۔

۱۔ التمهيد في اصول الفقه ۱۹۲/۳

۲۔ اعلام الموقعين ۳۰/۳

فصل چهارم

اجماعِ صحابہؓ

جس چیز پر تمام صحابہؓ اتفاق کرلیں وہ اجماع ہونے کی بنا پر قطعی ہے۔ اجماع حجج شرعیہ میں سے ایک حجت اور ادلۂ احکام میں سے ایک دلیل ہے۔ اجماع سے حکم شرعی قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے(۱)۔ امام محمد شیبانی ؒ(۲) نے قرآن اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجماع صحابہؓ کو اصل اور حجت قرار دیا ہے(۳)۔ ابوبکر جصاصؒ، ابوزید دبوسیؒ، شمس الائمہ سرخسیؒ اور فخر الاسلام بزدویؒ نے لکھا ہے کہ جس پر صحابہ کرامؓ اجماع کرلیں وہ کتاب وسنت اور خبر متواتر کی طرح قطعی اور حجت ہے(۴)۔ اس کا منکر کفر کا مرتکب ہے جس کی کتاب اللہ یا تواتر سے ثابت خبر کا انکار کرنے والے کی طرح تکفیر کی جائے گی۔ احناف کے نزدیک اجماع صحابہؓ قطعی ہے جس کا منکر کافر ہے(۵)۔ علمائے اصول نے اجماع صحابہؓ کو اجماع کی سب سے قوی قسم قرار دیا ہے(۶)۔ امام ابن حزمؒ کے نزدیک اجماع صحابہؓ صحیح اجماع ہے(۷)۔ ابن عبد البرؒ نے بھی لکھا ہے کہ اجماع صحابہؓ کی مخالفت جائز نہیں ہے(۸)۔ زرکشیؒ، شوکانی اور نواب صدیق حسنؒ(۹) نے بھی اجماع صحابہؓ کو حجت قرار دیا ہے(۱۰)۔

۱۔ تقویم الأدلۃ ص ۲۸۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۲۷/۳، المحرر فی اصول الفقہ ۲۲۱/۱، الإبہاج ۳۵۲/۲، اللمع فی اصول الفقہ ص ۸۷۔ قواطع الأدلۃ ۲/۳۶۲، المعتمد فی اصول الفقہ ۳/۲، البرہان فی اصول الفقہ ۶۷۵/۲، ارشاد الفحول ص ۳۵۔ نہایۃ السول ۲۳۶/۳، آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۷۰، ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۴۸۴/۴

۲۔ امام ابو عبداللہ محمد بن الحسن شیبانیؒ، امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد۔ آپ ۱۸۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الفقہاء ص ۱۳۵، تاریخ بغداد ۱۷۲/۲، سیر اعلام النبلاء ۱۳۴/۹، الطبقات الکبریٰ ۳۳۶/۷، الفہرست ص ۲۰۳

۳۔ الفصول فی الأصول ۲۷۱/۳

۴۔ اصول الجصاص ۱۰۸/۲، تقویم الأدلۃ ص ۲۷۰، المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۸/۱، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۸۶/۳

۵۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۸/۱، التقریر والتحبیر ۱۱۳/۳

۶۔ تقویم الأدلۃ ص ۳۱۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۸/۱، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۸۶/۳

۷۔ ابن حزم، الأحکام فی اصول الأحکام ۱۴۷/۳

۸۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۷۶۰/۱

۹۔ نواب محمد صدیق حسن خان بہادر، امیر بھوپال ہند۔ ۱۳۰۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفکر السامی ۳۶۰/۲، التاج المکلل ص ۵۴۶

۱۰۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴۸۲/۳، ارشاد الفحول ص ۷۹، حصول المامول ص ۶۳

اتفاقِ خلفائے راشدینؓ

اگر کسی مسئلہ میں چاروں خلفائے راشدینؓ کا اتفاق ہو اور ان سے کسی صحابی کا اختلاف پایا جائے تو اس اتفاق کی شرعی حیثیت کیا ہوگی؟ کیا وہ کسی حکم کے اثبات کے لیے شرعی دلیل مانا جائے گا؟

جمہور اصولیین کا موقف ہے کہ ائمہ اربعہ کا کسی بات پر جمع ہونا ثابت ہو جائے تو ان کا متفقہ قول اجماع نہیں کہلائے گا اور وہ حجت نہیں ہے(۱)۔

حنفی قاضی ابو خازمؒ(۲) کے نزدیک چاروں خلفائے راشدینؓ کا اتفاق حجت ہے اور اس کی مخالفت کرنے والوں کا اعتبار نہیں ہوگا(۳)۔ قاضی ابو خازمؒ نے خلیفہ معتضد باللہ(۴) کے زمانہ میں یہ فیصلہ دیا تھا کہ ذوی الأرحام کے وہ اموال بیت المال میں جمع کیے گئے ہیں انہیں ذوی الأرحام کی طرف لوٹا دیا جائے۔ قاضی ابو خازمؒ نے توریث ذوی الأرحام میں حضرت زید بن ثابتؓ کے اختلاف کا اعتبار نہیں کیا جو انہوں نے اس مسئلہ میں خلفائے راشدینؓ سے کیا تھا۔ خلیفہ معتضد باللہ نے یہ فیصلہ قبول اور نافذ کیا(۵)۔

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت ہے کہ خلفائے راشدین کا اتفاق اجماع اور حجت ہے اگرچہ کسی نے ان کی مخالفت کی ہو(۶)۔ قاضی ابو یعلیؒ کے نزدیک یہ امام احمدؒ کا ظاہر کلام ہے(۷)۔ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن

۱۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۲۷/۳ منتہی الوصول والأمل ص ۵۸ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۲۹۱/۴ الواضح فی اصول الفقہ ۲۲۰/۵ التمہید فی اصول الفقہ ۲۸۰/۳ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۱/۱ المستصفی ص ۱۶۸ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۹۸/۴ نفائس الأصول ۲۷۲۳/۶ تیسیر التحریر ۲۴۲/۳ التقریر والتحبیر ۹۸/۳ فواتح الرحموت ۲۳۱/۲ شرح الکوکب المنیر ۲۳۹/۲ نہایۃ الوصول ۲۵۹۷/۶ التحصیل من المحصول ۲/۴۳ روضۃ الناظر ۳۶۵/۱، ۳۰۳ تشنیف المسامع ۱۲/۲ ارشاد الفحول ص ۵۱، اتحاف ذوی البصائر ۲۱۷/۲ حاشیۃ البنانی ۲/۹۴ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹ شرح مختصر الروضۃ ۹۹/۳

۲۔ ابو خازم عبدالحمید بن عبدالعزیز، حنفی فقیہ، قاضی، علوم حساب و فرائض کے عالم۔ آپ ۲۹۲ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو المنتظم ۳/۴۸ تاریخ بغداد ۶۲/۱۱ الفوائد البہیۃ ص ۸۶، شذرات الذہب ۲۱۰/۲

۳۔ التقریر والتحبیر ۹۸/۳ منتہی الوصول والأمل ص ۵۸ نہایۃ السول ۳/۲۶۶ اصول الجصاص ۲/۱۳۹ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۱/۱ الابہاج ۳۶۷/۲ تیسیر التحریر ۳/۲۴۲ نفائس الاصول ۲۷۲۳/۶ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۷/۱

۴۔ ابو العباس احمد بن موفق، لقب معتضد باللہ، عباسی خلیفہ، امیر المومنین۔ معتضد باللہ کا عہد خلافت ۲۷۹ھ سے ۲۸۹ھ تک تھا۔ ملاحظہ ہو المنتظم ۳/۰۰ البدایۃ والنہایۃ ۸۶/۱۱

۵۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۷/۱ اصول الجصاص ۱۳۹/۲ تیسیر التحریر ۲۴۲/۳ التقریر والتحبیر ۹۸/۳

۶۔ شرح الکوکب المنیر ۲۳۹/۲ روضۃ الناظر ۳۶۶/۱ شرح مختصر الروضہ ۹۹/۳ ارشاد الفحول ص ۱۳۵ نہایۃ الوصول ۲۵۹۷/۶ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۱/۱ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۹۸/۴ فواتح الرحموت ۲۳۱/۲ نہایۃ السول ۳۲۷، ۲۶۶/۳

۷۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۹۸/۴

حنبلؒ سے ایک روایت کے مطابق ان کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خلفائے راشدین کا قول حجت ہے اور ان کے قول سے باہر نہیں جایا جائے گا۔ لیکن ہر چیز جو حجت ہو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ اجماع ہے(۱)۔ زرکشیؒ نے بھی یہی لکھا ہے(۲)۔ امام احمد بن حنبلؒ سے جو نقل ہے وہ اس پر دلالت کرتا ہے کہ امام احمدؒ خلفائے راشدینؓ کا قول چھوڑ کر کسی دوسرے کے قول کی طرف نہیں جاتے تھے(۳)۔

امام شافعیؒ کے مطابق خلفائے راشدینؓ کا قول حجت ہے سوائے حضرت علیؓ کے(۴)۔ قفال(۵) نے اس کی وضاحت میں کہا ہے کہ اس کا مطلب یہ نہیں کہ پہلے تین خلفاء کے مقابلہ میں حضرت علیؓ میں اجتہادی صلاحیتوں کی کمی تھی بلکہ اس لیے کہ وہ خلافت پر فائز ہونے پر کوفہ چلے گئے۔ صحابہؓ کی اکثریت فوت ہوگئی تھی جو پہلے تین خلفاء کو مشورے دیتے تھے۔ ان میں سے ہر ایک کا قول کثیر صحابہؓ کے مشورہ سے ہوتا تھا، جب کہ حضرت علیؓ کا قول ایسا نہیں تھا(۶)۔

اتفاق خلفائے راشدینؓ کو اجماع اور حجت قرار دینے والوں کی دلیل یہ حدیث ہے۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

> أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة و إن عبداً حبشياً فإنه من يعش منكم بعدي فسيرى اختلافاً كثيراً فعليكم بسنّتي و سنّة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضّوا عليها بالنّواجذ و ايّاكم و مُحدثات الأمور فإنّ كُلُّ مُحدثةٍ بدعةٌ و كلُّ بدعةٍ ضلالةٌ(۷)
>
> میں تمہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور (مسلمان حکمران کی بات) سننے اور (اس کی) اطاعت کرنے کی وصیت کرتا ہوں اگرچہ وہ حبشی غلام ہو۔ پس تم میں سے جو شخص میرے بعد زندہ رہے گا وہ عنقریب بہت زیادہ اختلاف دیکھے گا۔ پس تمہارے لیے لازم ہے کہ تم میری سنت

۱۔ اتحاف ذوی البصائر ۱۲۱۷/۴، ۱۲۱۹

۲۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۳۹۰/۴

۳۔ ایضاً ۳۹۰/۴

۴۔ حاشیۃ البنانی ۳۵۵/۲

۵۔ ابوبکر محمد بن علی بن اسماعیل قفال شاشی، شافعی، اصولی، فقیہ، محدث، مفسر، نحوی، لغوی، شاعر اور ادیب۔ آپ کا انتقال ۳۶۵ھ کو شاش میں ہوا۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبری ۱۷۶/۳، التاج المکلل ص ۱۰۳

۶۔ حاشیۃ البنانی ۳۵۵/۲

۷۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنۃ، باب لزوم السنۃ ۲۰۱/۴ مزید ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب العلم، باب ما جاء فی الأخذ بالسنّۃ و اجتناب البدع ۱۴۳/۱۰، ۱۴۴ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، کتاب السنّۃ، باب اتباع الخلفاء الراشدین المہدیین ۴۲/۱ جامع بیان العلم و فضلہ ۱۶۳/۲، شرح السنّۃ ۲۰۵/۱، مسند احمد بن حنبل ۱۲۶/۴، سنن الدارمی، باب اتباع السنّۃ ۴۴/۱، ۴۵ المستدرک، کتاب العلم ۹۵/۱، ۹۶ السنن الکبری، کتاب آداب القاضی، باب ما یقضی بہ القاضی ۱۱۴/۱۰

اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو تھامے رہو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ کر رکھو۔ دین میں نئے امور نکالنے سے بچو کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

اس حدیث سے وجہِ استدلال یہ ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح اپنی سنت کے اتباع کا حکم دیا اسی طرح سنتِ خلفائے راشدینؓ کے اتباع کا بھی حکم دیا ہے۔ لہٰذا ان کی سنت اور طریقہ کا اتباع واجب اور اس کی مخالفت حرام ہے۔

خلفائے راشدینؓ سے خلفائے اربعہ مراد ہونے کی دلیل میں حضرت سفینہؓ(۱) سے مروی یہ حدیث پیش کی جاتی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

خلافة النبوة ثلاثون عاماً ثم تكون ملك

نبوت کی خلافت تیس سال رہے گی پھر بادشاہ ہوں گے

حضرت سفینہؓ نے فرمایا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ دو سال خلیفہ رہے، حضرت عمرؓ دس سال، حضرت عثمانؓ بارہ سال اور حضرت علیؓ چھ سال خلیفہ رہے(۲)۔

اتفاقِ خلفائے راشدینؓ کو اجماع اور حجت قرار نہ دینے میں جمہور اصولیین کے دلائل یہ ہیں

۱۔ خلفائے راشدینؓ کا اتفاق پوری امت کا اجماع نہیں ہے۔ پوری امت کا اجماع حجت ہے۔ اجماع امت کو عصمت حاصل ہے، کچھ لوگوں کے اتفاق کو عصمت حاصل نہیں ہے۔ خلفائے راشدینؓ امت کا حصہ ہیں، امت نہیں ہیں۔ انعقادِ اجماع میں صرف امامت و خلافت کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

۲۔ خلفائے اربعہؓ کا اتفاق واجب الاتباع مان لینے سے تمام ان مسائل میں صحابہ کرامؓ کے لیے اجتہاد حرام لازم آئے گا جن پر خلفائے اربعہؓ کا اتفاق ہو، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ وہ اختلاف رائے رکھتے تھے۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک "عليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين" اس حدیث سے خلفائے راشدینؓ کے اتباع کا وجوب ثابت نہیں ہوتا۔ یہ اس بات پر نص نہیں ہے کہ ان کا اتفاق اجماع ہے۔ یہ حدیث ان کے اقتداء کی دلیل ہے، نہ کہ ان کا قول دوسروں پر حجت ہے۔ لہٰذا یہ حدیث اس پر محمول کی جائے گی کہ خلفائے راشدینؓ کی سیرت، اجتہاد و سیاست اور عدالت میں ان کا اقتداء اور پیروی کی جائے گی۔ یہ حدیث خلفائے اربعہؓ میں اہلیتِ اقتداء کا فائدہ دیتی ہے کہ مقلدین ان کی پیروی کریں لیکن ان کے علاوہ

۱۔ حضرت سفینہؓ مولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ کے نام کے بارے میں اکیس اقوال ہیں مثلاً مہران، رومان، عبس، مروان، نجس اور بحران وغیرہ۔ آپ فارس الاصل تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو سفینہ کا نام دیا۔ ایک دفعہ دورانِ سفر جو تھک جاتا وہ سامان آپ کو پکڑا دیتا یہاں تک کہ بہت سامان اٹھالیا، اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو فرمایا: انت سفينة۔ ملاحظہ ہو تاریخ الصحابة ص ۲۶، سیر اعلام النبلاء ۱۷۲/۳، الاصابہ ۲۱۵/۳، اسد الغابة ۵۰۳/۲

۲۔ المستدرک، کتاب معرفة الصحابة ۷۱/۳ مزید ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۲۲۰/۵، شرح السنة ۳ ص

دوسرے مجتہدین کے لیے اجتہاد منع نہیں کرتی اور نہ خلفائے اربعہ کا قول دوسرے مجتہدین کے لیے حجت قرار دیتی ہے۔ لہٰذا اس میں مقلدین کے لیے خطاب ہے۔

۴۔ یہ حدیث صرف خلفائے رابعہؓ کے حصر پر دلالت نہیں کرتی بلکہ یہ تمام خلفائے راشدین کے لیے عام ہے۔ اس میں خلافت اور رشد و ہدایت کی صفات سے تعریف کی گئی ہے۔ جو بھی ان صفات کا حامل ہو وہ خلفائے راشدین میں شمار ہے جیسے حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ(۱)۔

۵۔ یہ حدیث نبوت کی خلافت ختم ہونے کی دلیل ہے۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آئندہ کوئی خلیفہ راشد نہیں ہو سکتا۔

۶۔ یہ حدیث اخبارِ آحاد میں سے ہے۔ اس سے قطعی حکم ثابت نہیں ہوتا کہ خلفائے اربعہؓ کا اتفاق اجماع ہے یا ان کا اجماع حجت ہے۔

۷۔ اگر یہ حدیث اتفاق خلفائے راشدینؓ کی حجیت پر دلیل ہے تو بعض دوسرے صحابہ کرامؓ کے حق میں احادیث ان کے اقوال کی حجیت پر دلیل ہوں گی۔ مثلاً

حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إنّ لکل امّة امیناً و إنّ امیننا أیتها الأ مّة ابو عبیدة بن الجراح(۲)

ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کے امین حضرت ابوعبیدہ بن جراحؓ ہیں

حضرت ابن عمرؓ کی روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

استقروا القرآن من اربعة من عبداللّٰہ بن مسعود و سالم مولی ابی حذیفة و ابی بن کعب و معاذ بن جبل(۳)

قرآن مجید چار آدمیوں سے پڑھنا سیکھو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے، حضرت سالمؓ مولی ابی حذیفہؓ سے، حضرت ابی بن کعبؓ سے اور حضرت معاذ بن جبلؓ سے

۱۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز بن مروان بن الحکم، حافظ، مجتہد، فقیہ، اموی خلیفہ، آپ کو پانچواں خلیفہ راشد بھی کہا جاتا ہے۔ آپ ۱۰۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳۳۰/۵ سیر اعلام النبلاء ۱۱۴/۵ صفة الصفوة ۶۶/۲ شذرات الذهب ۱۱۹/۱ وفیات الأعیان ۲۰۸/۱

۲۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب ابی عبیدة بن الجراح ۵۳۰/۱ ایضاً، کتاب اخبار الآحاد، باب ما جاء فی اجازة خبر الواحد الصدوق ۱۰۷۷/۲ نیز ملاحظہ ہو مسند احمد بن حنبل ۳۳/۳، ۸۹، ۲۲۵، ۸۱، ۲۰۰، ۹۰ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابةؓ، باب من فضائل ابی عبیدة بن الجراح ۱۸۸۱/۴ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، مناقب ابی عبیدہ بن الجراح ۲۰۲/۱۳ سنن ابن ماجه المقدمة، کتاب السنة، باب فی فضائل اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم، فضل ابی عبیدة بن الجراحؓ ۹۳/۱ کتاب فضائل الصحابة ۷۳۹/۲

۳۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، مناقب عبداللّٰہ بن مسعودؓ ۵۳۱/۱

۸۔ اوپر والی حدیث مندرجہ ذیل حدیث سے معارض ہے جس میں صحابہ کرامؓ کی اقتداء کرنے کو کہا گیا ہے۔ حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم (۱)

میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔ تم ان میں سے جس کی بھی اقتداء کروگے، ہدایت پاؤگے۔

شیخین کا اتفاق: فخر الدین رازیؒ، آمدیؒ، ارمویؒ اور قاضی محب اللہ بہاریؒ وغیرہ نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک اگر کسی نے ان کی مخالفت نہ کی ہو تو شیخین کا اتفاق اجماع ہے(۲)۔ صدر الشریعہؒ(۳) نے لکھا ہے کہ ابوحسن کرخی کی رائے میں جس چیز پر شیخین کا اتفاق ہو اس کی اقتداء اور پیروی واجب ہے(۴)۔ اس قول کے بارے میں ایک رائے یہ ہے کہ یہ کسی کی طرف منسوب نہیں ہے(۵)۔ البتہ اس قول کی تائید میں مندرجہ ذیل حدیث پیش کی جاتی ہے۔

حضرت حذیفہؓ کی روایت ہے

كنا جلوساً عند النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم فقال إنی لا ادری ما بقائی فیکم فاقتدوا بالّذین من بعدی و اشار إلی ابی بکر و عمر(۶)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا کہ کب تک تمہارے درمیان رہوں۔ پس تم اقتداء کرو ان کی جو میرے بعد ہوں گے اور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔

جمہور اصولیین کے نزدیک اگر کسی مسئلہ میں صرف حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ دونوں کا اتفاق ہو جب

۱۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۹۲۵/۲۔ مزید ملاحظہ ہو تلخیص الحبیر ۲۰/۳۔ میزان الاعتدال ۱/۱۰۶۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۸۲/۶۔ اس حدیث کی صحت پر بحث آگے آرہی ہے۔

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۶۷/۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۱/۱۔ التحصیل من المحصول ۲/۴۲۔ مسلم الثبوت ۲۳۱/۲

۳۔ عبید اللہ بن مسعود بن محمود صدر الشریعہ (الاصغر) حنفی فقیہ، اصولی، محدث، مفسر، نحوی۔ آپ ۷۴۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البہیہ ص۱۰۹۔ ابجد العلوم ص۷۱۱۔ تاج التراجم ص ۴۰۔ معجم المؤلفین ۲۴۶/۶

۴۔ التوضیح ۲/۳۴۷

۵۔ اتحاف ذوی البصائر ۱۳۴۵/۳

۶۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللّٰہ عنهما کلیهما ۲۰۱/۳۔ مزید ملاحظہ ہو سنن ابن ماجہ، کتاب السنة، باب فی فضائل اصحاب رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم، فضل ابی بکر الصدیق ۷۴۔ مسند احمد بن حنبل ۳۸۲/۵۔ المستدرک، کتاب معرفة الصحابة ۷۵/۳۔ کتاب فضائل الصحابة ۳۳۲۔ الطبقات الکبری ۳۳۴/۲۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۱۱۶۵/۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الفضائل، ما ذکر فی ابی بکر الصدیق ۳۴۷/۷

کہ کسی اور نے ان کی مخالفت کی ہو تو اس سے اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ ان دونوں کا متفقہ قول اجماع اور حجت نہیں ہے(۱)۔ جمہور نے اپنے موقف کی تائید میں وہی دلائل دیے ہیں جو اوپر اتفاق خلفائے اربعہؓ کی عدم حجیت اور اس کے اجماع نہ ہونے میں بیان کیے گئے ہیں۔

اس مسئلہ میں جمہور کا موقف راجح ہے۔ اگر خلفائے راشدینؓ یا پہلے دو خلفاءؓ کے اتفاق کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا قول پایا گیا تو یہ اتفاق اجماع نہیں ہے۔ امامت یا خلافت کا منصب دو یا چار خلفاء تک محدود کرنا مناسب نہیں ہے۔ ہر وہ حکمران خلیفۂ راشد ہو سکتا ہے جو خلافت علی منہاج نبوت کا حامل ہو۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کو اسی لیے خلیفہ راشد کہا جاتا ہے۔ سفیان ثوریؒ(۲) کا قول ہے کہ خلفاء پانچ ہیں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ(۳)۔ حضرت سفینہؓ کی روایت ''خلافة النبوة ثلاثون سنة'' سے یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کی خلافت تیس سال رہے گی، لیکن اس مدت کے بعد کسی خلیفہ راشد کے امکان کی نفی نہیں ہوتی۔ ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین'' اور ''فاقتدوا بالذین من بعدی'' ان دونوں احادیث میں اولین خطاب صحابہ کرامؓ کو ہے۔ مجتہد صحابہؓ نے کئی مسائل میں خلفائے اربعہؓ سے اختلاف کیا تھا۔ علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ قول صحابی دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہے(۴)۔ جس حدیث میں حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا ذکر ہے، دوسری روایات کے مطابق وہاں شیخین کے ساتھ حضرت عمار اور حضرت ابن مسعودؓ کے بارے میں بھی فرمایا گیا ہے۔ حضرت حذیفہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

> اقتدوا بالذین من بعدی ابی بکر و عمر و اهتدوا بهدی عمار و تمسکوا بعهد ابن ام عبد(۵)
>
> میرے بعد تم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی پیروی کرنا اور حضرت عمارؓ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنا اور حضرت ابن ام عبد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا عہد مضبوطی سے پکڑنا۔

۱۔ المستصفی ص۱۶۸، حاشیہ البنانی ۲/۷۹، المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۶۷، آمدی الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۱، ۲، شرح مختصر الروضة ۳/۹۹، نہایة الوصول ۶/۲۵۹۸، التحصیل من المحصول ۲، ۷۲، تشنیف المسامع ۲، ۲، منتهی الوصول و الامل ص۵۸، فواتح الرحموت ۲، ۲۳۱، التقریر والتحبیر ۳، ۹۶، تیسیر التحریر ۳، ۲۴۳

۲۔ ابوعبداللہ سفیان بن سعید ثوری فقیہ اور زاہد۔ آپ کا سال وفات ۱۶۱ھ ہے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذهب ۱، ۲۵۰، وفیات الأعیان ۳، ۳۳۵

۳۔ سنن ابی داؤد، کتاب السنة، باب فی التفضیل ۳/۲۱۲

۴۔ اس پر بحث اسی باب کی فصل دوم میں صفحہ ۱۳۳ پر گزر چکی ہے۔

۵۔ المستدرک، کتاب معرفة الصحابة، باب احادیث فضائل الشیخین ۳، ۷۵، مزید ملاحظہ ہو جامع المسانید ۲، ۲۴، مسند احمد بن حنبل ۵، ۳۸۵، دلائل النبوة ۲، ۱۱۵۱-۱۱۵۲، تفسیر بغوی ۴/۲۰۷، الطبقات الکبری ۲/۳۳۴، شرح السنة ۸، ۲۰۔ امام ترمذیؒ نے اس حدیث کو ''ابی بکر و عمر'' کے الفاظ تک نقل کیا ہے۔ ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب المناقب، فی مناقب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنهما کلیهما ۱۳/۱۳۰

مندرجہ بالا دلائل کی روشنی میں یہ رائے قابل ترجیح نظر آتی ہے کہ جس مسئلہ پر خلفائے راشدینؓ کا اتفاق ہو اور اس میں کسی دوسرے صحابی کا مخالف قول پایا جائے تو خلفائے راشدینؓ کا قول اولیٰ اور راجح ہوگا۔

مشہور قول جس پر دوسروں نے سکوت کیا

اگر قول صحابی مشہور ہو اور اس کے خلاف کسی دوسرے صحابی کا قول معلوم نہ ہو بلکہ دوسروں نے اس مسئلہ پر سکوت اور خاموشی ظاہر کی تو یہ سکوت رضا و اجماع قرار دینے اور ایسا قول حجت تسلیم کرنے میں علماء کا اختلاف ہے

مخالفین: علماء کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ ایسا قول اجماع ہے اور نہ حجت۔ بعض احناف(۱) جیسے عیسیٰ ابن ابانؒ(۲)، مالکی علماء(۳) میں سے قاضی ابوبکر باقلانیؒ، شوافع میں سے فخر الدین رازیؒ، امام الحرمین جوینیؒ اور قاضی بیضاویؒ(۴) اس گروہ میں شامل ہیں۔ امام شافعیؒ(۵) نے فرمایا ایسے قول کے اتباع میں ہمیں کتاب اللہ یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی دلیل نہیں ملتی، البتہ ہم نے اہل علم کو دیکھا ہے کہ وہ کبھی یہ قول قبول کرتے ہیں اور کبھی ترک کر دیتے ہیں اور بعض اہل علم نے ایسے قول سے اختلاف بھی کیا ہے(۶)۔ حجۃ الاسلام امام غزالیؒ نے کہا ہے کہ یہ امام شافعیؒ کا جدید مذہب ہے(۷)۔ امام شافعیؒ نے ایک موقع پر کہا ہے کہ اگر قول صحابی مشہور ہو جائے اور اس کے مخالف کسی کا قول معلوم نہ ہو تو ایسا قول صحابی حجت ہے، لیکن امام غزالیؒ کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے(۸)۔ امام الحرمین جوینیؒ نے اسے امام شافعیؒ کا ظاہر مذہب کہا ہے(۹)۔ آمدیؒ نے بھی اسے امام شافعیؒ کا قول قرار دیا ہے(۱۰)۔ ابن قدامہؒ(۱۱) نے لکھا ہے کہ یہ عام متکلمین اور ابن عقیلؒ اور ابن برہان بغدادیؒ نے لکھا ہے کہ یہ بعض متکلمین کا مذہب ہے(۱۲)۔

۱۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۹ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۰ فواتح الرحموت ۲/۲۳۲ التقریر والتحبیر ۳/۱۰۲

۲۔ عیسیٰ بن ابان بن صدقہ حنفی، قاضی، امام محمد شیبانیؒ (م ۱۸۹ھ) کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ ۲۲۱ھ/۸۳۶ء میں فوت ہوئے۔ ابن جوزی، المنتظم ۱۱/۶۶، الفوائد البہیۃ ص ۱۵۱

۳۔ احکام الفصول ص ۴۷۷-۴۷۸۔ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۲۹۹

۴۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۵۵ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۷۰۰ الابہاج ۲/۳۷۹

۵۔ نہایۃ الوصول ۶/۲۵۲۷ روضۃ الناظر ۱/۳۸۱ الابہاج ۲/۳۸۰ نہایۃ السول ۳/۲۹۵ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۳/۲۹۳ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۵۵ اعلام الموقعین ۱/۳۰ التحصیل من المحصول ۲/۹۲

۶۔ الرسالۃ ص ۵۹۷

۷۔ المنخول ص ۳۱۸، ارشاد الفحول ص ۱۵۳، روضۃ الناظر ۱/۴۰۳

۸۔ المستصفیٰ مع فواتح الرحموت ۱/۲۷۰

۹۔ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۷۰۱، ارشاد الفحول ص ۱۵۳

۱۰۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۵۲

۱۱۔ روضۃ الناظر ۱/۴۰۳

۱۲۔ الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۰۱، الوصول إلی الأصول ۲/۱۳۳

اہل الظاہر(۱) میں سے امام داؤدؒ(۲) اور امام ابن حزمؒ، ان کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ اور بعض معتزلی علماء مثلاً ابو عبد اللہ بصریؒ (۳) وغیرہ شامل ہیں(۴)۔

مخالفین کے دلائل

اس گروہ کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ سکوت قول نہیں ہے۔ ساکت کی طرف قول منسوب نہیں ہوتا۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے لا ینسب الی ساکت قول (۵)۔ یعنی ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔

۲۔ سکوت محض عدم ہے اور عدم سے استنباطِ احکام نہیں ہوتا۔ لیکن اگر ساکت کی طرف قول کی نسبت کرنے پر دلیل ہو تو اس پر عمل کیا جائے گا(۶)۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کنواری کے نکاح کے بارے میں فرمایا رضاھا صَمْتُہا (۷)۔ یعنی اس کی خاموشی اس کی رضامندی ہے۔

۳۔ علماء کا سکوت، کسی قول کے ساتھ ان کی تصریح کا قائم مقام نہیں ہو سکتا اور نہ ان کا سکوت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سکوت کی مانند ہے۔ شارع کسی باطل معاملہ پر سکوت نہیں کر سکتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حق ہوتا ہے یا آپ کو بذریعہ وحی اس سے آگاہ کر دیا جاتا ہے۔ جب کہ اہل اجماع کسی مسئلہ پر سکوت کرتے ہیں تو وہ بذریعہ اجتہاد کوئی رائے قائم کرتے اور کوئی راستہ دیکھتے ہیں(۸)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی کا قول اور سکوت حجت نہیں ہے(۹)۔

۴۔ سکوت میں رضا کے بجائے کئی دوسری احتمالات بھی ہو سکتے ہیں۔ مثلاً

۱۔ مجتہد کے باطن میں ایسی چیز ہو جو اس کے اظہارِ رائے میں مانع ہو، جیسے خوف وغیرہ۔

۱۔ نہایۃ الوصول ۶/۲۵۶۷ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۱۳ روضۃ الناظر ۳۸۱ التمہید فی اصول الفقہ ۳/۳۲۳ قواطع الأدلۃ ۲/۳ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۳۹۹ احکام الفصول ص ۴۰۷ ارشاد الفحول ص ۵۳۔ عبد العزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۰، الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۰۱

۲۔ ابو سلیمان داود بن علی بن خلف، اصبہانی بغدادی، امام اہل الظاہر، حافظ۔ آپ ۲۷۰ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو المنتظم ۵/۲۳۵ تذکرۃ الحفاظ ۲/۵۷۲، طبقات الشافعیۃ الکبری ۲/۲۸۴ شذرات الذہب ۲/۱۵۸

۳۔ ابو عبد اللہ الحسین بن علی بصری، معتزلی۔ آپ ۳۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البہیۃ ص ۶۷

۴۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۲۱۹، ۲۲۵ نہایۃ الوصول ۶/۲۵۶۳ اعلام الموقعین ۱/۳۰ قواطع الادلۃ ۲/۳ الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۰۱

۵۔ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۷۰۱، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۴۹۳

۶۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۴/۴۹۳

۷۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب لا ینکح الاب وغیرہ البکر والثیب إلا برضاھا ۲/۷۷۱

۸۔ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۶۹۹-۷۰۰

۹۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/۹۶

۲۔ سکوت، غور و فکر کے لیے مدتِ مہلت میں ہو اور ابھی اجتہادی رائے قائم نہ کی ہو، اور اگر وہ اجتہاد سے کسی نتیجہ پر پہنچتا تو نتیجہ اس قول کے خلاف ہوتا۔

۳۔ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ ہر مجتہد مصیب ہے اس لیے اس کا انکار کرنا ضروری نہیں ہے۔

۴۔ یہ خیال ہو کہ کسی دوسرے نے قول کا رد کر دیا ہوگا اور وہ اپنے اس خیال میں غلط ہو۔

۵۔ انکار کا ارادہ کیا لیکن اس کی فرصت نہ ملی یا اظہارِ انکار کو خلافِ مصلحت سمجھا ہو۔ جیسے حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا تھا لو حدثتکم بکل ما سمعته من رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم لقطع هذا البلعوم ()۔ یعنی اگر میں نے تمہیں وہ سب بیان کر دیا ہوتا جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا تو یہ زخرہ کاٹ دیا جاتا۔

۶۔ یہ خیال ہو کہ اگر انکار کیا تو کوئی توجہ نہیں دے گا اور شرمندگی ہوگی۔

۷۔ قول کو صغائر میں سے ایک خطا شمار کیا، اس لیے اس کا انکار نہ کیا۔

۸۔ صاحبِ قول کے رعب یا تعظیم کی وجہ سے خاموش رہا(۲)۔

جب سکوت میں اتنے زیادہ احتمالات ہوں تو پھر سکوت سے رضا پر دلالت نہیں ہو سکتی۔

۵۔ ترکِ انکار، موافقت پر دلالت نہیں کرتا۔ حنفی فقیہ عیسیٰ بن ابانؒ دلیل دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعہ ذوالیدینؓ میں لوگوں کی طرف سے حضرت ذوالیدینؓ(۳) کے قول کے عدمِ انکار پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں سے پوچھا(۴)۔ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر یا عصر کی نماز پڑھائی۔ دو رکعت نماز پڑھ کر آپ نے سلام پھیر دیا تو ایک صحابی ذوالیدینؓ نے کہا یا رسول اللہ! کیا نماز کم ہو گئی ہے؟ آپ نے صحابہ کرامؓ سے پوچھا کیا وہ ٹھیک کہتا ہے؟ لوگوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ نے دو رکعت نماز اور پڑھی(۵)۔

۶۔ حضرت ابن عباسؓ نے جب مسئلہ عول میں اختلاف ظاہر کیا تو ان سے پوچھا گیا آپ نے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کیوں نہ کہا؟ آپ نے جواب دیا حضرت عمرؓ کی ہیبت کی وجہ سے، وہ رعب دار انسان تھے(۶)۔ یہ واقعہ ظاہر

۱۔ احکام الفصول ص ۳۱۴

۲۔ المستصفی مع فواتح الرحموت ۱/۱۹۲ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۵۶ وبعد، نہایۃ السول ۳/۲۹۷ وبعد الابہاج فی شرح المنہاج ۱/۳۸۱، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۱۴

۳۔ حضرت ذوالیدینؓ۔ آپ کا نام خرباق تھا۔ آپ حجازی تھے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳/۲۳۶ الاصابۃ ۳ ۲۲۲ اسد الغابۃ ۲ ۲۲۳

۴۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۹ المحرر فی اصول الفقہ ۱ ۲۲۸ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/ ۳۳

۵ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التہجد، باب اذا سلم فی رکعتین او فی ثلاث ۱ ۱۹۳، ایضاً، باب من لم یتشہد فی سجدتی السہو ۱ ۱۹۳ ۔ ۱۹۴ ایضاً، باب من یکبر فی سجدتی السہو ۱/۱۹۴، مسند احمد بن حنبل ۲ ۴۲۳

۶۔ الوصول الی الاصول ۲/۱۲۵ احکام الفصول ص ۳۱۴ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۹۵

کرتا ہے کہ حضرت عباسؓ کا حضرت عمرؓ کے سامنے سکوت رضا کی بنا پر نہیں بلکہ ان کی ہیبت و رعب کی وجہ سے تھا۔

۷۔ حضرت عمرؓ جب غنائم میں سے اموالِ فاضلہ کی تقسیم سے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کر رہے تھے تو حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ سے پوچھا اے ابو الحسن! آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت علیؓ نے مال کو مسلمانوں میں تقسیم کرنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عمرؓ نے آپ کا سکوت آپ کی طرف سے رضامندی اور موافقت پر دلیل قرار نہیں دیا بلکہ آپ سے پوچھا اور حضرت علیؓ نے اختلاف رائے رکھنے کے باوجود خاموشی کو جائز قرار دیا(۱)۔

۸۔ اگر اسے اجماع تسلیم کر لیا جائے تو اس کا مخالف کافر ہے اور اس سے وہ تمام لوگ کافر ٹھہریں گے جنہوں نے ایسے قول سے اختلاف کیا جس سے کسی صحابی کی مخالفت معلوم نہیں(۲)۔

۹۔ قرآن و سنت میں ایسی کوئی دلیل نہیں ہے جو اس قول کی تقلید واجب کرے جس سے صحابہ کی مخالفت معلوم نہ ہو(۳)۔

قائلین: علماء کا دوسرا گروہ ایسے قول پر سکوت کو اجماع اور حجت مانتا ہے۔ جمہور حنفیہ(۴)، جمہور مالکیہ(۵)، ارموئیؒ اور کلوذانیؒ نے لکھا ہے کہ جمہور شافعیہ(۶)، آمدیؒ، ابن الحاجبؒ اور شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ بعض شافعیہ(۷)، حنابلہ(۸) اور امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت(۹) کے مطابق ایسا سکوت اجماع ہے۔ حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ امام احمد بن حنبل کا مسلک یہ تھا کہ صحابہؓ کے فتاویٰ میں سے کسی فتویٰ کے خلاف اگر کسی صحابی کا فتویٰ نہیں ہے تو اس پر قناعت کرتے۔ آپ اسے اجماع تو نہیں کہتے تھے بلکہ احتیاطاً یہ فرما دیتے کہ اس فتویٰ صحابی کو رد کرنے والی کسی چیز کا علم مجھ تک نہیں پہنچا، یا اسی طرح کا کوئی اور جملہ فرما دیتے اور ایسے فتویٰ پر کسی عمل، رائے اور قیاس کو مقدم نہ کرتے(۱۰)۔ احناف میں سے ابن الہمامؒ، عبدالعزیز بخاریؒ اور قاضی محب اللہ بہاریؒ نے لکھا ہے کہ اگر کسی نے کوئی قول کہا جو اہل عصر میں پھیل

۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۱

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۲۲۳/۴

۳۔ ایضاً ۲۱۵/۴

۴۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۷ ومابعد۔ المحرر فی اصول الفقه ۱/۲۲۸، ۲۰۸۷۔ میزان الأصول ص۵۰۵۔ تقویم الأدلة ص۳۰۔ ۳۱۔ بخاری کشف الأسرار ۲/۲۰۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۹۔ فواتح الرحموت ۲/۲۳۲۔ التقریر و التحبیر ۳/۱۰۱۔ التوضیح ۲/۴۹۶

۵۔ الإشارة فی اصول الفقه ص ۲۹۹۔ احکام الفصول فی احکام الأصول ص ۴۰۷

۶۔ نهایة الوصول ۲۵۶۸/۶۔ التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۲۳۔ الوصول الی الأصول ۲/۱۲۳

۷۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۱۳۔ منتهی الوصول والأمل ص ۵۸۔ ارشاد الفحول ص ۱۵۳

۸۔ العدة فی اصول الفقه ۴/۱۱۷۶۔ التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۲۳

۹۔ روضة الناظر ۱/۳۸۰۔ الواضح فی اصول الفقه ۵/۲۰۵۔ العدة فی اصول الفقه ۴/۱۷۰

۱۰۔ اعلام الموقعین ۱/۳۰

گیا اور اُس مسئلہ کے حکم میں استقرارِ مذاہب سے پہلے کسی دوسرے کا مخالف قول ظاہر نہ ہوا اور مدت غور و فکر گذر گئی تو ہمارے اکثر اصحاب کے نزدیک یہ اجماع قطعی ہے(۱)۔ زرکشیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا قولِ قدیم یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے کسی قولِ صحابی کی مخالفت نہ کی تو ہم وہ قول لیں گے(۲)۔ کلوذانیؒ (۳) اور ابن قدامہؒ (۴) نے امام احمد بن حنبلؒ سے نقل کیا ہے اور ابوالحسین بصریؒ(۵)، ابوالمظفر سمعانیؒ (۶) اور علاء الدین سمرقندیؒ(۷) نے لکھا ہے کہ "ہر قول غیر تکلیفی مسئلہ کے حکم کی معرفت میں سے ہو اور جس میں غور و فکر کرنا دوسروں پر غیر لازم ہو مثلاً یہ کہا جائے کہ حضرت ابوہریرہؓ افضل ہیں یا حضرت انسؓ افضل ہیں، تو ایسے قول پر سکوت اور ترک انکار اجماع نہیں ہوگا۔ لیکن اگر قول ایسا ہو جس سے دوسروں پر تکلیف و ذمہ داری عائد ہوتی ہو تو ان کا سکوت اجماع اور وہ قول صواب ہوگا، کیوں کہ اگر وہ قول خطا ہوتا تو دوسرے اس کی مخالفت کرتے۔ منکر کا انکار کرنا واجب ہے۔ اگر وہ قول صواب ہے تو پھر اس کی مخالفت کرنا خطا ہے۔

آمدیؒ(۸) اور کرخیؒ(۹) کے نزدیک یہ اجماع ظنی ہے اور اس سے احتجاج بھی ظنی ہوگا۔ آمدی نے کہا ہے کہ ایسے قول پر سکوت سے متعلق جو احتمالات ہیں وہ اربابِ دین اور اہلِ حل و عقد کے ظاہر احوال کے خلاف ہیں۔ مثلاً یہ احتمال کہ واقعہ میں کسی نے اجتہاد نہ کیا ہو، خلقِ کثیر سے بعید ہے کیوں کہ اس سے کسی واقعہ میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے اہمال اور غفلت پائی جاتی ہے۔ یہ احتمال کہ وہ اجتہاد سے کسی نتیجہ تک نہ پہنچا ہوگا، یہ بھی بعید ہے کیوں کہ کوئی مسئلہ ایسا نہیں ہے جس کے حکم کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے دلائل اور امارات اس پر دلالت کرنے والے نہ ہوں۔ جس میں اہلیتِ اجتہاد ہے وہ ان دلائل سے مطلع ہو کر حکم پالے گا۔ یہ احتمال کہ قول سے انکار میں تاخیر غور و فکر کے لیے ہو، یہ بھی تمام کے حق میں عادتاً محال ہے، خاص طور پر جب کہ ان پر کافی زمانہ گزر گیا ہو۔ یہ احتمال کہ سکوت اس لیے ہو کہ وہ بھی مجتہد ہے، تو یہ بحث و مناظرہ، اور دوسرے سے ماخذ طلب کرنے سے منع نہیں کرتا۔ صحابہ کرامؓ سے آج تک کی عادت جاریہ نہیں ہے۔ مجتہدین اور ائمہ دین تحقیقِ حق اور ابطالِ باطل کے لیے مناظرہ کرتے رہے۔ مجتہدین کے مباحث ان کے دلوں میں کینہ، دشمنی یا خوف کا موجب نہیں ہیں کیوں کہ یہ مقتضی دین کے خلاف ہے۔ اگر کوئی خوف

۱۔ التقریر والتحبیر شرح علی التحریر ۱۰۱/۳ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۲۹/۳ فواتح الرحموت ۲۳۲/۲

۲۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۵۴/۶

۳۔ التمہید فی اصول الفقہ ۳۲۳/۳

۴۔ روضۃ الناظر ۳۸۱/۱

۵۔ المعتمد فی اصول الفقہ ۶۶/۲

۶۔ قواطع الأدلۃ ۹/۲

۷۔ میزان الأصول ص ۵۱۹

۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲۱۶/۱

۹۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۳۰/۳

نہیں ہے تو پھر تقیہ کی بھی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ صاحب حیثیت وقوت ہے جیسے امام اعظمؒ تو پھر اس کی تقیہ کے ساتھ محبت، دین میں دھوکا سمجھا جائے گا(۱)۔

ابن عقیلؒ نے لکھا ہے کہ بعض اصحاب شافعیہ کے نزدیک یہ اجماع نہیں لیکن حجت ہے(۲)۔ ابوبکر صیرفی، راقیؒ(۳)، تاج الدین سبکیؒ(۴) اور ابوہاشم جبائیؒ کے نزدیک یہ اجماع نہیں، حجت ہے(۵)۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ دوسرے مجتہدین کا سکوت ظاہری طور پر ان کی طرف سے موافقت پر دلالت کرتا ہے، لہذا یہ حجت ہے۔ اس پر عمل کرنا ایسے ہی واجب ہے جس طرح خبر واحد اور قیاس پر عمل کیا جاتا ہے۔ فقہاء کرام نے ہر زمانہ میں صحابہؓ میں مشہور ایسے قول سے احتجاج کیا ہے جس کا مخالف ظاہر نہ ہو۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ وہ ایسا قول حجت مانتے تھے۔ لیکن مذکورہ بالا احتمالات کی وجہ سے یہ اجماع قطعی نہیں ہے(۶)۔

ابوعلی جبائیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت کے مطابق اگر انقراض عصر ہو جائے تو اجماع ہے، ورنہ نہیں ہے۔ لوگوں میں یہ عادت جاریہ ہے کہ جب طویل زمانہ تک وہ کسی مسئلہ میں غور وفکر کر کے مشہور قول کے خلاف رائے قائم کریں تو اگر انہیں کوئی تقیہ اور خوف نہ ہو تو وہ مخالف رائے ظاہر کرتے ہیں۔ اگر کوئی تقیہ اور خوف ہو تو وہ بھی زمانہ میں ظاہر ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر تقیہ کا سبب ظاہر نہ ہو اور مشہور قول کے مخالف قول بھی معلوم نہ ہو تو ہم جان لیں گے کہ اس قول کی موافقت حاصل ہو گئی ہے۔ کوئی زمانہ اس وقت تک ختم نہیں ہوتا جب تک کسی مشہور قول کے مخالف اگر کوئی قول ہو تو وہ ظاہر نہ ہو جائے(۷)۔ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ اکثر شافعیہ سے یہی نقل ہے اور ابن القطانؒ اور ابواسحاق شیرازیؒ وغیرہ کا یہی مذہب ہے(۸)۔ آمدیؒ نے بھی اجماع سکوتی کے لیے انقراض عصر شرط قرار دیا ہے(۹)۔ جمہور علماء کے نزدیک انعقاد اجماع اور اس کی حجیت کے لیے انقراض عصر شرط نہیں ہے، حتیٰ کہ اگر اہل عصر کسی واقعہ کے حکم پر اجماع کریں یا کسی نے قول کہا، اور باقیوں سے بغیر کسی تقیہ وخوف کے سکوت ظاہر ہو اور مدت تامل گذر جائے تو اس

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۵/۱

۲۔ الواضح فی اصول الفقہ ۲۰۱/۵

۳۔ ابراہیم بن علی بن حسن بن علی راقی، شافعی، مدنی، ثقہ۔ آپ ۳۲۶ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الانساب ۲۱/۶

۴۔ جمع الجوامع مع حاشیۃ البنانی ۱۸۹/۲

۵۔ الابہاج فی شرح المنہاج ۳۸۰/۲، قواطع الادلۃ ۴۲/۲، المحصول فی علم اصول الفقہ ۹۵۵/۳، المعتمد فی اصول الفقہ ۶۶/۲، نہایۃ السول ۲۹۵/۳، نہایۃ الوصول ۲۵۶۸/۶، التحصیل من المحصول ۶۲/۲، ارشاد الفحول ص ۱۵۴، روضۃ الناظر ۳۸۱/۱، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۳/۱، میزان الاصول ص ۵۱۸

۶۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۵۷/۳، عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۲۳۱/۳

۷۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۵۷/۳، المعتمد فی اصول الفقہ ۷۰/۳، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۳/۱، منتہی الوصول والامل ص ۵۸، نہایۃ السول ۲۹۵/۳، میزان الاصول ص ۵۱۸

۸۔ ارشاد الفحول ص ۱۵۳

۹۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۱۷/۱

زمانہ کے کسی شخص کے لیے ایسے قول کی مخالفت جائز نہیں ہے(۱)۔ اگر سکوت رضا پر دلالت کرے تو وہ موت سے قبل حاصل ہو جائے گا اور اگر رضا پر دلالت نہ کرے تو وہ موت سے بھی حاصل نہیں ہوگا کیوں کہ یہ احتمال ہے کہ صاحب سکوت اسی رائے پر فوت ہوا جس پر وہ موت سے قبل تھا(۲)۔ اگر انقراضِ عصر کو شرط مان لیا جائے تو اہلِ اجماع کا قول حجت ماننے کے لیے ان کی موت مؤثر ہوگی جو کہ صحیح نہیں ہے۔ اس شرط سے انقراضِ عصر حجت ہوگا، اتفاق نہیں(۳)۔

ابوعلی بن ابی ہریرہؒ(۴) کے نزدیک اگر حاکم کا حکم ہو تو وہ اجماع ہے نہ حجت لیکن اگر فتویٰ ہو تو وہ اجماع اور حجت ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حاکم پر اعتراض آداب میں شامل نہیں۔ حکمِ حاکم اختلاف کو ختم اور اعتراض کو ساقط کرتا ہے، جب کہ مفتی کا فتویٰ ایسا نہیں ہے۔ وہ غیر لازم ہے اور اجتہاد میں مانع نہیں ہے(۵)۔

ابواسحاق مروزیؒ(۶) اس کے برعکس کہتے ہیں کہ اگر وہ فتویٰ ہے تو اجماع نہیں اور اگر حکم ہے تو وہ اجماع ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ ظاہر میں حاکم نے علماء اور فقہاء سے مشورہ اور بحث کے بعد حکم صادر کیا ہوگا، جب کہ فتویٰ ظاہر میں صرف مفتی کی اپنی رائے ہوتی ہے۔ لہٰذا وہ اجماع پر دلالت نہیں کرتا(۷)۔

قائلین کے دلائل: سکوت کو اجماع اور حجت ماننے والوں کے، ہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ ایک دلیل اہلِ لغت کا اجماع ہے۔ ان کے مشہور قول ہی سے اجناس، انواع اور اعیان کے اسماء ہم تک پہنچتے ہیں جس پر باقیوں کا سکوت ہوتا ہے۔ مثلاً بنی آدم کے لیے ''انسان''، ہر ذی روح کے لیے ''حیوان'' اور اسی طرح اونٹ، گائے، مویشی، گوشت، روٹی، پانی اور آگ وغیرہ۔ اہلِ زبان میں سے ہر ایک نے یہ اسماء واقعتاً اپنی زبان سے نہیں کہے۔ ہر ایک پر قول کی شرط لگانے اور قولِ مشہور پر سکوت کو اجماع نہ کہنے والوں کو انسان، حیوان، روٹی، گوشت اور پانی وغیرہ کے اسماء پر اجماع کا بھی انکار کرنا چاہیے، جسے تمام عقلاء رد کریں گے(۸)۔

۱۔ میزان الأصول ص ۵۰۰ مع حاشیہ، المحرر فی اصول الفقہ ۸۳/۲ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۵۱/۳ منتہی الوصول والأمل ص ۵۹، آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲۱۷/۱

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۵۳/۳

۳۔ منتہی الوصول والأمل ص ۵۹۔ آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۲۱۷/۱

۴۔ ابوعلی بن ابی ہریرہؒ کا نام الحسن بن الحسین ہے۔ آپ بغدادی فقیہ، قاضی اور شیخ الشافعیہ تھے۔ آپ ۳۴۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۲۰۶/۲ شذرات الذھب ۳۷۰/۲ مرآۃ الجنان ۳۳۷/۲ وفیات الأعیان ۷۵/۲

۵۔ قواطع الأدلۃ ۳/۲ الإبہاج فی شرح المنہاج ۳۸۰/۲ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۷۶/۴ منتہی الوصول والأمل ص ۵۸۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۵۶/۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲۱۳/۱ التحصیل من المحصول ۲/۲ ۱۱ نہایۃ السول ۲۹۵/۳ ارشاد الفحول ص ۱۵۴ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۳۰/۳ نہایۃ الوصول ۲۵۲۸/۶

۶۔ ابواسحاق ابراہیم بن احمد بن اسحاق مروزی، شافعی فقیہ۔ آپ ۳۴۰ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو شذرات الذھب ۳۵۵/۲ وفیات الأعیان ۲۶/۱، مرآۃ الجنان ۳۳۱/۲، تاریخ بغداد ۱۱/۶

۷۔ قواطع الأدلۃ ۳/۲ الإبہاج فی شرح المنہاج ۳۸۰/۲ ارشاد الفحول ص ۱۵۳ التقریر والتحبیر ۱۰۲/۳

۸۔ میزان الأصول ص ۵۲۱

۲۔ احناف کہتے ہیں کہ ہر ایک کا اظہارِ قول ضروری نہیں ورنہ اجماع ہی نہ ہو سکے گا۔ ہر یک کے قول کا سماع عادتاً ممکن نہیں ہے۔ تمام لوگوں سے نطق کی شرط متعذر ہے اور متعذر ممتنع کی مانند ہے۔ پھر کسی شے کو ایسے چیز سے معلق کرنا جو ممتنع، ورنا ممکن ہو، تو وہ نفی ہوگی۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سے حرج دور کیا ہے اور ایسی چیز کا مکلف نہیں بنایا جو ہماری طاقت میں نہ ہو۔ تمام علمائے عصر سے سماعِ قول اور اجماع کا تصور متعذر ہے۔ یہ نادر ہی ہوتا ہے۔ بعض کا فتویٰ مشہور ہو جانا اور اس پر باقیوں کا سکوت کرنا انعقادِ اجماع کے لیے کافی ہے(۱)۔

۳۔ لوگوں کی عادات اور طبائع یہ ہیں کہ کسی مسئلہ میں بزرگ بات کرے تو باقی خاموش رہتے ہیں جو ان کی طرف سے اظہارِ رضامندی ہوتا ہے۔ اگر وہ معاملہ ان کے لیے اہم ہو، ان کے مصالحِ دنیا سے متعلق ہو اور وہ لوگ اس قول کے خلاف ہوں تو وہ اپنا اختلاف ظاہر ضرور کرتے ہیں(۲)۔

۴۔ اگر ساکت مخالف ہو تو سکوت حرام ہے کیوں کہ الساکت عن الحق شیطان اخرس۔ حق سے سکوت اختیار کرنے والا شخص گونگا شیطان ہے۔ اگر قولِ صحابی کے لیے سکوت کو تسلیم ورضا قرار دیا جائے تو یہ فسق ہے کیوں کہ یہ اظہارِ حق سے اجتناب اور ترک واجب ہے۔ عدالت اس سے منع کرتی ہے۔ لہذا صحابہ کرامؓ سے بالخصوص اس کا گمان ممکن نہیں۔ قول کے مشہور ہونے اور مدتِ غور وفکر گزر جانے کے بعد سکوت تسلیم ورضا ہے۔ اشتہارِ قول اور مدتِ تأمل کا گذر جانا اس بات کی نفی کرتا ہے کہ سکوت میں عدمِ تسلیم ورضا کا شبہ پایا جاتا ہے(۳)۔

۵۔ عادت جاریہ ہے کہ عددِ کثیر اور جمِ غفیر جھوٹ پر جمع نہیں ہوتا۔ ایسا نہیں ہوتا کہ لوگ جو قول باطل سمجھیں پھر وہی اختیار کریں۔ لہذا جو قول مشہور ہو جائے اور اس کی مخالفت معلوم نہ ہو تو اس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ دوسروں کی طرف سے سکوت اس قول پر رضا ہے۔ اگر یہ اجماع صحیح نہیں اور اس سے حجت ودلیل لینا اس وقت تک درست نہیں جب تک زمانے کے ہر اہلِ علم سے اس قول پر اتفاق روایت نہ ہو تو پھر مسائل اصول وفروع میں سے کسی ایک مسئلہ پر بھی ایسے اجماع کا وجود محال ہے۔ دنیا میں کئی علماء کے وجود کا علم بھی نہیں ہوتا(۴)۔

۶۔ اگر یہ کہا جائے کہ کسی قول کا ترکِ انکار بعض کے لیے جائز ہے تو پھر ان کے لیے اپنے قول میں جھوٹ بولنا بھی جائز ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایسا خوف سے ہو۔ اس صورت میں واجب ہے کہ کوئی اجماع اس وقت تک صحیح نہ کہلائے جب تک اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے دلوں کا حال بیان نہ کر دے(۵)۔

۷۔ اہل اجماع خطا سے معصوم ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح ان کے لیے بھی عصمت واجب

۱۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۷، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۳۴۲، التقریر والتحبیر ۳/۱۰۲، سمی، کشف الأسرار ۲/۸

۲۔ اصول الجصاص ۲/۱۳۰، التقریر والتحبیر ۳/۱۰۲، فواتح الرحموت ۲/۲۳۳

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۳۔ نسفی، کشف الأسرار ۲/۱۸۱

۴۔ الإشارة فی اصول الفقه ص ۲۹۹۔ إحکام الفصول فی أحکام الاصول ص ۴۰۸

۵۔ إحکام الفصول فی أحکام الاصول ص ۴۰۸

ہے۔ جیسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سکوت تقریر اور بمنزلہ صراحت کے ہے اسی طرح اہل اجماع کا سکوت بھی کسی قول سے موافقت میں بمنزلہ صراحت کے ہے(۱)۔

۸۔ اعتقادی مسائل میں قولِ مشہور پر دوسروں کا سکوت اجماع ہے، اسی طرح غیر اعتقادی مسائل میں بھی ان کا سکوت اجماع ہے، کیوں کہ یہ دونوں صورتیں اس معنی میں جامع ہیں کہ حق ایک ہے۔ اگر کسی کے نزدیک غیر اجتہادی مسائل سے متعلق قولِ مشہور خطا ہے تو اس کے لیے سکوت جائز نہیں اور اس کا انکار لازم ہے۔ اسی طرح اجتہادی مسائل اور فروع میں بھی یہی حکم ہے(۲)۔

۹۔ جن کے نزدیک ہر مجتہد مصیب ہے تو بھی سکوت سے رضا مراد لینا ضروری ہے۔ مجتہد کا اپنے قول میں مصیب ہونا اس قول پر بحث ومباحثہ اور حسب دلیل سے منع نہیں کرتا۔ مجتہدین دوسروں کے قول پر بحث ومناظرہ کرتے تھے۔ اگر ہر مجتہد اپنے اجتہادی قول میں مصیب ہے تو وہ دوسروں کے قول پر راضی نہیں ہوگا۔ وہ انہیں اپنے قول کی طرف بلائے گا اور مخالف سے مناظرہ کرے گا۔ گر دوسروں نے قولِ مشہور نہ مانا تو ان کا اختلاف ظاہر ہو جائے گا، سوائے اس کے کہ کوئی خوف اور تقیہ ہو۔ اگر خوف وتقیہ کا سبب ظاہر ہو اور نہ ہی قولِ مشہور سے اختلاف کا پتہ چلے تو یہ دوسروں کی اس قول پر رضا کی دلیل ہے(۳)۔

۱۰۔ انفرادی طور پر ترکِ نکیر، موافقت کی دلیل ہے۔ بلکہ قول کا مشہور ہو جانا، دوسروں کا اس سے، جو بعد مخالفت سے ترک اور اس پر زمانے کا استمرار، اس قول سے موافقت پر دلالت کرتا ہے(۴)۔

۱۱۔ سکوت میں یہ احتمال کہ صحابہؓ نے مسئلہ پر غور وفکر ہی نہ کیا ہو، درست نہیں ہے کیوں کہ عادت یہ ہے کہ جب کوئی مسئلہ آن پڑتا تو وہ رائے، اور اجتہاد کی طرف بھی رجوع کرتے تھے، ورنہ زمانہ اللہ تعالیٰ کی حجت اور حق سے خالی ہو جائے۔ مزید یہ کہ جب مجتہد سے غلطی کا امکان ہے، اور ساکت بھی اجتہاد نہ کرے تو زمانہ حق سے خالی ہو جائے گا، جو ممکن نہیں ہے(۵)۔

حضرت ثوبانؓ(۶) سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى

۱۔ قواطع الأدلة ۶/۲

۲۔ میزان الأصول ص ۵۳۱، فواتح الرحموت ۲۳۳/۲

۳۔ میزان الأصول ص ۵۳۱ وما بعد۔ إحکام الفصول فی أحکام الأصول ص ۴۱۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳ ۲۳۳، العدة فی اصول الفقه ۱۱۷۵/۴

۴۔ اصول الجصاص ۱۲۹/۳

۵۔ العدة فی اصول الفقه ۱۷۳/۴ التمهید فی اصول الفقه ۳ ۳۲۵ روضة ناظر ۱ ۳۸۳

۶۔ حضرت ثوبان بن بُجدُد، خادمِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپ نے حضرت ثوبان کو حالتِ غلامی میں خرید کر آزاد کر دیا تھا لیکن وہ اپنی خوشی سے آپ کے ساتھ رہے۔ ملاحظہ: الإستیعاب ۱۰۶/۲، الاصابة ۲۰۹/۲، اسد الغابة ۲۸۰/۱

یأتی امر اللّٰہ وھم کذلک(۱)

میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ ان کا ساتھ چھوڑنے والا انہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا یہاں تک کہ اللہ کا حکم (قیامت) آ جائے اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

۱۲۔ یہ احتمال کہ غور و فکر کیا لیکن حکم واضح نہ ہوا، عادت اس کے خلاف ہے۔ بہت سے دواعی اور ظاہری دلائل اس احتمال کے خلاف ہیں۔ مزید یہ کہ اس سے بھی زمانہ کا حجت اور دلیل سے خالی ہونا لازم آتا ہے۔

۱۳۔ سکوت کے تمام بیان کردہ احتمالات مطلق سکوت اور مطلق ترک انکار سے متعلق ہیں، لیکن اختلاف کے موقع پر سکوت کا احتمال نہیں ہے(۲)۔

۱۴۔ یہ احتمال کہ سکوت کسی خوف کی بنا پر ہو، بعید از قیاس ہے۔ صحابہ کرامؓ کا کوئی غلطی معلوم ہونے کے باوجود سکوت کرنا عصمت اجماع کے خلاف ہے جس سے دین کی بنیاد منہدم ہوتی ہے۔ ان کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے دین میں کوتاہی سے کام لیا اور بوقت ضرورت اظہار حق پر سکوت کیا(۳)۔ وہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے تھے۔ کسی منکر کا انکار کرنا واجب معلوم ہونے پر وہ اس انکار کو ترک نہیں کرتے تھے(۴)۔ صحابہؓ کا یہ معمول تھا کہ وہ اختلاف میں سکوت اختیار نہیں کرتے تھے۔ مثلاً حضرت محمد بن مسلمہؓ(۵) نے حضرت عمرؓ کو فرمایا ولو ملت لقومناک۔ یعنی اگر آپ سیدھے راستے سے ہٹے تو ہم آپ کو سیدھا کر دیں گے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا الحمد للّٰہ الذی جعلنی فی امۃ اذا ملت قوّمونی(۶)۔ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے مجھے اس امت میں بنایا ہے کہ جب میں راستے سے ہٹوں تو وہ مجھے سیدھا کر دیں گے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ جب کسی حاملہ کو رجم کرنے لگے تو حضرت معاذؓ نے مخالفت کی اور فرمایا یا امیر المومنین ان یک لک السبیل علیھا فلیس لک(۷) السبیل علی ما فی

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ، باب قولہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ من امتی ۳/ ۱۵۲۳۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الاعتصام، باب قول النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم لا تزال طائفۃ ۶/ ۲۶۶۷، سنن ابی داؤد، کتاب الفتن و الملاحم، باب ذکر الفتن و دلائلھا ۳/ ۱۰۱، صحیح الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی الائمۃ المضلین ۹/ ۷۴،۷۳، سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، کتاب السنۃ، باب اتباع سنۃ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ۱/ ۲۱، ۱۰ ماجہ۔

۲۔ میزان الاصول ص ۵۲۳

۳۔ الوصول الی الاصول ۲/ ۱۲۶، بیکی، کشف الاسرار ۲/ ۱۰۵

۴۔ إحکام الفصول فی احکام الاصول ص ۴۰۹

۵۔ حضرت محمد بن مسلمہ بن خالد انصاری بدری۔ آپ جنگ جمل (۳۶ھ) اور جنگ صفین (۳۷ھ) میں شریک نہیں ہوئے۔ آپ ۴۳ھ کو مدینہ میں وفات پا گئے۔ اس میں ۴۳ھ اور ۴۷ھ کے اقوال بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۳/ ۴۴۳، الاستیعاب ۱۰/ ۴۴، الاصابۃ ۹/ ۱۳۰، اسد الغابۃ ۵/ ۱۰۶

۶۔ إحکام الفصول فی احکام الاصول ص ۴۰۹

۷۔ مصنف عبدالرزاق میں "فلیس لک" کے بجائے "فلک" ہے۔ یہ تحقیق محمد حبیب الرحمن اعظمی نے کیا ہے۔ صحت کے لیے یہاں حرف استفہام انکاری کو محذوف ماننا ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، باب التی تضع لسنتین ۷/ ۳۵۴۔ بیہقی کی السنن الکبریٰ میں ہے "فلیس لک"۔ ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ، کتاب العدد، باب ما جاء فی اکثر الحمل ۷/ ۴۴۳

بطنها(۱)۔ یعنی اے امیر المومنین! آپ کو اس عورت پر تو اختیار ہے لیکن اس کے پیٹ میں جو بچہ ہے، اس پر آپ کو کوئی اختیار نہیں ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا عجز النساء أن يلدن مثل معاذ، لولا معاذ هلك عمر (۲)۔ یعنی عورتیں معاذؓ جیسوں کو جنم دینے سے اب عاجز ہیں۔ اگر معاذؓ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ برباد ہو جاتے۔ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے بھاری مہر باندھنے سے منع کرنا چاہا تو ایک عورت نے مخالفت کی اور کہا أيعطينا الله بقوله وَآتَيْتُمْ إِحْدَاهُنَّ قِنطَارًا [النساء ۴: ۲۰] ويمنعنا عمر۔ یعنی اللہ تعالیٰ ہمیں دیتے ہیں اور اللہ نے فرمایا ''اور تم ان میں سے ایک عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو'' اور عمرؓ ہمیں منع کرتے ہیں۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا امرأة خطأت عمر (۳)۔ یعنی ایک عورت نے حضرت عمرؓ کی رائے کو غلط قرار دے دیا ہے۔

۱۵۔ حضرت ابوہریرۃؓ کا قول لو حدثتكم بكل ما سمعته من رسول الله صلى الله عليه وسلم لقطع هذا البلعوم، اگر یہ قطعیت پر دلالت کرتا ہے تو پھر اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرۃؓ نے ان لوگوں کا ذکر سنا جو اپنی ذات کے اعتبار سے شریر اور اہل فتنہ میں سے تھے، اس لیے حضرت ابوہریرۃؓ نے ان کے ذکر سے خوف محسوس کیا۔ یہ قول اس پر محمول نہیں کیا جائے گا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت ابوہریرۃؓ نے شرعی احکام سنے اور پھر ان کے ذکر اور نقل میں خوف محسوس کیا۔ اگر یہ درست مان لیا جائے تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حضرت ابوہریرۃؓ کے علاوہ کسی اور صحابی نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت سے احکام اور قرآنی آیات سنی ہوں گی، اور پھر ان کے بیان و نقل میں خوف کیا ہوگا۔ لہٰذا مخالفین کا قول باطل ہے(۴)۔

۱۶۔ ''واقعہ ذوالیدینؓ'' اجماع سکوتی کے خلاف دلیل نہیں ہے۔ حضرت ذوالیدینؓ نے جب پوچھا کہ یارسول اللہ! کیا نماز کم کردی گئی ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فوراً اور لوگوں کے اس قول سے اختلاف یا موافقت ظاہر ہونے سے قبل ہی فرمایا ''أحق ما يقول ذو اليدين''۔ اس وقت دوران نماز کلام کرنا مباح تھا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ اظہار خلاف کا ترک اس وقت موافقت پر دلالت کرتا ہے جب قول مشہور ہوا اور اس پر اتنا وقت گذر جائے کہ عام حالات میں اگر کوئی اس کا مخالف ہوتا تو اپنا اختلاف ظاہر کرتا۔ پھر اس قول کی مخالفت نہ ہوئی ہو اور مدت غور و تامل گذر چکی ہو(۵)۔

۱۷۔ عول کے مسئلہ پر حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا واقعہ حنفی علماء نے صحیح قرار نہیں دیا ہے(۶)۔

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، باب التي تضع لسنتين ۷/۳۵۴، ۳۵۵ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب ما جاء في أكثر الحمل ۷/۴۴۳

۲۔ ایضاً

۳۔ منتهى الوصول والأمل ص ۵۹ مزید ملاحظہ ہو کنز العمال حدیث نمبر ۴۵۸۰۰، ۱۶/۵۳۸

۴۔ احکام الفصول ص ۴۳

۵۔ اصول الجصاص ۲/۱۲۹

۶۔ میزان الأصول ص ۵۲۳ تقويم الأدلة ص ۲۹ اصول الجصاص ۲/۱۲۹ التقرير والتحبير ۳/۱۰۳ الترجيح ۲/۴۹۸ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۹ سنی، کشف الأسرار ۲/۱۰۵، فواتح الرحموت ۲/۲۳۳

حضرت عمرؓ حق قوں سننے میں شدید رغبت رکھتے تھے بلکہ آپ نے فرمایا تھا لا خیر فیکم مالم تقولوا ولا خیر لی مالم اسمع(۱)۔ یعنی تم میں بھلائی نہیں جب تک تم نہ کہو اور میرے لیے بھلائی نہیں جب تک میں نہ سنوں۔ بھذا حضرت ابن عباسؓ حضرت عمرؓ سے خوف کیسے کر سکتے تھے۔ وہ حضرت ابن عباسؓ کو اکابرین پر اکثر مقدم کرتے اور کبار صحابہؓ کے ساتھ آپ سے بھی مشورہ لیتے تھے(۲)۔ حضرت عمرؓ و حضرت عثمانؓ دونوں حضرت ابن عباسؓ کو بلاتے اور اہل بدر کے ہمراہ ان سے بھی مشورہ لیتے تھے(۳)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے کہ حضرت عمرؓ اہل بدر کے ہمراہ مجھ سے مشورہ لیتے تھے(۴)۔ اگر یہ واقعہ درست مان بھی لیا جائے تو اس کی یہ تاویل ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے احترام، ان کے عمر میں بڑا ہونے، علم میں ان کی فضیلت اور بحث و مناظرہ میں مبالغہ سے بچنے کے لیے خاموش رہے۔ ایسی وجہ سے اختلاف کے باوجود اظہار اختلاف میں سکوت نہ صرف جائز بلکہ مستحب ہے(۵)۔ تعظیم کے لیے ترک حق فسق ہے، عادل سے اس کا گمان نہیں کیا جا سکتا(۶) اور تمام صحابہ کرامؓ عدول تھے۔

۱۸۔ تقسیم غنم کے مسئلہ پر حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے واقعہ میں کوئی دلیل نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کی خاموشی غور و فکر کے لیے تھی جس کے لیے وقت درکار ہوتا ہے۔ مدتِ تأمل کی کم از کم حد مجلس کے برخواست ہونے تک ہوتی ہے۔ جب تک مجلسِ مشاروت باقی رہے، اظہارِ خلاف سے سکوت موافقت کی دلیل نہیں ہوتا۔ جب تک ساکت مجلسِ مشاروت میں موجود ہے، اس کے لیے جائز ہے کہ وہ مسئلہ میں غور و فکر کے لیے خاموش رہے(۷)۔ حضرت علیؓ نے سکوت اس لیے جائز رکھا کیوں کہ لوگوں نے آپ سے مشورہ طلب نہیں کیا تھا۔ لیکن جب آپ سے مشورہ چاہا گیا پھر آپ خاموش نہیں رہے بلکہ اپنا اختلافی قول ظاہر کیا(۸)۔

حاصل بحث: زیر بحث مسئلہ میں جمہور کا موقف راجح نظر آتا ہے کہ اگر قول صحابی مشہور ہو گیا، کسی نے اس سے اپنی مخالفت ظاہر نہ کی بلکہ سکوت اختیار کیا، مدتِ غور و فکر بھی گذر گئی، اس قول سے عدم رضا اور انکار میں کسی قسم کے قرائن ظاہر نہ ہوئے اور لوگوں کا اس پر استمرار ہو، تو باقیوں کا سکوت اس قول سے رضا پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اجماع اور حجت ہے۔ اس کا اجماع نہ ہونے اور اس کی عدم حجیت میں بیان کردہ احتمالات صحابہ کرامؓ سے بعید ہیں۔ انعقاد اجماع سکوتی کے لیے انقراض عصر ضروری نہیں۔ جیسا کہ فخر الدین رازیؒ نے کہا ہے کہ اگر سکوت رضامندی پر دلالت نہ

۱۔ تقویم الأدلة ص ۲۹، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۲۹/۳، فواتح الرحموت ۲۳۳/۲
۲۔ الإستیعاب ۳۶۱/۲
۳۔ الطبقات الکبریٰ ۳۶۶/۲
۴۔ ایضاً ۳۶۵/۲
۵۔ میزان الأصول ص ۵۲۳، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۲۷/۳
۶۔ فواتح الرحموت ۲۳۳/۲
۷۔ میزان الأصول ص ۵۲۲، اصول الجصاص ۱۲۸/۲، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۲۹/۳
۸۔ تقویم الأدلة ص ۲۹

کرے تو پھر ساکتین کی موت سے بھی ان کی رضا حاصل نہیں ہو سکتی اس لیے کہ یہ احتمال ہے کہ ان کی موت اسی رائے پر ہوئی ہو جس پر وہ وفات سے قبل تھے۔

اگر قول صحابی ایسا ہو جو مشہور ہوا اور نہ اس کے مخالف کسی اور کا قول معلوم ہوا تو یہ اجماع نہیں ہے(۱)۔ اہل عصر کے اتفاق سے اجماع منعقد ہوتا ہے جب وہ اس قول کو جان لیں اور پھر اس کے انکار پر سکوت کریں۔ لیکن جب وہ قول ان کے علم ہی میں نہیں آیا تو اس قول کے بارے میں ان کی رضا یا انکار کیسے ہو سکتا ہے۔ لہذا ایسے قول سے اجماع متحقق نہیں ہو سکتا۔

فخر الدین رازیؒ شافعی نے لکھا ہے کہ اگر قول ایسا ہے جس میں عموم بلوی ہو اور وہ قول مشہور ہو، نہ اس کی مخالفت ظاہر ہوئی، تو ضروری ہے کہ اس مسئلہ کی موافقت یا مخالفت میں دوسروں کا قول ہو لیکن وہ ظاہر نہیں ہوا۔ اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ ایک یا کچھ افراد نے باقیوں کی موجودگی میں قول کہا اور وہ اس پر خاموش رہے۔ یہ اجماع سکوتی ہے۔ لہذا ایسا قول حجت ہے۔ اگر عموم بلوی نہ ہو تو وہ اجماع ہے نہ حجت(۲)۔ یہی رائے حنفی اصولی علاء الدین سمرقندیؒ کی بھی ہے(۳)۔

جو قول صحابی مشہور ہوا نہ اس کے خلاف کسی دوسرے کا قول معلوم ہوا تو قول صحابی کی حجیت کے قائلین کے نزدیک ایسا قول حجت ہے اور اس کے مخالفین کے نزدیک ایسا قول حجت نہیں ہے۔ اس کی تفصیل اگلی فصل میں آ رہی ہے۔

اتفاق کے بعد اختلاف

کسی مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے اتفاق کے بعد کوئی صحابی یا بعض صحابہ اپنے قول سے رجوع کر لیں تو اس اتفاق اور رجوع کی کیا حیثیت ہے؟ جن کے نزدیک ثبوت اجماع کے لیے انقراض عصر شرط ہے، وہ یہ رجوع جائز قرار دیتے ہیں۔ جن کے نزدیک انقراض عصر شرط نہیں ہے، وہ اتفاق کے بعد کسی کے اختلاف کا اعتبار نہیں کرتے۔

حنفیہ(۴)، اکثر مالکیہ(۵) اور اکثر شافعیہ(۶) کے نزدیک اجماع کے لیے انقراض عصر کی شرط نہیں ہے۔

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۰۶، قواطع الأدلة ۹/۲، المعتمد فی اصول الفقه ۲/۰۷، اللمع فی اصول الفقه ص ۹۳، التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۳۰

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقه ۳/۸۵۸ وابعد مزید ملاحظہ ہو الإبهاج فی شرح المنهاج ۲/۳۸۲، حاشیه البنانی ۲/۱۹۳، التقریر والتحبیر ۳/۱۰۵

۳۔ میزان الأصول ص ۵۳۳

۴۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۲۳۶،۸۳، میزان الأصول ص ۵۰۰، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲/۳۹۰، اصول الجصاص ۲/۱۴۳

۵۔ الإشارة فی اصول الفقه ص ۳۹۸، منتهی الوصول والأمل ص ۵۹

۶۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۱۷، قواطع الأدلة ۲/۱۶

ابوالمظفر سمعانی شافعیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض اصحاب کہتے ہیں کہ یہ شرط ہے(۱)۔ قاضی باجیؒ مالکی نے لکھا ہے کہ ہم میں سے ابوتمام بصریؒ(۲) کی رائے میں انقراضِ عصر کے بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا(۳)۔ امام احمد بن حنبلؒ کے ہاں بھی انقراضِ عصر کی شرط ہے(۴)۔

اجماع کے لیے انقراضِ عصر کی شرط کے حامی علماء کے نزدیک اجماع اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک استقرارِ آراء نہ ہو جائے۔ استقرارِ آراء اس وقت تک ثابت نہیں ہوتا جب تک انقراضِ عصر نہ ہو جائے۔ اس سے قبل لوگ حالتِ غور و خوض میں ہوتے ہیں اور تمام یا بعض افراد کے رجوع کا احتمال ہوتا ہے۔ احتمالِ رجوع کے ساتھ استقرار ثابت نہیں ہو سکتا، لہٰذا اجماع ثابت نہیں ہوگا(۵)۔

اس کی بطورِ دلیل ایک مثال یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے تقسیمِ غنیمت میں سب کو برابر رکھا۔ صحابہؓ نے اس کی موافقت کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے اپنے عہد میں تقسیمِ غنیمت کے وقت اسلام میں سبقت اور علم میں فضیلت کا لحاظ رکھا(۶)۔ کسی نے حضرت عمرؓ سے اختلاف نہیں کیا۔ آپ کا یہ مخالف اقدام درست تھا کیوں کہ انقراضِ عصر نہیں ہوا تھا۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ حضرت عمرؓ بیع امہات الاولاد جائز نہیں سمجھتے تھے۔ صحابہؓ نے آپ سے اتفاق کیا۔ پھر حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کی اور بیع جائز قرار دی۔ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا بیع امہات الاولاد کی ممانعت پر میری اور حضرت عمرؓ کی رائے اکٹھی ہو گئی تھی، اب میں بیع امہات الاولاد جائز سمجھتا ہوں۔ اس پر عبیدۃ سلمانیؒ(۷) نے حضرت علیؓ سے کہا جماعت کے ساتھ آپ کی رائے ہمیں زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت آپ کی اکیلی رائے کے(۸)۔ یہ اس لیے ہوا کہ انقراضِ عصر ہو گیا تھا۔ معلوم ہوا کہ انقراضِ عصر کے بغیر اجماع کا حکم ثابت نہیں ہوتا اور اس سے پہلے اختلاف کرنا درست ہے۔

اجماع کو انقراضِ عصر سے غیر مشروط کرنے والے علماء(۹) کا موقف ہے کہ قرآن و سنت کی جو نصوص حجیتِ اجماع پر دلالت کرتی ہیں وہ انقراضِ عصر کی شرط عائد نہیں کرتیں۔ حجیتِ اجماع پر ان کی دلالت انقراضِ عصر سے قبل

۱۔ قواطع الأدلۃ ۱۶/۲

۲۔ ابوتمام علی بن محمد بن احمد بصری مالکی اصولی۔ ملاحظہ ہو ترتیب المدارک ۶۰۵/۲

۳۔ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۳۹۸

۴۔ آمدی: الإحکام فی اصول الأحکام ۲۱۷/۱، منتہی الوصول والأمل ص ۵۹

۵۔ ملاحظہ ہو: قواطع الأدلۃ ۱۶/۲، ۲۹، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۶۱/۳

۶۔ میزان الأصول ص ۵۰۵۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۶۱/۳

۷۔ عبیدۃ بن عمرو سلمانیؒ کوفی فقیہ، فتح مکہ کے زمانہ میں اسلام قبول کیا۔ حضرت ابن مسعودؓ کے اصحاب مفتیین میں سے تھے۔ آپ ۷۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۹۳/۶ تذکرۃ الحفاظ ۵۰/۱ وفیات الأعیان ۳۸۰ المنتظم ۲۲۳/۶ شذرات الذھب ۷۸

۸۔ المستصفی فی علم الأصول ص ۱۵۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۶۱/۳

۹۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۶۱/۳ وبعد

بھی اسی طرح ہے جیسے انقراضِ عصر کے بعد ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ بات بھی درست نہیں کہ انقراضِ عصر کے بغیر استقرارِ آراء ثابت نہیں ہوتا کیوں کہ اس سے قبل لوگ حالتِ تأمل وتفحص میں ہوتے ہیں۔ جب مدتِ تأمل وغور وفکر گزر گئی، امت میں اتفاق قطعی ہوگیا اور انہوں نے جان لیا کہ جس قول پر انہوں نے اتفاق کیا ہے وہ اس پر اب معتقد ہوگئے ہیں تو پھر انقراضِ عصر کی شرط غیر ضروری ہوگی۔

وہ مزید یہ کہتے ہیں کہ احتمالِ رجوع کے ساتھ اجماع منعقد ہی نہیں ہوگا۔ جب انقراضِ عصر پر توقف کیے بغیر اجماع ثابت ہوگیا تو کسی کے لیے اس کی مخالفت اسی طرح جائز نہیں جیسے انقراضِ عصر متحقق ہو جانے کے بعد جائز نہیں ہے، کیوں کہ ان کے اتفاق سے یہ واضح ہوا کہ حق اسی میں ہے جس پر وہ متفق ہوئے۔ ان کا اتفاق ان کے بطورِ شرف وکرامت کے طور پر قطعی دلیل بن گیا۔ رجوع دلیلِ قطعی کے مخالف ہے۔ رجوع اس بات پر مبنی ہے کہ ان کا اجماع کسی خطا پر منعقد ہوا تھا اور یہ مردود ہے۔ لیکن اگر شروع میں اختلاف ہو تو بعض کا اختلاف انعقادِ اجماع میں مانع ہے اور ہر ایک کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے اجتہاد کے مطابق عمل کرے(۱)۔

مالِ غنیمت کی تقسیم میں تسویہ سے متعلق حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں اپنا اختلاف ظاہر کیا تھا(۲)۔ حضرت عمرؓ سے یہ مروی نہیں ہے کہ آپ نے اپنے قول سے رجوع کیا ہو۔ لہٰذا اس مسئلہ پر اجماع منعقد نہیں ہوتا۔ حضرت عمرؓ کی رائے کے بغیر اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ جب حضرت عمرؓ امیر المومنین بنے تو انہوں نے اپنی رائے پر عمل کیا(۳)۔ بیع امہات الاولاد کے مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کی ایک جماعت سے مروی ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ بیع جائز سمجھتے تھے۔ ان میں حضرت جابر بن عبداللہؓ وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا یہ اجماع بھی منعقد نہیں ہوا تھا۔ عبیدۃ سلمانی کا قول ظاہر کرتا ہے کہ اس مسئلہ میں تمام صحابہ کرامؓ نہیں بلکہ ان کی ایک جماعت حضرت عمرؓ کے ساتھ تھی(۴)۔ کسی مسئلہ پر صحابہؓ کے اجماع کے بعد ان میں سے کسی کا اختلاف معتبر نہیں ہوگا، کیوں کہ اجماع منعقد ہو چکا ہے اور اس کی حجیت ثابت ہوگئی ہے۔ موافقت کے بعد مخالفت سے نقضِ اجماع نہیں ہوسکتا(۵)۔

اس مسئلہ میں جمہور علماء کی رائے راجح ہے کہ صحابہ کرامؓ کے کسی قول پر اتفاق کے بعد ایک یا بعض صحابہؓ کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اجماع ثابت رہے گا۔ ثبوتِ اجماع کے لیے انقراضِ عصر ضروری نہیں ہے۔ تمام اہلِ اجماع کا کسی مسئلہ پر ایک مرتبہ اتفاق کرلینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے مکمل غور وفکر کے بعد اتفاق کیا ہے اور وہ قطعی ہے۔ اب کچھ اہلِ اجماع کی طرف سے رجوع کا احتمال پیدا کر دیا جائے تو یہ قطعیت کے خلاف ہے۔ اس سے

۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۲۶۲

۲۔ اس کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ملاحظہ ہو صفحہ ۱۴۳

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۲۶۱

۴۔ میزان الاصول ص ۵۰۶ قواطع الأدلة ۲/۸، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۶۳

۵۔ جصاص، احکام القرآن ۱/۲۶۶

ان کا خطا پر متفق ہونا ثابت ہوگا جو فرمانِ نبوی کے خلاف ہے۔

حضرت ابو بصرۃؓ(۱) روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

سألت اللّٰہ عزوجل أن لا یجمع امتی علی الضلالۃ فأعطا نیھا(۲)

میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا کہ وہ میری امت کو گمراہی پر جمع نہ کرے۔ پس اللہ نے مجھے یہ عطا کیا۔

اختلاف کے بعد اتفاق

اگر کسی اختلافی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اقوال ہوں، پھر وہ کسی ایک قول پر اتفاق کرلیں تو اکثر اصولیین(۳) کے نزدیک یہ اتفاق اجماع اور حجت ہے۔ اس سے سابقہ اختلاف زائل ہو جائے گا۔ اختلاف کے بعد اتفاق جائز ہے۔ مثلاً رحلتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد صحابہ کرامؓ نے مسئلہ خلافت پر اختلاف کیا پھر سب حضرت ابوبکرؓ کی خلافت پر متفق ہو گئے(۴)۔ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین کے لیے جگہ کے مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف ہوا پھر تمام نے یہ اتفاق کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین حضرت عائشہؓ کے کمرہ میں کی جائے(۵)۔ صحابہ کرامؓ نے مانعین زکوٰۃ سے قتال پر اختلاف کیا پھر وہ اس پر متفق ہو گئے(۶)۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا تمام صحابہؓ سے اختلاف تھا کہ جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں، پھر دونوں نے رجوع کیا اور تمام صحابہؓ سے موافقت کی(۷)۔ حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ارقمؓ نے صحابہؓ سے اختلاف کیا اور کہا ''لا ربا إلا فی النسیئۃ(۸)۔ یعنی سود صرف ادھار میں ہوتا ہے۔ پھر انہوں نے اپنے قول سے رجوع کر کے تمام صحابہؓ سے موافقت کی(۹)۔

یہ اجماع اس اجماع سے قوی تر ہے جس سے پہلے اختلاف نہ ہو کیوں کہ ایسا اجماع کسی مسئلہ میں اختلاف

۱۔ حضرت ابو بصرہ جمیل بن بصرہ غفاری صحابی۔ آپ کو جمیل بھی کہا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۳۲/۴ الأصابہ ۴ ۹۳ ۲ اسد الغابۃ ۴ ۷۹

۲۔ مسند احمد بن حنبل ۳۹۶/۶۔ اس مضمون میں مزید ملاحظہ ہو صحیح الترمذی، کتاب الفتن، باب ما جاء فی لزوم الجماعۃ ۱۱۰ جامع بیان العلم وفضلہ ۷۵۶/۱

۳۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۴۳/۳ الفصول فی الأصول ۳۳۲/۳ قواطع الأدلۃ ۲ ۲۸ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳ التمہید فی تخریج الفروع علی الأصول ص ۳۵۸۔ الإبہاج فی شرح المنہاج ۴۷۲/۲ نہایۃ السول ۳ ۲۸ سلم الوصول ۲۸۱/۳، ارشاد الفحول ص ۱۵۶

۴۔ ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۴۹۶/۴

۵۔ الطبقات الکبریٰ ۲۹۲/۲ وما بعدھا، ابن کثیر، السیرۃ النبویۃ ۵۲۹/۴

۶۔ تفصیل ملاحظہ ہو، البدایۃ و النہایۃ ۳۱۱/۶ وما بعدھا

۷۔ قواطع الأدلۃ ۲۹/۲

۸۔ جصاص، احکام القرآن ۳۶۹/۱

۹۔ قواطع الأدلۃ ۲۸/۲، جصاص، احکام القرآن ۳۶۹/۱

کے بعد ظہورِ حق پر دلالت کرتا ہے(۱)۔ یہ اجماع ابتدائی اختلاف کا قاطع ہے اور بمنزلہ اس کے ہے کہ اس سے پہلے اختلاف ہوا ہی نہیں۔ اکثر اجماعات اسی طریق سے حاصل ہوئے ہیں(۲)۔

بعض علماء کے نزدیک صحابہؓ کا بعد از اختلاف کسی قول پر اتفاق کرنا اجماع نہیں ہے۔ ان میں بعض شافعی علماء مثلاً ابوبکر صیرفیؒ (۳) امام الحرمین جوینیؒ(۴)، امام غزالیؒ (۵) اور آمدیؒ(۶) کے علاوہ امام احمد بن حنبلؒ(۷) شامل ہیں۔ آمدیؒ کے نزدیک جب کسی مسئلہ میں امت کے دو اختلافی اقوال ہوں اور استقرار خلاف ہو جائے تو یہ ان کی طرف سے اس بات پر اجماع ہے کہ اختلافی اقوال میں سے کوئی ایک اختیار کرنا جائز ہے اور یہ کہ انہوں نے جس مسئلہ میں اجماع کیا ہے اس میں وہ معصوم ہیں۔ اگر وہ بعد میں کسی ایک قول پر اتفاق کر لیں تو اس سے دوسرے قول کا خطا ہونا لازم آئے گا، جو محال ہے(۸)۔ آمدیؒ کی رائے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تدفین، خلافت حضرت ابوبکرؓ اور مانعینِ زکوٰۃ سے قتال وغیرہ کے مسائل میں استقرار خلاف نہیں ہوا تھا بلکہ وہ اختلاف بطریق مشورہ تھا(۹)۔

صحابہ کرامؓ کے اختلاف کے بعد اتفاق کو اجماع قرار دینا راجح رائے ہے۔ اکثر اتفاق و جماع سے قبل بحث وتمحیص، اختلاف اور ایک سے زائد آراء واقوال ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ نے جب اختلاف کے بعد اتفاق کیا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے ایک گروہ نے اپنے قول سے رجوع اور دوسرے کے قول سے اتفاق کر کے سے اختیار کر یا ہے۔ جب بعض صحابہؓ نے خود ہی اپنا قول ترک کر کے اختلاف ختم کر دیا اور سب کے ساتھ اتفاق کر لیا تو سابقہ اختلاف از خود زائل ہو گیا اور سب کے اتفاق سے اجماع منعقد ہو گیا۔

اجماع صحابہؓ سے تابعی کی مخالفت

اگر کسی اجماعی قول صحابہؓ سے ان کا معاصر مجتہد تابعی اختلاف کرے تو اجماع صحابہؓ کی کیا حیثیت ہوگی؟ تابعی کی مخالفت کے باوجود اجماع صحابہؓ منعقد ہوگا؟ یا معاصر تابعی کا مخالف قول معتبر ہوگا اور اجماع صحابہؓ منعقد نہیں ہوگا؟ اس مسئلہ میں علماء کی الآراء یہ ہیں:

پہلا گروہ: آمدیؒ نے لکھا ہے کہ بعض کے نزدیک مخالفت تابعی کا اصلاً اعتبار نہیں کیا جائے گا۔ یہ بعض متکلمین

۱۔ التمهيد في تخريج الفروع على الأصول ص ۳۵۸

۲۔ الفصول في الأصول ۳/۳۳۹

۳۔ نهاية السول ۳/۲۸۲ ارشاد الفحول ص ۱۵۶۔ البرهان في اصول الفقه ۱/۷۱۰ الإبهاج في شرح المنهاج ۲/۳۷۳

۴۔ البرهان في اصول الفقه ۱/۷۱۲

۵۔ المستصفى مع فواتح الرحموت ۱/۲۰۵

۶۔ آمدی، الأحكام في اصول الأحكام ۱/۲۳۳

۷۔ مُسَلَّم الوصول ۳/۲۸۲

۸۔ آمدی، الأحكام في اصول الأحكام ۱/۲۳۳

۹۔ ایضاً، ۱/۲۳۵

اور امام احمد بن حنبلؒ کی ایک روایت ہے(۱)۔ ابن النجارؒ نے بھی اسے امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت کہا ہے۔ اس کے علاوہ یہ رائے خلالؒ(۲)، حلوانیؒ (۳) اور قاضی ابو یعلیٰؒ کی بھی ہے(۴)۔ سرخسیؒ اور عبد العزیز بخاریؒ نے، سے امام شافعیؒ کا قول کہا ہے(۵) کہ اجماعِ صحابہؓ کے خلاف معاصر تابعی کا قول معتبر نہیں ہے اور اجماعِ صحابہؓ موثر ہے۔

ان علماء کے اہم دلائل یہ ہیں:

۱۔ صحابہؓ کا اجماع اس لیے حجت ہے کہ انہیں ایک شرف و منزلت حاصل ہے جس میں تابعی ان کے ساتھ شریک نہیں ہے۔ صحابہؓ کو صحبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور مشاہدۂ احوالِ وحی کی وجہ سے کرامت و منزلت کا زیادہ استحقاق حاصل ہے۔ اسی لیے صاحبِ شرع نے ہمیں صحابہ کرامؓ کے اقتداء کا حکم دیا ہے اور یہ فرمایا ہے "بایہم اقتدیتم اهتدیتم"(۶)۔ یہ بات تابعی کے حق میں ثابت نہیں ہے، خواہ وہ صحابہ کرامؓ کا زمانہ پالے(۷)۔ لہذا تابعین پر واجب ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کی مخالفت نہ کریں(۸)۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے:

لقد رضی اللّٰہ عن المومنین [الفتح ۴۸:۱۸]

اللہ مومنوں سے راضی ہوا۔

ممنوع کام کرنے والے کو رضا حاصل نہیں ہوتی(۹)۔

۳۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فلو أن احدکم انفق مثل احد ذهباً ما بلغ مد احدهم و لا نصیفه(۱۰)

اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہِ اللہ میں خرچ کرے تو وہ صحابہؓ میں سے کسی ایک کے مد یا اس کے نصف (ثواب) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۳۰۲

۲۔ ابو بکر احمد بن محمد بن ہارون خلال، بغدادی، حنبلی، فقیہ، محدث۔ امام احمد بن حنبلؒ کا علم جمع و مرتب کیا۔ آپ کا انتقال ۳۱۱ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۳/۷۸۵، شذرات الذهب ۲/۲۶۱، المنتظم ۱۳/۲۲۰

۳۔ ابو محمد الحسن بن علی بن محمد حلوانی، حافظ، ثقہ، محدث، عالمِ رجال۔ آپ کا سن وفات ۲۴۲ھ ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۲/۵۲۲، شذرات الذهب ۲/۱۰۰

۴۔ شرح الکوکب المنیر ۲/۲۳۳

۵۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۸۔ عبد العزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۵

۶۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے

۷۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۸

۸۔ الفصول فی الأصول ۳/۳۳۵

۹۔ المحصول من المحصول ۲/۷۴

۱۰۔ اس کا حوالہ صفحات ۸۱ اور ۸۲ پر گزر چکا ہے۔

صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ پر کوئی دوسرا نہیں پہنچ سکتا۔

۴۔ وجوبِ غسل کے مسئلہ پر حضرت عائشہؓ نے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوفؓ سے فرمایا

هل تدري ما مثلك يا أبا سلمة مثل الفرُّوج يسمع الديكة تصرُخ فيصرخ معها(۱)

اے ابو سلمہ! تم جانتے ہو تمہاری مثال کیسی ہے؟ تم اس چوزے کی طرح ہو جو مرغ کو بانگ دیتے سنتا ہے تو خود بھی بانگ دینے لگتا ہے۔

یہ حضرت عائشہؓ کی طرف سے ابو سلمہ تابعی کو ممانعت تھی کہ وہ صحابہؓ کے ساتھ اجتہاد مت کرے۔ اگر صحابہؓ کے ساتھ قولِ تابعی معتبر ہوتا تو حضرت عائشہؓ ابو سلمہ کو منع نہ فرماتیں(۲)۔

جمہور: جمہور علماء کے نزدیک معاصر مجتہد تابعی کی اجماعِ صحابہؓ سے مخالفت سے اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ تابعی کے اختلاف سے صحابہؓ کا اجماع نامکمل ہے اور وہ حجت نہیں ہے(۳)۔ آمدیؒ نے لکھا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ معاصر مجتہد تابعی کی مخالفت سے اجماعِ صحابہؓ منعقد نہیں ہوگا، ان میں سے جو انقراضِ عصر کی شرط نہیں لگاتے ان کے نزدیک، اگر اجماعِ صحابہؓ سے قبل تابعی اہلِ اجتہاد میں سے ہے تو پھر اس کی مخالفت سے اجماع منعقد نہیں ہوگا اور اگر وہ اس اجماع کے بعد رتبۂ اجتہاد کو پہنچا تو پھر اس کا اختلاف کا معتبر نہیں ہے۔ یہ اصحاب امام شافعیؒ، اکثر متکلمین، اصحاب امام ابو حنیفہؒ اور ایک روایت کے مطابق امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب ہے۔ جو علماء انقراضِ عصر کی شرط لگاتے ہیں ان کے نزدیک تابعی کی مخالفت سے اجماعِ صحابہؓ منعقد نہیں ہوگا، خواہ وہ تابعی اجماعِ صحابہؓ کے وقت اہلِ اجتہاد میں سے ہو یا اس کے بعد مجتہد بنا ہو، لیکن وہ عصرِ صحابہؓ میں سے ہو(۴)۔

جمہور کے دلائل: جمہور علماء کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ تمام امت کا اجماع حجت ہے۔ صحابہ کرامؓ معاصر تابعی کے ساتھ کل امت ہیں۔ جب صحابہؓ میں کچھ مجتہد تابعین پائے جائیں تو صحابہؓ کل امت نہیں بلکہ امت کا حصہ ہیں(۵)۔ انعقادِ اجماع کے لیے یہ شرط ہے کہ

۱۔ الموطا، كتاب الطهارة، باب واجب الغسل اذا التقى الختانان ص ۹۹

۲۔ احكام الفصول في احكام الاصول ص ۴۰۰

۳۔ میزان الأصول ص ۳۹۹۔ المحرر في اصول الفقه ۲/ ۸۸، المحصول في علم اصول الفقه ۳/ ۸۹۹، منتهى الاصول و الامل ص ۵۶۔ احكام الفصول في احكام الأصول ص ۳۹۷۔ نهاية الوصول ۶/ ۲۶۱۰، ارشاد الفحول ص ۱۲۸، الوصول الى الأصول ۲/ ۹۲۔ آمدی، الاحكام في اصول الاحكام ۱/ ۲۰۳، المعتمد في اصول الفقه ۲/ ۳۳، تنقيح الأصول ۲/ ۲۶۵، عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/ ۲۳۵، التحصيل من المحصول ۲/ ۷۳، شرح الكوكب المنير ۲/ ۲۳۲، قواطع الأدلة ۲/ ۲۰، تيسير التحرير ۳/ ۲۴۱

۴۔ آمدی، الاحكام في اصول الاحكام ۱/ ۲۰۲۔ مزید ملاحظہ ہو تیسیر التحرير ۳/ ۲۴۱، شرح الكوكب المنير ۲/ ۲۳۲

۵۔ نهاية الوصول ۶/ ۲۶۰۲، ارشاد الفحول ص ۱۲۸، تيسير التحرير ۳/ ۲۴۱

اہل عصر میں سے کسی نے مخالفت نہ کی ہو(۱)۔

۲۔ صحابہؓ کا معاصر تابعی اگر صاحب نظر ہے تو اس کے اور صحابہؓ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ اس لیے کہ جس علت کی بنا پر صحابی کے لیے اپنے جیسے صحابی سے اختلاف کرنا جائز ہے وہ علت تابعی میں بھی پائی جاتی ہے۔ وہ علت اہل نظر میں سے ہونا ہے(۲)۔

۳۔ علم کا اعتبار ہے، صحبت کا نہیں۔ غیر مجتہد صحابہؓ کا اتفاق انعقاد اجماع میں معتبر نہیں ہے۔ اگر معاصر مجتہد تابعی، صحابی ہوتا تو اس کے قول کے بغیر اجماع صحابہؓ منعقد نہیں ہو سکتا تھا(۳)۔ اجماع کے دلائل مجتہد تابعی کو بھی اجماع صحابہؓ میں شامل کرتے ہیں(۴)۔ قرآن کی آیت ہے ﴿ ويتبع غير سبيل المؤمنين ﴾ [النساء ۴: ۱۱۵] تمام مومنین کا اجماع حجت ہے، اور بلا اختلاف تابعی مومنین میں سے ہے(۵)۔

۴۔ عہد صحابہؓ میں کئی تابعین مفتی تھے۔ حضرت ابن مسعودؓ کے کئی اصحاب مثلاً علقمہؒ(۶) و راسودؒ(۷) کے علاوہ حسن بصریؒ(۸) اور سعید بن مسیبؒ عصر صحابہ میں فتوی دیتے تھے (۹)۔ قاضی شریحؒ، سعید بن جبیرؒ، مسروقؒ، عطاء بن ابی رباحؒ اور ابو وائلؒ(۱۰) وغیرہ بھی زمانۂ صحابہؓ میں فتوی دیتے تھے(۱۱)۔ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں قاضی شریحؒ کو قضا پر مامور کیا تھا۔ جس مسئلہ میں قاضی شریحؒ ان دونوں خلفاء سے اختلاف کرتے، وہ دونوں اس پر اعتراض نہیں کرتے تھے(۱۲)۔

۱۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۸

۲۔ اصول الجصاص ۲/۱۵۷

۳۔ قواطع الأدلة ۲/۲۰

۴۔ المعتمد فی اصول الفقه ۲/۳۳

۵۔ إحكام الفصول فی احكام الأصول ص ۳۹۸

۶۔ علقمہ بن قیس نخعی، کوفی، تابعی، فقیہ، ثقہ، کثیر الحدیث، حافظ، مجتہد۔ آپ کا سال وفات ۶۲ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۶/۸۶، سير اعلام النبلاء ۴/۵۳، شذرات الذهب ۱/۷۰، وفيات الأعيان ۱/۳۲۴

۷۔ ابو عبد الرحمن اسود بن یزید بن قیس نخعی، مخضرم، فقیہ، عابد، ثقہ۔ آپ ۷۵ھ کو کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۶/۷۰، سير اعلام النبلاء ۴/۵۰، تذكرة الحفاظ ۱/۵۰، شذرات الذهب ۱/۸۲

۸۔ حسن بن یسار بصری، تابعی، فقیہ، زاہد، امام اہل بصرہ۔ آپ ۱۱۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۷/۱۵۶، حلية الأولياء ۲/۱۳۱، سير اعلام النبلاء ۴/۵۶۳، تذكرة الحفاظ ۱/۷۱، شذرات الذهب ۱/۳۶، وفيات الأعيان ۱/۲۲۹، صفة الصفوة ۳/۲۳۷، طبقات الحفاظ ص ۳۵

۹۔ المستصفى فی علم الأصول ص ۱۳۶

۱۰۔ ابو وائل شقیق بن سلمہ، مخضرم، شیخ الکوفہ، ثقہ، کثیر الحدیث۔ حضرت ابن مسعودؓ کے اصحاب میں سے تھے۔ آپ ۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۶/۹۶، تذكرة الحفاظ ۱/۶۰

۱۱۔ منتهى الوصول و الأمل ص ۵۶، الوصول إلى الأصول ۲/۹۲، قواطع الأدلة ۲/۲۰، آمدی، الاحكام فی اصول الأحكام ۱/۲۰۲

۱۲۔ آمدی، الأحكام فی اصول الأحكام ۱/۲۰۳، العدة فی اصول الفقه ۴/۱۱۶۳

۵۔ صحابہ کرامؓ معاصر مجتہد تابعین کی آراء کا اعتبار کرتے تھے۔ حضرت انسؓ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا تو فرمایا اسے حسن بصریؒ سے پوچھو(۱)۔ حاملہ کی عدت کے بارے میں حضرت ابن عباسؓ کی رائے تھی کہ دونوں مدتوں میں سے زیادہ عرصہ والی مدت عدت ہے۔ تابعی ابو سلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؒ نے صحابی حضرت ابن عباسؓ سے اختلاف کیا اور کہا کہ حاملہ کی عدت وضع حمل ہے۔ حضرت ابو ہریرۃؓ نے ابو سلمہ کی تائید میں فرمایا انا مع ابن اخی (۲)۔ یعنی میں اپنے بھتیجے کے ساتھ ہوں۔ یوں صحابی نے تابعی کو اختلاف کی اجازت دی۔ بیٹا ذبح کرنے کی نذر میں گورنر مدینہ مروان بن الحکم بن ابی العاص نے حضرت ابن عباسؓ کے فتوی سو اونٹوں کی قربانی سے اختلاف کیا اور کہا کہ صرف توبہ اور حسب استطاعت صدقہ و خیرات کافی ہے۔ لوگوں نے یہ فتوی بہت پسند کیا اور یہی فتوی عام ہوا، کہ جس کام میں اللہ کی معصیت ہو، وہ سرے سے جائز ہی نہیں ہے(۳)۔ حضرت ابن عمرؓ نے ایک مسئلہ پوچھنے پر فرمایا کہ سعید بن جبیرؒ سے پوچھو، کیوں کہ وہ اس بارے میں ہم سے زیادہ جانتے ہیں(۴)۔

۶۔ عصر صحابہؓ میں مجتہد تابعین یہ دیکھے بغیر فتوی دیتے تھے کہ اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے یا نہیں۔ اگر تابعین کا قول، اجماع صحابہؓ میں معتبر نہ ہوتا تو وہ فتوی دینے سے قبل ضرور پوچھتے کہ کیا اس مسئلہ پر صحابہؓ کا اجماع ہے یا نہیں؟ انہوں نے ایسا کبھی نہیں پوچھا۔ ثابت ہوا کہ دور صحابہؓ میں تابعین کا قول معتبر تھا(۵)۔

جمہور نے مخالفین کے دلائل کا جواب دیا ہے۔ یہ دلیل کہ صحابہ کرامؓ کو صحبت نبوی کی فضیلت حاصل تھی، اس کا جواب یہ ہے کہ اگر فضیلت کی بنا پر اجماع کا ان سے مختص ہونا واجب ہوتا تو پھر مہاجرین کے قول کے ساتھ انصار کا قول اور عشرہ مبشرہ کے قول کے ساتھ مہاجرین کا قول معتبر نہ ہوتا۔ حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کے قول کے ساتھ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے قول کا اعتبار نہ ہوتا(۶)۔ کبار صحابہؓ کے ساتھ صغار صحابہؓ کا قول قبول نہ کیا جاتا، سابقون اولون کی موجودگی میں فتح مکہ کے بعد اسلام لانے والوں کا قول مقبول نہ ہوتا، جب کہ امت کا ان سب کے جواز اور اس مسئلہ میں فضیلت کے عدم لحاظ پر اتفاق ہے(۷)۔ جب تابعی کے لیے یہ ممانعت نہیں ہے کہ وہ صحبت نبوی اور آپ صلی

۱۔ شرح الکوکب المنیر ۲/۲۳۳ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۹۹ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۸۹

۲۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الطلاق ۲/۷۲۹ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب انقضاء عدۃ المتوفی عنها زوجها وغیرها بوضع الحمل ۲/۲۳ ا الموطا، کتاب الطلاق، باب عدۃ المتوفی عنها زوجها اذا کانت حاملا ص ۳۶۔ سنن النسائی، کتاب الطلاق، باب عدۃ الحامل المتوفی عنها زوجها ۶/۵۰۳-۵۰۴ الفصول فی الأصول ۳/۳۳۳-۳۳۴ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۱۶۵ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۰۵ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۸۸-۸۹

۳۔ تاریخ الأمم والملوک ۲/۱۵۳

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۴/۳۳۶ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۸۶۹ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۸۹

۵۔ شرح الکوکب المنیر ۲/۲۳۳

۶۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۰۶

۷۔ إحکام الفصول فی أحکام الأصول ص ۳۹۹

اللہ علیہ وسلم کا مشاہدہ نہ ہونے کی وجہ سے فتویٰ نہیں دے سکتے، تو اس کے لیے صحابہؓ سے اختلاف کرنا بھی جائز ہے(۱)۔

قرآنِ مجید کی آیت لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ [الفتح ۱۸]، یہ آیت بیعتِ رضوان والوں کے لیے ہے اور صرف وہی صحابہؓ اجماع کے لیے مخصوص نہیں ہیں(۲)۔

یہ دلیل کہ صحابہ کرامؓ احکام کو زیادہ جانتے تھے، اس کے جواب میں اوپر مثالیں دی جا چکی ہیں کہ کئی مسائل میں وہ مسائل کو تابعین کی طرف لوٹا دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ احکام کو کبھی زیادہ جاننے والے تھے اور کبھی کم(۳)۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی فرمانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے

فرُبّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه و رُبّ حامل فقه ليس بفقيه(۴)

پس بہت سے حاملِ فقہ ایسے ہیں جو اسے اپنے سے زیادہ فقیہ تک پہنچا دیں گے اور بہت سے حاملِ فقہ ایسے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہیں۔

حضرت عائشہؓ کے ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوفؒ کو انکار میں یہ احتمال ہے کہ ابوسلمہؒ نے ایسے مسئلہ میں اختلاف کیا جس پر اجماعِ صحابہؓ ہو چکا تھا، یا اس لیے کہ وہ ابھی رتبۂ اجتہاد کو نہیں پہنچے تھے، یا بطور تادیب ایسا کہا، یا ابوسلمہؒ نے آدابِ مناظرہ کے منافی اقدام کیا۔ حضرت عائشہؓ کا قول ایسی کسی بات پر دلالت نہیں کرتا کہ صحابہؓ کے ساتھ تابعین کے اختلاف کا اعتبار نہیں ہے۔ پھر یہ بھی کہ حضرت عائشہؓ کا قول حجت نہیں ہے(۵)۔

یہ موقف راجح نظر آتا ہے کہ اگر عصرِ صحابہؓ کے مجتہد تابعی نے صحابہؓ کے متفق علیہ قول سے اختلاف کیا تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، کیوں کہ اہلِ عصر کا اتفاق مفقود ہے۔ اجماع کے لیے زمانہ کے تمام مجتہدین کا اتفاق شرط ہے(۶)، کسی طبقہ کے مجتہدین کا اتفاق شرط نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ شرفِ صحابیت سے بہرہ ور طبقہ ہیں، تابعین اس شرف سے محروم ہیں۔ لیکن انعقادِ اجماع کے لیے صحابیت ضروری نہیں ہے بلکہ اس کے لیے مجتہدینِ عصر کا اتفاق ضروری ہے۔ ان میں اس زمانے کے تمام مجتہدین شامل ہیں خواہ وہ صحابہؓ ہوں یا تابعین۔ عصرِ صحابہؓ کا مجتہد تابعی انہی کے عصر میں سے ہے اور وہ تمام ایک ہی زمانہ کے مجتہدین ہیں۔

۱۔ اصول الجصاص ۱۵۸/۲

۲۔ التحصيل من المحصول ۷۵/۲

۳۔ قواطع الأدلة ۲۰/۲

۴۔ سنن ابی داؤد، كتاب العلم، باب فى نشر العلم ۳/۳۲۲، صحيح الترمذى، كتاب العلم، باب ما جاء في الحث على تبليغ السماع ۱۰/۱۲۳ وغیرہ۔

۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۰۶، المحصول فی علم اصول الفقه ۳/۱۷۱، المعتمد فی اصول الفقه ۲/۳۳، قواطع الأدلة ۲۰/۲، إحكام الفصول فى احكام الأصول ص ۴۰۰، نهاية الوصول ۶/۲۶۰۷، التحصيل من المحصول ۲/۷۵

۶۔ ملاحظہ ہو شرح الكوكب المنير ۲/۲۱، التوضيح ۲/۴۴، اللمع فى اصول الفقه ص ۸۷، البحر المحيط فى اصول الفقه ۴/۴۳۶، شرح مختصر الروضة ۳/۵، ارشاد الفحول ص ۳۲، عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/۲۴۷

اجماعِ صحابہؓ سے نسخ

جمہور علماء کے نزدیک اجماع سے نسخ ممکن نہیں ہے(۱)۔ رحلتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ جائز نہیں ہے(۲)۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد انقطاعِ وحی ہو گیا ہے۔ رحلتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہی اجماع منعقد ہو سکتا ہے اور نسخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا اجماع سے کتاب و سنت کا نسخ ممکن نہیں ہے(۳)۔ اجماعِ صحابہؓ ناسخ و منسوخ کو بیان کرنے والے دلائل میں سے ہے۔ یہ خود ناسخ نہیں ہے(۴)، کیوں کہ خطابِ شارع کے بغیر نسخ نہیں ہوتا اور اجماع شرع کے لیے خطاب نہیں ہے، وہ خطابِ ناسخ کی دلیل ہے(۵)۔

اجماع کسی مسئلہ میں آراء کے اجتماع سے عبارت ہے۔ اللہ کے ہاں کسی چیز کے حُسن و قُبح نے آخری وقت کی معرفت عقل کے بس میں نہیں ہے۔ مزید یہ کہ حیاتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نسخ ہوا۔ آپ کی زندگی میں آپ کی طرف رجوع فرض تھا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان ہوئی بات قطعی طور پر موجبِ علم ہے۔ اجماع نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موجبِ علم ہوتا ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ ممکن نہیں۔ لہٰذا اجماع کی دلیل سے نسخ جائز نہیں ہے(۶)۔

عبدالعزیز بخاریؒ نے لکھا ہے کہ احناف کے بعض مشائخ مثلاً عیسیٰ ابن ابانؒ وغیرہ اور بعض معتزلہ(۷) کے نزدیک اجماع سے کتاب و سنت کا نسخ جائز ہے(۸)۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ نے جب حاجب بناتے ہوئے یہ فیصلہ دیا کہ دو بھائیوں کے ساتھ اگر ماں ہو تو اسے ۱/۳ کی بجائے ۱/۶ حصہ ملے گا۔ اس پر حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ آپ دو بھائیوں کے ساتھ ماں کو کیسے حاجب بناتے ہیں؟ جب کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ (النساء ۴: ۱۱) اور دو بھائی ''اخوۃ'' نہیں ہیں، حضرت عثمانؓ نے جواب دیا ''حجبھا قومک یا غلام''(۹)۔ ان کے نزدیک یہ مثال اجماع سے نسخ کے جواز پر دلالت کرتی ہے۔

۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۶۲

۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۳۵، قواطع الأدلۃ ۱/۴۲۴، میزان الأصول ص ۷۰۷، ارشاد الفحول ص ۲۲۷

۳۔ ارشاد الفحول ص ۲۲۷ وما بعد

۴۔ قواطع الأدلۃ ۱/۴۲۵، ارشاد الفحول ص ۳۳۵

۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲/۵۲۹

۶۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۵۲، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۶۲

۷۔ فرقہ معتزلہ اموی دور میں ظاہر ہوا۔ اس کے بانی واصل بن عطاء تھے۔ وہ حسن بصری کے حلقہ درس میں حاضر ہوتے تھے۔ گناہ کبیرہ کے مرتکب کو مسلمان نہ ماننے اور اسے ایمان و کفر کی درمیانی منزل میں قرار دینے پر واصل نے حسن بصری کے حلقہ سے علیحدگی اختیار کرلی۔ اس کے بعد اہل معتزلہ کے نام سے یاد کیے جانے لگے۔ ایک رائے یہ بھی ہے کہ یہ فرقہ واصل سے پہلے کا ہے۔ فرقہ معتزلہ کے اصول خمسہ یہ ہیں توحید، عدل، وعد و وعید، کفر و اسلام کی درمیانی منزل کا اقرار اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر۔ معتزلہ ایمانی عقائد میں نقل کے بجائے عقل پر زیادہ اعتماد کرتے تھے۔ وہ غیر مقلد تھے۔ انہوں نے محدثین اور فقہاء کے خلاف سخت زبان استعمال کی۔ انہوں نے کفار اور اہلِ بدعت سے مناظرے کیے۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد ابوزہرہ، المذاھب الإسلامیۃ ص ۲۰۷

۸۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۶۲

۹۔ ایضاً، کشف الأسرار ۳/۲۶۲۔ فواتح الرحموت ۲/۸۳

فصل پنجم

قولِ صحابی جس میں وہ تنہا ہو

قولِ صحابی کی ایک صورت یہ ہے کہ کسی اجتہادی مسئلہ کے حکم میں صحابی اپنے قول میں تنہا ہو۔ اس قول کی حیثیت و حجیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ بعض اسے حجت اور مصدرِ تشریع قرار دیتے ہیں جب کہ دوسرے اس کی عدم حجیت کے قائل ہیں۔

حنفی علماء کی آراء

ابوسعید بردعیؒ (۱) کہتے ہیں کہ اگر ایسے قول کے خلاف کسی اور صحابی کا قول معلوم نہ ہو تو وہ حجت ہے اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اس قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جائے گا(۲) اور ہم نے اسی پر اپنے مشائخ کو پایا ہے(۳)۔ شیخ ابومنصور ماتریدیؒ (۴) کا موقف ہے کہ اگر صحابی اہلِ فتویٰ میں سے ہے اور اس کے زمانہ میں کوئی مخالف قول نہیں ہے تو صحابی کی تقلید واجب ہے۔ اگر کسی نے صحابی کی مخالفت کی تو پھر اس کی تقلید واجب نہیں ہے۔ البتہ دلائل کے ساتھ کسی قولِ صحابی کی ترجیح واجب ہے(۵)۔ علاء الدین سمرقندیؒ نے اس رائے کو صحیح ترین کہا ہے(۶)۔

ابوالحسن کرخیؒ قولِ صحابی صرف اس صورت میں واجب قرار دیتے ہیں جب وہ مدرک بالقیاس نہ ہو، کیوں کہ اس قول کی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع یا پھر کذب کے علاوہ کوئی اور صورت نہیں ہے۔ مدرک بالقیاس

۱۔ ابوسعید احمد بن الحسین بردعی، بغدادی، قاضی، حنفی۔ آپ ۳۱۷ھ کو حج پر جاتے ہوئے قتل ہوئے اور مکہ میں قتل ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الفوائد البهية ص ۱۹، شذرات الذهب ۲/۲۷۵، مرآۃ الجنان ۲/۲۷۳

۲۔ اصول الجصاص ۲/۷۲، التوضیح ۲/۲۴۷، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۳، مسلم الثبوت ۲/۱۸۵، فواتح الرحموت ۲/۱۸۵، میزان الأصول ص ۴۸۰، المحرر فی اصول الفقه ۲/۸، تقویم الأدلة ص ۲۵۶، نسفی، کشف الأسرار ۲/۱۰۰

۳۔ میزان الأصول ص ۴۸۱۔ نسفی، کشف الأسرار ۲/۱۰۰، المحرر فی اصول الفقه ۲/۸، تقویم الأدلة ص ۲۵۶

۴۔ ابومنصور محمد بن محمد بن محمود، حنفی، امام متکلمین، سمرقند کے علاقہ ماترید کی نسبت سے ماتریدی کہلاتے۔ آپ ۳۳۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البهية ص ۱۹۵

۵۔ میزان الأصول ص ۴۸۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۳

۶۔ میزان الأصول ص ۴۸۲

قول کی تقلید واجب ہے اور نہ وہ حجت ہے(۱)۔ علاء الدین سمرقندیؒ نے لکھا ہے کہ یہ موقف کرخیؒ اور ہمارے اصحاب کی ایک جماعت کا ہے(۲)۔ ابو زید دبوسیؒ بھی اس قول کو واجب تقلید نہیں مانتے(۳)۔ قاضی ابو خازمؒ کے نزدیک خلفائے راشدینؓ کا قول(۴) اور ابو الحسن کرخیؒ کی رائے میں حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ کا متفق علیہ قول حجت ہے(۵)۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے متقدین اور متاخرین کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ جس قول میں قیاس کا دخل نہ ہو اور جس کا حکم اجتہاد اور رائے سے معلوم نہ کیا جا سکے، وہ حجت اور مانند نص ہے۔ ایسے قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جائے گا(۶)۔ فخر الاسلام بزدویؒ نے بھی لکھا ہے کہ ہمارے اصحاب اس بات پر متفق ہیں کہ جس مسئلہ میں قیاس و عقل کا دخل نہ ہو اس میں صحابی کی تقلید کی جائے گی (۷)۔ اسی لیے احناف مقداروں کے مسئلہ میں قول صحابی حجت قرار دیتے ہیں۔ مثلاً حضرت علیؓ کا قول کہ مہر کی کم از کم مقدار دس درہم ہے(۸)۔ حضرت عائشہؓ نے حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال بیان فرمائی ہے(۹)۔ حضرت انسؓ نے فرمایا کہ حیض کی کم از کم مدت تین اور زیادہ سے زیادہ دس ایام ہے(۱۰)۔ ان مقداروں کے لیے ضروری ہے کہ وہ حقوق اللہ کے لیے ثابت ہوتی ہوں اور کسی چیز کے قلیل و کثیر اور صغیر و کبیر ہونے کے درمیان متردد نہ ہوں۔ جیسے حدود کی مقداریں، مثلاً زنا کی سزا سو کوڑے اور قذف کی سزا اسی کوڑے اور عبادات کی مقداریں، مثلاً نمازوں کی رکعات کی تعداد وغیرہ اجتہاد سے مقرر نہیں ہیں۔ صحابہ کرامؓ کی بیان کردہ مقداریں بھی اسی درجہ اور منزلت پر ہیں( )۔

عبد العزیز بخاریؒ اپنے مسلک کی وکالت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ احناف نے مقادیر میں رائے اور غیر اثر سے کام لیا ہے۔ مثلاً امام ابو حنیفہؒ(۱۲) نے بلوغت کی عمر اٹھارہ یا سترہ سال اور جو سفیہ سن رشد کو نہ

۔ اصول الجصاص ۱۷۲/۲-۷۳ میزان الاصول ص ۴۸۱ تقویم الادلۃ ص ۲۵۶ المحرر فی اصول الفقہ ۲ ۸۳ مسلم الثبوت ۱۸۶/۲ فواتح الرحموت ۱۸۶/۲ التوضیح ۳۴۷/۲ عبد العزیز بخاری، کشف الاسرار ۳۲۳/۳۔ نسفی، کشف الاسرار ۲ ۱۰۰

۲۔ میزان الاصول ص ۴۸۱

۳۔ تقویم الادلۃ ص ۲۵۶

۴۔ اصول الجصاص ۱۳۹/۲ المحرر فی اصول الفقہ ۳۳۷/۱، التقریر والتحبیر ۹۸/۳

۵۔ التوضیح ۳۴۷/۲

۶۔ المحرر فی اصول الفقہ ۸۵/۲

۷۔ عبد العزیز بخاری، کشف الاسرار ۳۲۵/۳

۸۔ اصول الجصاص ۱۷۵/۲، سنن الدارقطنی، باب المہر ۲۴۵/۳

۹۔ اصول الجصاص ۱۷۵/۲ سنن الدار قطنی، باب المہر ۳۲۲/۳ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۲۴۳/۳

۱۰۔ سنن الدارقطنی، کتاب الحیض ۲۰۹/۱، اصول الجصاص ۱۷۵/۲

۔ اصول الجصاص ۱۷۵/۲ المحرر فی اصول الفقہ ۲ ۸۵-۸۶ عبد العزیز بخاری، کشف الاسرار ۳۲۵/۳

۱۲۔ امام ابو حنیفہ نعمان بن ثابتؒ تابعی، کوفی حنفی مذہب کے بانی۔ آپ ۱۵۰ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۷ ۳۲۲ البدایہ والنہایہ ۱۰ ۱۰۷، سیر اعلام النبلاء ۶ ۳۹۰ طبقات الحفاظ ص ۸۰۔ تاریخ بغداد ۳۲۳/۱۳، ۳۲۳ الانتقاء ص ۱۲۲

پہنچا ہوا سے دفع مال کے لیے عمر پچیس سال وغیرہ رائے سے مقرر کی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ احناف نے ان مقداروں کو حجت تسلیم کیا ہے جو حقوق اللہ کے سبب ثابت ہوں اور قلیل وکثیر اور صغیر وکبیر کے مابین متردد نہ ہوں۔ لیکن جن مقداروں پر اعتراض کیا گیا ہے وہ قلیل وکثیر کے مابین فرق سے تعلق رکھتی ہیں۔ دس سال کا لڑکا بالغ نہیں ہوگا اور بیس سال کا لڑکا بالغ ہوگا۔ لہذا بلوغت کی عمر ان دونوں کے درمیان متردد ہے۔ اس تردد کا ازالہ رائے اور استدلال سے ہوگا۔ اسی طرح مغصوب اور مستہلک کی قیمت معلوم کرنا، مہر مثل اور نفقہ کی مقدار معلوم کرنا اور سفیہ کو مال دینے کی عمر متعین کرنا رائے سے معلوم ہوگی(۱)۔

احناف کے نزدیک مخالف قیاس قول صحابی بھی حجت ہے(۲)۔ یہ ذا وہ حضرت عائشہؓ کے قول کے اتباع میں ایسی بیع فاسد قرار دیتے ہیں جس میں فروخت شدہ چیز کو کم قیمت پر دوبارہ خریدا گیا ہو۔ حالانکہ قیاس کی رو سے ایسی بیع جائز ہے۔ لیکن یہ قیاس قول حضرت عائشہؓ کے خلاف تھا، اس لیے وہ ترک کر دیا گیا(۳)۔

علاء الدین سمرقندیؒ کا کہنا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کے نزدیک اگر قول صحابی موافق قیاس ہو تو صحابی کی تقلید واجب ہے، ورنہ نہیں(۴)۔

ابوزید دبوسیؒ، فخر الاسلام بزدویؒ اور علاء الدین سمرقندیؒ کہتے ہیں کہ تقلید صحابی کے مسئلہ میں ہمارے متقدین اصحاب سے کوئی مذہب ثابت نہیں ہے(۵)۔ مثلاً امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول ہے

اذا اجتمعت الصحابة على شيء سلمنا لهم، واذا اجتمع التابعون زاحمناهم(۶)

جب صحابہؓ کسی چیز پر جمع ہو گئے تو ہم ان کو تسلیم کر لیں گے اور جب تابعین جمع ہوئے تو ہم ان سے بحث کریں گے۔

آپ کا ایک اور قول ہے:

اذا جاء الحديث عن النبي عن الثقات أخذنا به واذا جاء عن الصحابة لم نخرج عن اقاويلهم واذا جاء عن التابعين زاحمتهم(۷)

جب ثقہ لوگوں سے کوئی حدیث آئی تو ہم اسے لیں گے اور جب صحابہؓ سے کچھ آیا تو ہم

۱۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۳۲۷

۲۔ المحرر في اصول الفقه ۲/۸۵

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۳۲۵

۴۔ میزان الأصول ص ۴۸۱

۵۔ تقويم الأدلة ص ۲۵۶۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۳۲۴، میزان الأصول ص ۴۸۱

۶۔ اصول الجصاص ۲/۱۷۲۔ مزید ملاحظہ ہو تقويم الأدلة ص ۲۵۶۔ میزان الأصول ص ۴۸۱ المحرر في اصول الفقه ۲/۱۰۵، اعلام الموقعين ۳/۱۲۳

۷۔ اخبار ابي حنيفة و اصحابه ص ۱۰، ۱۱

ان کے اقوال سے باہر نہیں جائیں گے اور جب تابعین سے کچھ آیا تو میں ان سے بحث کروں گا۔

ابوالحسن کرخیؒ کہتے ہیں کہ انہوں نے امام ابو یوسف(۱) کو کئی مسائل میں یہ کہتے ہوئے دیکھا

القیاس کذا، إلا انی ترکته للأثر، وذلک الأثر قول الصحابی لا یعرف عن غیره من نظرائه خلافه(۲)

قیاس یوں کہتا ہے لیکن میں اسے اثر کی وجہ سے چھوڑتا ہوں، وہ اثر ایسا قول صحابی ہے جس کے خلاف اس جیسے کسی اور صحابی کا قول معلوم نہ ہو۔

امام ابو یوسفؒ کا یہ قول واضح ثبوت ہے کہ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے(۳)۔

امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک جواز بیع سلم کے لیے راس المال کی مقدار بیان کرنا شرط ہے کیوں کہ ایسا حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے۔ لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک راس المال کی مقدار بیان کرنا شرط نہیں ہے بلکہ اشارہ کر دینا ہی کافی ہے(۴)۔ اس مسئلہ میں صاحبین نے قول صحابی کی تقلید نہیں کی۔

صاحبین کے مطابق اجیر مشترک کے پاس جو سامان کسی ایسے سبب سے ضائع ہو گیا جس سے بچنا ممکن تھا تو وہ اس کا ذمہ دار ہے۔ انہوں نے یہ حضرت علیؓ سے لیا ہے۔ امام ابو حنیفہؒ نے حضرت علیؓ کے قول سے اختلاف کر کے اجیر مشترک کو امین قرار دیا اور اسے ضائع شدہ مال کا ضامن نہیں بنایا(۵)۔

اگر کسی نے اپنی حاملہ بیوی کو کہا ''تجھے تین طلاق سنت ہیں''، تو امام محمدؒ کے نزدیک، یک طلاق سنت واقع ہوگی۔ یہ حضرت جابرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ سے مروی ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ نے اس کی مخالفت کی ہے۔ شیخین کے نزدیک حاملہ پر تین طلاق سنت واقع ہو جائیں گی(۶)۔

عبدالعزیز بخاریؒ نے ابو الیسر بزدویؒ کے حوالہ سے لکھا ہے کہ وجوب تقلید صحابی پر امام ابو حنیفہؒ سے تین اقوال مروی ہیں(۷):

۱۔ ہر صحابی کی تقلید واجب اور اس کا قول قیاس پر مقدم ہے۔

۱۔ امام ابو یوسف یعقوب بن ابراہیم، امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد، قاضی القضاۃ و حافظ حدیث۔ آپ ۹۲ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۷/۳۳۰ طبقات الفقہاء ص ۱۳۴۔ طبقات الحفاظ ۱۲۷ سیر اعلام النبلاء ۸ ۵۳۵

۲۔ اصول الجصاص ۳/۱۶۴

۳۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۲

۴۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۳-۲۲۵ تقویم الأدلة ص ۲۵۶ المحرر فی اصول الفقه ۲ ۸۲

۵۔ ایضاً

۶۔ ایضاً

۷۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۴

۲۔ اگر قول صحابی موافق قیاس ہے تو تقلید واجب ہے، ورنہ نہیں۔

۳۔ صرف فقہاء صحابہ کرامؓ کی تقلید واجب ہے۔

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے:

اذا لم یکن فی کتاب اللہ ولا فی سنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نظرت فی اقاویل اصحابہ ولا اخرج عن قولھم الی قول غیرھم فاذا انتھی الامر او جاء الامر الی ابراھیم والشعبی وابن سیرین والحسن وعطا و سعید بن جبیر وعدد رجالاً فقوم اجتھدوا فاجتھد کما اجتھدوا (۱)

جب کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں کسی مسئلہ کا حکم نہ ہو تو میں صحابہؓ کے اقوال میں دیکھتا ہوں اور ان سے باہر نکل کر دوسروں کے اقوال کی طرف نہیں جاتا۔ جب معاملہ ابراہیمؒ، شعبیؒ، ابن سیرینؒ، حسنؒ، عطاؒ اور سعید بن جبیرؒ۔ اور امام ابو حنیفہؒ نے کئی لوگوں کو گنا۔ تک پہنچے تو انہوں نے اجتہاد کیا تھا، میں بھی اجتہاد کروں گا جیسے انہوں نے اجتہاد کیا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کا ایک قول یہ ہے

ما جاء عن الرسول صلی اللہ علیہ وسلم فعلی الراس والعین، وما جاء عن الصحابۃ اخترنا، وما کان من غیر ذلک فھم رجال و نحن رجال(۲)

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے جو آیا، وہ سر آنکھوں پر، اور جو صحابہ کرامؓ کی طرف سے آیا، ہم اسے اختیار کریں گے اور جو دوسروں کی طرف سے آیا تو وہ بھی آدمی تھے اور ہم بھی آدمی ہیں۔

امام ابوحنیفہؒ کا ایک اور قول ہے:

نحن لا نقیس الا عند الضرورۃ الشدیدۃ و ذلک انا ننظر اوّلاً فی دلیل تلک المسألۃ من الکتاب والسنّۃ او اقضیۃ الصحابۃ فان لم نجد دلیلاً قسنا حینئذ مسکوتا عنہ علی منطوق بہ بجامع اتحاد العلۃ بینھما (۳)

ہم شدید ضرورت کے سوا قیاس نہیں کرتے۔ ہم اس مسئلہ کی دلیل میں سب سے پہلے کتاب و سنت یا صحابہؓ کے قضایا میں دیکھتے ہیں۔ اگر ہم دلیل نہ پائیں تو پھر اتحاد علت کی بنا پر مسکوت عنہ کو منطوق بہ پر قیاس کرتے ہیں۔

۱۔ الانتقاء ص ۱۴۳ مزید ملاحظہ ہو عقود الجمان ص ۱۷۲، تاریخ بغداد ۱۳/ ۳۶۸، اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ ص ۰

۲۔ سیر اعلام النبلاء ۶/ ۴۰۱

۳۔ المیزان الکبری ۱/ ٦٥

امام ابو حنیفہؒ کا ایک اور قول ہے:

عجبا للناس يقولون أفتي بالرأى، ما افتي إلا بالأثر(۱)

ان لوگوں پر حیرت ہے جو کہتے ہیں کہ میں رائے سے فتویٰ دیتا ہوں۔ میں تو صرف اثر سے فتویٰ دیتا ہوں۔

امام ابو حنیفہؒ کے ان اقوال سے معلوم ہوا کہ وہ قرآن و سنت کے بعد آثار صحابہؓ کو پیتے، ان کی تقلید کرتے اور ان سے باہر نہیں جاتے تھے۔ اگر کسی صحابی کا قول نہ ملے تو پھر وہ اجتہاد اور قیاس سے کام لیتے تھے۔

مالکی علماء کی آراء

امام مالکؒ قولِ صحابی کو حجت مانتے تھے(۲)۔ آپ کو حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا یہ قول بہت پسند تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت جاری فرمائی، آپ کے بعد آپ کے خلفاءؓ ہمارے لیے سنت ہیں۔ ان کی سنت کو لینا کتاب اللہ کی تصدیق، اطاعتِ الٰہی کی تکمیل اور دین اللہ کے لیے قوت ہے۔ اس سنت میں تغییر و تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ اس سے اختلاف کرنے والے کی رائے کی طرف دیکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ جس نے اس سنت پر عمل کیا اس نے ہدایت پائی، جس نے اس سے مدد حاصل کی وہ کامیاب ہوا اور جس نے اس سنت کی مخالفت کی وہ سبیل المومنین کے بجائے کسی اور راستہ پر چلا۔ جس نے اس سے منہ پھیرا، اللہ تعالیٰ اس سے اعراض کرے گا اور اسے جہنم میں داخل کرے گا اور وہ بہت بُرا ٹھکانا ہے(۳)۔

ابن عبدالبرؒ کا کہنا ہے کہ جو کچھ صحابہ کرامؓ کی طرف سے صحیح ثابت ہو، وہ ایسا علم ہے جسے بطور دین اختیار کیا جائے گا(۴)۔ شاطبیؒ کا قول ہے سنة الصحابة رضى الله عنهم سنة يعمل عليها ويرجع اليها (۵)۔ یعنی سنت صحابہؓ بھی سنت کی ایک قسم ہے، اس پر عمل، اور اس کی طرف رجوع کیا جائے گا۔ مالکی علماء نے اقوالِ صحابہؓ کو بطور سنت ہی لیا ہے(۶)۔ ''الموافقات'' کے شارح نے شاطبیؒ کے قول ''سنة الصحابة سنة'' کی شرح میں لکھا ہے کہ صحابہؓ کی سنت سے مراد عملی سنت ہے۔ یعنی صحابہؓ نے کوئی عمل کیا اور اس کے موافق یا مخالف کوئی سنتِ نبوی منقول نہ ہو تو ہم یہ عمل صحابہؓ سنتِ نبوی میں شمار کریں گے اور اس کی اقتداء کریں گے۔ اس بناء پر مصنف کا یہ کہنا کہ قولِ صحابہؓ معتبر اور عمل

۱۔ عقود الجمان ص ۱۷۴

۲۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۸۵/۳۔ البحر المحیط فی اصول الفقه ۵۴/۶ نهایه السول ۴۰۸/۳ نهاية الوصول ۳۹۸۲/۸، التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۵۔ اعلام الموقعین ۲۰/۴،

۳۔ الموافقات فی اصول الشریعة ۷۹/۴

۴۔ جامع بیان العلم و فضله ۹۴۶/۲

۵۔ الموافقات فی اصول الشریعة ۷۴/۴

۶۔ مالک، حیاته و عصره، آراؤه و فقهه ص ۲۶۶

قابلِ اقتداء ہے تو اس میں قول سے مراد قولِ تکلیفی ہے مثلاً صحابہؓ حج کے موقع پر کسی مخصوص جگہ پر تکبیر اور تلبیہ کہتے ہیں۔قول سے مراد ان کی ذاتی رائے اور اجتہاد نہیں ہے(۱)۔

محی الدین نوویؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ قولِ صحابی کو اس حیثیت سے نہیں لیتے تھے کہ وہ صحابی کی رائے ہے بلکہ وہ اسے ایسی حدیث کے طور پر لیتے تھے جسے صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہیں کیا۔اسی لیے امام مالکؒ بعض اوقات موقوف کو مرفوع پر مقدم کرتے ہیں(۲)۔حافظ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ امام مالکؒ قولِ صحابی کو قیاس پر مقدم کرتے ہیں(۳)۔البتہ ابن حاجبؒ کے مطابق قولِ صحابی حجت نہیں ہے(۴)۔قاضی عبد الوہاب(۵) کے نزدیک مالکی مذہب سے یہی صحیح ہے کیوں کہ امام مالکؒ نے وجوبِ اجتہاد اور جس طرف صحیح غور وفکر لے جائے، اس کے اتباع پر زور دیا ہے اور کہا ہے ولیس فی اختلاف الصحابة سعة، انما هو خطأ او صواب(۶)۔یعنی اختلافِ صحابہؓ میں اتنی شدت نہیں ہے۔یہ اختلاف تو محض صواب ہے یا خطا ہے۔

شافعی علماء کی آراء

امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت اور قیاس پر مقدم ہے(۷)۔امام شافعیؒ نے ''الرسالة'' میں لکھا ہے

> فلست الی اتباع قول واحد، اذا لم اجد كتاباً ولا سنة ولا اجماعاً ولا شيئاً في معناه يحكم له بحكمه، او وُجد معه قياس(۸)
>
> میں نے کہا جب قرآن، سنت اور اجماع میں مجھے کچھ نہ ملے یا ایسی چیز بھی نہ ملے جو اس کے معنی میں ہو جس سے اس کا حکم دیا جاسکے، یا اس قولِ صحابی کے ساتھ قیاس بھی ہو تو میں صحابی کے اس تنہا قول کا اتباع کرتا ہوں۔

۱۔ الموافقات فی اصول الشریعة (حاشیہ) ۷۴/۴

۲۔ المجموع شرح المهذب ۱۳۰/۱۹

۳۔ اعلام الموقعین ۳۲/۱

۴۔ منتهی الوصول والأمل ص ۲۰۶

۵۔ ابومحمد عبدالوہاب بن نصر البغدادی، قاضی، فقیہ، مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ آپ ۴۲۲ھ کو مصر میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الدیباج المذهب ص ۲۶۱۔ ترتیب المدارک ۶۹۱/۲

۶۔ البحر المحیط فی اصول الفقه ۵۴/۶

۷۔ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۵۔ اللمع فی اصول الفقه ص ۹۵ قواطع الأدلة ۹/۲ البحر المحیط فی اصول الفقه ۵۴/۶ الإبهاج فی شرح المنهاج ۱۹۲/۳ البرهان فی اصول الفقه ۳۶۲/۲ نهایة السول ۴۰۳/۳ نهایة الوصول ۳۹۸۲/۸

۸۔ الرسالة ص ۵۹۸

بیہقیؒ نے امام شافعیؒ کا یہ قول نقل کیا ہے:

ومن أدركنا ممن يرضى، أو حكي لنا عنه ببلدنا وصاروا فيما لم يعلموا لرسول الله صلى الله عليه وسلم فيه سنة إلى قولهم إن اجتمعوا، أو قول بعضهم إن تفرقوا، فهكذا نقول ولم نخرج من أقاويلهم، وإن قال واحد منهم ولا يخالفه غيره، أخذ بقوله(۱)

ہم نے جن کو پایا ہے یا ہمارے علاقہ کے جن لوگوں سے ہمیں بیان ہوا ہے وہ یہ ہے کہ انہیں جس مسئلہ میں حدیث نہ ملتی تو وہ متفق علیہ قولِ صحابہؓ کو لیتے۔ اگر ان کا اختلاف ہوتو ان میں سے کسی کا قول لے لیتے۔ ہم بھی یہی کہتے ہیں۔ ہم ان کے اقوال سے باہر نہیں جاتے۔ اگر صحابہؓ میں سے کسی نے قول کہا جس کے خلاف کسی اور کا قول نہ ہوتو ہم وہ لے لیتے ہیں۔

امام شافعیؒ کے قولِ قدیم میں یہ بھی ہے کہ اگر صحابہؓ کے اختلافی اقوال ہوئے تو ہم ان میں سے بعض کا قول لیں گے اور ان سب کے اقوال سے باہر نہیں جائیں گے(۲)۔

امام شافعیؒ نے علم کے پانچ طبقات گنوائے ہیں(۳)

۱۔ کتاب اللہ اور سنتِ ثابتہ۔

۲۔ اجماع، اگر کسی مسئلہ میں کتاب وسنت سے کچھ نہ ملے۔

۳۔ قولِ صحابی، جب کسی صحابی کا مخالف قول معلوم نہ ہو۔

۴۔ اختلافِ صحابہؓ اور

۵۔ قیاس۔

اس سے پتہ چلتا ہے کہ امام شافعیؒ کے نزدیک کتاب اللہ، سنت اور اجماع کے بعد قولِ صحابی کا درجہ ہے اور قولِ صحابی قیاس پر مقدم ہے(۴)۔

امام شافعیؒ کا جدید قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ قولِ صحابی حجت نہیں ہے، اس کی تقلید واجب نہیں ہے اور اس پر قیاس مقدم ہے(۵)۔ امام الحرمین جوینیؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ اپنے قولِ قدیم کے مطابق صحابی کے قول سے احتجاج کرتے تھے، پھر آپ سے یہ نقل ہوا ہے کہ آپ نے اس سے رجوع کرلیا۔ غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے وہ اقوال

۱۔ مناقب الشافعی ۱/۴۴۳

۲۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۴

۳۔ معرفۃ السنن و الآثار ۱/۱۸۳، مزید ملاحظہ ہو البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۵، اعلام الموقعین ۲/۲۴۸، ۳/۲۲۱، ۲۲

۴۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۴

۵۔ التبصرة فی اصول الفقہ ص ۳۹۵، قواطع الأدلۃ ۲/۹، تخریج الفروع علی الأصول ص ۱۷۹

حجت ماننے سے رجوع کیا جو موافق قیاس تھے، نہ کہ وہ جو مخالف قیاس تھے(۱)۔ محی الدین نوویؒ کے بقول جس مسئلہ میں امام شافعیؒ سے دو اقوال ہوں، ایک قدیم اور ایک جدید، تو قول جدید صحیح ہے اور اس پر عمل ہوگا کیوں کہ قول قدیم مرجوع ہے(۲)۔ قدیم اقوال اب امام شافعیؒ کا مذہب نہیں ہے۔ انہوں نے جدید اقوال میں قدیم اقوال کے خلاف موقف اختیار کیا ہے(۳)۔

علامہ زرکشیؒ کے مطابق امام شافعیؒ کے قول جدید میں بھی دو موقف ہیں ایک موقف قول قدیم کے موافق ہے۔ اکثر اصحاب نے قول قدیم کے موافق قول کو امام شافعیؒ سے نقل کرنے میں غفلت سے کام لیا ہے(۴)۔ امام شافعیؒ کے جدید موقف میں ایک قول یہی ہے کہ قول صحابی حجت اور قیاس پر مقدم ہے۔ انہوں نے اس کی وضاحت ''اختلاف مع مالک'' میں کی ہے(۵)۔

''الأم'' امام شافعیؒ کی کتاب جدید ہے(۶)۔ انہوں نے اسے مصر میں لکھا تھا(۷)۔ آپ نے اپنی تمام جدید کتب مصر میں لکھی تھیں(۸)۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال مصر میں گذارے اور وہیں وفات پائی تھی(۹)۔

امام شافعیؒ کا ایک قول ہے

كيف اترك الحديث بقول لو عاصرته لحججته(۱۰)

میں اس شخص کے قول کی خاطر حدیث کیسے ترک کردوں کہ
اگر میں اس کا زمانہ پاتا تو اس سے بحث کرتا۔

یہ قول نقل کرنے کے بعد شاطبیؒ لکھتے ہیں ولكنه مع ذلك يعرف لهم قدرهم (۱۱)۔ یعنی اس کے باوجود امام شافعیؒ صحابہ کرامؓ کی قدر و تعظیم جانتے تھے۔

۱۔ البرهان في اصول الفقه ۱۳۶۲/۲
۲۔ المجموع شرح المهذب ۶۶/۱
۳۔ ایضاً ۶۷/۱
۴۔ البحر المحيط في اصول الفقه ۵۵/۶
۵۔ ایضاً ۶۰/۶۔ ملاحظہ ہو: الأم، كتاب اختلاف مالك و الشافعي رضي الله عنهما ۲۰۱/۷
۶۔ توضيح الأفكار ۲۶۶/۱
۷۔ الرسالة، المقدمة ص ۹
۸۔ المجموع شرح المهذب ۹/۱
۹۔ تاريخ بغداد ۵۶/۲
۱۰۔ الموافقات في اصول الشريعة ۷۸/۴
۱۱۔ ایضاً ۷۴/۴

زرکشیؒ کے علاوہ بعض غیر شافعی علماء نے بھی یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق بھی قول صحابی حجت ہے۔ مثلاً حافظ ابن قیم حنبلی نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ کا قدیم وجدید قول یہی ہے کہ قول صحابی حجت ہے(۱)۔ قول جدید میں بھی امام شافعیؒ سے ثابت ہے کہ اقوال صحابہؓ حجت ہیں اور ان کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں:

المحدثات من الأمور ضربان احدهما ما احدث يخالف كتاباً او سنة او اجماعاً او اثراً فهذه البدعة الضلالة

نئے کاموں کی دو قسمیں ہیں۔ ان میں سے ایک قسم ان امور کی ہے جو کتاب اللہ یا سنت یا اجماع یا اثر کے خلاف ہوں۔ یہ بدعت وگمراہی کے کام ہیں۔

حافظ ابن قیمؒ مندرجہ بالا قول نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں کہ ربیعؒ (۲) نے امام شافعیؒ سے مصر(۳) میں استفادہ کیا ہے۔ یہاں امام شافعیؒ نے اثر کی مخالفت کو گمراہی قرار دیا ہے۔ اثر نہ تو قرآن ہے، نہ سنت اور نہ اجماع ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ امام شافعیؒ کے نزدیک قول صحابی حجت ہے(۴)۔ قول جدید قول قدیم کے مطابق ہے(۵)۔ امام شافعیؒ کے آخری تصرفات سے ثابت ہے کہ قول صحابی حجت ہے۔ مثلاً امام شافعیؒ نے دادا اور بہنوں کی میراث میں فرمایا کہ یہ وہ مذہب ہے جسے ہم نے حضرت زید بن ثابتؓ سے لیا ہے بلکہ ہم نے اکثر فرائض انہی سے لیے ہیں(۶)۔

ایک رائے یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق تصرفات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قول صحابی دو صورتوں میں حجت ہے' ایک یہ کہ قول اس مسئلہ میں ہو جس میں اجتہاد کا دخل ومجال نہ ہو اور دوسری یہ کہ اگر اس میں مجال اجتہاد ہو تو قول صحابی کی موافقت میں کوئی نص وارد ہوئی ہو، جیسے میراث کے مسائل میں امام شافعیؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کی تقلید کی ہے(۷)۔ آپ کے متعلق نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے أفرضهم زيد(۸)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۱۲۰/۴

۲۔ ربیع بن سلیمان بن عبدالجبار، ابومحمد، المرادی المؤذن المصری، صاحب امام شافعی۔ امام شافعیؒ کی اکثر کتب ربیعؒ سے مروی ہیں۔ ربیع کے حق میں امام شافعی نے فرمایا کہ ربیعؒ میرا راوی ہے۔ اس نے جو مجھ سے اخذ کیا ہے وہ کسی اور نے مجھ سے نہیں لیا۔ ربیعؒ کی وفات ۲۷۰ھ کو مصر میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو وفیات الأعيان ۲۹۳/۲

۳۔ امام شافعیؒ نے اپنی زندگی کے آخری چار سال مصر میں گذارے۔ ملاحظہ ہو الانتقاء ص ۹۱ ۔ الرسالة، المقدمة ص ۷

۴۔ اعلام الموقعین ۱۲۱/۴

۵۔ ایضاً ۱۲۲/۴

۶۔ ایضاً ۸۰/۱

۷۔ البحر المحيط في اصول الفقه ۶۳/۶

۸۔ صحيح الترمذی، كتاب المناقب، مناقب معاذ بن جبلؓ ۳۰۴/۲ سنن ابن ماجه، المقدمه، كتاب السنة باب فضائل اصحاب رسول الله صلى الله عليه وسلم، فضائل خبابؓ ۱۰۲/۱

جمہور علمائے شافعیہ کے نزدیک قولِ صحابی حجت نہیں ہے(۱)۔ ان علماء میں ابواسحاق شیرازیؒ، امام الحرمین جوینیؒ، ابوالمظفر سمعانیؒ، امام غزالیؒ، ابن برہانؒ، فخر الدین رازیؒ، آمدیؒ، بیضاویؒ اور زرکشیؒ وغیرہ شامل ہیں(۲)۔ امام غزالیؒ اور ابن برہانؒ کے نزدیک مخالف قیاس مذہب صحابی کا اتباع کیا جائے گا(۳)۔ مقداروں کے بارے میں قولِ صحابی توقیف پر محمول کیا جائے گا۔ جیسے حضرت عمرؓ نے مجوسی کی دیت آٹھ سو درہم مقرر کی(۴)۔

دوسرے شافعی علماء کہتے ہیں کہ مخالف قیاس قول کو توقیف پر محمول نہیں کیا جائے گا بلکہ وہ صحابی کا اجتہاد ہے اور اس پر قیاس مقدم ہے(۵)۔

ابوالمظفر سمعانیؒ کا موقف ہے کہ موافق قیاس قول حجت ہے(۶) اور ایسا قول جس میں اجتہاد کا دخل نہ ہو، اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہیں کیا جائے گا(۷)۔

فخر الدین رازیؒ کے نزدیک ایسا قول جس میں اجتہاد کی مجال نہ ہو، حجت ہے(۸)۔ وہ کہتے ہیں کہ دو متعارض قیاس میں سے ایک کے ساتھ قولِ صحابی ہو تو اسے ترجیح دینا جائز ہے لیکن اسے حجت نہیں بنایا جا سکتا(۹)۔ ایک رائے یہ ہے کہ اگر قولِ صحابی کے ساتھ ضعیف قیاس ہو تو یہ قول قوی قیاس سے اولیٰ ہے(۱۰)۔

ابن برہانؒ کے مطابق جو قول مخالف قیاس ہو، وہ حجت ہے اور مذہب شافعی سے یہی صحیح ہے(۱۱)۔

۱۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۳۔ مزید دیکھیے التعارض و الترجیح ۱/۳۸۱

۲۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۸۶۔ البرهان فی اصول الفقہ ۲/۳۵۹۔ قواطع الأدلہ ۲/۹۔ المستصفی ص ۱۶۸۔ الوصول إلی الأصول ۲/۹۳۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۱۳۳۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۴/۳۸۵۔ منہاج الوصول ۲/۲۰۲۔ الإبہاج فی شرح المنہاج ۳/۲۷۱۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۴۔ التحصیل من المحصول ۲/۳۱۹۔ توضیح الأفکار ۱/۲۶۳۔ التمہید فی تخریج الفروع علی الأصول ص ۵۰۰۔ نهایۃ الوصول ۸/۳۹۸۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۵

۳۔ المنخول من تعلیقات الأصول ص ۴۷۸۔ الوصول إلی الأصول ۲/۳۷۵

۴۔ الوصول إلی الاصول ۲/۳۷۵

۵۔ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۹۹

۶۔ قواطع الأدلۃ ۲/۹

۷۔ ایضاً ۱/۳۸۹

۸۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۱۰۳۹۔ مزید دیکھیے التحصیل من المحصول ۲/۱۳۵۔ التمہید فی تخریج الفروع علی الأصول ص ۴۹۹۔ نفائس الأصول ۷/۴۰۰۷۔ نهایۃ السول ۳/۱۹۱

۹۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳/۱۳۵۰

۱۰۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۵۔ البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۳

۱۱۔ الوصول الی الأصول ۲/۳۷۱

حنبلی علماء کی آراء

امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر اصحاب امام احمدؒ کے نزدیک قول صحابی مطلق حجت ہے، خواہ وہ موافق قیاس ہو یا مخالف قیاس۔ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے(۱)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا اصول تھا کہ جس مسئلہ میں حدیث سے صراحۃً کوئی حکم نہ ملتا تو وہ اس مسئلہ میں صحابہؓ کے فتویٰ سے باہر نہیں جاتے تھے(۲)۔ یہ تو نہیں کہا جا سکتا کہ امام احمد بن حنبلؒ صحابہؓ کے تمام فتاویٰ کو نقل کی قبیل سے سمجھتے تھے، البتہ یہ ضرور ہے کہ وہ اقوالِ صحابہؓ کو فہم دین اور شرح اسلامی میں اقوالِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مرجع ثانی قرار دیتے تھے(۳)۔ حنابلہ کے نزدیک مخالف قیاس قول توقیف پر محمول کیا جائے گا اور وہ قول ظاہراً واجب ہے(۴)۔ جن اموالِ مسلمین کو کفار لے چکے ہوں، پھر مسلمان ان پر قبضہ کر لیں اور مالک اپنا مال پائے تو امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک مالک اپنے مال کا سب سے پہلے حق دار ہے، لیکن اگر مالک تقسیم مال کے بعد اسے پائے تو پھر وہ اس کا حق دار نہیں ہے۔ ایسا حضرت عمرؓ نے فرمایا ہے۔ اگر قیاس سے کام لیا جاتا تو یہ مال مالک کا ہوتا(۵)۔ امام احمد بن حنبلؒ، صحابہؓ کے فتاویٰ کو مرسل اور ضعیف پر مقدم کرتے تھے(۶)۔ اس سوال کے جواب میں کہ جب حدیث کے راوی ثقہ ہوں مگر مرسل ہو، وہ آپ کو زیادہ پسند ہے یا صحابی کا فتویٰ جو متصل اور صحیح سند کے ساتھ ہو؟ آپ نے فرمایا عن الصحابۃ اعجب الی(۷)۔ یعنی اس صورت میں صحابی کا فتویٰ مجھے زیادہ پسند ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ سے ایک روایت کے مطابق قول صحابی واجب تقلید نہیں ہے۔ ابن عقیلؒ نے یہ روایت صحیح قرار دی ہے(۸)۔ امام احمد سے، ایک روایت کے مطابق خلفائے راشدین کا قول حجت ہے(۹)۔ حنابلہ میں ابن عقیلؒ اور ابوالخطاب کلوذانیؒ کا یہ موقف ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے، خواہ وہ موافق قیاس ہو یا مخالف قیاس(۱۰)۔

۱۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۱۶۱ شرح الکوکب المنیر ۴/۴۲۲ اتحاف ذوی البصائر ۳/۳۳۹ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۱۱۸۶ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۹۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۳۸۵ اعلام الموقعین ۴/۱۲۰، نہایۃ الوصول ۸/۳۹۸۲

۲۔ اعلام الموقعین ۳/۵۷

۳۔ ابن حنبل، حیاتہ و عصرہ، آراؤہ و فقہہ ص ۲۵۲

۴۔ المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۱۶۱ شرح الکوکب المنیر ۴/۴۲۴

۵۔ اتحاف ذوی البصائر ۳/۱۳۹۹

۶۔ ابن حنبل، حیاتہ و عصرہ، آراؤہ و فقہہ ص ۱۵۱

۷۔ اعلام الموقعین ۱/۲۹

۸۔ الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۰۰ التمہید فی اصول الفقہ ۳/۳۳۶ اتحاف ذوی البصائر ۳/۲۳۰

۹۔ اتحاف ذوی البصائر ۲/۱۲۱۹

۱۰۔ الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۱۰، ۲۱۲ التمہید فی اصول الفقہ ۳/۱۹۵، ۳۳۱ وبعد المختصر فی اصول الفقہ علی مذہب الامام احمد بن حنبل ص ۱۶۱۔ شرح الکوکب المنیر ۴/۴۲۵

ظاہری، اشعری و معتزلی وغیرہ علماء کی آراء

قولِ صحابی کو حجت نہ ماننے والوں میں امام ابن حزمؒ ظاہری(۱) شوکانیؒ (۲)، اشاعرہ(۳) اور معتزلہ(۴) بھی شامل ہیں۔ ابو علی جبائیؒ معتزلی حجیتِ قولِ صحابی کے قائل ہیں(۵)۔ ابوالحسین بصریؒ معتزلی کے نزدیک اگر قول ایسا ہے جس میں رائے اور اجتہاد کا دخل نہیں ہے تو وہ حجت ہے(۶)۔

قائلین کے دلائل

حجیتِ قولِ صحابی کے قائلین نے اپنے موقف کی تائید میں قرآن مجید، احادیث، آثار اور عقلی دلائل سے استدلال کیا ہے۔ ان کے اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

قرآن مجید

۱۔ كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ[آلِ عمران ۳:۱۱۰]

(مومنو!) جتنی اُمتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور بُرے کاموں سے منع کرتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو۔

اس آیت سے صحابہ کرامؓ کی تمام امتوں پر فضیلت ثابت ہوتی ہے۔ وہ ہر حال میں حق پر استقامت رکھنے والے تھے۔ ان کے تمام احوال اس لائق ہیں کہ ان کی موافقت کی جائے نہ کہ ان کی مخالفت کی جائے(۷)۔ اس آیت کے مخاطب صحابہ کرامؓ ہیں کہ وہ جس چیز کا حکم دیتے ہیں وہ معروف ہے، اور امر بامعروف کو قبول کرنا واجب ہے(۸)۔

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۵۳/۶

۲۔ ارشاد الفحول ص ۲۰۶

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۸۵/۴ الواضح فی اصول الفقه ۵/۲۰۰ الإبهاج فی شرح المنهاج ۱۹۲/۳ نهایة الوصول ۳۹۸/۸ ۔ اشاعرہ کو امام ابوالحسن اشعریؒ (م ۳۲۴ھ) سے منسوب کیا جاتا ہے۔ اشاعرہ نے معتزلی عقائد کے خلاف بھرپور کام کیا۔ محدثین و فقہا کا ساتھ دیا۔ اشاعرہ نے نقل و عقل دونوں کی راہ اختیار کی۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو محمد ابو زہرہ، المذاهب الإسلامية ص ۲۶۵ ومابعد

۴۔ آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۳۸۵/۴ البحر المحیط فی اصول الفقه ۵۴/۶ نهایة الوصول ۳۹۸/۸ الواضح فی اصول الفقه ۲۱۰/۵

۵۔ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۵

۶۔ المعتمد فی اصول الفقه ۱۷۴/۲

۷۔ الموافقات فی اصول الشریعة ۷۴/۴

۸۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳۸۷/۴

۲۔ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا [البقرة ۲:۱۴۳]

اور اسی طرح ہم نے تم کو اُمتِ معتدل بنایا ہے تاکہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر (آخر الزماں) تم پر گواہ بنیں۔

اس آیت سے صحابہ کرامؓ کی عدالتِ مطلقہ کا اثبات ہوتا ہے(۱)۔ جب یہ ثابت ہو گیا کہ صحابہ کرامؓ خیرِ امت اور علی الاطلاق عدول ہیں تو پھر ان کا قول اور عمل قابلِ اقتداء ہے(۲)۔

۳۔ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ [التوبة ۹:۱۰۰]

جن لوگوں نے سبقت کی (یعنی سب سے) پہلے (ایمان لائے) مہاجرین میں سے بھی اور انصار میں سے بھی اور جنہوں نے نیکوکاری کے ساتھ اُن کی پیروی کی، اللہ اُن سے خوش ہے اور وہ اللہ سے خوش ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے مہاجرین وانصار کا اتباع کرنے والوں کی تعریف فرمائی ہے۔ اگر ان کی پیروی بھی دوسروں کی تقلید کی طرح ہوتی تو صحابہؓ کے تبعین مستحقِ تعریف نہ ٹھہرتے(۳)۔ یہ نص تقلیدِ صحابہؓ کے وجوب پر دلیل ہے، اگر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ظاہر نہ ہو(۴)۔

۴۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ [النساء ۴:۵۹]

اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

اس آیت کا یہ معنی ہے کہ کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو۔ سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں اقتدائے صحابہؓ کا کہا گیا ہے(۵)۔

صحابی کا فتویٰ مقدم کرنا، امر کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف لوٹانا ہے(۶)۔ اس آیت کی رو سے جب ایسا کرنا ممکن ہو تو، امر کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا واجب ہے۔ لیکن جب اختلافی مسئلہ کا حکم

۱۔ الموافقات فی اصول الشریعة ۴/۷۴

۲۔ ایضاً ۴/۷۶

۳۔ اعلام الموقعین ۴/۱۲۳

۴۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۲۲۰

۵۔ العدة فی اصول الفقه ۴/۱۸۹

۶۔ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۵

کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ملے تو پھر ان دونوں کی طرف لوٹنا واجب نہیں ہے۔ صحابی کا مذہب بھی اس وقت واجب الاتباع ہے جب کسی واقعہ کا حکم کتاب اللہ اور سنتِ نبوی میں نہ ملے(۱)۔

۵۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِی الْاَبْصَارِ [الحشر ۲:۵۹]

تو اے (بصیرت کی) آنکھیں رکھنے والو! سوچ بچار کرو۔

اقوالِ صحابہؓ کو اس لیے مقدم کرنا کہ انہیں دوسروں کے مقابلہ میں صحبت و مشاہدہ کی وجہ سے اصابت رائے سے نوازا گیا ہے اور ان کی رائے میں خطا کا احتمال زیادہ بعید ہے، سوچ بچار اور اعتبار کی ایک قسم ہے۔ دو دلیلوں میں سے ایک کو قوی تر ہونے کی بنا پر ترجیح دینا اعتبار ہی ہے(۲)۔

۶۔ اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا وَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ [یٰس ۳۶: ۲۱]

پیروی کرو ایسوں کی جو تم سے صلہ نہیں مانگتے اور وہ سیدھے رستے پر ہیں

اس واقعہ(۳) میں ایک شخص نے اپنی قوم کو یہ بات سمجھائی، ٹھیک اسی طرح کسی صحابی نے اجرت طلب کی اور نہ ان میں سے کوئی گمراہ تھا(۴)۔

۷۔ وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ [لقمٰن ۳۱: ۱۵]

اور اتباع کر اس کے راستے کا جو میری طرف رجوع کرے۔

ہر صحابی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا تھا، لہٰذا اس کے راستہ کا اتباع واجب ہے۔ صحابی کے اقوال اور اعتقادات ہی اس کی سبیل ہیں(۵)۔

۸۔ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِیْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ [یوسف ۱۲: ۱۰۸]

کہہ دو! میرا راستہ تو یہ ہے۔ میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں (از روئے یقین و برہان) سمجھ بوجھ کر، میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔

اس آیت میں یہ بیان ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع اللہ کی طرف بلانے کا حق دار ہے اور جو اللہ کی

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۳۸۶/۴

۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۸۵/۲

۳۔ قتادہؒ کا قول ہے کہ یہ شخص غار میں اللہ کی عبادت کیا کرتا تھا۔ جب اسے رسولوں کی خبر ملی تو وہ ان کے پاس آیا اور اپنا دین ظاہر کیا۔ جب وہ رسولوں کے پاس پہنچا تو اس نے ان کو کہا کیا آپ کوئی اجر بھی مانگتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا نہیں۔ پھر وہ شخص اپنی قوم کے پاس گیا اور ان کو کہا یا قوم اتبعوا من لا یسألکم اجرا۔ جب اس نے یہ بات کہی تو اس کی قوم نے اسے کہا تم ہمارے دین کے مخالف ہو اور ان رسولوں کے دین کی پیروی کرنے والے ہو اور ان کے معبود پر ایمان لانے والے ہو۔ ملاحظہ ہو: تفسیر الطبری ۱۰/۳

۴۔ اعلام الموقعین ۱۳۰/۴

۵۔ ایضاً ۱۳۰/۴

طرف بصیرت سے بلائے وہ واجب اتباع ہے(۱)۔ احکام الٰہی کی دعوت دینا، اللہ ہی کی طرف بلانا ہے۔ صحابہ کرامؓ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اتباع کیا تھا، لہذا جب وہ اللہ کی طرف بلائیں تو ان کا اتباع واجب ہے(۲)۔

۹۔ وَ يَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ [سبا ۳۴: ۶]
اور جن لوگوں کو علم دیا گیا ہے وہ جانتے ہیں کہ جو (قرآن) آپ کے پروردگار کی طرف سے آپ پر نازل ہوا ہے وہ حق ہے۔

اور فرمایا:

۱۰۔ يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَالَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ [المجادلہ ۵۸: ۱۱]
جو لوگ تم میں سے ایمان لائے اور جن کو علم عطا کیا گیا، اللہ ان کے درجات بلند کرے گا۔

''العلم'' کا لام استغراق کے لیے نہیں بلکہ عہد کے لیے ہے، یعنی وہ علم جس کے ساتھ اللہ نے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا۔ جب ثابت ہوا کہ صحابہ کرامؓ کو یہ علم دیا گیا تھا تو پھر ان کا اتباع واجب ہے(۳)۔

۱۱۔ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ [التوبۃ ۹: ۱۱۹]
اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرتے رہو اور راستبازوں کے ساتھ رہو۔

جمہور سلف کا کہنا ہے کہ یہاں صحابہ کرامؓ مراد ہیں۔ بلاشبہ وہ ائمہ صادقین ہیں۔ ان کے بعد ہر صادق سچائی میں ان کا اتباع کرے گا بلکہ اس وقت سچا سمجھا جائے گا جب وہ صحابہؓ کا اتباع کرے اور ان کے ساتھ ہو(۴)۔

۱۲۔ وَجَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰىكُمْ [الحج ۲۲: ۷۸]
اور اللہ (کی راہ) میں جہاد کرو جیسا کہ جہاد کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو برگزیدہ کیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں یہ بتایا ہے کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ہیں جنہیں اس نے اپنے لیے خاص کر لیا ہے(۵)۔ جب ان کی یہ منزلت ہے تو محال ہے کہ تمام صحابہؓ کسی مسئلہ میں صواب فتوی سے محروم رہیں، کوئی غلط فتوی دے تو دوسرا صحابی درست فتوی نہ دے اور صحابہ کرامؓ کے بعد والوں پر حق ظاہر ہو۔ یہ محال ہے(۶)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۰
۲۔ ایضاً ۴/۱۳۱
۳۔ ایضاً ۴/۱۳۱
۴۔ ایضاً ۴/۱۳۲
۵۔ ایضاً ۴/۱۳۳
۶۔ ایضاً ۴/۱۳۳

۱۳۔ وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا لَمَّا صَبَرُوْا وَكَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يُوْقِنُوْنَ

[السجدة ۳۲:۲۴]

اور ان میں سے ہم نے پیشوا بنائے تھے جو ہمارے حکم سے ہدایت کیا کرتے تھے۔
جب وہ صبر کرتے تھے اور وہ ہماری آیتوں پر یقین رکھتے تھے۔

یہ آیت اصحاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ ان صفات میں بہت کامل درجہ پر تھے۔ لہذا وہ پیشوائے ہدایت بننے کے زیادہ حق دار ہیں(۱)۔

۱۴۔ وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا مِنْ اَزْوَاجِنَا وَذُرِّيّٰتِنَا قُرَّةَ اَعْيُنٍ وَّاجْعَلْنَا لِلْمُتَّقِيْنَ اِمَامًا [الفرقان ۲۵:۷۴]

اور وہ جو (اللہ سے) دعا مانگتے ہیں کہ اے پروردگار! ہم کو ہماری بیویوں کی طرف سے (دل کا چین) اور اولاد کی طرف سے آنکھوں کی ٹھنڈک عطا فرما اور ہمیں پرہیز گاروں کا امام بنا۔

امام کا معنی پیشوا ہے۔ یہ لفظ واحد اور جمع دونوں کی صلاحیت رکھتا ہے، جیسے امت اور اسوہ کے الفاظ ہیں۔ پس پرہیز گار پر صحابہؓ کی اقتداء واجب ہے۔ ان کے فتاویٰ کی مخالفت کرنا ان کی اقتداء کے خلاف ہے(۲)۔

سنّت

۱۔ حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اصحابی كالنجوم بأيهم اقتديتم اهتديتم(۳)

میرے صحابہؓ ستاروں کے مانند ہیں۔ تم ان میں سے جس کی اقتداء کرو گے، ہدایت پاؤ گے۔

ظاہراً یہ حدیث متقاضی ہے کہ ہر صحابی کی اقتداء جائز ہے۔ صحابی کی اقتداء ہدایت ہے(۴)۔ یہاں ہدایت کے لیے اتباع واقتداء لازم کی گئی ہے۔ یہ اس کی حجت پر دلیل ہے، ورنہ مقتدی مہتدی نہیں ہوگا(۵)۔ جب صحابی کا قول ہدایت ہے تو پھر سے ترک کر کے غیر صحابی کا قول لینا جائز نہیں ہے(۶)۔

''بايهم اقتديتم اهتديتم'' سے مراد ہر صحابی کا انفرادی قول ہے۔ اس سے یہ مراد ہے نہیں کہ جب وہ

۱۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۵
۲۔ ایضاً ۴/۱۳۵
۳۔ اس کا حوالہ صفحات ۲۰۳ اور ۲۲۲ پر گزر چکا ہے۔
۴۔ اصول الجصاص ۲/۱۷۳، نفائس الاصول ۶/۲۶۶۹
۵۔ نهاية السول ۴/۴۱۸
۶۔ اصول الجصاص ۲/۱۷۳

کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تب "بایهم اقتدیتم اهتدیتم" پر عمل ہو۔ یہ حدیث دلیل ہے کہ صحابہ کرامؓ میں سے ہر ایک کا قول جب وہ منفرد ہو، حجت ہے(۱)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ میں سے ہر ایک کی اقتداء کا حکم دیا ہے۔ امر وجوب کے لیے ہوتا ہے کیوں کہ یہ امر مطلق ہے۔ اقتدائے صحابہؓ کا مطلب اجتداء ہے جس کا معنی اقوال صحابہؓ سے حجت لینا ہے(۲)۔ اگر یہ کہا جائے کہ یہ امر اس چیز کی اقتداء میں ہے جو صحابہؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں امر، روایت اور فتویٰ دونوں کے لیے عام ہے، ورنہ صحابہؓ کی تخصیص کا فائدہ نہیں رہتا(۳)۔

اسی مفہوم میں مندرجہ ذیل تین احادیث بھی ہیں:

۲۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

انما مثل اصحابی مثل النجوم فايهم اخذ تم بقوله اهتد يتم(۴)

میرے اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ تم نے ان میں سے جس کا قول بھی لیا، تم ہدایت پا جاؤ گے۔

۳۔ حضرت ابن عباسؓ سے مروی حدیث میں فرمانِ نبوی ہے:

مهما اوتيتم من كتاب الله فالعمل به لا عذر لأحد كم في تركه فان لم يكن في كتاب الله فسنّة منّي ماضية فإن لم تكن سنّة منّي ماضية فما قال اصحابي إنّ اصحابي بمنزلة النّجوم في السماء فايها اخذ تم به اهتديتم واختلاف اصحابي لكم رحمة(۵)۔

جب بھی تمہیں کتاب اللہ میں سے ملے تو اس پر عمل (ضروری) ہے۔ تم میں سے کسی ایک کے لیے کوئی عذر نہیں ہے کہ اسے ترک کرے۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو میری سنت جاریہ (پر عمل کرو)۔ اگر میری سنت جاریہ میں سے نہ ہو تو میرے صحابہؓ نے جو کہا۔ بے شک میرے صحابہؓ آسمان میں ستاروں کے مانند ہیں۔ تم نے ان میں سے جس سے بھی جو کچھ لیا، تم نے ہدایت پائی اور میرے صحابہؓ کا اختلاف تمہارے لیے رحمت ہے۔

۱۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۸۶/۴

۲۔ اتحاف ذوی البصائر ۱۳۳۵/۳

۳۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۸۶/۴

۴۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۹۲۳/۲۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے یہ حدیث ذرا مختلف الفاظ میں بھی نقل کی ہے۔ ملاحظہ ہو حوالہ مذکورہ۔

۵۔ الکفایۃ ص ۴۸

۴۔ حضرت عمرؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

سألت ربی فيما اختلف فيه اصحابی من بعدی فاوحی اللّٰه إلیّ یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلة النجوم فی السماء بعضها اضوأ من بعض فمن اخذ بشیء مما هم علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی(۱)۔

میں نے اپنے رب سے اس اختلاف سے متعلق پوچھا جو میرے صحابہ میرے بعد کریں گے۔ اللہ نے میری طرف وحی کی کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم)! بلاشبہ آپ کے صحابہ میرے نزدیک آسمان میں ستاروں کے مانند ہیں جن میں سے بعض بعض سے زیادہ روشن ہیں۔ پس جس نے بھی ان کے اختلاف میں سے کوئی چیز لی، وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے۔

۵۔ حضرت عرباض بن ساریہؓ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فعلیکم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدین المهدیین تمسکوا بها و عضّوا علیها بالنّواجذ وایّاکم و مُحدثات الأمور فإن کل مُحدثةٍ بدعةٌ وکُلُّ بدعةٍ ضلالة(۲)۔

پس تم پر لازم ہے کہ تم میری سنت اور خلفائے راشدین جو ہدایت یافتہ ہیں، کی سنت کو پکڑے رہو اور اسے دانتوں سے مضبوط پکڑ کر رکھو، اور دین میں نئے امور نکالنے سے بچو، کیوں کہ ہر نئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

حافظ ابن قیمؒ کہتے ہیں یہ حدیث حسن ہے۔ اس میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ساتھ سنت خلفائے راشدین کو ملا دیا ہے۔ جس طرح اپنی سنت کے اتباع کا حکم دیا ہے اسی طرح اتباع سنت خلفاء کا بھی حکم دیا ہے۔ اس میں تمام صحابہؓ یا اکثر یا ان میں سے بعض، سب کے فتاوی شامل ہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ خلفائے راشدین نے اپنی سنت کو آن واحد میں نہیں بنایا۔ پس معلوم ہوا کہ ان میں سے جو بھی اپنے دور میں کسی طریقہ پر چلا، وہ خلفائے راشدین کی سنت میں سے ہے(۳)۔ صحابہؓ کے خلاف قول لانا، نئے امور میں سے ہے اور بدعت ہے(۴)۔

۵۔ حضرت حذیفہؓ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فاقتدوا بالذین من بعدی واشار إلی ابی بکر و عمر(۵)

پس تم اقتداء کرو ان کی جو میرے بعد ہوں گے اور آپ نے حضرت

۱۔ الکفایۃ ص ۴۸

۲۔ اس کا حوالہ صفحات ۱۴۲، ۱۷۸، ۲۰۱ اور ۲۰۴ پر گزر چکا ہے۔

۳۔ اعلام الموقعین ۴/۱۴۰

۴۔ ایضاً

۵۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۴ پر گزر چکا ہے۔

ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف اشارہ فرمایا۔

اس حدیث کا ظاہر متقاضی ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی تقلید اس صورت میں لازم ہے جب دونوں کا ایک قول پر اتفاق ہو اور کسی صحابی نے ان سے اختلاف نہ کیا ہو۔ جب دونوں کے متفق علیہ قول کی وجہ سے ان کی تقلید لازم ہے تو ان میں سے ہر ایک اور صحابہ کرامؓ میں سے کسی صحابی کی تقلید بھی لازم ہے، جب کسی دوسرے صحابی نے اس سے اختلاف نہ کیا ہو۔ ایک آدمی ان دونوں کے درمیان فرق نہیں کر سکتا(۱)۔

۶۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لیاتینّ علی امتی ما أتی علی بنی اسرائیل حذو النعل بالنعل حتی إن کان منهم من أتی أمّه علانیة لکان فی امتی من یصنع ذلك و إن بنی اسرائیل تفرقت علی ثنتین و سبعین ملّة و تفترق امّتی علی ثلاث و سبعین ملّة کلهم فی النار إلا ملّة واحدة قالوا من هی یا رسول اللّٰه قال ما أنا علیه و اصحابی (۲)

میری امت پر ایک ایسا زمانہ آئے گا جیسے بنی اسرائیل پر آیا تھا۔ دونوں کے زمانے اس طرح ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہوں گے جیسے ایک جوتا دوسرے جوتے سے ملتا جلتا ہوتا ہے۔ یہاں تک کہ اگر ان میں کسی نے اپنی ماں سے اعلانیہ زنا کیا ہوگا تو میری امت میں اس کام کو کرنے والا ہوگا۔ بنی اسرائیل کے بہتر فرقے ہوئے۔ میری امت میں تہتر فرقے ہوں گے۔ سب دوزخی ہیں، سوائے ایک کے۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ! وہ کون ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس پر میں اور میرے صحابہؓ ہیں۔

ہر شخص جو صحابہؓ کی پیروی کرے، وہ فرقہ ناجیہ میں سے ہے۔ یہ فرقہ اللہ کے فضل سے جنت میں داخل ہوگا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قول مبارک "ما أنا علیه و اصحابی" کا یہی معنی ہے(۳)۔

۷۔ حضرت عمران بن حصینؓ کی روایت میں فرمان نبوی ہے

خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم قال عمران فلا أدری أذکر بعد قرنه قرنین أو ثلاثا(۴)

میری امت میں سب سے بہتر میرا زمانہ ہے، پھر ان کا جو ان کے بعد متصل ہوں گے، پھر ان

۱۔ اصول الجصاص ۲/۱۴۳

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب الایمان، باب ما جاء فی افتراق هذه الأمة ۱۱/۱۰۹-۱۱۰

۳۔ الاعتصام ۲/۲۵۲

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۷۶ پر گزر چکا ہے

کا جوان کے بعد متصل ہوں گے۔ حضرت عمرانؓ نے فرمایا مجھے یاد نہیں کہ آپ نے اپنے زمانہ کے بعد دو مرتبہ قرن فرمایا تھا یا تین مرتبہ۔

اس حدیث میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو خیر کی بشارت دی ہے اور انہیں بعد والوں پر مقدم کیا ہے(۱) صحابہ کرامؓ کو بعض پہلوؤں سے بہتر قرار دینے سے وہ مطلق طور پر "خیر القرون" ثابت نہیں ہوں گے، بلکہ یہ تقدیم خیر کے تمام امور میں ہے(۲)۔

۷۔ حضرت ابو سعید خدریؓ روایت کرتے ہیں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

فلو أن احدکم انفق مثل احد ذھباً ما بلغ مد احد ھم و لا نصیفہ(۳)

اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا راہ اللہ میں خرچ کرے تو میرے صحابی کے ایک مد یا آدھے (کے ثواب) کو بھی نہیں پہنچ سکتا۔

یہ نبوی خطاب حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان جیسے حدیبیہ اور فتح مکہ کے مسلمان صحابہؓ سے تھا۔ اگر سابقین اولین کا مرتبہ حضرت خالد بن ولیدؓ اور ان جیسے صحابہؓ سے اس قدر بلند ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرامؓ کو فتاویٰ میں صواب سے محروم کرے اور ان کے بعد والے لوگ اپنے فتاویٰ میں صحت کو پالیں۔ یہ یقیناً ناممکن ہے(۴)۔ جس اصابت رائے سے صحابہ کرامؓ کو نوازا گیا ہے، اس سے دوسروں کو نہیں نوازا گیا۔ لہذا صحابہؓ کی رائے، بعد والوں کی رائے کے مقابلہ میں احتمال خطا سے زیادہ بعید ہے(۵)۔

۸۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

النجوم امنۃ للسماء فاذا ذھبت النجوم اتی السماء ما توعد و أنا امنۃ لأصحابی واذا ذھبت اتی اصحابی ما یوعدون و اصحابی امنۃ لأمتی فاذا ذھب اصحابی اتی امتی مایوعدون(۶)

ستارے آسمان کے بچاؤ ہیں۔ جب ستارے مٹ جائیں گے تو آسمان پر جس بات کا وعدہ ہے، وہ آجائے گی (یعنی قیامت)۔ اور میں اپنے صحابہ کا بچاؤ ہوں۔ جب میں چلا جاؤں گا تو میرے صحابہ پر بھی وہ وقت آجائے گا جس کا وعدہ ہے (یعنی فتنہ و فساد)۔ اور میرے صحابہ میری

۱۔ المحرر فی اصول الفقہ ۸۵/۲

۲۔ اعلام الموقعین ۱۳۶/۴

۳۔ اس کا حوالہ صفحہ ۸۱ پر گزر چکا ہے

۴۔ اعلام الموقعین ۱۳۸/۴

۵۔ المحرر فی اصول الفقہ ۸۵/۲

۶۔ اس کا حوالہ صفحہ ۸۷ پر گزر چکا ہے۔

امت کے بچاؤ ہیں۔ جب میرے اصحاب چلے جائیں گے تو میری امت پر وہ وقت آ جائے گا
جس کا وعدہ ہے۔

اس حدیث سے وجہ استدلال یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحاب کی نسبت بعد والوں کی طرف یوں کی جیسے اپنی نسبت اپنے اصحاب کی طرف اور جیسے ستاروں کی نسبت آسمان کی طرف کی۔ یہ تشبیہ اس طرف اشارہ کرتی ہے کہ جس طرح صحابہ کرامؓ، رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ہدایت پاتے تھے اور جیسے اہل ارض ستاروں سے راستہ ڈھونڈتے ہیں، اسی طرح صحابہ کرامؓ امت کے لیے رہبر ہیں۔ صحابہ کرامؓ کا ان میں رہنا ان کے لیے امان اور بچاؤ ہے۔ اگر یہ جائز مان لیا جائے کہ صحابہؓ کے فتاویٰ میں خطا تھی اور بعد والوں نے وہ خطا جان لی تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ بعد میں حق پانے والے لوگ صحابہ کرامؓ کے لیے امان اور بچاؤ ہیں۔ یہ محال ہے(۱)۔

۹۔ حضرت انسؓ سے مروی حدیث میں فرمان نبوی ہے:

مثل اصحابی مثل الملح فی الطعام، لا یصلح الطعام إلا بالملح(۲)

میرے اصحاب کی مثال کھانے میں نمک کی طرح ہے۔ کھانا نمک کے بغیر عمدہ نہیں ہوتا۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اصلاح دین کے لیے صحابہؓ کو مانند نمک قرار دیا ہے جس کے بغیر کھانا عمدہ نہیں ہوتا۔ اگر عہد صحابہؓ میں کوئی فتویٰ غلط رہا ہو اور اسے بعد والوں نے صحیح کیا تو وہ مانند نمک ہوئے، یہ محال ہے(۳)۔

۱۰۔ حضرت عویم بن ساعدہؓ کی روایت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إن اللّٰه تبارك و تعالىٰ اختارني و اختارلي اصحاباً فجعل لي منهم وزراء وانصاراً و صهاراً(۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے منتخب فرمایا اور میرے لیے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا۔ ان میں سے میرے لیے وزیر، مددگار اور رشتہ دار بنائے۔

یہ محال ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو صواب سے محروم کر دے جنہیں اس نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وزیر، مددگار اور رشتہ دار بنایا اور بعد والوں کو صواب دے(۵)۔

۱۱۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اقتدوا بالذين من بعدي ابي بكر و عمر و اهتدوا بهدي عمار و تمسكوا

۱۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۷
۲۔ اس کا حوالہ صفحہ ۸۰ پر گزر چکا ہے۔
۳۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۷
۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۸۷ پر گزر چکا ہے۔
۵۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۸

بعهد ابن ام عبد(۱)

میرے بعد تم حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی پیروی کرنا اور حضرت عمارؓ کی ہدایت سے ہدایت حاصل کرنا اور حضرت ابن ام عبد (ابن مسعودؓ) کے عہد کو مضبوطی سے پکڑنا۔

اس حدیث سے بھی صحابہ کرامؓ کی متابعت کرنا ثابت ہوتا ہے(۲)۔

۱۲۔ عبدالرحمن بن غنمؓ(۳) سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے بارے میں فرمایا:

لو اجتمعتما فی مشورة ما خالفتکما(۴)

اگر تم دونوں کسی رائے پر جمع ہو جاؤ تو میں تمہاری مخالفت نہیں کروں گا۔

یہاں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا کہ آپ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے متفق امر پر ان دونوں کی مخالفت نہیں فرمائیں گے(۵)۔

۱۳۔ عبداللہ بن حنطبؓ(۶) روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی طرف دیکھا اور فرمایا ھذا السمع و البصر (۷)۔ یعنی یہ دونوں میرے لیے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں یا یہ دونوں دین کے لیے بمنزلہ کان اور آنکھ کے ہیں۔ یہ محال ہے کہ دین کے کان اور آنکھ درست نہ ہوں اور ان کے بعد والے درست اور صحیح ہوں(۸)۔

۱۴۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إنّ اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبه (۹)

بے شک اللہ تعالیٰ نے حق حضرت عمرؓ کی زبان و قلب پر رکھ دیا ہے۔

یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کی زبان و دل پر حق رکھ دیا ہو وہ کسی مسئلہ کے فتویٰ میں غلطی کرے، صحابہ

۱۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۲۔ اعلام الموقعین ۱۳۰/۴

۳۔ عبدالرحمن بن غنم بن سعد اشعری، تابعی فقیہ۔ حضرت عمرؓ نے اہل شام کو تعلیم دینے کے لیے آپ کو بھیجا تھا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۴۴۱/۷

۴۔ مسند احمد بن حنبل ۲۲۷/۴

۵۔ اعلام الموقعین ۱۴۱/۴

۶۔ عبداللہ بن حنطب بن الحارث قرشی مخزومی۔ ابن حبان کے مطابق آپ نے صحبت نبوی پائی۔ ترمذی نے کہا ہے کہ آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو نہیں پایا۔ ملاحظہ ہو الإستیعاب ۱۵۹/۲، الاصابة ۶۰/۴، اسد الغابة ۲۱۹/۳

۷۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، باب ابی بکر و عمر رضی اللہ عنهما کلیهما ۱۳۳/۳۔۱۳۴

۸۔ اعلام الموقعین ۱۴۱/۴

۹۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۱۳ پر گزر چکا ہے۔

کرامؓ میں کوئی بھی وہ غلطی نہ پکڑے اور ان کے بعد والے اس مسئلہ میں درست رائے پر ہوں(۱)۔

۱۵۔ حضرت ابوہریرۃؓ کی روایت میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لقد كان فيما كان قبلكم من الأمم ناس محدّثون فإن يكُ في امّتي احد فإنّه عمر(۲)

تم سے پہلی امتوں میں ایسے لوگ تھے جو محدَّث تھے۔ اگر میری امت میں کوئی ہوا تو حضرت عمرؓ ہوں گے۔

محدَّث وہ متکلم ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ حق ڈال دیتا ہے اور اللہ کی جانب سے فرشتہ اس سے بات کرتا ہے۔ یہ محال ہے کہ وہ اور ان کے بعد آنے والوں میں کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو وہ باطل پر ہو اور بعد والے حق پر ہوں۔ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اس مسئلہ میں دوسرے لوگ محدَّث ہیں، حضرت عمر محدَّث نہیں ہیں(۳)۔

۱۶۔ حضرت عقبہ بن عامرؓ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لو كان نبي بعدي لكان عمر بن الخطاب(۴)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو حضرت عمرؓ ہوتے۔

یہ محال ہے کہ حضرت عمرؓ ایک مسئلہ میں خطا پر ہوں اور آپ کے بعد والے لوگ اس میں مصیب ہوں(۵)۔

۱۷۔ عبدالرحمن بن سعیدؒ(۶) سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رضيت لأمتي ما رضي لها إبن أم عبد(۷)

میں اپنی امت کے لیے اس چیز پر راضی ہوں جس پر حضرت ابن مسعودؓ راضی ہوئے۔

جو یہ کہے کہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول حجت نہیں اور یہ کہ بعد والوں میں سے آپ کے مخالف کا قول صواب ہے، تو اس نے امت کے لیے وہ پسند نہیں کیا جسے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابن مسعودؓ نے پسند فرمایا(۸)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۱۳۱/۴

۲۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عمر بن الخطابؓ / ۵۲۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ باب من فضائل عمرؓ ۱۸۶۴/۴ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، فی مناقب عمر بن الخطابؓ ۱۳ /۱۳۹

۳۔ اعلام الموقعین ۱۳۲/۴

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۱۲ پر گزر چکا ہے۔

۵۔ اعلام الموقعین ۱۳۳/۴

۶۔ عبدالرحمن بن سعید بن وہب، تابعی۔ بہت کم روایت کرتے تھے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۳۱۰/۶

۷۔ کتاب فضائل الصحابۃ ۸۴۰/۲

۸۔ اعلام الموقعین ۱۳۳/۴

۱۸۔ حضرت ابو سعید خدریؓ سے مروی ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

ولو كنت متخذا خليلا غير ربي لأتخذت ابا بكر ولكن اخوة الإسلام و مودته(۱)

اگر میں اپنے رب کے سوا کسی کو دوست بناتا تو بے شک حضرت ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن اسلام کی اخوت اور مودت ہے۔

یہ محال ہے کہ امت کے اتنے بڑے عالم اور تمام صحابہؓ اپنے فتویٰ میں مصیب نہ ہوں اور بعد والوں کو حق معلوم ہو جائے۔ جو لوگ قولِ صحابی کو حجت قرار نہیں دیتے وہ اس محال کو ممکن بناتے ہیں(۲)۔

۱۹۔ حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

رأيت كأني اتيت بقدح من لبن فشربت منه فأعطيت فضلي عمر بن الخطاب قالوا فما اولته يا رسول الله قال العلم (۳)

میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے دودھ سے بھرا ہوا پیالہ دیا گیا، پھر میں نے اس میں سے پیا۔ پھر میں نے اپنا بچا ہوا دودھ عمر بن خطاب کو دے دیا۔ لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے رسول! آپ نے اس کی کیا تعبیر کی؟ فرمایا علم۔

یہ بعید ہے کہ حضرت عمرؓ کے فتویٰ یا حکم کا مخالف صواب پر ہو اور صحابہ کرامؓ کو حق معلوم نہ ہو سکا ہو، جب کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کے علم کی شہادت دی ہے(۴)۔

۲۰۔ حضرت ابن عباسؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم رفع حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ میں نے آپ کے لیے پانی رکھا۔ جب آپ نکلے تو پوچھا یہ پانی کس نے رکھا؟ لوگوں نے کہا، یا ایک روایت میں ہے، میں نے کہا: ابن عباسؓ نے۔ آپ نے فرمایا:

اللهم فقهه في الدين (۵)

اے اللہ! اس کو دین میں سمجھ عطا کر۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المناقب، باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۵۱۶/۱۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃؓ، باب من فضائل ابی بکر الصدیقؓ ۱۸۵۴/۴-۱۸۵۵ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، مناقب ابی بکرؓ ۱۲۵/۱۳ و بعد الطبقات الکبری ۱۷۶/۳ کتاب فضائل الصحابۃ ۱/۶۲، ۴۷۹ تاریخ الامم والملوک ۱۹۲/۳ شرح السنۃ ۲۸/۱۴، ۲۲ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ ۲۹۹/۴ مسند احمد بن حنبل ۳۵۹/۱، ۳۷۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۶۳، ۱۸/۴، ۴۷۸، ۲۱۲

۲۔ اعلام الموقعین ۱۳۵/۴

۳۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، مناقب عمر بن الخطابؓ ۱۳۵/۱۳

۴۔ اعلام الموقعین ۱۳۶/۴

۵۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۱۶ پر گزر چکا ہے۔

۲۱۔ ایک روایت میں ہے:

اللهم علمه الحكمة(۱)

اے اللہ! اسے حکمت سکھادے۔

یہ ناممکن ہے کہ "حبر الامت" اور "ترجمان القرآن" جس کے لیے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مقبول دعا فرمائی ہو، وہ ضد فتویٰ دے، کوئی صحابی اس کی مخالفت نہ کرے اور بعد والوں میں سے حضرت ابن عباسؓ کے خلاف فتویٰ دینے والا کوئی شخص معیب ہو جائے۔ اسے حق معلوم ہو اور حضرت ابن عباسؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ اس حق سے محروم رہیں، یہ ناممکن ہے(۲)۔

۲۲۔ حضرت ثوبانؓ راوی ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى يأتى امر الله وهم كذلك (۳)

میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔ ان سے (الگ) ہونے والا نہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی قیامت آجائے اور وہ اسی حال میں ہوں گے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ کسی مسئلہ میں صحابی کا فتویٰ غلط تھا اور اس زمانہ میں کسی نے بھی صواب قول نہیں کہا تو پھر اس مسئلہ میں پوری امت حق پر نہیں تھی۔ زمین پر اللہ کی حجت قائم نہیں تھی، معروف کا حکم دینے والا اور منکر سے روکنے والا کوئی نہیں تھا۔ یہ قرآن وسنت اور اجماع کے خلاف ہے(۴)۔

اقوالِ ائمہ

۱۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ بنانے کے موقع پر فرمایا تھا

ألستم تعلمون ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قد امر ابابكر أن يصلى بالناس فايكم تطيب نفسه أن يتقدم ابابكر

کیا تم نہیں جانتے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کو نماز میں امامت کرانے کا حکم دیا تھا۔ پس تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھے۔

سب نے کہا ہم حضرت ابوبکرؓ سے آگے بڑھنے پر اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگتے ہیں(۵)۔

۱۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۱۶ پر گزر چکا ہے۔

۲۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۶

۳۔ اس کا حوالہ صفحہ ۳۰ پر گزر چکا ہے۔

۴۔ اعلام الموقعین ۴/۱۵۰

۵۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۳۷ پر گزر چکا ہے۔

۲۔ حضرت عمرؓ نے اہلِ کوفہ کو لکھا

قد بعثت إليكم عمّار بن ياسر اميراً، و عبدالله بن مسعود معلماً و وزيراً، و هما من النجباء من اصحاب محمد صلى الله عليه وسلم من اهل بدر، فاقتدوا بهما، واسمعوا قولهما، وقد آثرتكم بعبد الله على نفسي(۱)

میں نے حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا ہے۔ یہ دونوں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور اہل بدر میں سے ہیں۔ تم ان دونوں کی اقتداء کرو اور ان کا قول سنو۔ میں نے حضرت ابن مسعودؓ کے معاملے میں خود پر تمہیں ترجیح دی ہے۔

حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو حضرت عمارؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی اقتداء کرنے اور ان کا قول سننے کا حکم دیا۔ اگر ان کا قول حجت نہیں اور اجماع ہی حجت ہے تو پھر ان دونوں کے اختصاص کی کیا ضرورت تھی(۲)۔

۳۔ حضرت علیؓ نے فرمایا

ما كنا نبعد أن السكينة تنطق على لسان عمر(۳)

ہم اسے کچھ بعید نہیں سمجھتے تھے کہ سکینت حضرت عمرؓ کی زبان پر بولتی ہے۔

یہ محال ہے کہ حضرت عمرؓ کے بعد کا کوئی شخص آپ کے خلاف کہے، آپ کا قول خطا ہو اور وہ شخص اپنے قول میں مصیب ہو(۴)۔

۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا

ما رأيت عمر قط إلا و كان ملكاً بين عينيه يسدده(۵)

میں جب بھی حضرت عمرؓ کو دیکھتا تو یہ معلوم ہوتا کہ آپ کی دونوں آنکھوں کے درمیان ایک فرشتہ ہے جو انہیں صحیح رہنمائی کر رہا ہے۔

پس جو شخص ایسا ہو، اس سے زیادہ درستی والا وہ نہیں ہو سکتا جو اس کے مشابہ نہ ہو(۶)۔

۵۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا

لو وُضع علم احياء العرب في كِفّة و علم عمر في كفة لرجح علم عمر(۷)

اگر عرب کے زندہ لوگوں کا علم ایک پلڑے میں اور حضرت عمرؓ کا علم ایک پلڑے

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۶/۷،۸۔ مزید ملاحظہ ہو: اعلام الموقعین ۱/۱۳۳

۲۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۳

۳۔ ابوعبید، کتاب الأموال ص ۴۸۳

۴۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۲

۵۔ ابوعبید، کتاب الأموال ص ۴۸۳

۶۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۲

۷۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۳۶

میں رکھ دیا جائے تو حضرت عمرؓ کے علم کا پلڑا جھک جائے گا۔

''اعلام الموقعین'' میں ''علم احیاء العرب'' کے بجائے ''علم اھل الأرض'' ہے(۱)۔

۶۔ اور فرمایا:

إنّ كنّا لنحسب عمرَ قد ذهب بتسعة اعشار العلم (۲)

اگر ہم حضرت عمرؓ کے علم کا حساب لگائیں تو وہ علم کا ۹/۱۰ حصہ لے گئے۔

یہ بعید ہے کہ عہدِ صحابہؓ کے بعد کسی کے پاس وہ علمِ صحیح ہو جو حضرت عمرؓ کے پاس نہیں تھا(۳)۔

۷۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے:

إنّ الله نظر في قلوب العباد فاختار محمدًا صلّى الله عليه وسلّم فبعثه برسالته و انتخبه بعلمه ثم نظر في قلوب الناس بعده فاختار له اصحابًا فجعلهم انصار دينه و وزراء نبيه وما رآه المومنون حسنا فهو عندالله حسن، وما رآه المومنون قبيحا فهو عندالله قبيح (۴)

بے شک اللہ تعالیٰ نے بندوں کے دلوں پر نظر ڈالی تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو اختیار کیا اور اپنی رسالت سے مبعوث کیا اور اپنے علم سے آپ کو چن لیا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد لوگوں کے دلوں کی طرف دیکھا تو آپ کے لیے صحابہؓ کو اختیار کیا اور انہیں اپنے دین کے مددگار بنایا اور اپنے نبی کے وزراء بنایا۔ اور جس چیز کو مومنین اچھا سمجھیں وہ اللہ کے ہاں بھی اچھی ہے اور جسے مومنین برا سمجھیں وہ چیز اللہ کے نزدیک بھی بری ہے۔

یہ محال ہے کہ ''خیر القلوب'' غلطی کریں اور ان کے بعد والے حق پائیں۔ اگر کسی صحابی نے فتویٰ دیا اور دیگر صحابہؓ خاموش رہے تو اس کی دو صورتیں ہیں انہوں نے فتویٰ اچھا سمجھا، یا انہوں نے اسے برا جانا۔ اگر اچھا سمجھا تو وہ اللہ کے ہاں بھی احسن ہے۔ اگر برا جان کر اس کا انکار نہ کیا تو قلوبِ صحابہؓ ''خیر قلوب العباد'' نہ رہے۔ بعد والوں نے اس غلط قول کا انکار کیا تو وہ صحابہؓ سے بہتر اور زیادہ عالم بن گئے اور یہ قطعی ناممکن ہے(۵)۔

۸۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا:

من كان منكم متأسيا فليتأس باصحاب محمد صلى الله عليه وسلم، فانهم كانوا ابرَّ هذه الأمة قلوبا، واعمقها علما، واقلّها تكلّفا، واقومها هديا، واحسنها حالا، قوما اختارهم الله

۱۔ اعلام الموقعین ۱۳۳/۴

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۳۳۶/۲

۳۔ اعلام الموقعین ۱۳۳/۴

۴۔ کنز العمال، حدیث نمبر ۳۵۵۹۰، ۳۸۵/۱۲۔ مزید ملاحظہ اعلام الموقعین ۱۳۸/۴

۵۔ اعلام الموقعین ۱۳۹/۴

تعالی لصحبة نبیه صلی اللّٰہ علیه وسلم، فاعرفوا لهم فضلهم واتبعوا فی آثارهم فإنهم کانوا علی الهدی المستقیم (۱)

تم میں سے جسے پیروی کرنی ہو وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ کی پیروی کرے۔ وہ اس امت میں سب سے زیادہ پاکیزہ دل، سب سے زیادہ گہرا علم رکھنے والے، سب سے کم تکلف والے، راہ ہدایت پر سب سے زیادہ قائم اور سب سے بہتر حال والے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت و رفاقت کے لیے منتخب کیا تھا۔ پس تم ان کی فضیلت پہچانو اور ان کے نقشِ قدم کی پیروی کرو۔ وہ راست ہدایت پر تھے۔

۹۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک اور قول ہے:

اتبعوا آثارنا ولا تبتدعوا فقد کفیتم (۲)

ہمارے آثار کی پیروی کرو۔ بدعتی نہ بنو تو یہ تمہارے لیے کافی ہوگا۔

یہ ناممکن ہے کہ امت کے سب سے زیادہ پاکیزہ دلوں والے، سب سے گہرا علم رکھنے والے، سب سے کم تکلف کرنے والے اور راہ ہدایت پر سب سے زیادہ قائم اصحاب کو، اللہ تعالیٰ اپنے احکام میں صواب سے محروم کر دے اور ان کے بعد آنے والے اسے پالیں (۳)۔

۱۰۔ حضرت ابن عباسؓ سے جب مسئلہ پوچھا جاتا تو وہ اس کا حکم دریافت کرنے کے لیے سب سے پہلے قرآن کی طرف رجوع کرتے اور پھر سنت کی طرف۔ اگر ان دونوں سے حکم نہ ملتا تو پھر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے جو مروی ہوتا، اسے بتا دیتے، ورنہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے (۴)۔

حضرت ابن عباسؓ اتباع دلیل میں مشہور ہیں۔ انہوں نے دلیل کے ساتھ اکابر صحابہؓ سے بھی اختلاف کیا۔ وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے بعد حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا قول حجت مانتے ہیں اور ان کے اس موقف سے کسی صحابی نے اختلاف نہیں کیا (۵)۔

۱۱۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ نے فرمایا

اتقوا یا معشر القراء، وخذوا طریق من کان قبلکم، فلعمری لئن اتبعتموه لقد سبقتم سبقا

۱۔ جامع بیان العلم وفضله ۲/۹۷، الموافقات فی اصول الشریعة ۴/۷۸، ۷۹

۲۔ الموافقات فی اصول الشریعة ۴/۷۹

۳۔ اعلام الموقعین ۴/۱۳۹

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۴۴ پر گزر چکا ہے۔

۵۔ اعلام الموقعین ۴/۱۴۳

بعيداً، ولئن تركتموه يميناً و شمالاً لقد ضللتم ضلالاً بعيداً (۱)

اے گروہ قراء! تقویٰ اختیار کرو اور جو تم سے پہلے تھے ان کے راستہ پر چلو۔ میری عمر کی قسم! اگر تم نے ان کی پیروی کی تو بہت زیادہ ترقی کرو گے اور اگر تم نے ان کے راستہ کو دائیں اور بائیں چھوڑ دیا تو تم بہت دور کی گمراہی میں پڑ جاؤ گے۔

یہ محال ہے کہ بھلائی کی طرف سبقت کرنے والے غلطی پر ہوں (۲)۔

۱۲۔ حضرت عبادۃ بن صامتؓ نے فرمایا:

بايعنا رسول الله صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة في اليسر والعسر والمنشط والمكره وأن لا ننازع الأمر أهله وأن نقول أو نقوم بالحق حيثما كنا لا نخاف لومة لائم (۳)

ہم نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر اس بات پر بیعت کی کہ ہم آسانی، تنگی، خوشی، ناگواری غرض ہر حالت میں آپ کے احکام سنیں گے اور اطاعت کریں گے، اور یہ کہ حاکم سے اختلاف نہیں کریں گے اور ہمیشہ حق بات کہیں گے اور حق پر قائم رہیں گے، اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پروا نہیں کریں گے۔

صحابہ کرامؓ نے یہ بیعت پوری کی۔ حکمرانوں نے جب کبھی عدل وانصاف سے انحراف کیا تو صحابہؓ نے خوف، سزاؤں اور سختیوں کی پروا کیے بغیر ان کا انکار کیا۔ بعد والے یہ مرتبہ نہیں پا سکتے۔ ان میں سے اکثر نے حکمرانوں کے ظلم و جور کے ڈر سے حق چھوڑ دیا۔ پس یہ محال ہے کہ بعد والے صواب پالیں اور صحابہؓ صواب سے محروم رہیں (۴)۔

۱۳۔ حضرت جندب بن عبداللہؓ (۵) کے پاس خوارج کا گروہ آیا اور انہوں نے کہا ہم تمہیں کتاب اللہ کی طرف بلاتے ہیں۔ حضرت جندبؓ نے پوچھا کیا تم بلاتے ہو؟ انہوں نے کہا ہاں۔ آپ نے پھر پوچھا کیا تم؟ انہوں نے کہا: ہاں۔ آپ نے فرمایا:

يا أخابيث خلق الله في اتباعنا تختارون الضلالة، أم في غير سنتنا تلتمسون الهدى؟ اخرجوا عني (٦)

اے خلق اللہ میں سے سب سے زیادہ خبیثو! تم ہمارے اتباع کو گمراہی سمجھتے ہو اور

۱۔ جامع بيان العلم وفضله ۲/۹۷، الموافقات في أصول الشريعة ۳/۷۸، اعلام الموقعين ۴/۱۳۹۔

۲۔ اعلام الموقعين ۴/۱۳۹

۳۔ سنن النسائي، كتاب البيعة، باب البيعة على أن لا ننازع الأمر أهله ۷/۱۵٦

۴۔ اعلام الموقعين ۴/۱۴۳

۵۔ حضرت جندب بن عبداللہ بن سفیانؓ صحابی۔ کوفہ میں رہے پھر بصرہ چلے گئے تھے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ٦/۳۵، الاستيعاب ۲/۷۷، الإصابة ۲/۱۰۴، اسد الغابة ۱/۵٦٦، سير اعلام النبلاء ۳/۱۷۴

٦۔ اعلام الموقعين ۴/۱۳۹

ہمارے طریق کے خلاف کو تم ہدایت سمجھتے ہو؟ نکل جاؤ یہاں سے۔

۱۴۔ حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے خلیفہ کے انتخاب میں حضرت عثمانؓ کو اس بات پر بیعت کے لیے کہا کہ وہ کتاب اللہ، سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ دونوں خلفاء کی سنت کے مطابق فیصلے کریں گے، تو حضرت عثمان نے اسے قبول کر لیا(۱)۔ حضرت عثمانؓ نے تمام صحابہؓ کی موجودگی میں اسے قبول کیا اور کسی صحابی نے حضرت عثمانؓ سے اختلاف نہیں کیا(۲)۔ لہذا یہ اجماع ہو گیا(۳)۔

۱۵۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کا قول ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنت جاری فرمائی اور آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے۔ ان کی سنت کو لینا کتاب اللہ کی تصدیق، اطاعت الٰہی کی تکمیل اور دین اللہ کے لیے قوت ہے۔ جس نے اس پر عمل کیا، وہ ہدایت پر ہے۔ جس نے اس سے مدد چاہی، وہی منصور ہے اور جس نے اس کی مخالفت کی، اس نے مومنوں کے بجائے کسی اور کے راستہ کی پیروی کی۔ اللہ اسے اسی پر رکھے گا اور اسے جہنم داخل کرے گا، جو بہت بُرا ٹھکانا ہے۔ ایک اور روایت میں (اور دین اللہ کے لیے قوت ہے) کے بعد ہے: اس سنت میں تغییر و تبدیلی کا کسی کو اختیار نہیں ہے۔ جو رائے اس کے خلاف ہوگی، اس کی طرف نہیں دیکھا جائے گا۔ جس نے اس سنت سے ہدایت پائی، وہ ہدایت یافتہ ہوا(۴)۔

۱۶۔ قاضی شریحؒ نے فرمایا میں اثر کی تابعداری کرتا ہوں اور جو اسلاف سے پایا، وہ تمہیں پہنچاتا ہوں(۵)۔

۱۷۔ سعید بن جبیرؒ کا قول ہے بدری صحابہؓ جسے نہیں جانتے، وہ دین نہیں ہے(۶)۔

۱۸۔ امام ابراہیم نخعیؒ(۷) نے فرمایا کسی قوم کی بدبختی کے لیے یہ کافی ہے کہ ان کے اعمال صحابہ کرامؓ کے اعمال کے خلاف ہوں(۸)۔

۱۹۔ امام شعبیؒ(۹) سے تمسک پر زور دیتے ہوئے فرماتے ہیں تم پر لازم ہے کہ آثار سلف کو پکڑے رکھو، اگرچہ

۱۔ المنتظم ۴/۳۳۷، تاریخ الخلفاء ص ۱۰۳

۲۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۱۱۹۹

۳۔ المحصول من المحصول ۲/۳۲۰، آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۲۸۸

۴۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۴/۷۹

۵۔ اعلام الموقعین ۴/۱۵۱

۶۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ ۴/۷۸

۷۔ ابوعمران ابراہیم بن یزید بن اسود نخعی، فقیہ عراق، حافظ، عالم حدیث، زاہد۔ آپ کا انتقال ۹۵ھ/۹۶ھ کو کوفہ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو حلیۃ الأولیاء ۴/۲۱۹، الطبقات الکبری ۶/۲۷۰، تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۳، تاریخ بغداد ۱۳/۲۳۲، سیر اعلام النبلاء ۴/۵۲۰، صفۃ الصفوۃ ۳/۸۶

۸۔ اعلام الموقعین ۴/۱۵۱

۹۔ عامر بن شراحیل شعبی، ابوعمرو ہمدانی، کوفی، تابعی، حافظ، فقیہ، متقی، قاضی، زاہد۔ آپ کوفہ میں ۱۰۳ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶/۲۴۶، سیر اعلام النبلاء ۴/۲۹۴، المنتظم ۷/۹۲، حلیۃ الأولیاء ۴/۳۱۰، تذکرۃ الحفاظ ۱/۷۹، صفۃ الصفوۃ ۳/۳۶، شذرات الذھب ۱/۱۲۶، وفیات الأعیان ۱/۲۱۵

لوگ تجھے چھوڑ دیں(۱)۔

۲۰۔ امام اوزاعیؒ(۲) کا قول ہے خود کو سنت پر قائم رکھو۔ صحابہؓ نے جو موقف اختیار کیا، تم بھی وہی موقف اپناؤ۔ سلف صالحین کے راستہ پر چلو۔ جو انہیں کافی تھا وہ تمہارے لیے بھی کافی ہے۔ جو انہوں نے کہا، تم بھی وہی کہو۔ جس سے وہ رک گئے، اس سے تم بھی رک جاؤ۔ کیوں کہ کسی ایسی خوبی کی وجہ سے جو تم میں پائی جاتی ہو، کوئی بھلائی صحابہ کرامؓ سے بچا کر تمہارے لیے نہیں رکھی گئی ہے۔ یہ صحابہ کرامؓ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے منتخب کیا اور جن میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا اور جن کی صفت یوں بیان فرمائی مُحَمَّدٌ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ[الفتح ۴۸: ۲۹](۳) ترجمہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے پیغمبر ہیں اور جو لوگ ان کے ساتھ ہیں وہ کافروں کے حق میں تو سخت ہیں اور آپس میں رحم دل۔

عقل

۱۔ صحابہ کرامؓ ان اسباب وحوادث کے شاہد تھے جن میں احکام نازل ہوئے۔ انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے احکام تبدیل ہوئے۔ وہ نبوی خطاب کے مقاصد سے بطریق مشاہدت زیادہ آگاہ تھے۔ مشاہدہ ہی سے مخاطب کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہوتی۔ لہٰذا صحابیؓ کا کسی مسئلہ میں اعتبار اور قیاس اقرب الی صواب اور ان کا قیاس ہمارے قیاس سے زیدہ قوی اور راجح ہے۔ ان کی رائے ہر اس شخص کی رائے پر ترجیح رکھتی ہے جس نے وہ تمام احوال واسباب نہیں دیکھے جنہیں صحابہ کرامؓ نے دیکھا ہے(۴)۔ لہٰذا اس صفت کی بنا پر قول صحابی کی تقدیم واجب ہے جس طرح خبر واحد کو قیاس پر مقدم کرنا واجب ہے، اگر چہ وہ خبر واحد قطعی نہ ہو(۵)۔

۲۔ صحابی کے فتویٰ میں یہ احتمال ہے کہ اس نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔ صحابی کے پاس کوئی نص اور خبر ہو جس پر اس نے فتویٰ دیا۔ صحابہ کرامؓ کی عادت سے ظاہر ہے کہ جس صحابی کے پاس نص ہوتی تو وہ کبھی اسے روایت کرتے اور کبھی نص سے موافقت کرتے ہوئے فتویٰ دے دیتے اور روایت نہ کرتے۔ اگر ضرورت کے وقت رائے سے فتویٰ دیا تو اس سے پہلے وہ لوگوں سے مشورہ کرتے تھے کہ شاید ان کے پاس کوئی خبر ہو۔ اس میں کوئی

۱۔ اعلام الموقعین ۴/۱۵۲

۲۔ ابو عمرو عبدالرحمن بن عمرو بن محمد اوزاعی، دمشقی، حافظ، مفتی، فقیہ اہل شام، کثیر الحدیث۔ آپ ۱۵۷ھ کو بیروت میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۷/۴۸۸، سیر اعلام النبلاء ۷/۱۰۷، تذکرۃ الحفاظ ۱/۱۷۸، شذرات الذہب ۱/۲۴۱، البدایہ والنہایہ ۱۰/۵، المعارف ص ۴۹۶، وفیات الاعیان ۱/۳۴۳

۳۔ اعلام الموقعین ۴/۱۵۲

۴۔ اصول الجصاص ۲/۱۷۲، میزان الاصول ص ۴۸۷، المحصول فی اصول الفقہ ۲/۸۴، عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۲۳۱، اعلام الموقعین ۴/۱۴۷، اتحاف ذوی البصائر ۳/۱۳۳۷

۵۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۱۱۸۸

شک نہیں ہے کہ جس میں صاحب وحی سے سماع کا احتمال ہو وہ محض رائے پر مقدم ہے۔ بلکہ صحابہ کرامؓ میں سماع اصل ہے اور قولِ صحابی کو صرف احتمال کی بنیاد پر سماع سے منقطع نہیں کیا جائے گا(۱)۔

۳۔ صحابہ کرامؓ کی عادت تھی کہ وہ فتویٰ دیتے وقت اس کے موافق خبر کی اسناد سے متعلق خاموش رہتے اور خبر کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہیں کرتے تھے۔ ایسا کرنا کتمان نہیں ہے۔ کسی سوال کے جواب میں واجب یہی ہے کہ حکم بیان کر دیا جائے، البتہ اگر حکم کا مستند پوچھا جائے تو پھر اسناد بتانا واجب ہے۔ یہ احتمال بھی ہے کہ صحابہؓ نے احتیاطاً خبر روایت نہ کی ہو۔ خبر کے الفاظ اچھی طرح یاد نہ ہوں اس لیے خبر کے معنی و مفہوم پر فتویٰ دے دیا ہو۔ یہ احتمال بھی ہے کہ صحابی نے اسے نقل کیا لیکن وہ ہم تک پہنچا نہ ہو، یا صحابی نے گمان کیا کہ دوسرے صحابی نے اسے نقل کر دیا ہوگا، لہٰذا اس نے اس پر اکتفا کیا ہو(۲)۔ جب قولِ صحابی میں سماع کا احتمال ثابت ہو گیا تو وہ اس رائے پر مقدم ہے جس کی بنیاد میں کوئی خبر نہیں ہے۔ اس طریق سے قولِ صحابی کو رائے پر مقدم کرنا بمنزلہ خبرِ واحد کو قیاس پر مقدم کرنے کے ہے(۳)۔

۴۔ صحابہؓ نے جو سنا وہ سب روایت نہیں کیا۔ حضرت ابوبکرؓ قبل از بعثت نبوی سے وصال نبوی تک ہر موقع پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے، لیکن حضرت ابوبکرؓ سے مروی احادیث ایک سو بھی نہیں ہیں۔ حضرت ابوہریرہؓ صرف چار سال صحبتِ نبوی میں رہے لیکن ان کی روایات کثیر ہیں۔ جلیل القدر صحابہؓ کی روایات بہت کم ہیں۔ اگر تمام صحابہؓ اپنی روایات رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے بیان کرتے تو ان کی تعداد حضرت ابوہریرہؓ کی روایات سے بھی زیادہ ہوتی۔ صحابہ کرامؓ روایت میں حزم و احتیاط سے کام لیتے تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو سنا ہوتا، اسے بیان کرتے لیکن صریح الفاظ میں یہ نہیں کہتے تھے کہ ہم نے اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے(۴)۔

۵۔ صحابی کے فتویٰ میں چھ امکانات پائے جاتے ہیں:

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔

۲۔ صحابی سے سنا جس نے اسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہو۔

۳۔ قرآن کی کسی آیت سے سمجھا ہو جو فہم ہم سے مخفی رہ گیا ہو۔

۱۔ میزان الاصول ص ۴۸۸، المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۴، فواتح الرحموت ۲/۱۸۶، عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۲۲۷، ۳۳۰، نسفی، کشف الاسرار ۲/۱۰۱

۲۔ شرح الکوکب المنیر ۲/۲۱۵

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۳۳۰، العدة فی اصول الفقه ۴/۱۱۸۷-۱۱۸۸

۴۔ اعلام الموقعین ۴/۱۲۷-۱۲۸

۴۔ اس پر فتویٰ صحابہ کرام کی ایک جماعت کا اتفاق ہو لیکن وہ ہم تک ایک صحابی کے فتویٰ کے طور پر پہنچا ہو۔

۵۔ لفظ کی اس معنی پر دلالت ہو جس کے لیے صحابی نے لفظ استعمال کیا ہے اور ہم اس کی وجہ نہیں سمجھ پا رہے یا سیاق میں ایسے قرائن کا پایا جانا ہو جو شارع کے خطاب سے متعلق ہیں، ان سب چیزوں کے پیش نظر انہوں نے اسے سمجھا ہو اور پھر کہا ہو۔ وہ نزول وحی کے شاہد تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے افعال، اقوال اور سیرت سے آگاہ تھے۔

۶۔ وہ مفہوم سمجھا ہو جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد نہیں تھی۔

پہلی پانچ صورتوں میں صحابی کا فتویٰ حجت اور واجب اتباع ہے۔ آخری صورت میں یہ فتویٰ حجت نہیں ہے۔ لیکن پہلے پانچ احتمالات چھٹے احتمال پر غالب ہیں۔ غالب گمان ہی مطلوب ہوتا ہے اور اسی پر عمل ہوتا ہے(۱)۔

۶۔ جب مذہب صحابی حجت ہے تو یہاں حکم کا ماٰخذ لیا گیا ہے۔ صحابی نے جس دلیل سے حکم اخذ کیا ہے وہ دلیل اور مدرک شرعی اختیار کیا گیا ہے۔ یہ مذہب صحابی کو لینا نہیں بلکہ وہ چیز لینا ہے جسے صحابی نے لیا ہے(۲)۔

۷۔ قول صحابی دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ توقیفی ہے یا مبنی بر اجتہاد ہے۔ اگر توقیفی ہے تو وہ واجب اتباع ہے اور اگر مبنی بر اجتہاد ہے تو صحابی کا اجتہاد غیر صحابی کے اجتہاد سے اولیٰ ہے۔ صحابی نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت پائی، آپ کا کلام سنا اور اس کلام کے معانی ومقاصد سے زیادہ آگاہ ہے(۳)۔

۸۔ جس قول میں قیاس کا دخل نہیں اور اس میں رائے کے قبیل سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تو وہ قول توقیف پر محمول کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ کے قول میں انکل پچو، بے تکے پن اور اندازے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ان کا قول کذب پر محمول کیا جائے، کیوں کہ نصوص صحابہ کرامؓ ہی سے ہم تک پہنچی ہیں۔ اگر ان کا قول کذب پر محمول کیا جائے تو ان کی روایات باطل قرار پائیں گی۔ پس صحابی کی رائے یا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کے علاوہ کوئی تیسری صورت نہیں ہے۔ اس باب میں رائے کا دخل نہیں، لہذا سماع متعین ہو گیا۔ صحابی کا فتویٰ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی مانند ہو گیا۔ بلاشبہ اگر صحابی، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع کا ذکر کرتا تو اس کا قول اثبات حکم میں حجت ہوتا۔ اسی طرح جب صحابی نے ایسے مسئلہ میں فتویٰ دیا جس میں سماع کے سوا کوئی دوسرا طریقہ نہیں ہے تو یہ قول بھی اثبات حکم میں حجت(۴) اور مرفوع کے حکم میں ہے(۵)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۱۴۸/۴

۲۔ فواتح الرحموت ۱۸۶/۲ نهاية السول ۸/۳ ۳ الإبهاج في شرح المنهاج ۹۳،۱۹۳/۳

۳۔ العدة في اصول الفقه ۱۱۸۷/۴

۴۔ عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۲۲۶/۳

۵۔ توضيح الافكار ۲۶۳/۱

۹۔ قولِ صحابی میں غالب گمان یہ ہے کہ وہ ایک کا نہیں بلکہ تمام صحابہ ؓ کا قول ہے۔ اگر ان میں اختلاف ہوتا تو وہ ظاہر ہو جاتا۔ وہ ایک جگہ پر تھے، ایک دوسرے سے اخذ علم کرتے اور اجتہادی مسائل میں مشورہ کرتے تھے کہ شاید دوسرے کے پاس ایسی خبر ہو جو اسے رائے کے استعمال سے روک دے۔ اگر ان میں اختلاف ہوتا تو وہ تابعین جنہوں نے خود کو احکام شریعت کی تبلیغ پر مامور کر رکھا تھا، کی وساطت سے ہم تک پہنچ جاتا(۱)۔

۱۰۔ صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف ہونا اور ان کا ایک دوسرے کی مخالفت جائز قرار دینا عدم حجیت کی دلیل نہیں ہے۔ یہ دلیل محلِ نزاع سے متعلق نہیں ہے کیوں کہ ایک صحابی کا قول دوسرے صحابی پر بالاتفاق حجت نہیں ہے(۲)۔ قولِ صحابی دوسرے صحابی پر لازم نہیں ہے کیوں کہ وہ برابر تھے، لیکن غیر صحابی پر لازم ہے کیوں کہ وہ صحابی کے مساوی نہیں ہے۔ ان میں مختلف وجوہ سے تفاوت پائی جاتی ہے(۳)۔

۱۱۔ صحابہ کرامؓ کا خطا، سہو اور غلطی سے غیر معصوم ہونا، ان کے اتباع و تقلید اور ان کے قول کے حجت ہونے میں مانع نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ مجتہد خطا و سہو سے غیر معصوم ہے اور عوام پر مجتہد کی تقلید لازم ہے۔ لہذا احتمالِ خطا کے باوجود مذہب صحابی حجت مانا جائے گا، جیسے خبر واحد اور قیاس حجت ہیں(۴)۔

۱۲۔ اگر صحابہؓ نے لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف نہیں بلایا تو یہ ان کی تقلید سے منع نہیں کرتا۔ یہ کہیں بھی ثابت نہیں ہے کہ انہوں نے اپنے میں سے کسی صحابی کے قول کی تقلید سے منع کیا ہو(۵)۔

۱۳۔ اگرچہ قولِ صحابی میں کئی احتمالات ہیں لیکن یہ ایک ہی طرز کے نہیں ہیں۔ خبر واحد بھی محتمل ہے لیکن وہ قیاس پر مقدم ہے۔ اس طرح قولِ صحابی بھی محتمل ہے لیکن وہ اقرب الی الصواب ہے(۶)۔

مخالفین کے دلائل

مطلق قولِ صحابی کی حجیت کے مخالفین نے اپنے موقف کی حمایت میں قرآن مجید، احادیث، آثار اور عقل سے استدلال کیا ہے:

قرآن

۱۔ فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ [الحشر ۵۹:۲]

پس اے (بصیرت) کی آنکھیں رکھنے والو! سوچ بچار کرو۔

۱۔ میزان الأصول ص ۴۸۷

۲۔ اتحاف ذوی البصائر ۱۳۴۴/۳

۳۔ میزان الأصول ص ۴۸۸

۴۔ العدة في أصول الفقه ۱۱۹۰/۴، اتحاف ذوی البصائر ۱۳۴۸/۳

۵۔ العدة في أصول الفقه ۱۱۹۱/۴

۶۔ میزان الأصول ص ۴۸۸

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اعتبار یعنی اجتہاد کا حکم دیا ہے، تقلید کا حکم نہیں دیا۔ اعتبار تقلید کے منافی ہے(۱)۔

۲۔ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَطِيعُوا اللَّهَ وَ أَطِيعُوا الرَّسُولَ وَ أُولِي الْأَمْرِ مِنكُمْ فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ [النساء ۴: ۵۹]

مومنو! اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمانبرداری کرو اور جو تم میں سے صاحب حکومت ہیں ان کی بھی، اور اگر کسی بات میں تم میں اختلاف واقع ہو تو اگر اللہ اور روز آخرت ایمان رکھتے ہو، اس میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم (کے حکم) کی طرف رجوع کرو۔

اللہ تعالیٰ نے متنازع امور کو صرف اللہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لوٹانا واجب اور ولی الامر کی طرف لے جانا ساقط قرار دیا ہے(۲)۔ مذہبِ صحابی کی طرف رجوع واجب کا ترک کرنا ہے جو ممنوع ہے(۳)۔

۳۔ اللہ تعالیٰ نے تقلید کی مذمت کی ہے۔ کفار کا طرزِ عمل حکایت کرتے ہوئے فرمایا گیا(۴)

بَلْ قَالُوا إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّهْتَدُونَ [الزخرف ۴۳: ۲۲]

بلکہ کہنے لگے کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راستہ پر پایا ہے اور ہم ان ہی کے قدم بقدم چل رہے ہیں۔

اور فرمایا:

۴۔ إِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلَىٰ أُمَّةٍ وَإِنَّا عَلَىٰ آثَارِهِم مُّقْتَدُونَ [الزخرف ۴۳: ۲۳]

ہم نے اپنے باپ دادا کو ایک راہ پر پایا اور ہم قدم بقدم ان ہی کے پیچھے چلتے ہیں۔

مزید فرمایا

۵۔ وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ قَالُوا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا عَلَيْهِ آبَاءَنَا [المائدۃ ۵: ۱۰۴]

اور جب ان لوگوں سے کہا جاتا ہے کہ جو (کتاب) اللہ نے نازل فرمائی ہے اس کی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرو تو کہتے ہیں کہ جس طریق پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے وہی ہمیں کافی ہے۔

۱۔ نہایۃ السول ۴/۶۰۳، ۶۱۲، تخریج الفروع علی الأصول ص ۱۷۹

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۸۰، قواطع الأدلۃ ۲/۳۳۲،۱۰

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۴/۲۸۵

۴۔ قواطع الأدلۃ ۲/۳۴۳، ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۳۶

۶۔ قُلْ أَنَدْعُوا مِنْ دُونِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰى أَعْقَابِنَا بَعْدَ إِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ [الأنعام ۶:۷۱]

کہو، کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ برا، اور جب ہم کو اللہ نے سیدھا رستہ دکھا دیا تو (کیا) ہم الٹے پاؤں پھر جائیں۔

یہ آیت مقلد کا فعل ظاہر کرتی ہے کہ وہ ایسے شخص کے اتباع کا التزام کرتا ہے جو نفع دیتا ہے نہ نقصان اور نہ روز قیامت شفیع ہے۔ اس کی اچھائیوں میں سے کوئی اچھائی اسے پہنچ سکتی ہے اور نہ اس کی برائیوں میں سے کوئی برائی اس سے دور ہو سکتی ہے(۱)۔

۷۔ إِذْ تَبَرَّأَ الَّذِينَ اتُّبِعُوا مِنَ الَّذِينَ اتَّبَعُوا وَرَأَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْأَسْبَابُ [البقرة ۲:۱۶۶]

اس دن پیشوا اپنے پیرووں سے بیزاری کا ظاہر کریں گے اور وہ عذاب (الٰہی) دیکھ لیں گے اور ان کے آپس کے تعلقات منقطع ہو جائیں گے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن فضلاء جن کی لوگ تقلید کرتے ہیں، کے بارے میں فرمایا کہ انہوں نے لوگوں کو اپنی تقلید سے منع کیا۔ وہ دنیا و آخرت میں ہر اس شخص سے براءت کا اعلان کریں گے جس نے ان کی تقلید کی۔ یہ افضل اور خیار نجات پائیں گے اور ان کے مقلدین ہلاک ہوں گے(۲)۔

۸۔ قرآن مجید کی آیت كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [آل عمران ۳:۱۱۰] مذہب صحابی کی حجیت کی دلیل نہیں ہے۔ اس میں تمام صحابہؓ کو خطاب ہے۔ اگر یہ دلیل ہے تو ان کے اجماع کی دلیل ہے۔ صحابہؓ کی جماعت جس چیز کا حکم دے اس کا اتباع واجب ہے۔ اجماع جماعت کی حجیت ثابت ہونے سے قول واحد کا حجت ہونا لازم نہیں آتا(۳)۔

۹۔ قرآن مجید کی آیات:

☆ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللّٰهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ [الفتح ۴۸:۲۹]

☆ لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ [الفتح ۴۸:۱۸]

☆ وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ [التوبة ۹:۱۰۰]

اور اسی طرح کی دوسری آیات میں صحابہ کرامؓ کی توصیف بیان ہوئی ہے۔ ان میں قول صحابی کی حجیت پر کوئی

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/۱۲۶

۲۔ ایضاً ۶/۹۵

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۴/۳۸۹، التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۶، التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۳۱، الواضح فی اصول الفقه ۵/۲۱۴، منتهی الوصول ص ۲۰۶

دلیل نہیں ہے۔ ان سے صحابہؓ کی تعریف کا وجوب ثابت ہوتا ہے۔ یہ وجوب ان کی تقلید کا موجب نہیں ہے(۱)۔

سنت

۱۔ امام مالکؒ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول مبارک نقل کیا ہے

ترکت فیکم امرین لن تضلوا ما تمسکتم بھما کتاب اللّٰہ و سنۃ نبیہ(۲)

میں تم میں دو چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، تم جب تک ان دونوں کو پکڑے رکھو گے، گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ ہیں: کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

۲۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

انّی قد ترکت فیکم الثقلین کتاب اللّٰہ و سنّتی فلا تفسدوہ، و انّہ لا تعمی ابصارکم، ولن تزل اقدامکم، ولن تقصر ایدیکم، ما اخذتم بھما(۳)

بے شک میں نے تم میں دو اہم چیزیں چھوڑی ہیں کتاب اللہ اور میری سنت۔ پس اسے خراب مت کرو۔ جب تک تم ان دونوں سے اخذ کرتے رہو گے تمہاری آنکھیں اندھی نہیں ہوں گی اور تمہارے قدم ڈگمگائیں گے نہیں اور تمہارے ہاتھوں میں کوئی کمی نہیں ہو گی۔

۳۔ حضرت ابوہریرہؓ راوی ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إنّی قد خلفت فیکم شیئین لن تضلوا بعدھما أبداً ما اخذتم بھما کتاب اللّٰہ و سنّتی، ولم یتفرقا حتی یردا علیّ الحوض(۴)

میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں۔ ان دونوں کے بعد تم کبھی گمراہ نہیں ہو گے جب تک تم ان دونوں سے اخذ کرو گے۔ یہ دو چیزیں کتاب اللہ اور میری سنت ہیں اور یہ دونوں الگ الگ نہیں ہوں گی یہاں تک کہ وہ دونوں حوضِ کوثر پر میرے پاس آئیں گی۔

۴۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

إعقلوا أیھا النّاس قولی، فقد بلّغت، و قد ترکت فیکم أیھا النّاس ما إن اعتصمتم بہ فلن تضلوا: کتاب اللّٰہ و سنّۃ نبیہ(۵)

اے لوگو! میری بات کو سمجھو، میں نے بات پہنچا دی ہے، اے لوگو! میں نے تم میں ایسی چیز

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۷۳/۲ التعارض والترجیح ۱۴۸/۱

۲۔ الموطا، کتاب القدر، باب النھی عن القول فی القدر ص ۶۸۶۔ مزید ملاحظہ ہو جامع بیان العلم و فضلہ ۲ ۹ ۷ ۹

۳۔ مسند احمد بن حنبل ۲۶/۳

۴۔ امام ابن حزم نے یہ حدیث سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۸۲/۲

۵۔ امام ابن حزم نے یہ حدیث سند کے ساتھ روایت کی ہے۔ ملاحظہ ہو، ایضاً ۸۲/۲

چھوڑی جسے تم اگر مضبوطی سے پکڑے رہو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو گے۔ وہ ہے کتاب اللہ اور اس کے نبی کی سنت۔

مندرجہ بالا احادیث اس بات پر زور دیتی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے لیے کتاب وسنت چھوڑ گئے ہیں۔ان دونوں سے تمسک ضروری ہے اور انہیں چھوڑنا گمراہی ہے۔

۵۔ حدیث حضرت معاذ بن جبلؓ ''اجتهد رائی ''(۱) اس امر پر دلیل ہے کہ کتاب وسنت کے بعد رائے کے سوا کسی پر عمل نہیں ہو گا(۲)۔

۶۔ فرمانِ نبوی ''فعليكم بسنّتی و سنّة الخلفاء الراشدين ''(۳) سے مراد ان کے طریق پر چلنا ہے(۴)۔ اگر اس حدیث سے خلفائے راشدینؓ کا اتباع واجب قرار دیا جائے تو پھر تمام صحابہؓ کے لیے ایسے مسئلہ میں اجتہاد کرنا حرام قرار پائے گا جس پر خلفاء کا اتفاق ہو، لیکن ایسا نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ مسائل میں اختلاف کرتے اور جواز اجتہاد کی صراحت کرتے تھے(۵)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ایسے کام کا حکم نہیں دیتے تھے جس کے کرنے کی لوگوں میں طاقت نہ ہو۔ آپ کے بعد خلفائے راشدینؓ نے متعدد مسائل میں اختلاف کیا۔ اب اس کی تین صورتیں ہیں ایک یہ کہ خلفاء نے جس میں اختلاف کیا، سب کو لیں۔ یہ ممکن نہیں ہے۔ کوئی شخص یہ کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ ایسی صورت میں چیزیں اور ان کی اضداد جمع ہو جائیں گی۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ان کے اختلاف میں سے جو چاہیں، وہ لینا مباح ہو۔ یہ اسلام سے خروج ہے کیوں کہ اس سے اللہ کا دین ہماری پسند وخواہش کے تحت ہو جائے گا۔ ہم میں سے جو چاہے، حرام کر دے گا اور جو چاہے، حلال کر دے گا۔ ایک حلال کرے گا، دوسرا اسے حرام قرار دے گا۔ جب ہم ایک صحابی کا قول لیں گے اور دوسرے کا قول ترک کریں گے تو ہم سنت صحابہؓ کے متبعین نہیں ہوں گے اور اس حدیث کے خلاف چلیں گے۔ تیسری صورت یہ ہے کہ جن پر تمام صحابہؓ کا اجماع ہو، اور جسے انہوں نے سنت نبی کے تتبع میں اختیار کیا ہو، اسے لیں(۶)۔

۷۔ حدیث مبارک ''اقتدوا بالذين من بعدی ابی بكر و عمر''(۷) میں ''اقتداء'' کا معنی ہے ''اهتداء بهم'' یعنی ان سے رہنمائی لی جائے۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ دونوں نے ''الكتاب'' اور ''السنة'' کے

۱۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۲۔ المحرر فی اصول الفقه ۸۳/۲

۳۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۷ پر گزر چکا ہے۔

۴۔ المحرر فی اصول الفقه ۸۳/۲

۵۔ المستصفی فی علم الأصول ص ۱۶۹

۶۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۷۶/۶-۷۷

۷۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے۔

بعد رائے سے کام لیا۔ ان دونوں صحابہؓ سے رہنمائی اس معنی میں ہوگی کہ ان کے اقوال سے صواب قول بذریعہ رائے لیا جائے، نہ کہ ان کی تقلید کی جائے(۱)۔ امام الحرمین جوینیؒ کے مطابق اس سے مراد یہ ہے کہ خلافت میں ان دونوں کی اقتداء کرو(۲)۔ امام ابن حزمؒ نے لکھا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں ہے، کیوں کہ یہ حدیث ہلال مولی ربعی سے مروی ہے اور وہ مجہول ہے۔ اس کی اصل معلوم نہیں ہے(۳)۔

۸۔ فرمان نبوی ''اصحابی کالنجوم بایهم اقتدیتم اهتدیتم'' (۴) سے یہ مراد ہے کہ احکام میں حصول صواب کے لیے صحابہ کرامؓ کے طریق پر چلا جائے اور ان کا طریق قرآن وسنت کے بعد رائے اور اجتہاد پر عمل کرنا تھا۔ دلائل پر غور کرنے اور طریق اجتہاد میں صحابہ کرامؓ جیسا عمل کیا جائے تا کہ حق واضح ہو، اور یہ تقلید سے منع کرتا ہے(۵)۔ سیرت وتقویٰ میں ان کا اتباع کیا جائے(۶)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کو نجوم سے تشبیہ دی ہے۔ نجوم سے رہنمائی رائے اور استدلال سے لی جاتی ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اقوال پر بنا کرتے ہوئے رہنمائی لی جائے گی، نہ کہ نفسِ قول کو بنیاد بنا کر۔ ستاروں سے رہنمائی لینے سے ستارہ بذاتہ واجب نہیں ہو جاتا(۷)۔ جس طرح صحابہ کرامؓ نے اپنی زندگی میں کتاب وسنت کو مشعلِ راہ بنایا، اسی طرح ان کے طریق پر چلتے ہوئے کتاب وسنت ہی کو حجت سمجھا جائے(۸)۔

اس حدیث میں عہد نبوی کے غیر صحابہؓ عوام کو خطاب ہے۔ صحابہ کرامؓ علماء تھے۔ یہ درست نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے علماء صحابہؓ کو دوسروں کی تقلید کا حکم دیا ہو۔ اس حدیث کے خطاب میں صحابہ کرامؓ شامل نہیں ہیں۔ صحابی کے لیے دوسرے صحابی کی مخالفت جائز ہے۔ صحابہؓ کی طرح علماء بھی اس حدیث کے خطاب سے خارج ہیں۔ یہاں تقلید وپیروی کا حکم عوام کو دیا گیا ہے، اہلِ اجتہاد کو نہیں(۹)۔

اس حدیث سے یہ مراد بھی ممکن ہے کہ صحابہ کرامؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو کچھ نقل کیا ہے اس میں

۱۔ تقویم الأدلة ص ۲۵۷

۲۔ البرهان فی اصول الفقه ۲/۳۵۹

۳۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۸۰-۸۱

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۵۔ التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۲۲ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۶۔ الواضح فی اصول الفقه ۵/۲۱۴ المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۳

۶۔ البرهان فی اصول الفقه ۲/۱۳۵۹

۷۔ تقویم الأدلة ص ۲۵۷، المحرر فی اصول الفقه ۲/۸۳

۸۔ ارشاد الفحول ص ۳۰۶

۹۔ المستصفی فی علم الأصول ص ۱۳۹ قواطع الأدلة ۲/۱۱ الواضح فی اصول الفقه ۵/۲۱۳ التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۳۳ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۲ منهاج الأصول ۳/۲۰۹ نهایة السول ۳/۲۰۸ الإبهاج فی شرح المنهاج ۲/۳۰۶

ان کی اقتداء کی جائے گی(۱)۔

علماء نے اس حدیث کی صحت پر سخت تنقید کی ہے۔ امام ابن حزمؒ نے اسے موضوع کہا ہے(۲)۔ علمائے جرح نے اس کے بعض راویوں کو کذاب کہا ہے(۳)۔ امام ابن حزمؒ نے سلام بن سلیمان کے بارے میں کہا ہے کہ وہ موضوع احادیث روایت کرتا تھا(۴)۔ حافظ ابن عبدالبرؒ کے مطابق اس حدیث کے اسناد سے حجت قائم نہیں ہوسکتی کیوں کہ اس میں ایک راوی حارث بن غصین مجہول ہے (۵)۔ ابن الوزیرؒ نے اس حدیث کو ضعیف کہا ہے(۶)۔ ضعیف حدیث سے کوئی قاعدہ اصولیہ مثلاً قول صحابی کی حجیت ثابت نہیں کی جاسکتی(۷)۔ ابوبکر برازؒ(۸) کے مطابق یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے(۹)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس حدیث کی سند میں ایک راوی کو ضعیف جداً کہا ہے(۱۰)۔ علامہ شوکانیؒ نے لکھا ہے کہ اس کا حدیث ہونا ثابت نہیں ہے جیسے کہ علمائے حدیث کی رائے ہے(۱۱)۔

اس معنی ومفہوم میں جتنی بھی احادیث مختلف الفاظ کے ساتھ وارد ہوئی ہیں وہ جرح کی زد میں ہیں مثلاً

☆ إنّما مثل اصحابی کمثل النّجوم أو اصحابی کالنّجوم فایّها اقتدوا اهتدوا۔ حافظ ابن عبدالبرؒ نے کہا ہے کہ یہ کلام نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے(۱۲)۔

☆ انّما اصحابی مثل النّجوم فایّهم اخذ تم بقوله اهتدیتم۔ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ اس کی اسناد صحیح نہیں ہیں(۱۳)۔

☆ سألت ربّی فیما اختلف فیه اصحابی من بعدی فأوحی الله إلیّ یا محمد ان اصحابك عندی بمنزلة النّجوم فی السما، بعضها أضوا من بعض فمن اخذ بشیء مما هم

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۳/ ۲۸۹، التمهید فی اصول الفقه ۳۳۳، نهایه السول ۳/ ۴۰۸

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/ ۸۳

۳۔ تفصیل کے لئے، تلخیص الحبیر ۴/ ۱۹۰-۱۹۱

۴۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/ ۸۱

۵۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/ ۹۲۵

۶۔ توضیح الأفکار ۱/ ۲۶۴، تحریر کے لئے، العارض والترجیح ۱/ ۱۳۸

۷۔ اتحاف ذوی البصائر ۳/ ۳۳۷

۸۔ ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق بزار بصری ثقہ۔ آپ ۲۹۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۲/ ۱۵۳، طبقات الحفاظ ص ۲۸۹، شذرات الذهب ۱/ ۲۰۹

۹۔ تلخیص الحبیر ۴/ ۱۹۱، ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/ ۸۳، اعلام الموقعین ۲/ ۲۲۳

۱۰۔ تلخیص الحبیر ۴/ ۱۹۱

۱۱۔ ارشاد الفحول ص ۲۴۶

۱۲۔ جامع بیان العلم و فضله ۲/ ۹۲۳

۱۳۔ ایضاً ۲/ ۹۲۳

علیه من اختلافهم فهو عندی علی هدی۔ یہ حدیث بھی موضوع قرار دی گئی ہے(۱)۔

☆ ان اصحابی بمنزلة النّجوم فی السماء فایّها اخذ تم به اهتد یتم واختلاف اصحابی لکم رحمة۔ یہ حدیث بھی موضوع ہے(۲)۔ لیکن عبدالحی لکھنویؒ(۳) نے کہا ہے کہ حدیث (بایّهم اقتد یتم اهتد یتم) مختلف الفاظ سے روایت ہوئی ہے۔ اس کی جرح پر علماء نے طویل کلام کیا ہے۔ یہاں تک کہ بعض نے اسے موضوع حدیث گمان کیا ہے، جب کہ ایسا نہیں ہے۔ اس حدیث کے طرق روایت ضعیف ہیں لیکن اس سے حدیث کا موضوع ہونا لازم نہیں آتا(۴)۔

اجماع

اس بات پر اجماع صحابہؓ ہے کہ مجتہد صحابیؓ کا ایک دوسرے سے اختلاف کرنا جائز ہے(۵)۔ اگر قول صحابی حجت ہوتا تو کسی معاصر صحابی کے لیے اس کی مخالفت جائز نہ ہوتی۔ جس طرح کتاب وسنت حجت ہیں، ان کا اتباع لازم ہے اور کسی کے لیے ان کی مخالفت جائز نہیں ہے، اسی طرح صحابی کی مخالفت بھی جائز نہ ہوتی(۶)۔ جب صحابہؓ میں سے بعض کی بعض سے مخالفت جائز ہے تو غیر صحابی کے لیے بھی ان کی مخالفت جائز ہے، کیوں کہ صحابہ کرامؓ کا مذہب جواز اختلاف تھا(۷)۔ جو تقلید کو جائز قرار دیتا ہے وہ اجماع کی مخالفت کرتا ہے(۸)۔

اقوال ائمہ

۱۔ حضرت عمرؓ نے قاضی شریحؒ کو لکھا:

اقض بما فی کتاب الله فان لم یکن فی کتاب الله فبسنة رسول الله صلی الله علیه وسلّم وان لم یکن فی کتاب الله ولا فی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلّم فاقض بما قضی به الصالحون فان لم یکن فی کتاب الله ولا فی سنة رسول الله صلی الله علیه وسلّم ولم یقض

۱۔ سلسلة الأحادیث الضعیفة والموضوعة ۸۱/۱

۲۔ ایضاً ۷۹/۱

۳۔ عبدالحی بن عبدالحلیم بن امین اللہ سہالوی لکھنوی، حنفی، اصول وفروع میں، بہ کثیر کتب کے مصنف۔ آپ ۱۳۰۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو نزهة الخواطر ۲۵۰/۸

۴۔ تحفة الأخیار ص ۵۳

۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۲۸۶/۴، الابهاج فی شرح المنهاج ۱۹۳/۳، قواطع الأدلة ۳۴۳/۲، نهایة السول ۴۰۵/۴، التحصیل من المحصول ۳۱۹/۲

۶۔ الفصول فی الأصول ۳۲۸/۳، التمهید فی اصول الفقه ۳۲۸/۳

۷۔ الابهاج فی شرح المنهاج ۱۹۳/۳

۸۔ قواطع الأدلة ۳۴۳/۲

به الصالحون فان شئت فتقدم فان شئت فتاخر ولا أرى التاخير إلا خير لک(۱)۔

جو کتاب اللہ میں ہے اس کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ میں نہ ہو تو سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو تو صالحین کے فیصلوں کے مطابق فیصلہ کرو۔ اگر کتاب اللہ اور سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں نہ ہو اور نہ ہی صالحین نے اس کا فیصلہ کیا ہو تو پھر اگر تم اجتہاد کرنا چاہو تو کرو اور اگر معاملہ متاخر کرنا چاہو تو متاخر کرو اور میں سمجھتا ہوں کہ متاخر کرنا تمہارے لیے بہتر ہے۔

حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا ''ما قضی به بعض الصالحین'' بلکہ یہ فرمایا ''ما قضی به الصالحون'' اور یہ تمام صالحین کا اجماع ہے(۲)۔ حضرت عمرؓ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ اگر تمہیں قرآن و سنت میں نہ ملے تو میرے قول کی طرف رجوع کرنا(۳)۔

۲۔ شہادتِ حضرت عمرؓ کے بعد انتخابِ خلیفہ کے مسئلہ پر حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کیا وہ کتاب اللہ، سنتِ نبوی اور حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ کے طریقوں پر چلنے کا عہد کرتے ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا اللهم لا ولكن على جهدي من ذلك وطاقتي (۴)۔ یعنی نہیں، بلکہ میں اپنی کوشش اور طاقت کے مطابق عمل کرنے کا عہد کرتا ہوں۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اتباع کی شرط پر خلافت حضرت عثمانؓ کا اعلان کیا تھا۔ لیکن اس پر اجماع ہے کہ مذہبِ صحابی دوسرے صحابی پر حجت نہیں ہے۔ اتباعِ شیخین کی شرط پر حضرت عثمانؓ کو خلافت دینے والے واقعہ کی تاویل کرنا واجب ہے۔ اس سے یہ مراد ہے کہ شیخین کی سیرت اور سیاست میں ان کا اتباع کیا جائے گا، مذہب میں نہیں(۵)۔

صحابہ کرامؓ نے تابعین کو اختلاف کرنے کی اجازت دی۔ وہ صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دیتے اور صحابہؓ سے اختلاف کرتے تھے(۶)۔ تابعی ابوسلمہ بن عبدالرحمن بن عوفؓ نے کسی مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کی مخالفت کی اور دونوں یہ مسئلہ حضرت ام سلمہؓ(۷) کے پاس لے کر گئے تھے۔ حضرت ابن عباسؓ نے ابوسلمہ کو یہ نہیں کہا کہ میں صحابی

۱۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۳۳ گزر چکا ہے۔

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۶۸

۳۔ اصول الجصاص ۱۵۶/۳۔ تقویم الأدلة ص ۲۷۵

۴۔ تاریخ الامم والملوک ۵/۳۰

۵۔ منتهی الوصول والأمل ص ۲۰۶۔ الإبهاج فی شرح المنهاج ۳/۳۶۳

۶۔ اصول الجصاص ۱۵۶/۳

۷۔ حضرت ام سلمہ ہند بنت ابو امیہ مخزومی۔ ام المومنین۔ حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں شریک تھیں۔ آپ کی وفات ۵۹ھ میں ہوئی۔ مدحکو: الطبقات الکبریٰ ۸/۸۶

ہوں، تمہارے لیے میری مخالفت کرنا جائز نہیں ہے اور تم پر میرا اتباع وتقلید واجب ہے(۱)۔

عقل

۱۔ قولِ صحابی حجت مان لینے سے اللہ تعالیٰ کے دلائل وحجج کا مختلف اور متعارض ہونا لازم آتا ہے، کیوں کہ صحابہ کرامؓ نے کئی مسائل میں اختلاف کیا اور ایک ایک مسئلہ میں ان کے متعدد اقوال ہیں(۲)۔

۲۔ اگر قولِ صحابی دلیل اور حجت ہوتا تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرح صحابہؓ بھی لوگوں کو اپنے قول کی طرف بلاتے(۳)۔

۳۔ قیاس اصولِ دین میں سے ایک اصل اور ادلۂ شرعیہ میں سے ایک دلیل ہے۔ نص کی عدم موجودگی میں قیاس پر عمل واجب ہے۔ اس کی دلیل حضرت معاذؓ کی یہ حدیث ہے "اجتهد رأيي "(۴)۔ یعنی اگر مجھے کتاب و سنت سے مسئلہ کا حکم نہ ملا تو میں اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ جب قیاس کسی مسئلہ کے حکم میں شرعی دلیل ہے تو وہ قولِ صحابی پر مقدم ہے(۵)۔ قولِ صحابی قیاس پر مقدم کرنے سے یہ لازم آئے گا کہ اگر کوئی خبر قولِ صحابی سے معارض ہو تو ان دونوں میں تعارض واقع ہو جائے یا دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کو منسوخ کر دے، جیسے کہ دو متعارض نصوص کے درمیان ہوتا ہے(۶)۔ قیاس پر ایسے شخص کا قول مقدم نہیں ہوگا جس کے لیے خطا جائز ہے(۷)۔

۴۔ اگر قولِ صحابی مشہور ہوا اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو یہ یا تو اجماع ہے یا نہیں ہے۔ اگر اجماع ہے تو پھر اجماع حجت ہے، مذہب صحابی حجت نہیں ہے۔ یہ بھی تب تحقق نہیں ہوتا اگر مشہور نہ ہو۔ اگر یہ اجماع نہیں ہے تو پھر اس میں حجیت مطلقاً نہیں پائی جاتی(۸)۔

۵۔ ممکن ہے صحابی کا قول توقیفی ہو یا اجتہادی ہو، لہذا شک سے اثباتِ سنت جائز نہیں ہے۔ اگر اس طرح قولِ صحابی سے سنت ثابت ہو تو پھر قولِ تابعی سے بھی سنت ثابت ہوگی، جب کہ اس سے سنت ثابت نہیں ہوتی، تو پھر قولِ صحابی سے بھی سنت ثابت نہیں ہوگی(۹)۔

۱۔ قواطع الأدلة ۲/۳۳۳

۲۔ آمدی، الأحكام في أصول الأحكام ۴/۳۸۹، الواضح في أصول الفقه ۵/۲۱۲

۳۔ تقويم الأدلة ص ۲۵۷

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۵۔ التبصرة في أصول الفقه ص ۳۹۶ قواطع الأدلة ۲/ ۱۰ التمهيد في أصول الفقه ۳/۳۳۶

۶۔ التبصرة في أصول الفقه ص ۳۹۶

۷۔ الواضح في أصول الفقه ۵/۲۱۱۔ آمدی، الأحكام في أصول الأحكام ۴/۳۸۷

۸۔ آمدی، الأحكام في أصول الأحكام ۴/۳۸۹

۹۔ التبصرة في أصول الفقه ص ۳۹۹

۶۔ اقوالِ صحابہؓ عہدِ صحابہؓ میں حجت نہیں تھے، لہٰذا استصحاب کی رو سے اقوالِ صحابہؓ بعد والوں پر بھی حجت نہیں ہیں(۱)۔

۷۔ انسان پر کسی غیر کا اتباع واجب نہیں سوائے اس کے کہ متبوع کسی ایسے وصف سے مختص ہو جس میں تابع شریک نہ ہو۔ جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے کیوں کہ ان کے لیے عصمت مختص ہے۔ اجماعِ امت کی اطاعت واجب ہے کیوں کہ اس کی عصمت ثابت ہے۔ لیکن ایک صحابی کو صحابی پر اور ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد پر کوئی اختصاص حاصل نہیں ہے، لہٰذا اس کا اتباع واجب نہیں ہے(۲)۔

۸۔ ضروری ہے کہ مجتہد اپنے اجتہاد پر عمل کرے، اس سے وہ اللہ تعالیٰ کا مطیع رہے گا۔ اللہ تعالیٰ نے دلائل اسی لیے قائم کیے ہیں کہ مکلف ان میں اجتہاد کرے۔ ایک مجتہد دوسرے سے اولیٰ نہیں ہے۔ اپنے اجتہاد پر عمل کا بلا دلیل ترک جائز نہیں ہے(۳)۔

۹۔ صحابہ کرامؓ نے رائے سے جو فتاویٰ دیئے وہ علی سبیل الالزام نہیں تھے اور نہ اس طور پر کہ صرف انہی کا فتویٰ حق ہے۔ بلکہ انہوں نے اپنے غالب گمان کے طور پر یا فریقین میں صلح کرانے کے لیے فتویٰ دیئے تھے۔ لہٰذا صحابہ کرامؓ سے اس طریق سے ملنے والی چیز کو حجت قرار دینا جائز نہیں ہے(۴)۔

۱۰۔ صحابہؓ اپنے قول میں خطا سے غیر معصوم وغیر مامون تھے۔ صحابی کے لیے عصمت ثابت نہیں ہے۔ وہ اہلِ اجتہاد میں سے تھے جن سے خطا اور صواب دونوں کا امکان تھا۔ جس کا قول خطا سے غیر معصوم ہو، وہ دوسروں پر حجت نہیں ہو سکتا(۵)۔ حجت کا مدار عصمت ہے جو صحابہ کرامؓ میں نہیں پائی جاتی(۶)۔ دو معصوم کیسے اختلاف کر سکتے ہیں؟ عصمتِ صحابہؓ کی دلیل نہ ہونا، ان میں اختلاف کا واقع ہونا اور ان کا اپنی مخالفت کے جواز کی صراحت کرنا، یہ تین قطعی دلائل ہیں کہ قولِ صحابی حجت نہیں ہے(۷)۔ امام ابن حزمؒ نے پچیس سے زائد ایسی مثالیں بیان کی ہیں جن میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کی آراء کو خطا پر مبنی قرار دیا تھا(۸)۔ بھلا ایسی قوم کی تقلید کیسے جائز ہو سکتی ہے جو خطا بھی

۱۔ نهاية السول ۳/۳۶۸

۲۔ التمهيد في اصول الفقه ۳/۳۳۹

۳۔ ایضاً ۳/۳۴۱

۴۔ ابن حزم، الاحكام في اصول الأحكام ۶/۵۳

۵۔ آمدی، الاحكام في اصول الأحكام ۴/۳۸۶ التمهيد في اصول الفقه ۳/۳۳۶ المحرر في اصول الفقه ۲/۸۳ تخريج الفروع على الأصول ص ۱۷۹

۶۔ التعارض والترجيح ۱/۱۴۸

۷۔ المستصفى في علم الأصول ۱/۱۳۸

۸۔ ابن حزم، الاحكام في اصول الاحكام ۶/۸۳،۸۵

کرتے ہیں اور مصیب بھی ہوتے ہیں؟(۱)

۱۱۔ صحابہؓ نے خود بھی اپنی رائے کو شریعت قرار دیا اور نہ لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف بلایا۔ انہوں نے اپنی رائے کو اپنی طرف منسوب کیا، نہ کہ شریعت کی طرف۔ مثلاً حضرت عمرؓ کے کاتب نے ایک مرتبہ یہ فقرہ لکھ دیا "ھذا ما اری اللہ و رای عمر"۔ یعنی یہ وہ ہے جو اللہ نے دکھایا اور حضرت عمرؓ نے دیکھا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا یوں لکھو "ھذا ما رای عمر"(۲)۔ یعنی یہ وہ ہے جو حضرت عمرؓ نے دیکھا۔ حضرت زید بن ثابتؓ نے ایک مسئلہ میں فتویٰ دیا تو فرمایا "لیس رای حق علی المسلمین"(۳)۔ یعنی میری رائے مسلمانوں پر لازم نہیں ہے۔

۱۲۔ صحابہ کرامؓ نے متعدد مواقع پر برملا اعتراف کیا کہ ان کی رائے خطا پر مبنی ہو سکتی ہے۔ مثلاً ابوبکر صدیقؓ نے کلالہ کے مسئلہ میں فرمایا:

اقضی فیھا، فإن یکن صوابا فمن اللہ، وإن یکن خطأ فمنّی ومن الشیطان واللہ منہ بری، وھو ما دون الولد والوالد(۴)۔

میں اس بارے میں فیصلہ کرتا ہوں۔ اگر یہ فیصلہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے، ورنہ اگر غلط ہے تو یہ میری اور شیطان کی طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے بری ہے۔ کلالہ وہ ہے جس کی اولاد ہو اور نہ باپ ہو۔

حضرت عمرؓ نے ایک مسئلہ میں اپنی رائے سے جواب دیا تو ایک آدمی نے کہا "اصبت الحق" یعنی آپ نے حق پالیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا:

واللہ ما یدری عمر اصاب أو اخطأ ولکن لم آل عن الحق(۵)

اللہ کی قسم! عمر نہیں جانتا کہ وہ درستی پر ہے یا اس نے غلطی کی، لیکن اس نے حصول حق میں کوتاہی نہیں کی۔

حضرت ابن مسعودؓ نے ایک موقع پر اپنا فتویٰ دینے کے بعد فرمایا

فإن یک صوابا فمن اللہ وإن یک خطأ فمنّی ومن الشیطان واللہ ورسولہ بریئان (۶)

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۸۶/۱

۲۔ الوصول إلی الأصول ۲۳۷/۲، تلخیص الحبیر ۱۹۵/۴

۳۔ اصول الجصاص ۱۷۳/۲، العدۃ فی اصول الفقہ ۱۹۹/۴

۴۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۷/۶ مزید ملاحظہ ہو اصول الجصاص ۲۳۶/۲ میزان الأصول ص ۷۵۷، احکام الفصول ص ۶۱۷

۵۔ اصول الجصاص ۱۷۳/۲، مزید ملاحظہ ہو: المحرر فی اصول الفقہ ۸۳/۲

۶۔ سنن ابی داؤد کتاب النکاح، باب فیمن تزوج ولم یسم صداقا حتی مات ۱۰۳/۲ مزید ملاحظہ ہو سنن النسائی، کتاب النکاح، باب اباحۃ التزویج بغیر صداق ۱۲۱/۶، ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۸۶/۶، اعلام الموقعین ۲۳/۱، المحرر فی اصول الفقہ ۸۳/۲، اصول الجصاص ۲۳۰/۲، میزان الأصول ص ۶۱۷

اگر یہ درست ہے تو اللہ کی طرف سے ہے۔ اگر یہ غلط ہے تو میری اور شیطان کی طرف سے ہے اور اللہ اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم دونوں اس خطا سے بری ہیں۔

لوگوں نے حضرت زیدؓ سے مسائل دریافت کیے۔ آپ نے انہیں بتلا دیئے۔ انہوں نے جا کر سب لکھ لیے اور حضرت زیدؓ سے اس کا ذکر کیا۔ حضرت زیدؓ نے اس سے پہ عذر پیش کیا اور فرمایا

لعل کل شی حد ثتکم خطاء انّما اجتهدت لکم برأیی(۱)

بہت ممکن ہے کہ جو میں نے تمہیں کہا ہے وہ سب غلط ہو۔

میں نے تو اپنی کوشش واجتہاد سے تمہیں اپنی رائے دی تھی۔

۱۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اقوالِ صحابہؓ کی اقتداء کا حکم کیسے دے سکتے ہیں جب کہ صحابہؓ اپنے فتاویٰ میں خطا بھی کرتے تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض صحابہ کرامؓ کے اقوال ان کی خطا کی بنا پر رد بھی کیے۔ جو خطا کرتا ہے اس کا اتباع واجب کیسے ہوسکتا ہے؟ ایسی بات نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے منسوب کرنا باطل کا اتباع واجب کرنا، کسی چیز کو ایک ہی وقت میں حلال اور حرام کرنا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھنا ہے(۲)۔

۱۴۔ قولِ صحابی کو توقیف پر محمول کرنے کا دعویٰ بلا دلیل ہے۔ اگر صحابی نے سنت میں سے کہا ہوتا اور اس کے پاس نقل میں سے کچھ ہوتا تو وہ اسے ضرور روایت کرتا۔ صحابہؓ تبلیغ دین پر مامور تھے۔ لہذا ظاہر یہی ہے کہ صحابہؓ نے بلا توقیف کہا ہے اور ان کے پاس اس سے متعلق کوئی خبر نہیں ہے۔ جو چیز نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہ ہو اس کا اتباع فرض نہیں ہے(۳)۔ یہ محال ہے کہ صحابی نے خبر رکھتے ہوئے اسے نہ پہنچایا ہو۔ حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من کتم علماً الجم یوم القیامة بلجام من النّار(۴)

جس نے علم چھپایا، اسے قیامت کے روز آگ کی لگام ڈالی جائے گی۔

حدیث سے بڑھ کر کوئی علم نہیں ہے۔ علم چھپانا صحابہ کرامؓ کے ظاہر کے خلاف ہے۔ یہی صورت باقی رہ جاتی ہے کہ صحابہؓ نے وہ قول اپنی رائے اور اجتہاد سے کہا ہے(۵)۔ ہم پر واجب ہے کہ صحابہؓ سے حسنِ ظن رکھیں تو یہ بھی واجب ہے کہ بلا ثبوت کسی قول یا فعل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت نہ کریں(۶)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۱/۵۹

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۶/۹۰

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳/۲۸۹ التمهید فی اصول الفقه ۳/۳۳۵ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۷ قواطع الأدلة ۲/۱۰

۴۔ الکامل فی ضعفاء الرجال ۳/۱۳۰

۵۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۳/۳۹۰

۶۔ قواطع الأدلة ۱/۳۹۰

۱۵۔ مخالف قیاس قول کو بھی توقیفی کہنا صحیح نہیں ہے۔ یہ بعید گمان ہے اگر صحابہؓ کی پاس خبر ہوتی تو وہ اسے ضرور روایت کرتے(۱)۔ ایسے قول کو توقیفی کہنا صحابہؓ کے ساتھ سوئے ظن ہے۔ ہم کوئی ایسی چیز ان کے ساتھ ملحق نہیں کر سکتے جس سے ان پر وعید لازم آئے۔ جس قدر ممکن ہو، ان کے اقوال کو سلامتی پر محمول کرنا ہوگا(۲)۔ یہ بھی احتمال ہے کہ صحابی نے جس چیز کو دلیل سمجھتے ہوئے مخالف قیاس قول کہا ہو، وہ دلیل ہی نہ ہو(۳)۔ مزید یہ کہ مخالف قیاس قول کو سماع پر محمول کرنے کی دلیل اس بات کا اقرار ہے کہ قول صحابی حجت نہیں بلکہ خبر حجت ہے(۴)۔ اگر مخالف قیاس قول سے سنت ثابت ہوتو پھر تابعی اور تمام فقہاء کے مخالف قیاس قول میں یہ کہنا جائز ہوگا کہ وہ نبی سے مروی سنت کی طرف گئے ہوں گے، جب کہ ان کے مخالف قیاس قول سے سنت کا اثبات نہیں ہوتا تو پھر صحابی کے ایسے قول سے بھی سنت ثابت نہیں ہوگی(۵)۔

۱۶۔ تنزیل وحی کا مشاہدہ، اوامر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسباب سے آگاہی اور صحبت نبوی کے شرف سے اقوال صحابہؓ کی حجیت لازم نہیں آتی۔ اگر ایسا مان لیا جائے تو پھر یہ بھی لازم آتا ہے کہ تابعین شاہد صحابہؓ تھے، وہ ہمیں زیادہ جانتے تھے، لہذا تابعین کی تقلید واجب ہے۔ یوں یہ بات زمانہ بعد زمانہ بڑھتی جائے گی، معاملہ ہم تک آن پہنچے گا اور ہماری تقلید بھی واجب ٹھہرے گی(۶)۔

۱۷۔ بلاشبہ صحابیت بہت بلند مقام ہے لیکن یہ فضیلت اس بات کو مستلزم نہیں ہے کہ حجیت قول اور اتباع میں صحابی کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے درجہ پر مان لیا جائے۔ یہ مقام صرف انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہے، کسی اور کو نہیں، خواہ وہ شخص علم دین میں کیسے ہی بلند مقام پر فائز ہو(۷)۔ صحابہؓ رتبہ عالیہ پر فائز تھے مگر وہ معصوم نہیں تھے(۸)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور آپ سے سماع، صحابہ کرامؓ کو اجتہاد میں خطا سے معصوم نہیں کرتے۔ اس سے اجتہاد صحابی کا اقرب الی الصواب ہونا ممکن ہے، صحابی کا اتباع لازم نہیں آتا(۹)۔

۱۸۔ اگر صحبت، مشاہدہ اور سماع کی بنا پر تقلید صحابہؓ کو واجب مان لیا جائے تو پھر یہ لازم آئے گا کہ ہم

۱۔ قواطع الأدلة ۱۱/۲

۲۔ الواضح فی اصول الفقه ۲۱۷/۵

۳۔ نهاية السول ۳۱۹/۳

۴۔ المستصفى فی علم الأصول ص ۱۶۹

۵۔ الواضح فی اصول الفقه ۲۱۸/۵، التبصرة فی اصول الفقه ص ۴۰۰

۶۔ ابن حزم، الاحكام فی اصول الأحكام ۹۰/۶

۷۔ ارشاد الفحول ص ۲۰۶

۸۔ البرهان فی اصول الفقه ۱۳۶۰/۲

۹۔ التحصيل من المحصول ۳۱۹/۲

صحبت والا صحابی طویل صحبت والے صحابی کی تقلید کرے، جب کہ یہ واجب نہیں ہے(۱)۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سوا کسی اور کو رسول اور واجب اتباع بنا کر نہیں بھیجا اور نہ کسی دوسرے کا قول شرعی حجت قرار دیا ہے، خواہ وہ شخص عظمت و منزلت کے کیسے بلند مقام پر فائز ہو(۲)۔

۱۹۔ محض صحبت اور مشاہدۂ تنزیل کی بنا پر قولِ صحابی کو اقویٰ کہنا صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی ہو مگر کسی غیر صحابی کو اس کے معانی و مقاصد سے زیادہ آگاہی ہو اور صحابی اجتہاد اور فقہ میں غیر صحابی سے کم ہو(۳)۔ حضرت ابن عباسؓ کی روایت میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

نضّر الله امرأً سمع منّا حديثا فحفظه حتى يبلّغه، فربّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه وربّ حامل فقه ليس بفقيه (۴)

اللہ تعالیٰ اس کو تر و تازہ رکھے جس نے ہم سے حدیث سنی اور اسے یاد کیا، یہاں تک کہ اسے دوسروں تک پہنچایا۔ پس بہت سے حاملِ فقہ ایسے ہیں جو اس کو زیادہ فقیہ لوگوں تک پہنچا دیں گے اور بہت سے حاملِ فقہ ایسے ہیں جو خود فقیہ نہیں ہیں۔

۲۰۔ یہ کہنا کہ ہر مجتہد مصیب ہے اور ہر صواب کا اتباع جائز ہے، تو یہ صواب اس مجتہد کے حق میں ہے، کسی دوسرے کے حق میں نہیں ہے۔ اگر مقتدی کا اجتہاد اسے مجتہد کے قول کے خلاف لے جائے تو پھر اس کے لیے مجتہد کا اتباع کرنا جائز نہیں ہے۔ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اختلافی اقوال ہوں تو مجتہد کے لیے یہ جائز نہیں کہ ان میں سے کسی ایک کی تقلید کرے، بلکہ وہ اجتہاد کرے۔ پس ظاہر ہوا کہ ہم اس کا قول اسی کے حق میں مصیب قرار دے رہے ہیں، کسی دوسرے کے حق میں نہیں(۵)۔

۲۱۔ امام ابن حزمؒ حدیث "اصحابی کالنجوم بایّهم اقتدیتم اهتدیتم" کے تحت لکھتے ہیں کہ اللہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ صفت بیان فرمائی ہے وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ [النجم ۵۳: ۳،۴] [اور نہ خواہشِ نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں۔ یہ تو حکمِ الٰہی ہے جو (ان کی طرف) بھیجا جاتا ہے] نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا سارا کلام حق اور بلا شبہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ جو کلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہو، اس میں اختلاف نہیں ہو سکتا وَلَوْ كَانَ مِنْ عِندِ غَيْرِ اللَّهِ لَوَجَدُوا فِيهِ اخْتِلَافًا

۱۔ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۸

۲۔ ارشاد الفحول ص ۲۰۶

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۳۹۰-۴/۱۳، قواطع الأدلة ۱۱۰/۲، التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۸، الواضح فی اصول الفقه ۵/ ۲۱۵

۴۔ سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فضل نشر العلم ۵۲۴/۳ - حدیث ۳۶۶۰، صحیح الترمذی، کتاب العلم عن رسول الله صلی الله علیه وسلّم، باب فی الحث علی تبلیغ السماع ۱۲۲/۱۰، مسند احمد بن حنبل ۸۰/۴-۸۲، الرسالة ص ۴۰۱۔ جامع بیان العلم و فضله ۱/ ۳۸

۵۔ التمهيد فی اصول الفقه ۳/ ۳۳۵

كَثِيرًا [النساء ۴: ۸۲] [اگر یہ اللہ کے سوا کسی اور کا (کلام) ہوتا تو اس میں بہت سے اختلاف پاتے] اور اللہ تعالیٰ نے اختلاف اور تفرقہ سے منع فرمایا ہے۔ وَلَا تَنَازَعُوا [الانفال ۸: ۴۶] [اور آپس میں جھگڑا نہ کرو]۔ یہ محال ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم صحابہؓ کے ہر قول کے اتباع کا حکم دیں، جب کہ ان میں سے کسی نے ایک چیز کو حلال قرار دیا اور دوسرے نے اسے حرام کہا ہے۔ اگر ایسے اتباع کا حکم دیا ہوتا تو حضرت سمرۃ بن جندبؓ(۱) کی اقتداء میں شراب کی بیع حلال ہوتی۔ حضرت ابو طلحہؓ(۲) کی پیروی میں صائم کے لیے برف کھا لینا حلال ہوتا اور دوسرے صحابہؓ کا اتباع کرتے ہوئے یہ حرام ہوتا۔ حضرت علیؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت طلحہؓ(۳)، حضرت ابو ایوبؓ(۴) اور حضرت ابی بن کعبؓ کی پیروی میں اکسال کی صورت میں ترک غسل جائز ہوتا اور حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی اقتداء کرتے ہوئے یہ حرام ہوتا۔ پھل میں صلاحیت ظاہر ہونے سے قبل اس کی بیع حضرت عمرؓ کی اقتداء کرتے ہوئے حلال ہوتی اور دوسروں کی پیروی میں یہ حرام ہوتی(۵)۔

فریقین کے دلائل کا جائزہ۔ اقوالِ صحابہؓ کی حجیت پر قائلین اور مخالفین کی آراء، دلائل، اعتراضات اور ان کے جوابات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فریقین کے دلائل کلی طور پر مسترد نہیں کیے جا سکتے۔ دونوں کے دلائل بعض پہلوؤں سے مضبوط اور لائق تسلیم ہیں۔

یہ بات قطعی ہے کہ قولِ صحابی قرآن و سنت کے برابر درجہ نہیں رکھتا، لیکن اسے بالکل نظر انداز بھی نہیں کیا جا سکتا۔ شریعتِ اسلامی کے مصادرِ اصلیہ دو ہیں ایک کتاب اللہ اور دوسرا سنت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم۔ جہاں قرآن و سنت کا حکم ہوگا وہاں مخالف اثر صحابی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ آثار صحابہؓ قرآن و سنت کے برابر نہیں، ان کے بعد ضرور ہیں۔ جہاں کتاب و سنت خاموش ہوں اور صحابی کا کوئی فتویٰ پایا جائے تو شرعی حکم کے اثبات میں وہ اثر لے لینا چاہیے۔ قرآن و سنت کے برعکس اثر صحابی پر عمل نہ کرنے والا آثم نہیں ہے۔ کسی مسئلہ پر قرآن و سنت کے خاموش ہونے اور اس مسئلہ کے بارے میں کسی صحابی کا قول پایا جانے کی صورت میں وہ قول ترک کرنے پر اثم نہیں ہے

۱۔ حضرت سمرۃ بن جندبؓ صحابی۔ آپ بصرہ میں فوت ہوئے۔ آپ کے سال وفات میں اختلاف ہے ۵۸ھ، ۵۹ھ یا ۶۰ھ۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۶/۳۴ الاستیعاب ۲۵۶/۴ الاصابۃ ۲۵۷/۴ اسد الغابۃ ۵۵۴/۲ سیر اعلام النبلاء ۱۸۳/۳

۲۔ حضرت ابو طلحہ زید بن سہل بن اسود، بدری۔ بلند آواز تھے۔ آپ نے ۳۴ھ کو مدینہ میں وفات پائی۔ اہل بصرہ کی روایت کے مطابق دریائی سفر کے دوران فوت ہوئے۔ لوگوں نے آپ کو کسی جزیرہ میں دفن کر دیا۔ ملاحظہ ہو، الطبقات الکبریٰ ۵۰۴/۳

۳۔ حضرت طلحہ بن عبید اللہ بن عثمان بن عمرو۔ آپ عشرہ مبشرہ میں سے تھے اور ۳۶ھ یوم جمل میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الکبریٰ ۴/۳، سیر اعلام النبلاء ۲۳/۱

۴۔ حضرت ابو ایوب انصاریؓ، بدری۔ آپ کا نام خالد بن زید بن کلیب ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ آمد پر آپ کے گھر تشریف فرما ہوئے تھے آپ ۵۲ھ میں قسطنطنیہ کی لڑائی میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۵۹/۳ الاصابۃ ۵۶/۳ الطبقات الکبریٰ ۴۸۴/۳ سیر اعلام النبلاء ۴۰۲/۲، اسد الغابۃ ۲۲/۶

۵۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۸۴/۶

لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ وہ اثر صحابی سنت نبوی ہو۔ اس لیے قول صحابی پر عمل ایک محتاط طرز عمل ہے۔

قرآن اور احادیث میں صحابہ کرامؓ کی جو توصیف و شان بیان ہوئی ہے اس کی روشنی میں آثار صحابہؓ کو دینی امور میں یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ انہیں بیک جنبش قلم غیر اہم قرار دے کر ترک کر دینا اس توصیف و تعریف کی توہین ہے جو صحابہ کرامؓ کے بارے میں قرآن و سنت میں بیان ہوئی ہے۔ اس توصیف کے بیان کا مقصد بعد والوں کو محض معلومات کی فراہمی نہیں ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کے اقوال و فتاوی بھی غیر صحابی کی طرح محض اجتہادی رائے اور ان کی ذات تک محدود ہیں تو پھر امت کو ان کی توصیف و فضیلت بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ کتاب و سنت نے صحابہ کرامؓ کو جو اہمیت دی ہے وہ بعد والوں کے لیے قیامت تک ہے۔ ان کے لیے صحابہ کرامؓ سماعی اعتبار سے بہم نہیں ہو سکتے، یہاں کے صرف آثار ہی ہیں جن کو اہمیت دی جائے گی۔

قول صحابی کے بارے میں یہ مطلق طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حجت ہے یا وہ حجت نہیں ہے، بلکہ اس کے کئی پہلو اور جہتیں ہیں۔ بعض جہتوں سے وہ حجت قرار دیا جانا چاہیے اور بعض پہلوؤں سے وہ حجت نہیں بن سکتا۔ اس کے تمام پہلوؤں پر ایک حکم نہیں لگایا جا سکتا۔

اگر صحابی کا قول مخالف قیاس ہے تو اسے اس بات پر محمول کرنا چاہیے کہ یہ صحابی کی ذاتی رائے نہیں ہے بلکہ اس نے ضرور اسے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ صحابہؓ کے بارے میں یہ گمان کرنا ان کی شان کے خلاف ہے کہ وہ کسی شرعی حکم کی دریافت میں قیاس سے کام لینا نہ جانتے تھے، اس لیے خلاف قیاس فتویٰ دے دیا۔ مخالف قیاس قول کو سماع پر محمول کرنا راجح ہے۔ احکام شریعت کا لازماً عقل و قیاس کے مطابق و تابع ہونا ضروری نہیں ہے۔ اسی طرح وہ قول جس میں رائے اور اجتہاد کا دخل نہ ہو مثلاً مقداروں وغیرہ کے بارے میں قول، سے بھی سماع پر محمول کرنا اور مرفوع شمار کیا جانا چاہیے۔ غیر اجتہادی مسائل میں بلا سماع فتویٰ نہیں دیا جا سکتا۔ جب کسی مسئلہ سے متعلق یہ طے کر لیا جائے کہ وہ غیر اجتہادی ہے تو پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اس مسئلہ میں قول بھی صحابی کی ذاتی رائے نہیں ہے، صحابی نے اسے ضرور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہوگا۔ صحابہؓ کی شانِ علمیت کے منافی ہے کہ وہ غیر اجتہادی امور میں رائے و قیاس سے کام لیں۔ جب کہ ہمیں یہ معلوم ہے کہ وہ اجتہادی امور میں بھی ذاتی رائے کے استعمال میں بے حد محتاط تھے۔

خلفائے راشدینؓ کا اتفاق حجت تسلیم کرنا چاہیے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان ''علیکم بسنتی و سنة الخلفاء الراشدین المهدیین'' میں اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدینؓ کی سنت کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ چاروں خلفاء رشد و ہدایت یافتہ تھے۔ ظاہر ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے جو مراد ہے وہی خلفائے راشدین کی سنت سے مراد ہے۔ اس حدیث میں جتنا زور سنت نبوی سے تمسک پر دیا گیا ہے اتنی ہی تاکید سنت خلفائے راشدین کے بارے میں کی گئی ہے۔

اگر قولِ صحابی کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی تو وہ قول حجت مانا جانا چاہیے۔ ایسے قول کی عدم مخالفت اس کی اصابت پر دلیل ہے۔ اگر اس قول میں کوئی نقص ہوتا تو صحابہؓ ضرور اس پر اعتراض اور اس کی مخالفت کرتے۔

اگر قولِ صحابی ایسا ہے جس میں عقل و رائے کا دخل ہو اور اس قول کے مخالف کسی دوسرے صحابی کا قول بھی پایا جاتا ہو تو ایسا قول حجت معلوم نہیں ہوتا۔ کوئی صحابی اپنی ذاتی رائے اور اجتہاد میں معصوم عن الخطا نہیں ہے۔ جس میں خطا کا احتمال ہو وہ حجت نہیں ہے۔ خطا سے معصوم صرف قرآنی، نبوی اور اجماعی احکام ہیں۔ مقام صحابیت بجا مگر صحابی ہونے سے اس کی ذاتی رائے حجت نہیں بن سکتی۔

اگر کسی مسئلہ کا شرعی حکم کتاب و سنت سے نہ ملے اور اس بارے میں صحابی کا فتویٰ موجود ہو جس سے اختلاف کی ضرورت بھی نہ ہو، تو پھر صحابی کا فتویٰ، ذاتی رائے اور اجتہاد سے بہتر ہے۔ دینی امور میں صحابی کی رائے ہماری رائے سے یقیناً زیادہ صائب ہے۔ ذاتی رائے کے بجائے قولِ صحابی اختیار کرنے سے حکم کی ذمہ داری ہم پر نہیں آئے گی۔ یہی محتاط طرزِ عمل ہے۔ صحابہ کرامؓ کے اجتہادی اقوال اگرچہ حجت نہیں ہیں لیکن قرآن و سنت کے بعد ذاتی رائے میں اقوالِ صحابہؓ میں حصر کرنا بہتر اور محتاط رویہ ہے۔ بقول علامہ کاسانی "(۱) اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی ایسے پہلو پر عمل کرنا جس سے متعلق کسی صحابی کا قول ملتا ہو، اس پہلو پر عمل سے بہتر ہے جس بارے میں کسی صحابی کا قول نہ ملتا ہو کیوں کہ وہ مسلک بالیقین باطل ہے(۲)۔

اقوالِ صحابہؓ کی عدم حجیت پر اتنی زیادہ سختی بھی نہیں کی جا سکتی کہ انہیں بالکل رد کر دیا جائے اور فقہ اسلامی میں ان کی کوئی تشریعی حیثیت ہی نہ تسلیم کی جائے۔ اس بارے میں اتنا زیادہ نرم موقف بھی اختیار نہیں کیا جا سکتا کہ کسی صحابی کی محض ذاتی رائے کو تشریعی امور میں قرآن و سنت کے متوازی لا کھڑا کیا جائے۔

۱۔ ابوبکر بن مسعود بن احمد علاء الدین، حنفی فقیہ۔ آپ نے ۵۸۷ھ کو وفات پائی اور حلب میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البہیہ ص ۵۳

۲۔ بدائع الصنائع ۱/۲۷۹

فصل ششم

صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال

اختلافی اقوال میں ترجیح

صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال میں ترجیح قائم کی جائے گی۔ ان میں تعارض کی وجہ سے وقوف نہیں کیا جائے گا جیسے کہ آیات اور اخبار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ظاہری تعارض کی وجہ سے وقوف جائز نہیں ہے(۱)۔ صحابہؓ کے اختلافی اقوال میں تعارض ایسے ہی ہے جیسے قیاس کے مختلف پہلوؤں اور وجوہ کا تعارض ہو۔ جب صحابہ کرامؓ نے ایک مسئلہ میں اختلاف کیا اور کسی نے مرفوع حدیث سے دلیل قائم نہیں کی تو توقیف کا احتمال ساقط ہوگیا اور رائے اور اجتہاد کا پہلو متعین ہوگیا۔ اس سے ان اقوال میں ترجیح لازم آئے گی(۲)۔ ترجیح کی صورت کیا ہو؟ اس بارے میں ائمہ کرامؒ کی آراء مندرجہ ذیل ہیں:

امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے:

آخذ بكتاب الله فمالم اجد فسنة رسول الله صلى الله عليه وسلم فما لم اجد في كتاب الله ولا في سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم اخذت بقول اصحابه آخذ بقول من شئت منهم وادع من شئت منهم ولا اخرج من قولهم إلى قول غيرهم(۳)۔

میں کتاب اللہ سے لیتا ہوں، جو نہ پاؤں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے لیتا ہوں۔ جو کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہ ملے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کے قول سے لیتا ہوں۔ ان میں سے جس کا قول چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جس کا قول چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں۔ لیکن صحابہؓ کے قول سے باہر نہیں نکلوں گا۔ صحابہؓ کے علاوہ کسی اور کے قول کی طرف نہیں جاؤں گا۔

۱۔ تقویم الأدلة ص ۲۵۸

۲۔ المحرر في اصول الفقه ۲/۸۷۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۲۳

۳۔ الانتقاء ص ۱۴۲۔ مزید ملاحظہ ہو: جامع بیان العلم و فضله ۲/۶۰۸

امام ابوحنیفہؒ کا ایک اور قول ہے۔

ما جاء عن رسول اللّٰہ فعلی الراس والعین بابی ھو وامی ولیس منا مخالفتہ وما جاء نا عن اصحابہ تخیرنا وما جاءہ عن غیر ھم فھم رجال ونحن رجال(۱)۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے جو آئے تو سر آنکھوں پر اور میرے والدین قربان اور ہم میں سے کوئی اس کی مخالفت نہیں کرے گا، اور جو ہمارے پاس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب سے آئے تو ہم انتخاب کریں گے، اور جو صحابہؓ کے علاوہ دوسروں سے آئے تو وہ بھی آدمی ہیں اور ہم بھی آدمی ہیں۔

آپ ہی کا ایک اور قول ہے:

اذا جاء نا الحدیث عن رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اخذ نا بہ واذا جاء نا عن الصحابۃ تخیرنا واذا جاء نا عن التابعین زاحمنا ھم(۲)۔

جب ہمارے پاس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی حدیث آئے تو ہم اسے لیں گے۔ جب ہمارے پاس صحابہ کرامؓ سے آئے تو ہم بہتر کا انتخاب کریں گے اور جب ہمارے پاس تابعین سے آئے تو ہم ان سے بحث کریں گے۔

مندرجہ بالا عبارات ظاہر کرتی ہیں کہ اقوالِ صحابہؓ میں سے جو قول امام ابوحنیفہؒ مناسب سمجھتے، لے لیتے تھے لیکن آپ اقوالِ صحابہؓ سے باہر نہیں جاتے تھے۔

امام شافعیؒ نے صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال کے بارے میں فرمایا: نصیر منھا الی ما وافق الکتاب او السنۃ او الاجماع او کان اصح فی القیاس(۳)۔ یعنی اگر صحابہ کرامؓ اقوال میں متفرق ہوں گے تو ہم وہ قول لیں گے جو قرآن یا سنت یا اجماع کے موافق ہوگا یا جو قیاس میں صحیح ترین ہوگا۔ امام شافعیؒ صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال میں سے ائمہ یعنی حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے اقوال کو ترجیح دیتے ہیں(۴)۔ وہ اقوالِ ائمہ میں سے

۱۔ المیزان الکبریٰ ۱/۶۵

۲۔ الانتقاء ص ۱۴۳۔ مزید ملاحظہ ہو عقود الجمان ص ۱۷۳

۳۔ الرسالۃ ص ۵۹۶۔ مزید ملاحظہ ہو جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۹۰۸ آداب الشافعی و مناقبہ ص ۲۳۵۔ مناقب الشافعی ۱/۴۸۰

۴۔ معرفۃ السنن والآثار ۱/۸۳، المستصفی مع فواتح الرحموت ۱/۲۷۴، مناقب الشافعی ۱/۴۸۰، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۵۳۔ علامہ زرکشیؒ نے لکھا ہے کہ بعض مواقع پر امام شافعیؒ نے فرمایا ہے: اقول بقول الائمۃ ابی بکر و عمر و عثمان "اور حضرت علیؓ کا ذکر نہیں کیا۔ علامہ زرکشیؒ نے علامہ ابن القطانؒ کی وضاحت نقل کی ہے کہ ہم امام شافعیؒ کے بارے میں یہ گمان نہیں کر سکتے کہ انہوں نے امیر المومنین حضرت علیؓ سے اعراض کیا ہے۔ بلکہ یہ دو قرین قیاس یہ ہے کہ امام شافعیؒ نے دوسروں پر اکتفاء کرتے ہوئے حضرت علیؓ کا ذکر نہیں کیا، کیونکہ ان میں سے بعض کا بعض سے پتہ چل جاتا ہے۔ لہٰذا بعض کی طرف اشارہ کیا۔ اس لیے امام شافعیؒ نے بعض مواقع پر صرف ابوبکرؓ اور عمرؓ۔ ملاحظہ ہو البحر المحیط فی اصول الفقہ ۶/۶۷-۶۸

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے اقوال کو راجح قرار دیتے ہیں(۱)۔ ائمہ صحابہ کرامؓ کے علاوہ دیگر صحابہؓ میں سے اس صحابی کا قول راجح کرتے ہیں جو زیادہ عالم ہو(۲)۔ امام شافعیؒ کسی قول کو ترجیح دینے کے لیے کثرت کو بھی بنیاد بناتے ہیں۔ اگر صحابہؓ تعداد میں برابر ہوں تو پھر ان میں سے جو قول بہتر ہو اس پر عمل کیا جائے گا(۳)۔

امام شافعی اقوالِ صحابہؓ کے مراتب کے تعیین میں یہ اصول بناتے ہیں کہ جو قول کتاب وسنت سے قریب ترین ہو، اسے اختیار کیا جائے۔ اگر قرب کے لحاظ سے سب مساوی ہوں تو خلفائے راشدینؓ کا قول راجح ہوگا۔ لیکن تطبیق کے وقت امام شافعیؒ اس صحابی کا وہ قول لیتے ہیں جو کتاب وسنت کے قریب ترین ہو اور اسے ترجیح دیتے ہیں خواہ وہ قول کسی خلیفہ راشد کے قول کے خلاف ہی کیوں نہ ہو۔ مثلاً بھائیوں کے ساتھ دادا کی میراث کے مسئلہ میں، امام شافعی نے حضرت علیؓ کے قول پر حضرت زید بن ثابتؓ کے قول کو ترجیح دی ہے(۴)، کیوں کہ حضرت زیدؓ کے بارے میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا افرضھم زید(۵)۔ لہٰذا امام شافعیؒ فرائض میں حضرت زیدؓ کا قول راجح قرار دیتے ہیں۔ قضاء میں حضرت علیؓ کا قول راجح ہے کیوں کہ حدیث ہے واقضاھم علی(۶) اور تحلیل وتحریم کے مسئلہ میں حضرت معاذؓ کا قول امام شافعیؒ کے نزدیک راجح ہے(۷) کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان اس پر دلالت کرتا ہے واعلمھم بالحلال والحرام معاذ بن جبل(۸)۔

امام احمد بن حنبلؒ صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال میں سے وہ قول لیتے تھے جو قرآن وسنت سے زیادہ قریب معلوم ہوتا تھا(۹)۔ آپ اقوالِ صحابہؓ سے باہر نہیں جاتے تھے۔ اگر کسی قول کو ترجیح دینے کی کوئی وجہ نہ ملتی تو مختلف اقوال کا ذکر کر دیتے اور کسی خاص قول پر زور نہ دیتے(۱۰)۔ اقوالِ صحابہؓ کی ترجیح میں امام احمد بن حنبلؒ کا تیسرا موقف بھی ہے۔ اس سلسلہ میں حافظ ابن قیمؒ لکھتے ہیں:

اگر صحابی نے کوئی قول کہا تو اس کی دو صورتیں ہیں، یا تو کسی صحابی نے اس قول کی مخالفت کی، یا نہیں کی۔ اگر ہم پایہ صحابی نے مخالفت کی مثلاً خلفائے راشدینؓ یا دوسرے صحابہؓ تو کیا وہ قول جس طرف صحابہ کرامؓ یا دوسرے اکابر

۱۔ المستصفی مع فواتح الرحموت ۲۶۲/۱، مناقب الشافعی ۴۴۳/۱

۲۔ المستصفی مع فواتح الرحموت ۲۶۲/۱

۳۔ مناقب الشافعی ۴۸/۱

۴۔ الأم، اختلاف علی و عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما باب الفرائض ۱۸۹/۷

۵۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۳۷ پر گزر چکا ہے۔

۶۔ سنن ابن ماجہ، المقدمۃ، کتاب السنۃ، باب فی فضائل اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، فضائل خباب رضی اللہ عنہ ۱۰۲۱

۷۔ البرھان فی اصول الفقہ ۱۳۸۳/۲، ۱۳۸۴

۸۔ صحیح الترمذی، کتاب المناقب، مناقب معاذ بن جبل و زید بن ثابت و ابی عبیدۃ بن الجراح رضی اللہ عنہم ۲۰۴۳

۹۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۱۹۸/۴، اعلام الموقعین ۳۱/۱

۱۰۔ اعلام الموقعین ۳۱/۱

صحابہؓ ہوں، وہ دوسروں پر حجت ہے یا نہیں؟ اس میں علماء کے دو اقوال ہیں۔ یہ دونوں روایتیں امام احمدؒ سے ہیں۔ صحیح یہ ہے کہ جس طرف خلفائے راشدینؓ یا دوسرے اکابر صحابہؓ ہوں وہ قول راجح اور اولیٰ ہے۔ اگر ایک قول کے ساتھ خلفائے راشدینؓ ہوں تو وہ بلاشبہ صواب ہے۔ جس طرف خلفاء راشدینؓ کی اکثریت ہو، اس میں صواب غالب ہے۔ اگر دونوں طرف برابر دو دو خلفاء راشدینؓ ہوں تو جس طرف حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں وہ قول صواب کے قریب ترین ہے۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ میں اختلاف ہو تو صواب حضرت ابوبکرؓ کے ساتھ ہے۔ یہ وہ اختصار ہے جس کی تفصیل ہر وہ شخص جانتا ہے جو اختلاف صحابہؓ اور ان کے اقوال میں ترجیح کا علم و مہارت رکھتا ہو(۱)۔

امام ابن حزمؒ کی رائے میں اگر صحابہ کرامؓ ایک مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہوں تو کسی صحابی کا قول دوسرے کے قول سے اولیٰ نہیں ہے بلکہ ایسی صورت میں واجب ہے کہ قرآن اور سنت کی طرف رجوع کیا جائے(۲)۔

جلال الدین سیوطیؒ نے تفسیری اقوال سے متعلق لکھا ہے کہ صحابہ کرامؓ کے متعارض اقوال کو اگر ممکن ہو تو جمع کریں گے۔ اگر جمع ممکن نہ ہو تو حضرت ابن عباسؓ کا قول مقدم کیا جائے گا، کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو تفسیر قرآن کے بارے میں بشارت دی تھی اور آپ کے حق میں یہ دعا فرمائی تھی(۳)

اللهم فقهه فى الدين و علمه التاويل(۴)

اے اللہ! اسے (حضرت ابن عباسؓ کو) دین میں سمجھ عطا کر اور تاویل کا علم دے۔

ائمہ کرام کی مندرجہ بالا آراء کی روشنی میں یہ بات مترشح ہوتی ہے کہ اختلافی اقوال صحابہؓ میں اس قول کو ترجیح دی جائے گی جو قرآن و سنت سے زیادہ قریب ہو، جیسا کہ امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا ہے۔ یہی ان اقوال میں سے بہتر کا انتخاب ہے، جیسے کہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے۔ اگر کوئی قول قرآن و سنت سے قریب ترین قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ قول لینا بہتر ہے جو اجماع کے موافق یا قیاس میں صحیح ترین ہو، جیسا کہ امام شافعیؒ نے صراحت فرمائی ہے۔ اگر اس طور سے بھی ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر وہ قول لینا چاہیے جس طرف صحابہؓ کی اکثریت ہو۔ اس میں بھی وہ قول راجح ہے جس پر خلفائے راشدینؓ ہوں۔ اگر ایک طرف خلفائے راشدینؓ ہوں اور دوسری طرف دیگر صحابہؓ، تو مقام و مرتبہ میں فضیلت کے لحاظ سے خلفائے راشدینؓ کا قول راجح ہے۔ اگر کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوں، اور ان میں خلفائے راشدینؓ برابر، برابر ہوں تو وہ قول صواب کے قریب ترین ہے جس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں۔ ان دونوں میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول راجح ہے۔ اس کی تائید وہ آثار کرتے ہیں جس سے صحابہ کرامؓ میں فضیلت کی درجہ بندی ظاہر ہوتی ہے۔

۱۔ اعلام الموقعین ۱۱۹/۴

۲۔ المحلی بالآثار ۱۳۵/۱

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ۳۵۵/۲

۴۔ اس کا حوالہ صفحہ ۱۲۶ پر گزر چکا ہے۔

مثلاً حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا

كنا نخير بين الناس في زمان رسول الله صلى الله عليه وسلم فنخير ابابكر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان رضي الله عنهم (۱)

ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان ترجیح دیا کرتے تو ہم حضرت ابوبکرؓ کو ترجیح دیتے، پھر حضرت عمرؓ کو اور پھر حضرت عثمانؓ کو ترجیح دیتے تھے۔

حضرت علیؓ کے بیٹے محمد بن حنفیہؒ (۲) نے آپ سے پوچھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ حضرت علیؓ نے فرمایا حضرت ابوبکرؓ۔ محمد بن حنفیہؒ بیان کرتے ہیں کہ پھر میں نے کہا ان کے بعد کون ہے؟ فرمایا حضرت عمرؓ۔ مجھے ڈر ہوا کہ اب وہ حضرت عثمانؓ کا نام لیں گے۔ میں نے کہا تو پھر آپ ہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا، ما انا الا رجل من المسلمين (۳)۔ یعنی میں تو مسلمانوں میں سے ایک مسلمان ہوں۔

اگر کسی مسئلہ میں خلفائے راشدینؓ کے بجائے دیگر صحابہؓ کے اقوال منقول ہوں تو فقیہ صحابی کا قول غیر فقیہ صحابی کے قول پر راجح ہے۔ فقہاء صحابہؓ میں اس صحابی کا قول راجح ہے جو علم میں زیادہ امتیاز و فضیلت رکھتا ہو۔ مثلاً میراث میں حضرت زید بن ثابتؓ، قضاء میں حضرت علیؓ، حلال و حرام میں حضرت معاذ بن جبلؓ اور تاویل و تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ وغیرہ کی فضیلت میں اخبار وارد ہوئی ہیں۔ البتہ جیسا کہ بیان ہوا، امام شافعیؒ نے فرائض میں حضرت ابوبکرؓ کے قول پر حضرت زیدؓ کا قول اس بنا پر راجح قرار دیا ہے کہ فرائض میں حضرت زیدؓ کے زیادہ عالم ہونے پر نبوی شہادت موجود ہے۔

دلیل کے ساتھ ترجیح اختلافی اقوالِ صحابہؓ میں سے کسی ایک قول کی ترجیح کے لیے یہ ضروری ہے کہ کوئی دلیل موجود ہو۔ ایک مجتہد کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی قول بلا دلیل راجح قرار دے (۴)۔ یہ جمہور اصولیین کا موقف ہے (۵)۔ دلیل کے ساتھ اقوالِ صحابہؓ کی ترجیح کے حق میں جمہور علمائے اصول مندرجہ ذیل دلائل پیش کرتے ہیں

۱۔ قولِ صحابی قوت میں کتاب و سنت سے کم ہے۔ اگر ایک مجتہد قرآن مجید یا سنتِ نبوی کے دو بظاہر متعارض حکموں کو بغیر کسی مرجح اور خارجی دلیل کے ترجیح نہیں دیتا تو یہ بات بدرجہ اولیٰ ضروری ہے کہ ایک مجتہد متعارض اقوالِ صحابہؓ میں سے کوئی قول بلا دلیل ترجیح نہ دے (۶)۔

۱۔ صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب فضل ابي بكرؓ بعد النبي صلى الله عليه وسلم ۱/ ۵۱۹

۲۔ محمد بن حنیفہ بن علی بن ابی طالب، تابعی۔ آپ ۸۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الكبرى ۵/ ۹۱ سير اعلام النبلاء ۴/ ۱۱۰

۳۔ صحيح البخاري، كتاب المناقب، باب ۱/ ۵۱۸

۴۔ العدة في اصول الفقه ۳/ ۱۲۰۸ الواضح في اصول الفقه ۱/ ۳۳ روضة الناظر ۱/ ۳۰۶ شرح مختصر الروضة ۳/ ۱۸۸ البحر المحيط في اصول الفقه ۶/ ۱۷ اتحاف ذوي البصائر ۳/ ۳۵۲ الواضح في اصول الفقه ۵/ ۲۲۷

۵۔ اتحاف ذوي البصائر ۳/ ۳۵۲

۶۔ روضة الناظر ۱/ ۳۰۶، شرح مختصر الروضة ۳/ ۱۸۸، اتحاف ذوي البصائر ۳/ ۳۵۲

۲۔ جب کسی ایک مسئلہ میں صحابہؓ کے دو اقوال ہوں تو ان دونوں کا صواب ہونا یا دونوں کا خطا ہونا ممکن نہیں ہے۔ ان میں سے ایک صواب ہے اور دوسرا خطا۔ کسی خارجی دلیل کے بغیر صواب یا خطا قول کی معرفت ممکن نہیں ہے۔ صواب اور خطا کے درمیان تمیز بلا دلیل نہیں ہو سکتی(۱)۔

۳۔ جب صحابہؓ نے ایک مسئلہ پر باہم اختلاف کیا تو انہوں نے اپنے مخالف کے اجتہاد اور اتباع دلیل کو جائز قرار دیا۔ مخالفت انکار کی نوع ہے۔ ہر گروہ خطا و صواب میں دوسرے کے برابر ہے۔ ایک گروہ کا بد ترجیح اتباع اور بد دلیل ترجیح نفس تقلید ہے اور مجتہد کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ کوئی قول بلا دلیل لے(۲)۔

۴۔ اختلافی اقوال میں سے کوئی قول بلا دلیل لینا اور جسے چاہا اختیار کرنا اسلام سے خروج ہے، کیوں کہ اس سے یہ لازم آئے گا کہ اللہ کا دین ہمارے اختیار میں ہو جائے۔ ہم میں سے جو چاہے اور جسے چاہے حرام یا حلال قرار دے دے(۳)۔

حنبلی فقیہ ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ بعض حنفیہ اور بعض متکلمین کے نزدیک صحابہؓ کے اختلافی اقوال میں سے کوئی ایک قول بلا دلیل لینا جائز ہے جب تک کہنے والے کی بات کا انکار نہ کیا گیا ہو(۴)، کیوں کہ صحابہ کرامؓ کا اختلاف اس بات پر اجماع ہے کہ دو اختلافی اقوال میں سے ایک قول لینا جائز ہے۔ اسی لیے حضرت عمرؓ نے حاملہ کو رجم کرنے کے مسئلہ(۵) میں حضرت معاذؓ کا قول اختیار کیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے کسی دوسرے صحابی کی رائے معلوم نہیں کی حالاں کہ بعض اہلِ اجتہاد صحابہؓ موجود تھے۔ یہ اس بات پر دلیل ہے کہ صحابہؓ کا کوئی ایک قول بلا دلیل لینا جائز ہے(۶)۔ صاحب ''اتحاف ذوی البصائر'' نے احناف میں سے شمس الائمہ سرخسیؒ اور متکلمین میں سے ابو علی جبائی اور ابو ہاشم جبائیؒ کے نام بطور مثال ذکر کیے ہیں(۷)۔

شمس الائمہ سرخسیؒ حنفی کہتے ہیں کہ اگر صحابہؓ کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو حق اقوال صحابہؓ سے باہر نہیں ہے۔ کوئی شخص ایسی رائے اختیار نہ کرے جو اقوالِ صحابہؓ سے باہر ہو۔ وہ متاخر کو مقدم کا ناسخ بنانے کے لیے ان اقوال

۱۔ شرح مختصر الروضۃ ۱۸۸/۳، اتحاف ذوی البصائر ۱۳۵۵/۳

۲۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۱۲۰۹/۴، الواضح فی اصول الفقہ ۲۲۸/۵-۲۲۹

۳۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۷۶/۲

۴۔ روضۃ الناظر ۲۰۶/۱

۵۔ ایک عورت کا خاوند غائب تھا۔ واپسی پر خاوند نے حضرت عمرؓ کے سامنے اپنی حاملہ بیوی کے خلاف مقدمہ پیش کیا۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو رجم کرنا چاہا۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا "إن یکن بک علیها سبیل فلا سبیل لک علی ما فی بطنها"۔ یعنی اگر آپ کو اس عورت پر اختیار حاصل ہے تو آپ کو اس بچے پر کوئی اختیار نہیں جو عورت کے پیٹ میں ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو قید کرنے کا حکم دیا، یہاں تک کہ عورت نے بچہ جنم دیا۔ باپ نے دیکھا تو کہا یہ بچہ میرا ہے۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا "عجزت النساء أن یلدن مثل معاذ، لولا معاذ لهلک عمر"۔ یعنی عورتیں حضرت معاذؓ جیسے کو جنم دینے سے عاجز ہیں۔ اگر حضرت معاذؓ نہ ہوتے تو حضرت عمرؓ ہلاک ہو جاتے۔ تفصیل ملاحظہ ہو جامع بیان العلم و فضلہ ۹۲۰/۲، اتحاف ذوی البصائر ۱۳۵۵/۳

۶۔ اتحاف ذوی البصائر ۱۳۵۶/۳

۷۔ ایضاً ۱۳۵۳/۳

کی تاریخ اور زمانہ معلوم کرنے میں مشغول نہ ہو جیسے دو آیات اور دو خبروں میں کیا جاتا ہے۔ جب صحابہؓ میں اختلاف ظاہر ہو گیا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سماع بھی ثابت نہیں تو اس میں توقیف کا احتمال ختم ہو گیا اور صرف رائے اور اجتہاد کی صورت باقی رہ گئی کہ یہ قول رائے سے کہا گیا ہے۔ ایک رائے دوسری رائے کا ناسخ نہیں ہوتی۔ اقوال صحابہؓ میں سے کسی ایک قول کو قوت میں زیادہ ہونے کی بنا پر ترجیح دی جائے گی۔ جب قوت میں زیادہ قوی معلوم ہو جائے تو راجح پر عمل کرنا واجب ہے۔ اگر ترجیح ظاہر نہ ہو تو واقعہ میں مبتلا شخص کو اختیار ہے کہ اپنی غالب رائے میں صواب کو اختیار کر لے۔ لیکن کسی ایک قول پر عمل کرنے کے بعد دوسرے قول پر بلا دلیل عمل نہ کرے(۱)۔

واضح ہوا کہ سرخسیؒ بھی یہ رائے رکھتے ہیں کہ اختلافی اقوال میں قوت میں زیادہ قوی کو ترجیح دی جائے گی۔ وہی قول زیادہ قوی ہوگا جو قوی تر دلیل پر ہو۔ قوی تر قول کو ترجیح دینا دلیل سے ترجیح دینا ہے۔ ہذا اقوال صحابہؓ میں سے جو قول دلیل و قوت میں زیادہ ہو، وہ راجح ہے۔ اگر یہ ترجیح ممکن نہ ہو تو وہ قول اختیار کرنا چاہیے جو غالب رائے میں صواب کے قریب تر ہو۔ کسی مسئلہ کا شرعی حکم کتاب و سنت اور اجماع سے نہ ملے اور اس بارے میں اقوال صحابہؓ موجود ہوں تو اصول ترجیح پر عمل کرتے ہوئے ان میں سے کوئی ایک قول اختیار کر لینا چاہیے۔ اقوال صحابہ سے باہر نہیں جانا چاہیے۔ خیر و سلامتی اسی میں ہے۔ حق صحابہ کرامؓ کے اقوال ہی میں ہے۔

دو اقوال پر صحابہؓ کے اتفاق کے بعد تیسرا قول لانا

اختلاف صحابہؓ کی ایک صورت یہ بھی ہے کہ کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوں جن پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو گیا ہو اور وہ دونوں اقوال تسلیم کر لیے گئے ہوں، تو کیا صحابہؓ کے بعد والوں کے لیے اسی مسئلہ میں تیسرا قول لانا جائز ہے؟

جمہور اصولیین: ان کے نزدیک تیسرا قول لانا جائز نہیں ہے(۲)۔ ان کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں

۱۔ جب صحابہؓ کسی ایک مسئلہ میں دو اختلافی اقوال رکھتے ہوں تو یہ ان کی طرف سے اس بات پر اجماع ہے کہ اس مسئلہ میں ان دو اقوال کے علاوہ کوئی تیسرا قول نہیں ہے۔ انہی دو اقوال میں حصر کیا جائے۔ صحابہؓ کا اختلاف ان دونوں اقوال میں حق کے تعیین پر ہے(۳)۔ حق ان دونوں سے باہر نہیں ہے(۴)۔ ان کے علاوہ تیسرا قول

۱۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۸۲

۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۱/۲۳۸ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۴ تقویم الأدلۃ ص ۲۵۹ التوضیح ۲/۹۸ العدۃ فی اصول الفقہ ۳/۱۱۳ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۳۰۰ البرھان فی اصول الفقہ ۲/۷۰۲ الواضح فی اصول الفقہ ۵/۲۲۷ المعتمد فی اصول الفقہ ۲/۴۴ روضۃ الناظر ۱/۳۷۷ نھایۃ السول ۳/۲۸۲ المنخول من تعلیقات الأصول ص ۳۲۰ قواطع الأدلہ ۱/۴۸۸، ۲/۳۱ التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۸۷ ارشاد الفحول ص ۱۵۷۔ الابھاج فی شرح المنھاج ۲/۳۶۹ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۳۷۔ اتحاف ذوی البصائر ۲/۱۲۳۹

۳۔ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۳۰۰

۴۔ المحرر فی اصول الفقہ ۱/۲۳۸

اختراع کرنا جائز نہیں ہے، تیسرا قول باطل ہوگا(۱)۔

۲۔ اصل یہ ہے کہ سکوت موافقت پر دلالت کرتا ہے اور اس سے اجماع منعقد ہوتا ہے۔ صحابہؓ کا دو اقوال پر سکوت اس بات کی دلیل ہے کہ اس مسئلہ میں وہ ان دو اقوال پر متفق ہیں اور اس پر اجماع ہے۔ جس طرح کسی مسئلہ میں ایک قول پر اتفاق اس بات کی دلیل ہے کہ اس ایک قول کے علاوہ ہر قول باطل ہے، اسی طرح صحابہؓ کا دو اقوال پر اجماع تیسرے قول کا اختراع جائز قرار نہیں دیتا(۲)۔

۳۔ اختلاف صحابہؓ تسویغ اجتہاد کو واجب قرار نہیں دیتا بلکہ ایسے اجتہاد کا جواز مہیا کرتا ہے جس سے صحابہؓ کے اختلافی اقوال میں سے حق تلاش کیا جائے۔ یہ تیسرے قول کے لیے اجتہاد کو جائز نہیں کرتا(۳)۔

۴۔ یہ اختلاف ایسے اجتہاد کا جواز ثابت کرتا ہے جو استقرار خلاف سے قبل ہو، اس کے بعد تیسرے قول کے لیے اجتہاد کا جواز ثابت نہیں کرتا۔ استقرار خلاف سے نئے قول کے بطلان پر اجماع لازم آیا ہے(۴)۔

۵۔ اگر قول ثالث جائز مان لیا جائے تو پھر یا تو وہ بلا دلیل ہوگا یا دلیل کے ساتھ ہوگا۔ اگر یہ بلا دلیل ہو تو ایسا قول ممنوع ہے۔ اگر دلیل کے ساتھ ہو تو اس سے صحابہؓ کے اختلافی اقوال میں خطا لازم آئے گی۔ امت کے حوالہ سے اس بات پر خطا اور غفلت لازم آئے گی کہ وہ یہ دلیل نہ پا سکے اور غفلت میں رہے، یوں وہ زمانہ حق پر قائم ہونے سے خالی رہا، یہ جائز نہیں ہے(۵)۔ صحابہ کرامؓ کا طویل عرصہ تک حق بات سے دور رہنا محال ہے(۶)۔

۶۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ صحابہؓ تیسرے قول کی تحریم پر صراحت کرتے۔ کسی ایک قول پر ان کے اتفاق سے بھی دوسرے قول کی ممانعت ثابت ہوتی ہے، اگرچہ انہوں نے دوسرے قول کی ممانعت صراحت سے نہ کی ہو(۷)۔

بعض اصولیین نے فرق کیا ہے کہ اگر قول حادث صحابہ کرامؓ کی متفق علیہ چیز کو ختم کرنے والا ہو تو وہ مردود ہوگا اور اگر متفق علیہ چیز کو ختم کرنے والا نہ ہو تو پھر تیسرے قول کا احداث جائز ہے۔ یہ رائے متاخر شافعیہ مثلاً آمدیؒ اور مالکی اصولی ابن حاجبؒ نے اختیار کی ہے(۸)۔

آمدیؒ اپنے قول مختار کی تفصیل بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تیسرا قول اس چیز سے ہٹ کر ہو جس پر دونوں اقوال متفق ہوں تو تیسرے قول کی اجازت نہیں ہے، کیوں کہ یہ اجماع کے خلاف ہے۔ مثلاً طہارت میں نیت

۱۔ التوضیح ۲/۳۹۸، عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۴

۲۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۱۱۱۳، اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳

۳۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳/۲۳۹، التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۸۸

۴۔ ایضاً

۵۔ روضۃ الناظر ۳۷۸، التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۸۷ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۲۸

۶۔ المنخول من تعلیقات الأصول ص ۳۲۰

۷۔ روضۃ الناظر ۱/۳۷۸

۸۔ ارشاد الفحول ص ۱۵۷ منہاج الوصول مع الابہاج ۳۶۹/۲ نہایۃ السول ۳/۲۶۹

کے مسئلہ پر امت دو اقوال پر متفق ہے۔ ایک یہ کہ تمام طہارات میں نیت کا اعتبار ہوگا اور دوسرا یہ کہ بعض طہارات میں نیت ضروری ہے بعض میں نہیں۔ یہ دونوں اقوال بعض طہارات میں نیت کے اعتبار پر متفق ہیں۔ اگر تیسرا قول یہ ہو کہ کسی بھی طہارت میں نیت ضروری نہیں تو یہ اجماع کے خلاف ہے۔ اگر تیسرا قول پہلے دو اختلافی اقوال کے مابین مجمع علیہ چیز کے خلاف نہ ہو بلکہ ایک جہت میں دونوں میں سے ہر ایک قول سے متفق ہو اور دوسرے پہلو سے مخالف ہو تو یہ تیسرا قول جائز ہے کیوں کہ اس میں اجماع کی مخالفت نہیں پائی جاتی۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ تمام طہارات میں نیت کا اعتبار ہے۔ دوسرا قول یہ کہ تمام طہارات میں نیت کا اعتبار نہیں ہے۔ تیسرا قول یہ ہو کہ بعض طہارات میں نیت کا اعتبار ہے اور بعض طہارات میں نیت کا اعتبار نہیں ہے(۱)۔

آمدیؒ اپنے موقف کی تائید میں کہتے ہیں کہ امت کا کسی مسئلہ میں دو اقوال پر اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے، اسی طرح قول ثالث بھی جائز ہے۔ اگر انقراض عصر صحابہؓ ہو جائے اور انہوں نے کسی مسئلہ میں دو دلائل سے استدلال کیا ہو تو تابعی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسئلہ میں تیسری دلیل سے استدلال کرے، اسی طرح قول ثالث بھی ہے(۲)۔

مثلاً بھائیوں کی موجودگی میں دادا کی میراث صحابہؓ کے مابین ایک اختلافی مسئلہ تھا۔ ایک گروہ دادا کو تیسرا حصہ دیتا تھا، جب کہ دوسرے گروہ کے نزدیک دادا کا چھٹا حصہ تھا(۳)۔ صحابہؓ کا اس پر اتفاق تھا کہ دادا کے لیے مال میں سے کچھ حصہ ضرور ہے۔ اگر قول ثالث یہ ہو کہ دادا کسی چیز کا مستحق نہیں ہے تو یہ قول مردود ہوگا، کیوں کہ یہ قول صحابہ کرامؓ کی متفق علیہ چیز یعنی دادا کا میراث میں کچھ حصہ ضرور ہے، کو ختم کرتا ہے۔

بعض اصولیین: بعض اصولیین کے نزدیک تیسرا قول لانے کی مطلق اجازت ہے۔ ابو اسحاق شیرازیؒ نے ان کو بعض متکلمین اور بعض اصحاب ابو حنیفہؒ لکھا ہے(۴)۔ علامہ ابن قدامہؒ نے کہا ہے کہ بعض حنفیہ اور بعض اہل ظاہر کے نزدیک ایسا جائز ہے(۵)۔ عبدالعزیز بخاریؒ نے اسے بعض اہل ظاہر اور بعض متکلمین کا قول قرار دیا ہے(۶)۔

مطلق جواز کے قائلین کہتے ہیں کہ صحابہؓ اختلاف رائے کے جواز پر متفق تھے۔ کسی مسئلہ پر ان کے اختلافی اقوال کا ہونا تیسرے قول کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔ صحابہؓ کا اختلاف اس بات کا فائدہ دیتا ہے کہ مسئلہ ابھی محل ظن ہی میں ہے اور یہ تیسرے قول کی مخالفت کو شامل نہیں کرتا۔ تیسرا قول اجماع کے خلاف نہیں ہے۔ صحابہؓ کا اختلاف اجتہاد

۱۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۱/۲۲۹

۲۔ ایضاً ۱/۲۳۰

۳۔ سنن الدارمی، کتاب الفرائض ۲/۳۵۱، ۳۵۴

۴۔ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۸۷

۵۔ روضة الناظر ۱/۳۷۷

۶۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الاسرار ۳/۳۳۷

کا جواز فراہم کرتا ہے۔ جس طرح استقرار خلاف سے قبل رائے قائم کرنا جائز ہے، اسی طرح بعد میں بھی تیسرا قول اختیار کرنا درست ہے۔ صحابہؓ نے تیسرے قول کی ممانعت کی صراحت نہیں کی ہے(۱)۔

جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا دو اقوال پر اتفاق ہو تو استقرار خلاف کے بعد تیسرا قول لانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس سے صحابہؓ بلکہ عہد صحابہؓ میں تمام امت کی تنقیص لازم آتی ہے کہ وہ قول حق نہ پا سکے اور بعد والوں نے اسے پا لیا۔ اس سے صحابہؓ پر اجتہاد میں غفلت کا الزام آتا ہے کہ انہوں نے حق معلوم کرنے میں سستی و کوتاہی کی اور بعد والوں نے مکمل اجتہاد کر کے تیسرا قول پا لیا۔ صحابہ کرامؓ اور تمام اہل عصر سے یہ خطا و غفلت محال ہے۔

☆ اگر دو مسئلوں میں صحابہؓ کے اقوال پائے جائیں، ایک گروہ نے دونوں مسئلوں میں ایک حکم مثلاً تحریم اختیار کیا اور وہ حکم دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا۔ دوسرے گروہ نے ان دونوں مسئلوں میں دوسرا حکم مثلاً تحلیل اختیار کیا اور وہ حکم دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا۔ کیا بعد والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ان دونوں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ میں ایک گروہ کا حکم اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے گروہ کا حکم لے لیں؟

مثلاً خاوند، والدین اور بیوی اور والدین دونوں مسئلوں میں ماں کی میراث پر صحابہؓ کے مابین دو مختلف اقوال ہیں۔ ایک گروہ کے نزدیک دونوں مسئلوں میں ماں کے لیے اصل مال کا تیسرا حصہ ہے۔ دوسرے گروہ کی رائے میں ماں کے لیے باقی مال کا تیسرا حصہ ہے۔ مشہور تابعی ابن سیرینؒ نے یہ موقف اختیار کیا کہ بیوی اور والدین کی موجودگی میں ماں کے لیے اصل مال کا تیسرا حصہ اور خاوند اور والدین کی موجودگی میں ماں کے لیے بقیہ مال کا ثلث ہے۔ ابن سیرینؒ نے ایک مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کا قول اور دوسرے مسئلہ میں دیگر صحابہؓ کا قول لیا ہے(۲)۔

علماء کا ایک گروہ کہتا ہے کہ ایسا جائز نہیں ہے، کیوں کہ تمام صحابہؓ نے ان دونوں مسئلوں کے تسویہ پر اجماع کیا ہے۔ ان دونوں میں تفریق کرنا اجماع کے خلاف ہے۔ اس کی صورت وہی ہے جیسے صحابہؓ نے ایک قول پر اجماع کیا ہو تو دوسرے قول کا احداث جائز نہیں ہے(۳)۔

دوسرے گروہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اتفاق نہیں کیا تھا کہ دونوں مسئلے ایک ہی حکم میں آپس میں برابر ہیں اور نہ صحابہؓ کی طرف سے ان دونوں حکموں میں سے کسی ایک حکم پر اجماع ہوا ہے۔ انہوں نے دونوں مسئلوں کو دو مختلف حکموں میں رکھا ہے۔ صحابہؓ کے بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے وہ ان دونوں مسئلوں میں

۱۔ المنخول من تعلیقات الأصول ص ۳۲۰ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۸۷ ارشاد الفحول ص ۱۵۷ الإبهاج فی شرح المنهاج ۳۶۹/۲ العدة فی اصول الفقه ۱۱۱۳/۳ روضة الناظر ۳۷۷/۱ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۳۴/۳ الإشارة فی اصول الفقه ص ۳۰۰

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقه ۸۴۳/۳، الوصول الی الأصول ۱۱/۲

۳۔ قواطع الأدلة ۳۳/۲ التبصرة فی اصول الفقه ص ۳۹۰ اللمع فی اصول الفقه ص ۹۴ نهایة السول ۲۷۷/۳

تفریق کر کے دونوں کے لیے الگ الگ حکم اخذ کریں(۱)۔ اگر صحابہؓ نے اس بات کی صراحت کر دی ہو کہ دونوں مسئلے تمام احکام یا فلاں حکم میں الگ الگ نہیں ہیں تو پھر ان کے درمیان تفریق جائز نہیں ہے، لیکن اگر ان کے درمیان تسویہ کی صراحت نہ کی ہو تو پھر بعد والوں کے لیے جائز ہے کہ وہ ایک مسئلہ میں ایک گروہ کا قول لیں اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے فریق کا قول اختیار کر لیں۔ اس سے اجماع کی مخالفت نہیں ہوتی، نہ حکم میں اور نہ علت حکم میں(۲)۔ ہر مسئلہ میں سلف کے ایک گروہ ہی کا قول لیا گیا ہے۔ سلف کا قول اختیار کرنا جائز ہے(۳)۔ ابو اسحاق شیرازیؒ نے لکھا ہے کہ بعض لوگوں نے اسے تیسرا قول لانا سمجھا ہے، ایسا سمجھنا غلط ہے۔ اس صورت میں دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے ایک فریق سے موافقت کی گئی ہے(۴)۔

اس مسئلہ میں قائلین اپنے موقف میں مضبوط نظر آتے ہیں اور ان کی رائے راجح ہے۔ دونوں مسئلوں میں سے ایک میں صحابہؓ کے ایک گروہ کا قول لینا اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے گروہ کا قول لینا، یہ تیسرا قول اختیار کرنا نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے صحابہؓ ہی کے اقوال میں حصر کیا گیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ میں ان کے ایک فریق ہی کا قول لیا گیا ہے۔

دو اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق

اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اختلافی اقوال ہوں تو کیا بعد والوں کے لیے جائز ہے کہ وہ صحابہؓ کے دو اقوال میں سے کسی ایک پر اتفاق کر لیں؟ اور کیا اس سے اختلاف صحابہؓ زائل ہو جائے گا؟ اس بارے میں اصولیین کے دو گروہ ہیں، ایک اس کا قائل ہے اور دوسرا اس کی مخالفت کرتا ہے۔

حنفی علماء: ابو بکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے مطابق اہل عصر ثانی کا اجماع حجت ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ اسی لیے امام محمدؒ نے کہا ہے کہ اگر قاضی نے بیع ام الولد کے جواز میں فیصلہ دیا تو وہ باطل ہوگا، کیوں کہ صحابہؓ کے مابین یہ مسئلہ اختلافی تھا۔ بعد میں مسلم قاضیوں اور فقہاء نے اجماع کر لیا کہ ام الولد آزاد ہے، اس کی فروخت نہیں ہوگی اور وہ بطور ترکہ تقسیم نہیں ہوگی۔ کسی ایک نے بھی اس کی مخالفت نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو ضلالت و گمراہی پر جمع نہیں کیا۔ امام محمدؒ کا یہ قول ظاہر کرتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ اجماع صحیح ہے(۵)۔

۱۔ العدۃ فی اصول الفقہ ۴/۳ ا التبصرۃ فی اصول الفقہ ص ۳۹۰ قواطع الأدلۃ ۲ ۳۳ الوصول الی الأصول ۲ ا اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳

۲۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۳ ۸۳۲-۸۳۳ الوصول إلی الأصول ۲/ ا العدۃ فی اصول الفقہ ۴ ۶ ا اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳

۳۔ الوصول إلی الأصول ۱۱۱/۲

۴۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳

۵۔ اصول الجصاص ۱۵۹/۲ حریطا حقہ میزان الأصول ص ۵۰۸ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۹/۱

امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مطابق دو اختلافی اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق اجماع نہیں ہے اور اختلاف صحابہؓ زائل نہیں ہوگا۔ شیخین کے نزدیک بیع ام ولد کے جواز میں قاضی کا فیصلہ نافذ ہوگا(۱)۔

علاء الدین سمرقندیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک یہ اجماع نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ اجماع ہے(۲)۔ ابوالحسن کرخیؒ کہتے ہیں کہ بیع ام الولد کے مسئلہ میں امام ابو یوسفؒ امام محمدؒ کے ساتھ ہیں(۳)۔ ابوالحسن کرخیؒ کے مطابق امام ابوحنیفہؒ کا بیع ام الولد کے جواز میں قاضی کا فیصلہ جائز قرار دینا اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ امام ابوحنیفہؒ ام الولد کے عدم جواز پر اس اجماع کو نہیں مانتے جو اس مسئلہ میں اختلاف کے بعد منعقد ہوا تھا۔ اس اجماع کی صحت ثابت شدہ ہے۔ اس کا اتباع لازم ہے۔ امام ابوحنیفہؒ کا مذہب یہ ہے کہ یہ اجماع صحیح ہے، اگرچہ اس کے خلاف کیا جانے والا قاضی کا فیصلہ فسخ نہ کیا جائے۔ امام ابوحنیفہؒ نے اس کی وجہ بھی بیان کی تھی جو ابوالحسن کرخیؒ کو یاد نہیں رہی۔ انہوں نے یہ بھی ذکر کیا تھا کہ نصوص کی طرح اجماعات کے بھی درجات ہیں۔ بعض نصوص زیادہ آکدو پختہ ہیں اور بعض کم۔ ایسا نص جو اپنے معنی میں متفق علیہ ہو، وہ اپنی حجیت کے لزوم میں اس نص کے برابر نہیں ہوتا جو اپنے معنی میں مختلف فیہ ہو، اگرچہ دونوں نصوص کی حجیت ثابت شدہ ہے۔ اسی طرح اجماعات کا حکم ہے۔ قاضی کا فیصلہ فسخ کرنے کے باب میں ایسے دو اجماعات میں فرق کرنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے جن میں سے ایک اجماع ایسا ہو جس سے قبل کوئی اختلاف نہیں ہوا اور دوسرا اجماع ایسا ہو جس سے پہلے اختلاف ہوا تھا۔ اگرچہ یہ دونوں اجماعات حجت ہیں لیکن ان دونوں میں دو پہلوؤں سے فرق ہے۔ ایک یہ کہ اس بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے کہ یہ اجماع ہے یا نہیں ہے۔ یہ فقہاء کے درمیان ایک مشہور اختلاف ہے۔ دوسرا پہلو یہ ہے کہ یہ ایسا اجماع ہے جس سے قبل اختلاف ہوا۔ اہل عصر اول نے اختلاف کیا اور اختلاف جائز رکھا۔ پس صحابہؓ کے بعد اجماع نہ ہونے کے مسئلہ پر اجتہاد جائز ہے۔ اس سے قاضی کا فیصلہ فسخ نہیں ہوگا۔ یہ اجماع اس اجماع کے درجہ پر بھی نہیں ہے جس سے پہلے اختلاف نہیں ہوا اور جس کے خلاف ہونے والا فیصلہ فسخ ہوگا، کیوں کہ ایسا اجماع اپنے خلاف اجتہاد کو جائز نہیں رکھتا۔ واضح ہوا کہ امام ابوحنیفہؒ کا بیع ام الولد میں قاضی کا فیصلہ فسخ نہ کرنے کا موقف اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ ان کے نزدیک اختلاف کے بعد منعقد ہونے والا اجماع صحیح اجماع نہیں ہے(۴)۔

شمس الائمہ سرخسیؒ نے کہا ہے کہ امام ابوحنیفہؒ نے بیع ام الولد کے جواز میں قاضی کا فیصلہ شبہ کی بنا پر نافذ کیا ہے اور یہ شبہ اختلاف کا ہے کہ کیا ایسا اجماع، اجماع ہے؟(۵)۔

۱۔ المحرر فی اصول الفقه ۲۳۹/۱، فواتح الرحموت ۲۲۸/۲

۲۔ میزان الأصول ص ۵۰۳

۳۔ فواتح الرحموت ۲۲۸/۲

۴۔ اصول الجصاص ۱۹۰/۲

۵۔ المحرر فی اصول الفقه ۲۳۹/۱

معلوم ہوا کہ احناف کے ایک گروہ کی رائے ہے کہ اگر صحابہؓ کا کسی مسئلہ میں اختلاف ہو اور انقراضِ عصر ہو جائے، پھر ان کے بعد لوگ کسی ایک قول پر اتفاق کر لیں تو یہ اجماع ہے، بمنزلہ خبر واحد کے ہے اور اس اجماع سے اختلاف صحابہؓ زائل ہو جائے گا(۱)۔ ابو المظفر سمعانیؒ نے کہا ہے کہ اکثر احناف کے نزدیک اجماع سے پہلے والا اختلاف زائل ہو جائے گا اور تابعین کا اجماع منعقد ہوگا(۲)۔

مالکی علماء : قاضی باجیؒ کہتے ہیں اس بارے میں امام مالکؒ سے کوئی قول منقول نہیں ہے۔ اصحاب امام مالکؒ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے مطابق صحابہؓ کا اختلاف زائل ہو جائے گا اور اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے، جب کہ دوسروں نے کہا ہے کہ اختلاف باقی رہے گا۔ بہتر قول وہی ہے جو ہمارے شیخ ابوبکر بن صالح ابہریؒ(۳) نے اختیار کیا ہے کہ صحابہؓ کا اختلاف باقی رہے گا(۴)۔ علامہ ابن حاجبؒ اس اجماع کے قائل ہیں(۵)۔

شافعی علماء اکثر شوافع کے نزدیک اجماع تابعین سے اختلاف صحابہؓ ختم نہیں ہوگا، اختلاف باقی رہے گا اور وہ اجماع، اجماع نہیں کہلائے گا(۶)۔

ابو اسحاق شیرازیؒ کہتے ہیں کہ انقراضِ عصر کے بعد صحابہ کرامؓ کے کسی ایک قول پر تابعین کا اجماع جائز ہے لیکن اس سے اختلاف صحابہؓ ختم نہیں ہوگا اور تبع تابعین کے لیے بھی یہ جائز ہے کہ وہ صحابہؓ کے دونوں اقوال میں سے کوئی ایک قول اخذ کریں(۷)۔ امام غزالیؒ کے نزدیک بھی اگر تابعین کسی ایک قول پر متفق ہو گئے تو دوسرا قول مہجور و متروک نہیں ہوگا اور اس پر عمل کرنے والا مخالف اجماع نہیں ہوگا کیوں کہ وہ پوری امت سے اختلاف نہیں کر رہا (۸)۔ آمدیؒ یہ رائے رکھتے ہیں کہ جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف دو اقوال پر استقرار پا چکے اور انقراضِ عصر ہو جائے تو پھر تابعین کا کسی ایک قول پر اجماع جائز نہیں(۹)۔ ابوبکر صیرفیؒ اور امام الحرمین جوینیؒ نے بھی اس اجماع کی مخالفت کی ہے(۱۰)۔ قاضی بیضاویؒ نے دو

۱۔ المحرر فی اصول الفقہ ۱/۲۳۹ اصول الجصاص ۲/۵۹ میزان الأصول ص ۵۰۷ مسلم الثبوت ۲/۲۲۶

۲۔ قواطع الأدلۃ ۲/۳۰

۳۔ ابوبکر محمد بن عبداللہ بن صالح ابہری الفقیہ الثقہ۔ مالکی مذہب کے ائمہ میں سے تھے۔ آپ ۳۹۵ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الدیباج المذہب ص ۲۵۱، ترتیب المدارک ۲/۴۶۶

۴۔ الإشارۃ فی اصول الفقہ ص ۳۰۳

۵۔ منتهی الوصول والأمل ص ۴۳ الإبهاج فی شرح المنهاج ۲/۳۷۵ التمهید فی تخریج الفروع علی الأصول ص ۳۵۶

۶۔ قواطع الأدلۃ ۲/۳۰

۷۔ اللمع فی اصول الفقہ ص ۹۳

۸۔ المستصفی مع فواتح الرحموت ۱/۲۰۳

۹۔ آمدی، الأحکام فی اصول الأحکام ۱/۲۳۵

۱۰۔ البرہان فی اصول الفقہ ۱/۴۱۳، الإبهاج فی شرح المنهاج ۲/۳۵۷

اختلافی اقوال میں سے ایک پر اتفاق کو اجماع قرار دیا ہے(۱)۔ ابن خیرانؒ(۲)، ابو سعید اصطخری(۳) اور ابو بکر قفال اسے اجماع مانتے ہیں جس سے اختلافِ صحابہؓ زائل ہو جائے گا(۴)۔

فخر الدین رازیؒ کا بھی یہ موقف ہے کہ عصرِ اول کے دو اقوال میں سے ایک قول پر اہلِ عصرِ ثانی کا اتفاق اجماع ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے(۵)۔ یہ اکثر شوافع کا مذہب ہے(۶)۔

حنبلی علماء: امام احمد بن حنبلؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایسے اجماع کے قائل نہیں تھے(۷)۔

مخالفین کے دلائل

ایک مسئلہ میں صحابہؓ کے دو اختلافی اقوال میں سے ایک پر اہلِ عصرِ ثانی کا اتفاق اجماع تسلیم نہ کرنے والوں کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ قرآن مجید میں حکمِ ربانی ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ [النساء ۴: ۵۹]۔ لہذا تنازعات میں اجماع کے بجائے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے(۸)۔

۲۔ فرمانِ نبوی ہے اصحابی کالنجوم بأیهم اقتدیتم اهتدیتم(۹)۔ اس حدیث کا ظاہر متقاضی ہے کہ ہر صحابی کا قول لینا جائز ہے اور اس کی کوئی تفریق نہیں ہے کہ اس قول کے بعد اجماع ہے یا نہیں ہے۔ اگر اہلِ اجماع کا قول لینا واجب ہو جائے تو اس سے حدیث کی تخصیص لازم آئے گی(۱۰)۔

۳۔ اہلِ عصرِ اول کا اختلاف اس بات پر اتفاق تھا کہ دونوں اقوال میں سے جس کو چاہے لے لیں۔ اگر عصرِ ثانی میں ایک قول پر اجماع منعقد ہو جائے تو یہ دونوں اجماع ایک دوسرے کو ہٹانے والے ہوں

۱۔ الإبهاج في شرح المنهاج ۲/۳۷۶، نهاية السول ۳/۲۸۱

۲۔ ابن خیران، احمد بن الحسن، ابو الفضل، بغدادی، شافعی، حافظ، عالم، ثقہ تھے۔ آپ کا سالِ وفات ۳۸۹ھ ہے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۳/۲۰۶

۳۔ ابو سعید الحسن بن احمد بن یزید اصطخری، شافعی فقیہ، قاضی قم رہا ہے۔ آپ ۳۲۸ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الشافعية الكبرى ۲/۱۹۳، وفيات الأعيان ۲/۲۹۰

۴۔ اللمع في اصول الفقه ص ۹۳، قواطع الأدلة ۲/۳۰

۵۔ المحصول في علم اصول الفقه ۳/۲۸۹، التمهيد في تخريج الفروع على الأصول ص ۳۵۶

۶۔ سُلّم الوصول لشرح نهاية السول ۳/۲۸۲

۷۔ الإبهاج في شرح المنهاج ۲/۳۷۵

۸۔ ایضاً ۲/۳۷۷

۹۔ اس کا حوالہ صفحہ ۲۰۳ پر گزر چکا ہے۔

۱۰۔ المحصول في علم اصول الفقه ۳/۸۳۶، بحر، الإبهاج في شرح المنهاج ۲/۳۷۷، ۳۷۸۔

گے(۱)، دونوں میں تعارض ہوگا اور تعارضِ اجماعین باطل ہے۔

۴۔ اہلِ عصر اوّل کا جوازِ اختلاف پر اجماع تھا۔ اختلاف کو ناجائز کہنا اجماع کی مخالفت ہے(۲)۔

۵۔ جب امت کے دو اقوال ہوں اور غور و اجتہاد مکمل ہونے کے بعد استقرار خلاف ہو جائے تو یہ امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ دونوں اقوال میں سے کوئی ایک قول اجتہاد یا تقلید سے لینا جائز ہے ور انہوں نے جس پر اجماع کیا ہے اس میں وہ خطا سے معصوم ہیں۔ اگر عصرِ ثانی میں کسی ایک قول پر اجماع ہو جائے اور مجتہد کے لیے دوسرا قول لینا منع ہو تو اس سے اہلِ عصرِ اوّل کی خطا ثابت ہوتی ہے۔ یہ محال ہے کہ اس قول کو لینے کا جواز و ممانعت دونوں بیک وقت حق ہوں۔ پس ضروری ہے کہ ان میں سے ایک خطا ہو، یا وہ دونوں قطعی اجماعوں میں سے ایک کی خطا لازم کرے، جو کہ محال ہے۔ ثابت ہوا کہ عصرِ اوّل کے دو اقوال میں سے ایک قول پر تابعین کا اجماع ممتنع امر کی طرف لے کر جاتا ہے(۳)۔

۶۔ ہم یہ تسلیم نہیں کرتے کہ دو اقوال میں سے ایک قول لازمی خطا ہے بلکہ اجتہادی مسائل میں ہر مجتہد مصیب ہے(۴)۔

۷۔ صحابہؓ کے دو اقوال میں سے ایک پر عصرِ ثانی کا اجماع درست مان لینے سے قولِ صحابہؓ کی تضلیل و گمراہی لازم آتی ہے(۵)۔ ان کا قول یقینی خطا والا ہو جاتا ہے، جب کہ صحابہؓ نے اسے حق جانا تھا۔ خطا کو حق اعتقاد کرنا گمراہی ہے اور یہ صحابہؓ کے حق میں ناگوار ہے(۶)۔

۸۔ یہ بات ثابت ہے کہ اہلِ عصرِ اوّل کے دو اقوال پر اتفاق کے بعد اہلِ عصرِ ثانی کے لیے تیسرا قول لانا جائز نہیں ہے(۷)۔

۹۔ صحابہؓ نے جس مسئلہ میں اختلاف کیا اس میں وہ زندوں کے مانند ہیں۔ ان کے اقوال محفوظ کیے جاتے ہیں۔ ان کے حق اور مخالفت میں دلائل قائم کیے جاتے ہیں۔ جس طرح ان کی زندگی میں ان اقوال کے ہوتے ہوئے اجماع ممکن نہیں، اسی طرح ان کی وفات کے بعد بھی اجماع منعقد نہیں ہو سکتا۔ صحابی کے اختلافی قول کا اعتبار اس کی دلیل کی وجہ سے ہے، صحابی کی زندگی یا موت کی وجہ سے نہیں ہے(۸)۔

۱۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۳۸/۳ الابہاج فی شرح المنہاج ۳۷۹/۲

۲۔ المنخول من تعلیقات الاصول ص ۳۲۱

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۲۳۳/۱

۴۔ ایضاً ۲۳۳/۱

۵۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۹/۱

۶۔ میزان الاصول ص ۵۰۹

۷۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۲۸/۳

۸۔ ایضاً ۸۳۸/۳۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲۳۹/۱۔ میزان الاصول ص ۵۰۸

امام شافعیؒ کا قول ہے المذاهب لا تموت بموت اصحابها (۱)۔ یعنی مذاہب اپنے اصحاب کی موت سے ختم نہیں ہو جاتے۔

قائلین کے دلائل

صحابہ کرامؓ کے دو اختلافی اقوال میں سے ایک قول پر اہلِ عصرِ ثانی کا اجماع جائز قرار دینے والوں کے چند اہم دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

۱۔ ہر زمانہ کے لوگوں کا اجماع معتبر ہے (۲)۔

۲۔ قرآن مجید میں ہے وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ [النساء ۴: ۱۱۵]۔ جس چیز پر اہلِ عصرِ ثانی نے اجماع کیا ہے وہ ''سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ'' ہے، لہذا اس کا اتباع واجب ہے (۳)۔

۳۔ اس میں صحابہؓ کی تضلیل نہیں بلکہ وجوبِ عمل کے اعتبار سے ان کی خطا ہے۔ اعتقاد میں خطا پر تضلیل ہوتی ہے۔ عمل کے وجوب میں خطا معذور فیہ ہے (۴)۔

۴۔ ہر اختلاف میں خطا ہے، کیوں کہ حق ایک ہے (۵)۔

۵۔ یہ دلیل کہ قرآن مجید میں ہے فَإِنْ تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ إِلَى اللَّهِ وَالرَّسُولِ [النساء ۴: ۵۹]، اس کا جواب یہ ہے کہ کسی قول پر متفق ہونے کے بعد اہلِ عصرِ ثانی حالتِ تنازع میں نہیں ہیں۔ اب ان پر اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا واجب نہیں ہے (۶)۔

۶۔ یہ دلیل کہ حدیثِ نبوی ہے اصحابي كالنّجوم بايهم اقتديتم اهتديتم، یہ حدیث صحابہؓ کے اس توقف کے ساتھ مخصوص ہے جو انہوں نے کسی مسئلہ پر حکم لگانے سے قبل استدلال کے وقت کیا۔ لہذا کسی بھی رائے پر عمل کر سکتے ہیں۔ لیکن انعقادِ اجماع کے بعد اقتداء جائز نہیں ہے بلکہ اجماع پر عمل ہوگا۔ لہذا واجب ہے کہ محل نزاع کو مخصوص کر لیا جائے (۷)۔

۷۔ اگر تیسرے قول کے عدم جواز پر اجماع ہو تو پھر تیسرا قول لانا جائز نہیں ہے۔ اگر وہ کسی شرط سے

۱۔ البرهان في اصول الفقه ۱/۷۱۵، التمهيد في تخريج الفروع على الأصول ص ۴۵۷

۲۔ المحرر في اصول الفقه ۱/۳۳۹

۳۔ المحصول في علم اصول الفقه ۳/۸۳۶

۴۔ ميزان الأصول ص ۵۱۳

۵۔ مسلّم الثبوت ۲/۲۲۸

۶۔ المحصول في علم اصول الفقه ۳/۸۳۹

۷۔ ایضاً ۳/۸۳۹

مشروط ہو تو پھر اس شرط کی عدم موجودگی میں تیسرا قول لانا جائز ہے(۱)۔

۸۔ ابوبکر جصاصؒ نے مثالوں سے ثابت کیا ہے کہ دو اقوال میں سے ایک قول پر عصرِ ثانی میں جماع ہوا اور فقہائے امصار اس پر متفق ہوئے۔ مثلاً:

☆ حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق عدت میں نکاح کرنے والی عورت کا مہر بیت المال میں جمع کیا جائے گا۔ حضرت علیؓ کا قول ہے کہ مہر عورت کو ملے گا۔ سلف کا یہ مشہور اختلافی مسئلہ تھا۔ ان کے بعد امت کا اس پر اجماع ہو گیا کہ جب مہر واجب ہو جائے تو وہ اس عورت کا ہے اور وہ بیت المال میں جمع نہیں ہوگا(۲)۔

☆ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک حاملہ کا شوہر فوت ہو جائے تو حاملہ بیوہ کی مدت عدت وضع حمل تک ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی رائے میں وضع حمل اور چار ماہ دس دن میں سے جو مدت بعد میں ختم ہو، اس سے عدت پوری ہوگی۔ یہ اختلاف صحابہ کرامؓ میں مشہور و ظاہر تھا۔ اس بارے حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا تھا کہ جو چاہے میں اس سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَأُولَاتُ الْأَحْمَالِ أَجَلُهُنَّ أَنْ يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ [الطلاق ۶۵:۴] (اور حمل والی عورتوں کی عدت وضع حمل تک ہے) یہ آیت مندرجہ ذیل آیت کے بعد نازل ہوئی وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا يَتَرَبَّصْنَ بِأَنْفُسِهِنَّ أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ وَعَشْرًا [البقرة ۲:۲۳۴] (اور جو لوگ تم میں سے مر جائیں اور عورتیں چھوڑ جائیں تو عورتیں چار مہینے اور دس دن اپنے آپ کو روکے رکھیں)۔ ان کے بعد فقہائے امصار اس پر متفق ہو گئے کہ حاملہ بیوہ کی عدت وضع حمل ہے(۳)۔

☆ حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ، اور حضرت عمران بن حصینؓ کی رائے تھی کہ بیویوں کی مائیں مبہمہ ہیں یعنی کسی وصف سے مقید نہیں بلکہ مطلقہ ہیں اور وہ محض عقدِ نکاح کی وجہ سے حرام ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کی رائے تھی کہ وہ ربائب کی طرح ہیں اور وطی کے سوا حرام نہیں ہوں گی۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو قبل از دخول طلاق دی تو وہ اس کی ماں سے شادی کر سکتا ہے، اگر بیوی اس کے پاس فوت ہو گئی تو پھر بیوی کی ماں سے شادی نہیں کر سکتا۔ سلف کے درمیان یہ مشہور اختلافی مسئلہ تھا۔ ان کے بعد فقہاء اس پر متفق ہو گئے کہ بیویوں کی مائیں محض عقدِ نکاح کی وجہ سے حرام ہیں(۴)۔

زیرِ بحث مسئلہ میں مجوزین کا موقف راجح اور ان کے دلائل مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے دو اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق اجماع ہے۔ اہلِ عصرِ ثانی نے دو میں سے ایک قول پر اتفاق کر کے تیسرا قول

۱۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۸۳۹/۳-۸۵۰

۲۔ اصول الجصاص ۱۶۳/۲

۳۔ ایضاً ۱۶۴/۲

۴۔ ایضاً ۱۶۴/۲

اختراع نہیں کیا۔ بلکہ سب نے متفقہ طور پر ایک قول لیا ہے۔ وہ اقوال صحابہؓ سے باہر نہیں نکلے۔ ان کے اختلافی اقوال میں سے ایک کو ترجیح دینا بعد والوں کے لیے جائز ہے تو پھر ان سب کا کسی ایک قول پر اتفاق بھی درست ہے۔ اس میں صحابہ کرامؓ کی تضلیل نہیں ہے۔ وہ خود تسلیم کرتے تھے کہ اختلافی رائے میں غلطی ہو سکتی ہے۔ صحابہ کرامؓ نے متعدد مرتبہ اپنے اقوال سے رجوع کر کے قول مخالف اختیار کیا۔ اس میں ان کی کوئی تضلیل نہیں تھی۔ تمام اختلافی اقوال حق نہیں ہو سکتے، حق ایک قول میں ہے۔

صرف عام معتزلہ اور اکثر اشعریہ اس بات کے قائل ہیں کہ اختلافی مسائل میں حق اللہ کے ہاں متعین نہیں ہوتا، اجتہادی مواقع میں حق ایک سے زائد ہوتے ہیں(۱)۔ جمہور فقہاء اور اصولیین کے نزدیک دو مختلف اقوال بیک وقت حق نہیں ہو سکتے۔ حق صرف ایک ہے۔ اگر چہ وہ ہمارے سامنے متعین نہیں ہے مگر اللہ کے ہاں متعین ہے۔ یہ محال ہے کہ ایک چیز ایک زمانہ میں ایک شخص پر حلال بھی ہو اور حرام بھی ہو(۲)۔ حق ایک میں ہے، اگر اس کے بغیر حکم دیا تو حق کے بغیر حکم دیا۔ ہم اس بات کے مکلف نہیں ہیں کہ ہمارا قول بہر طور حق پر ہو۔ ہم طلب حق میں اجتہاد کے مکلف ہیں۔ طلب حق میں اجتہاد نہ کرنے والا آثم ہے۔ لیکن اجتہاد میں غلطی پر ایک اجر ہے اور مجتہد کی خطا پر اسے کوئی گناہ نہیں ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ حضرت عمرو بن العاصؓ کو فریقین کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا:

ان انت قضيت بينهما فاصبت القضاء فلك عشر حسنات وإن انت اجتهدت فاخطأت فلك حسنة (۳)

اگر تم نے ان دونوں کے درمیان فیصلہ کیا اور درست فیصلہ کیا تو تمہارے لیے دس نیکیاں ہیں اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور غلطی کی تو تمہارے لیے ایک نیکی ہے۔

حضرت عقبہ بن عامرؓ نے رسول اکرم صلی اللہ کی حدیث روایت کی ہے

إن اجتهدت فاصبت القضاء فلك عشر اجور وإن اجتهدت فاخطأت فلك اجر واحد (۴)

اگر تم نے اجتہاد کیا اور درست فیصلہ کیا تو تمہارے لیے دس اجور ہیں اور اگر تم نے اجتہاد کیا اور

۱۔ میزان الأصول ص۷۵۴، فواتح الرحموت ۳۸۰/۲

۲۔ میزان الأصول ص ۷۵۳۔ الإشارة فی اصول الفقه ۲۶۶ جامع بیان العلم و فضله ۲ ۹۲۲ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۲۳/۴ قواطع الأدلة ۳۰۹/۲ فواتح الرحموت ۳۸۱/۲ نهایة السول ۵۲۸/۳ ارشاد الفحول ص ۳۳۷ احکام الفصول ص ۶۲۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۸ ۱۲۶ البحر المحیط فی اصول الفقه (دار الکتبی) ۸ ۲۸۳ جامع بیان العلم و فضله ۹۰۷/۲

۳۔ مسند الإمام احمد بن حنبل ۲۰۵/۴

۴۔ ایضا ۲۰۵/۴

غلطی کی تو تمہارے لیے ایک اجر ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

اذا حکم الحاکم فاجتھد فأصاب فله اجران و إن حکم فاجتھد فاخطأ فله اجر(۱)

جب حاکم نے کوئی حکم دیا، پس اس نے اجتہاد کیا پھر وہ درست رہا تو اس کے لیے دو اجر ہیں اور اگر اس نے حکم دیا پھر اس نے اجتہاد کیا اور غلطی کی تو اس کے لیے ایک اجر ہے۔

واضح ہوا کہ صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال میں خطا بھی ممکن ہے۔ حق ایک قول میں ہے۔ اختلافی اقوال میں سے ایک پر اتفاق سے صحابہ کرامؓ کی تضلیل لازم نہیں آتی، کیوں کہ اگر وہ اپنے کسی قول میں مخطی ہیں تو اس خطا پر وہ آثم نہیں بلکہ ماجور ہیں۔ مجتہد اپنے اجتہاد میں ماجور ہوتا ہے، اگرچہ اللہ کے ہاں حق صرف ایک قول میں ہے۔

۱۔ سنن الدارقطنی، کتاب الأقضیة والأحکام ۲۰۳/۴

فصل ہفتم

مذہبِ صحابی سے عموم کی تخصیص

کیا مذہب صحابی سے حدیث کے عموم کی تخصیص جائز ہے؟ حدیث کا لفظ عام ہو لیکن صحابی نے اس کے خصوص پر عمل کیا اور عموم کو چھوڑ دیا ہو تو کیا عملِ صحابی عموم کا مخصص ہوگا؟ اسی طرح اگر حدیث کا کوئی لفظ مشترک ہو اور صحابی نے اس کے کسی ایک معنی پر عمل کیا، یا حدیث کے کئی احتمالات میں سے کسی ایک احتمال پر عمل کیا تو کیا مشترک کے دیگر معانی اور حدیث کے دوسرے احتمالات کو ترک کر دیا جائے گا؟ مثلاً:

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

من بدّل دينه فاقتلوه(۱)

جو اپنا دین بدل لے، اسے قتل کر دو

یہ حدیث اس عموم پر دلالت کرتی ہے کہ جو بھی مرد یا عورت، دین اسلام چھوڑ دے، اسے قتل کر دیا جائے۔ لیکن حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا قول ہے کہ مرتدہ قتل کے بجائے قید کر دی جائے(۲)۔ یوں حضرت ابن عباسؓ نے حدیث کے عموم کی تخصیص کر دی اور ارتداد میں قتل مردوں کے لیے خاص کر دیا۔

اسی طرح حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

البَيِّعَانِ بالخيار مالم يتفرقا(۳)

بائع اور مشتری کو اختیار ہے جب تک کہ دونوں جدا نہ ہو جائیں۔

۱۔ صحيح البخاري، كتاب الجهاد، باب لا يُعذّب بعذاب الله ۱/۴۲۳ مزید ملاحظہ ہو سنن ابی داؤد، كتاب الحدود، باب الحكم فيمن ارتد ۳/۱۳۰ صحيح الترمذي، كتاب الحدود، باب ما جاء في المرتد ۶/۲۴۲-۲۴۳ سنن النسائي، كتاب المحاربة، باب الحكم في المرتد ۷/۱۰۴ سنن ابن ماجه، كتاب الحدود، باب المرتد عن دينه ۲/۸۴۸-۸۵۰

۲۔ البحر المحيط في اصول الفقه ۳/۳۹۹-۴۰۰ عبدالعزیز بخاری، كشف الأسرار ۳/۱۰۰ تحاف ذوي البصائر ۳/۹۰۹ التمهيد في تخريج الفروع على الأصول ص ۴۱۳

۳۔ صحيح البخاري، كتاب البيوع، باب اذا لم يُوقّت الخيار هل يجوز البيع ۱/۲۸۳ مزید ملاحظہ ہو صحيح مسلم، كتاب البيوع، باب ثبوت خيار المجلس للمتبايعين ۳/۱۱۶۳ سنن ابن ماجه، كتاب التجارات، باب البيعان بالخيار مالم يتفرقا ۲/۷۰۳ سنن ابي داؤد، كتاب الاجارة، باب في خيار المتبايعين ۳/۲۷۹ ومابعد صحيح الترمذي، كتاب البيوع، باب ما جاء البيعان بالخيار مالم يتفرقا ۵/۲۵۴ سنن النسائي، كتاب البيوع، باب وجوب الخيار للمتبايعين قبل افتراقهما ۷/۲۴۸

اس حدیث میں تفرق سے کیا مراد ہے؟ یہاں دو احتمال ہو سکتے ہیں تفرق بالا قوال اور تفرق بالا بدان۔

حضرت ابن عمرؓ نے اس حدیث کو تفرق بالا بدان پر محمول کیا ہے(۱)۔

اس مسئلہ میں علماء کی آراء مندرجہ ذیل ہیں

حنفی علماء

ان کے ہاں مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص جائز ہے۔ صحابی کا عموم کے خلاف عمل جب کہ وہ عموم کا علم رکھتا ہو، اس کے لیے مخصص ہوگا۔ صحابی کا عمل عموم کی تخصیص پر دلیل ہے۔ اس نے عام پر عمل بلا دلیل ترک نہیں کیا بلکہ اس کے پاس تخصیص پر دلالت کرنے والی دلیل ہوگی(۲)۔ عموم کے خلاف مذہب صحابی یا تو دلیل کے ساتھ ہوگا یا بلا دلیل ہو گا۔ بلا دلیل جائز نہیں ہے، کیوں کہ اس سے فسق لازم آتا ہے اور راوی کی عدالت مجروح ہوتی ہے۔ اگر ایسا دلیل کے ساتھ ہو تو پھر مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص واجب ہے، کیوں کہ صحابہؓ عدول ہیں۔ صحابی نے حدیث کا ظاہر دلیل سے ترک کیا ہوگا۔ یہ دلیل سماع سے بھی ہو سکتی ہے اور کسی معین قرینہ سے بھی۔ یہ دونوں دلیلیں واجب کرتی ہیں کہ محمول علیہ، اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ہے(۳)۔

اگر صحابی حدیث کے بعض احتمالات میں سے ایک احتمال کا تعیین کردے، جیسے حضرت ابن عمرؓ نے حدیث (البیعان بالخیار مالم یتفرقا) میں تفرق بالا بدان کا تعیین کر دیا، یا صحابی نے مشترک لفظ کے کسی ایک معنی پر عمل کیا ہو تو اس سے حدیث کے ظاہر پر عمل کرنا منع نہیں ہوگا۔

عملِ صحابی سے حدیث کی صحت پر کوئی اثر نہیں پڑے گا، کیوں کہ حدیث حجت ہے اور راوی صحابی کی تاویل سے حدیث کا ظاہر تبدیل نہیں ہوگا(۴)۔ لفظ کے لغوی معنی کے لیے راوی کی تاویل کسی دوسرے پر حجت نہیں ہے۔ جس طرح اس کا اجتہاد دوسرے پر حجت نہیں ہے بلکہ اس پر واجب ہے کہ وہ تامل اور غور وفکر کرے۔ اگر سے کوئی وجہ واضح ہو جائے تو اس کا اتباع واجب ہے(۵)۔

ابو المظفر سمعانیؒ نے بھی لکھا ہے کہ امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مذہب راوی سے خبر کی تخصیص جائز ہے، کیوں کہ راوی اپنی روایت کے مخرج کو دوسروں سے زیادہ جانتا ہے(۶)۔

۱۔ المحرر فی اصول الفقه ۶/۲، قواطع الأدلة ۱۹۰/۱

۲۔ مسلم الثبوت ۳۵۵/۱، فواتح الرحموت ۳۵۵/۱

۳۔ فواتح الرحموت ۱۶۳/۲

۴۔ المحرر فی اصول الفقه ۶/۲

۵۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۱۰۰/۳

۶۔ قواطع الأدلة ۱۸۹/۱

مالکی علماء

مالکی علمائے اصول کے نزدیک خبر کا عموم حجت ہے اور صحابی کا فعل حجت نہیں ہے(۱)۔ علامہ ابن قدامہؒ کے مطابق امام مالکؒ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ جس قولِ صحابی کا مخالف ظاہر نہ ہو، اس سے عام کی تخصیص ہوئی(۲)۔

شافعی علماء

شافعی اصولیین کا موقف ہے کہ صحابی خواہ راوی ہو یا غیر راوی، اس کے مذہب سے عموم کی تخصیص جائز نہیں ہے(۳)۔ امام شافعیؒ کا قولِ جدید یہی ہے(۴)۔

فخر الدین رازیؒ کہتے ہیں کہ راوی کی حدیث سے مخالفت میں تین احتمالات ہو سکتے ہیں

۱۔ ایک افراط کا پہلو ہے۔ راوی اس بات سے آگاہ تھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عام سے خاص مراد لیا تھا۔ راوی کی یہ آگاہی کسی قطعی خبر کی بنا پر تھی یا احوال و قرائن میں سے کسی ایک سبب کی بنا پر تھی۔ یہ احتمال راوی کے خلاف جاتا ہے۔ اگر راوی اس سے آگاہ تھا تو راوی پر واجب تھا کہ وہ اس کی وضاحت کرتا، تاکہ اس پر کسی قسم کا الزام نہ لگے۔

۲۔ دوسرا پہلو تفریط کا ہے۔ یہ کہا جائے کہ راوی نے محض اپنی خواہش نفس سے خبر کا عموم ترک کر دیا۔ یہ بات ظاہر میں عدالتِ راوی کے خلاف ہے۔

۳۔ تیسرا پہلو وسط کا ہے۔ راوی نے خبر کے عموم کی مخالفت کسی دلیل کی بنا پر کی جسے اس نے خبر سے قوی گمان کیا۔ ایسے گمان میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہے۔

اگر مخالفتِ صحابی کے احتمالات میں تعارض پایا جائے تو پھر ان احتمالات کو ساقط کرنا اور عموم کی طرف رجوع کرنا واجب ہے(۵)۔

ابو المظفر سمعانیؒ نے لکھا ہے کہ راوی کی روایت حجت ہے، اس کا مذہب حجت نہیں ہے۔ جو چیز حجت ہے اس کی تخصیص غیر حجت چیز سے نہیں ہو سکتی(۶)۔

۱۔ فواتح الرحموت ۱/۱۵۵، اتحاف ذوی البصائر ۱۹۱۰/۳

۲۔ شرح مختصر الروضۃ ۱۸۵/۳

۳۔ آمدی، الاحکام فی اصول الاحکام ۵۳۳/۲، اللمع فی اصول الفقہ ص ۳۷، البحر المحیط فی اصول الفقہ ۳۹۸/۳، المستصفی مع فواتح الرحموت ۱۱۳/۲، قواطع الأدلۃ ۱۸۹/۱، المحصول فی علم اصول الفقہ ۶۰۶/۲، الابہاج فی شرح المنہاج ۱۹۲/۲

۴۔ المحصول فی علم اصول الفقہ ۶۰۶/۲

۵۔ ایضاً ۶۰۶/۲ وما بعد۔

۶۔ قواطع الأدلۃ ۱۸۹/۱

امام غزالیؒ کی رائے ہے کہ حدیث حجت ہے۔ حدیث کی مخالفت، تاویل اور تخصیص، اجتہاد اور غور و فکر سے ہوتی ہے۔ ہم حجت کو غیر حجت کے مقابلے میں ترک نہیں کریں گے(۱)۔

ابو منصورؒ (۲)، ابو حامد، سفرائینیؒ (۳) اور ابو اسحق شیرازیؒ وغیرہ کا موقف ہے کہ اگر صحابی غیر راوی ہے، اس کا مذہب مشہور ہو چکا ہے اور صحابہؓ میں سے کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو پھر مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص جائز ہے(۴)۔

امام الحرمین جوینیؒ فرماتے ہیں کہ اگر راوی صحابی نے خبر کی تاویل کی اور اس کا محمل بھی بیان کر دیا تو امام شافعیؒ کے نزدیک صحابی کی تاویل مقبول ہے۔ لیکن اگر صحابی محمل بیان نہ کرے تو پھر اس کے مذہب کی طرف نہیں جایا جائے گا(۵)۔ شوافع اس بات کے قائل ہیں کہ اگر راوی کی تاویل ظاہر حدیث کے محتملات میں سے ایک ہے تو پھر راوی کی تاویل کی طرف رجوع کیا جائے گا(۶)۔

حنبلی علماء

حنبلی علماء کے نزدیک قول صحابی عموم کا مخصص ہو سکتا ہے، خواہ وہ عموم کا راوی ہو یا نہ ہو(۷)۔ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے۔ قیاس سے عموم کی تخصیص ہوتی ہے تو پھر قول صحابی جو قیاس سے مقدم ہے، اس سے عموم کی تخصیص اولی ہے(۸)۔

مندرجہ بالا آراء سے معلوم ہوا کہ شافعیہ اور مالکیہ کے ہاں مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص جائز نہیں ہے۔ البتہ علامہ ابن قدامہؒ نے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ کا قول اس کے جواز میں ہے۔

احناف اور حنابلہ مذہب صحابی سے خبر کے عموم کی تخصیص مانتے ہیں۔ یہ بات بڑی دلچسپ ہے کہ اگر صحابی

۱۔ المستصفی مع فواتح الرحموت ۱۱۳/۲

۲۔ ابو منصور عبد القاہر بن طاہر بن محمد، شافعی، بغدادی، اصولی، فقیہ، عالم فرائض و حساب، ادیب، شاعر اور نحوی۔ آپ ۴۲۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعية الكبرىٰ ۲۳۸/۳، وفيات الأعيان ۵۲/۳

۳۔ ابو حامد احمد بن محمد بن احمد اسفرائینی، شافعی، شیخ عراق، حافظ مذہب شافعی۔ آپ کا سال وفات ۴۰۶ھ ہے۔ ملاحظہ ہو طبقات الشافعیہ الکبری ۲۴/۳، شذرات الذهب ۱۷۸/۳، وفيات الأعيان ۱۵/۳

۴۔ اللمع في اصول الفقه ص ۳۶ البحر المحيط في اصول الفقه ۳۹۸/۳ ارشاد الفحول ص ۱۶۳

۵۔ البرهان في اصول الفقه ۴۴۴/۱-۴۴۵۔ مزید ملاحظہ ہو الإبهاج في شرح المنهاج ۱۹۲/۲

۶۔ المحصول في علم اصول الفقه ۱۰۳۳/۳ قواطع الأدلة ۹۰ البحر المحيط في اصول الفقه ۴۰۲/۲

۷۔ الواضح في اصول الفقه ۳۹۷/۳ التمهيد في اصول الفقه ۱۱۹/۲ شرح مختصر الروضة ۸۵/۳ المختصر في اصول الفقه على مذهب الإمام احمد بن حنبل ص ۱۲۳، اتحاف ذوي البصائر ۱۹۰۸/۳

۸۔ التمهيد في اصول الفقه ۱۲۰/۲، الواضح في اصول الفقه ۳۹۸/۳

نے خبر کو اس کے محتملات میں سے کسی ایک پر محمول کر دیا تو احناف جو مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص کے قائل ہیں، یہاں راوی صحابی کی تاویل قبول نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ظاہر حدیث پر عمل ہوگا۔ شوافع جو مذہب صحابی کو عموم کا مخصص تسلیم نہیں کرتے، وہ خبر کے احتمالات میں سے کسی ایک احتمال کی تاویل میں قول صحابی قبول کرتے ہیں۔ جس جگہ پر احناف راوی صحابی کا قول قبول کرتے ہیں، وہاں شافعی اسے قبول نہیں کرتے اور جہاں احناف راوی کا قول نہیں مانتے، وہاں شافعی علاوہ قول تسلیم کرتے ہیں۔

اگر صحابی نے حدیث کے عموم کے خلاف عمل کیا، یا قول کہا تو دوسرے صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو ایسا مذہب صحابی عموم حدیث کا مخصص ہو سکتا ہے۔ دوسرے صحابی کی طرف سے عدم مخالفت اس صحابی کے مذہب کو تقویت دیتی ہے۔ لیکن اگر مذہب صحابی کا مخالف ظاہر ہو جائے تو پھر حدیث کو اس کے عموم پر برقرار رکھنا بہتر ہے۔ صحابی کی طرف سے حدیث کے کسی ایک احتمال کا تعیین اور تاویل کسی غیر صحابی کی تاویل سے اولیٰ ہے۔

باب چہارم

آثارِ صحابہؓ کے فقہ اسلامی پر اثرات

[illegible]
مندرجہ ذیل چار فصول میں تقسیم کیا گیا ہے۔

فصل اوّل	:	فقہاء صحابہؓ اور ائمہ مذاہب فقہ
[illegible]		[illegible]
فصل سوم	:	اختلاف صحابہؓ اور مذاہب فقہ
فصل چہارم	:	آثار صحابہؓ سے استشہاد اور فقہ اسلامی

فصل اوّل

فقہاء صحابہؓ اور ائمہ مذاہبِ فقہ

فقہی دنیا میں آثار صحابہؓ ایک طبقہ سے دوسرے طبقہ کو منتقل ہوتے رہے۔ آج یہ آثار مسلمانوں کا عظیم فقہی ورثہ ہیں۔ فقہاء صحابہ کرامؓ نے اسلامی ریاست کی وسیع وعریض حدود میں فقہی جمود کے ذریعہ انسانی مسائل حل کیے۔ انہوں نے مختلف علاقوں میں اپنے اپنے حلقہ ہائے اثر پیدا کیے۔ لوگ ان کے پاس فقہی وقانونی مسائل لے کر حاضر ہوتے۔ صحابہ کرامؓ قرآن وسنت سے انہیں مسائل کا شرعی حل بتاتے۔ اگر صحابہؓ کو قرآن وسنت سے حکم نہ ملتا تو وہ قرآن وسنت کی روشنی میں اور مقاصد شریعت کو مدنظر رکھتے ہوئے اجتہاد کرتے اور اپنے اجتہادی فیصلوں اور فتاوی سے لوگوں کی رہنمائی کرتے۔ بعض صحابہؓ کے اجتہادات ان علاقوں کے لیے مخصوص ہو گئے۔ ان کے شاگردوں نے اپنے اساتذہ کے فقہی آثار اگلی نسلوں تک پہنچائے۔ ائمہ مذاہب فقہ بالواسطہ طور پر فقہاء صحابہؓ کے شاگرد ہیں۔ ائمہ کرام کی فکری وفقہی تربیت میں اُن آثار صحابہؓ کا نہایت اہم کردار ہے جو انہوں نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیے تھے۔

متعدد صحابہ کرامؓ فقہی اعتبار سے مشہور ہوئے۔ ان کے اجتہادات کو مختلف علاقوں میں فروغ حاصل ہوا۔ وہاں ان کی نسبت سے مختلف فقہی مدارس وجود میں آئے اور بالآخر ان مدارس کے نتیجہ میں ائمہ مذاہب کی فقہی تربیت ہوئی۔ فقہاء صحابہؓ اور ان کے آثار سے ائمہ مذاہب کی فقہی تربیت پر جو اثرات مرتب ہوئے ان پر بحث اس فصل میں شامل ہے۔

عہد نبوی میں اسلام کو سیاسی سطوت حاصل ہو جانے کے بعد متعدد صحابہ کرامؓ مختلف علاقوں کی طرف بھیجے گئے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو یمن بھیجا اور فرمایا علمھم الشرائع واقض بینھم (۱)۔ یعنی آپ اہل یمن کو احکام کی تعلیم دیں اور ان کے درمیان فیصلے کریں۔ حضرت معاذ بن جبلؓ (۲) اور حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ

۱۔ المستدرک، کتاب الأحکام ۸۸/۴

۲۔ صحیح الترمذی، کتاب الأحکام، باب ما جاء فی القاضی کیف یقضی* ۶۸/۵

* زیر استعمال ایڈیشن میں باب کا نام مذکور نہیں ہے۔ دوسرے ایڈیشن میں اس باب کا یہ نام ہے۔ ملاحظہ ہو محمد عبدالرحمن بن عبدالرحیم مبارکپوری (م ۱۳۵۳ھ) تحفۃ الأحوذی بشرح جامع الترمذی، دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۵ء

کو یمن بھیجا گیا(۱)۔ حضرت علیؓ کو نجران کی طرف بھی مبعوث کیا گیا تھا(۲)۔ حضرت عمرو بن حزمؓ(۳) کو بھی نجران روانہ کیا گیا تاکہ وہ وہاں جا کر لوگوں کو دین کی تعلیم دیں، اہلِ نجران کو سنت کے احکام سکھائیں اور صدقات وصول کریں(۴)۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوعبیدہ بن الجراحؓ کو وفدِ نجران کے ہمراہ بھیجا تاکہ وہ اہلِ نجران کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کریں(۵)۔

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت کے بعد قرآن و سنت کی تبلیغ اور اشاعتِ دین کی مساعی میں سعی ازں صحابہ کرامؓ کی تھی۔ وہ قرآن و سنت کا پیغام لے کر مدینہ سے اٹھے اور دنیا پر چھا گئے۔ کہیں وہ بسلسلۂ جہاد لشکر کے ہمراہ گئے، کسی علاقے میں وہ سرکاری طور پر گورنر، عامل، قاضی یا معلم وغیرہ مبعوث ہوئے، کہیں وہ تجارتی غرض سے گئے، اور بعض علاقوں کی طرف صحابہ کرامؓ نے نقل مکانی کر کے وہاں سکونت اختیار کر لی۔ لیکن ہر حال میں کتاب اللہ اور سنتِ نبوی کی تبلیغ و تعلیم اور انسانوں کی فقہی رہنمائی صحابہ کرامؓ کے پیشِ نظر رہی۔

حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں مدینہ ریاست کی حدود جزیرۃ العرب سے پھیل کر روم، فارس، عراق، مصر اور شام تک پہنچ گئی تھیں۔ صحابہ کرامؓ تبلیغی اور جہادی مہمات پر بڑی تعداد میں مختلف علاقوں کی طرف گئے۔ حضرت عمرؓ نے جلیل القدر صحابہؓ کو ان مہمات پر بھیجا۔ جنہوں نے اپنی تبلیغی و جہادی مساعی سے نہ صرف اسلامی سلطنت کی حدود کو وسعت دی بلکہ مفتوح علاقوں میں مثالی نظامِ عدل و انصاف قائم کیا۔ مثلاً حضرت عمرؓ نے حضرت عمرو بن العاصؓ کو امیرِ شام بنا کر بھیجا اور مصر کا حاکم بنایا(۶)۔ مصر آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا تھا۔ حضرت ابوعبیدۃ بن الجراحؓ کو لشکرِ شام کا سپہ سالار بنا کر بھیجا(۷)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کو شہر کوفہ کا گورنر بنایا(۸)۔ حضرت عمرؓ نے فتح عراق کے بعد اہلِ کوفہ کی طرف حضرت عمار بن یاسرؓ کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر بنا کر بھیجا(۹)۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب الأحکام، باب امر الوالی اذا وجه امیرین ۱۰۶۳/۲ سنن النسائی، کتاب الطهارة، باب هل یستاک الإمام بحضرة رعیته ۱۶/۱ سنن ابی داؤد، کتاب الأقضیة، باب اجتهاد الرای فی القضاء ۵۱۰/۲ صحیح الترمذی، کتاب الأحکام، باب ماجاء فی القاضی یصیب و یخطئ ۶۸/۲ الطبقات الکبری ۳۴۷/۲ سنن الدارمی، باب الفتیا و مافیه من الشدة ۱/ ۲۰ اخبار القضاة ۹۹/۱، البدایة والنهایة ۹۹/۵، جامع بیان العلم ۸۴۵/۲

۲۔ ابن ہشام، السیرة النبویة ۲۲۹/۲

۳۔ حضرت عمرو بن حزم بن زید بن لوذان انصاریؓ۔ آپ ۵ھ کو مدینہ میں عامل ہوئے۔ آپ کے سالِ وفات میں ۵۳ھ اور ۵۴ھ کے اقوال بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو: الاستیعاب ۲۹۹/۸، الاصابة ۹۹/۷، اسد الغابة ۹۹/۷

۴۔ ابن ہشام، السیرة النبویة ۲۳۱/۲

۵۔ ایضاً ۲۳۲/۲

۶۔ الطبقات الکبری ۲۹۳/۷

۷۔ ایضاً ۳۸۴/۷

۸۔ ایضاً ۱۲/۶

۹۔ ایضاً ۲۵۵/۳، ۶/۷

حضرت عمرؓ نے حضرت عبیدہ بن عازبؓ(۱) اور حضرت قرظہ بن کعبؓ(۲) کو بھی کوفہ بھیجا(۳)۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ بھی عہدِ فاروقی میں گورنر کوفہ رہے تھے(۴)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا حاکم بنا کر روانہ کیا(۵)۔ حضرت عمرؓ نے آپ کی درخواست پر انتیس صحابہ کرامؓ بصرہ روانہ کیے جن میں حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت عمران بن حصینؓ شامل تھے(۶)۔

جب مسلمانوں نے شام پر جہاد کا سلسلہ شروع کیا تو حضرت عبادہ بن صامتؓ شام روانہ ہو گئے تھے اور اپنی وفات تک شام ہی میں رہے(۷)۔ حضرت معاذ بن جبلؓ بھی شام چلے گئے تھے(۸)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابودرداءؓ اور حضرت بلال بن رباحؓ وغیرہ کو بھی کتاب و سنت کی تعلیم کے لیے ملک شام بھیجا تھا(۹)۔

شہادتِ حضرت عمرؓ کے بعد مدینہ سے باہر جانے والے صحابہ کرامؓ کی تعداد میں اضافہ ہو گیا۔ صحابہ کرامؓ جن علاقوں میں گئے وہاں انہوں نے تبلیغِ دین کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہ لوگوں کو قرآن مجید کی تعلیم دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کو جو احادیث یاد تھیں انہیں دوسروں تک روایت کرتے۔ یہ صحابہؓ اپنے علاقوں میں لوگوں کے لیے دینی امور میں مرجع وحید تھے۔ لوگ دینی تعلیم اور مسائل کے شرعی حل کے لیے صحابہ کرامؓ ہی کی طرف رجوع کرتے تھے۔ بعض مقامات پر تابعین کو بھی صحابہؓ کی موجودگی میں فتویٰ دینے کا شرف حاصل تھا، لیکن عام طور پر صحابہ کرامؓ کا طبقہ ہی تعلیم و افتاء کی ذمہ داریاں سنبھالے ہوئے تھا۔

ان علاقوں میں صحابہؓ کے حلقاتِ درس قائم تھے۔ جن علاقوں میں کبار فقہاء صحابہؓ تھے، وہ علاقے زیادہ مشہور ہوئے اور وہاں کے حلقاتِ درس نے زیادہ شہرت پائی۔ یہ صرف درس و تدریس کے مدارس ہی نہیں بلکہ فقہی فکر کے مکاتب بھی تھے۔ ان علاقوں میں قائم فقہی مکاتب پر صحابہ کرامؓ کے فقہی مزاج و منہج کا گہرا اثر پایا جاتا تھا۔ یوں مختلف علاقوں میں فقہ کے مختلف فقہی رنگوں کا غلبہ تھا۔ یہ تمام فقہی مراکز ایک ہی شجرِ سایہ دار کے مختلف حصے

۱۔ حضرت عبیدہ بن عازب انصاریؓ۔ بعض نے آپ کا نام عبید لکھا ہے۔ انہیں کوفیین میں شمار کیا گیا ہے۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۰۲/۷، اسد الغابۃ ۵۳۷/۳، الاصابۃ ۳۶۲/۶، الطبقات الکبریٰ ۱۷/۶

۲۔ حضرت قرظہ بن کعب بن ثعلبہ انصاریؓ۔ غزوۂ احد اور دیگر غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ حضرت علیؓ کی خلافت میں کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۱۵۱/۸، اسد الغابۃ ۳۸۰/۴، الطبقات الکبریٰ ۱۷/۶

۳۔ الطبقات الکبریٰ ۱۷/۶

۴۔ ایضاً ۲۰/۶

۵۔ ایضاً ۱۰۹/۴

۶۔ تاریخ الامم والملوک ۲۰۷/۳

۷۔ الطبقات الکبریٰ ۳۸۷/۷

۸۔ ایضاً ۳۸۸/۷-۳۸۹

۹۔ فتاویٰ ابن تیمیۃ ۳۶۴/۲۰

تھے۔امام مالکؒ کا قول ہے:

العلم شجرة اصلها بمكة واغصانها بالمدينة و اوراقها بالعراق وثمرتها بخراسان (۱)۔

علم ایک درخت کے مانند ہے جس کی بنیادیں مکہ میں، ٹہنیاں مدینہ میں، پتے عراق میں اور پھل خراسان میں ہیں۔

صحابہ کرامؓ کی فقہی مساعی سے جو علاقے زیادہ مشہور ہوئے ان میں مکہ، مدینہ، کوفہ، مصر، شام اور بصرہ وغیرہ شامل ہیں۔ان شہروں میں بعض صحابہ کرامؓ نے فقہی طور پر بہت نام وشہرت حاصل کی۔

مکہ: مکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا جائے ولادت، پہلی وحی کا مقام نزول اور بیت اللہ کا شہر ہے۔ کفار مکہ کے مظالم یہاں سے مسلمانوں کی ہجرت کا سبب بنے۔

حضرت معاذ بن جبلؓ: مکہ ۸ ھ میں فتح ہوا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بیس سالہ نوجوان حضرت عتاب بن اسیدؓ کو وہاں کا گورنر مقرر کیا اور ان کے ہمراہ حضرت معاذ بن جبلؓ کو مکہ میں چھوڑا تاکہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیں اور ان میں دین کی سمجھ پیدا کریں(۲)۔ یوں مکہ میں حضرت معاذ بن جبلؓ سے فقہ کی تعلیم و تدریس کا آغاز ہوا۔

حضرت ابن عباسؓ: حضرت ابن عباسؓ اپنی آخری عمر میں بیت اللہ شریف میں قرآن، تفسیر، حدیث اور فقہ وغیرہ کی تعلیم دی۔ آپ صحابہ کرامؓ میں نمایاں مقام رکھتے تھے۔ طاؤسؒ فرماتے ہیں میں نے ستر اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا، جب وہ باہم کسی معاملہ میں بحث کرتے تو حضرت ابن عباسؓ کے قول کی طرف رجوع کرتے تھے(۳)۔

مکہ میں آپ کے شاگردوں کا ایک وسیع حلقہ بن گیا تھا۔ یہاں جو فقہی مدرسہ قائم ہوا وہ حضرت ابن عباسؓ کا مدرسہ کہلاتا ہے(۴)۔ اہل مکہ نے اکثر طور پر حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ کا اتباع کیا ہے(۵)۔ آپ نے بہت سے مسائل میں اپنے سے پہلے لوگوں سے اختلاف کیا اور مکہ میں آپ کے متبعین نے ان مسائل میں آپ کا اتباع کیا ہے(۶)۔ اہل مکہ کا فقہی علم حضرت ابن عباسؓ اور آپ کے شاگردوں سے ہے(۷)۔ حضرت ابن عباسؓ کے مشہور

۱۔ ترتيب المدارك ۱/۱۸۶

۲۔ ابن ہشام، السيرة النبوية ۴/۸۳، ۱۴۳، المستدرك، كتاب معرفة الصحابة ۳/۲۷۰

۳۔ الطبقات الكبرىٰ ۲/۳۶۷

۴۔ خلاصة تاريخ التشريع الاسلامى ص ۳۹

۵۔ ابن حزم، الاحكام فى اصول الاحكام ۴/۱۲۸

۶۔ حجة الله البالغة ۱/۳۲

۷۔ اعلام الموقعين ۱/۲۱

شاگردوں میں عکرمہؒ، عطاءؒ، طاؤسؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ شامل ہیں(۱)۔

عکرمہؒ: حضرت ابن عباسؓ نے جس فقہی مدرسہ کی بنیاد رکھی وہ بہت پھلا پھولا۔ آپ کے بہت سے شاگردوں نے شہرت پائی۔ آپ کے کبار تلامذہ میں ایک شاگرد عکرمہؒ(۲) ہیں جو حضرت ابن عباسؓ کے آزاد کردہ غلام تھے۔ عکرمہؒ تفسیر کے بہت بڑے عالم تھے۔ انہوں نے خود بیان کیا کہ حضرت ابن عباسؓ ان کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر انہیں قرآن وحدیث کی تعلیم دیتے تھے(۳)۔ حضرت ابن عباسؓ نے عکرمہؒ سے فرمایا انطلق فافت الناس(۴)۔ یعنی جاؤ اور لوگوں کو فتوے دو۔ یوں حضرت عکرمہؒ نے حضرت ابن عباسؓ کی اجازت سے آپ کی زندگی ہی میں فتوی دینا شروع کر دیا تھا۔ عکرمہؒ کا بیان ہے میں بازار میں چلتے ہوئے کسی آدمی سے کوئی بات سن لیتا ہوں تو اس سے بھی میرے علم کے پچاس دروازے کھل جاتے ہیں(۵)۔ عکرمہؒ جب حدیث بیان کرتے تو لوگ آپ کے انداز بیان میں اتنا محو ہو جاتے کہ گویا ان کے سروں پر پرندے بیٹھے ہوئے ہیں(۶)۔

عطاءؒ: حضرت ابن عباسؓ کے ایک اور شاگرد عطاء بن ابی رباحؒ مکہ کے ممتاز مفتی تھے۔ آپ نے اپنی ساری زندگی مکہ میں قرآن وسنت کی تعلیم وتدریس میں بسر کی۔ اہل مکہ کا فتوی عطاءؒ اور مجاہدؒ کے زمانہ میں انہی دونوں کے پاس تھا اور اکثر حصہ عطاءؒ کے پاس تھا(۷)۔ آپ کو دو سو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کا شرف حاصل تھا(۸)۔ حضرت ابن عباسؓ کے بعد مسجد حرام میں فتوی کا حلقہ عطاءؒ کا قائم ہوا(۹)۔ حضرت ابن عباسؓ اہل مکہ سے کہتے تھے تم میرے پاس مسائل پوچھنے کیوں آتے ہو؟ حالانکہ تمہارے درمیان عطاءؒ موجود ہیں(۱۰)۔ حضرت ابن عمرؓ کا ایک ایسا قول بھی عطاءؒ کے بارے میں ہے(۱۱)۔ عہد بنو امیہ میں یہ اعلان کیا جاتا تھا کہ ایام حج میں عطاءؒ کے سوا کسی کو

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۹۵/۵

۲۔ عکرمہ، ابو عبداللہ، مولی حضرت ابن عباسؓ، تابعی، مفسر، کثیر الحدیث۔ لوگ ان کے ثقہ ہونے میں کلام کرتے ہیں۔ ان کی حدیث سے استدلال نہیں کیا جاتا۔ آپ ۱۰۷ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ آپ کے سال وفات میں ۱۰۵ھ اور ۱۰۹ھ کے اقوال بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۲۸۵/۵، ۲۹۲، تذکرۃ الحفاظ ۹۵/۱، حلیۃ الاولیاء ۳۲۶/۳، صفۃ الصفوۃ ۹۰/۲

۳۔ الطبقات الکبری ۲۸۷/۵، صفۃ الصفوۃ ۹۰/۲

۴۔ طبقات الفقہاء ص ۷۰

۵۔ الطبقات الکبری ۲۸۸/۵، تذکرۃ الحفاظ ۹۶/۱

۶۔ الطبقات الکبری ۲۹۰/۵

۷۔ حوالہ بالا ۴۷۰/۵

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۸۵/۱

۹۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲۵/۲

۱۰۔ سیر اعلام النبلاء ۸۱/۵

۱۱۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲۶/۲، سیر اعلام النبلاء ۸۵/۱

فتویٰ دینے کی اجازت نہیں ہے(۱)۔

مجاہدؒ : حضرت ابن عباسؓ کے شاگردوں میں مجاہد بن جبرؒ بھی شامل ہیں۔ آپ مکہ کے عالم قرآن و تفسیر اور فقیہ تھے۔ آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے قرآن، تفسیر اور فقہ سیکھے۔ حضرت ابن عباسؓ کو تین مرتبہ قرآن سنایا اور ان سے ہر آیت سے متعلق پوچھا کہ وہ کس بارے میں اور کیسے نازل ہوئی تھی(۲)۔ قتادہؒ نے فرمایا کہ باقی رہنے والوں میں قرآن کے سب سے بڑے عالم مجاہدؒ ہیں(۳)۔ آپ کی زیادہ وجہ شہرت حضرت ابن عباسؓ کے تفسیری اقوال نقل کرنے میں ہے۔

طاؤسؒ : طاؤسؒ نے کئی صحابہؓ سے علم حاصل کیا۔ آپ نے پچاس صحابہؓ کی صحبت پائی(۴)۔ پھر آپ نے خود کو حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ لازم کر لیا۔ اسی لیے آپ کی اکثر روایات حضرت ابن عباسؓ سے ہیں(۵)۔ جب لوگ کسی معاملہ میں سختی برتتے تو طاؤسؒ اس میں نرمی سے کام لیتے اور جب لوگ کسی معاملہ میں نرمی دکھاتے تو طاؤسؒ اس میں سختی اختیار کر لیتے تھے اور یہ علم کی وجہ سے تھا(۶)۔

عمرو بن دینارؒ : حضرت ابن عباسؓ کے ایک مشہور تلمیذ عمرو بن دینارؒ(۷) تھے۔ آپ نے حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے بھی استفادۂ علم کیا تھا(۸)۔ آپ تیس سال مکہ میں فتویٰ دیتے رہے تھے(۹)۔

ابن ابی نجیحؒ : حضرت ابن عباسؓ کے فقہی مدرسہ کا علم آپ کے کبار و رفیق تلامذہ عطاءؒ، مجاہدؒ، عکرمہؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ سے دوسرے طبقہ کو منتقل ہوا جس میں عبداللہ بن ابی نجیحؒ(۱۰) شامل ہیں(۱۱)۔ عطاءؒ کے ہوتے

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۳۰۶/۹

۲۔ صفۃ الصفوۃ ۱۲۳/۲، سیر اعلام النبلاء ۴۵۰/۴

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۴۵۱/۴

۴۔ صفۃ الصفوۃ ۱۷۳/۲

۵۔ ایضاً ۱۷۳/۲

۶۔ سیر اعلام النبلاء ۴۴/۵

۷۔ عمرو بن دینارؒ تابعی، حافظ، ثقہ، فقیہ، اپنے زمانہ کے شیخ الحرم تھے۔ آپ کا سال وفات ۱۲۶ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۰۰/۵، الطبقات الکبریٰ ۴۷۹/۵، شذرات الذہب ۱۷۱/۱

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۳۰۷/۵

۹۔ ایضاً ۳۰۱/۵

۱۰۔ ابو یسار عبداللہ بن ابی نجیح ثقہ مفسر، حبشی اہل مکہ۔ آپ ۱۳۱ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۱۲۵/۶، میزان الاعتدال ۵۱۵/۲، تہذیب التہذیب ۵۳/۶

۱۱۔ طبقات الفقہاء ص ۷۱

ہوئے کوئی دوسرا فتویٰ نہیں دیتا تھا اور اگر عطاءؒ نہ ہوتے تو پھر عبداللہ بن ابی نجیحؒ فتویٰ دیتے تھے(۱)۔ ایک قول یہ ہے کہ عمرو بن دینارؒ کے بعد عبداللہ بن ابی نجیحؒ اہلِ مکہ کے مفتی تھے(۲)۔

ابن جریجؒ: اسی طبقہ میں ایک اور فقیہ ابن جریجؒ(۳) ہیں۔ آپ کا قول ہے کہ وہ سترہ برس عطاءؒ کی صحبت میں رہے(۴)۔ ایک روایت میں یہ مدت بیس سال ہے(۵)۔ اس وقت عطاءؒ کے علم کو ابن جریجؒ سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں تھا(۶)۔

سفیان بن عیینہؒ اور مسلم بن خالد زنجیؒ: مکہ میں حضرت ابن عباسؓ کا فقہی سرمایہ ان کے علمی ورثاء سے ہوتا ہوا تیسرے طبقہ تک پہنچا جس کے مشہور فقہاء میں سفیان بن عیینہؒ(۷) اور مسلم بن خالد زنجیؒ(۸) شامل ہیں۔

امام شافعیؒ: ان دونوں حضرات سے شافعی مذہب کے بانی امام شافعیؒ نے علم حاصل کیا تھا(۹)۔ ابو اسحاق شیرازیؒ نے امام شافعیؒ کو فقہائے مکہ میں رکھا ہے(۱۰)۔ آپ نے اپنی زندگی کا ابتدائی حصہ مکہ میں گزارا تھا۔ آپ شام کے شہر غزہ میں پیدا ہوئے، مکہ میں پروان چڑھے اور مکہ و مدینہ سے علم حاصل کیا۔ آپ دو مرتبہ بغداد بھی گئے(۱۱)۔

حافظ ابن کثیرؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے جن سے فقہ کا علم حاصل کیا ان کا سلسلہ یہ ہے: شافعی عن مسلم بن خالد عن ابن جریج عن عطا اور عطا نے حضرت ابن عباسؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے فقہ حاصل کیا جس میں حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل ہیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہ سیکھا(۱۲)۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۸۲/۵

۲۔ ایضاً ۱۲۵/۶

۳۔ عبدالملک بن عبدالعزیز بن جریجؒ، حافظ، فقیہ حرم، متعدد صحابہؓ کو پایا۔ آپ کا سال وفات ۱۵۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۲۵/۶، الطبقات الکبریٰ ۴۹۲/۵، تذکرة الحفاظ ۱۶۹/۱، صفة الصفوة ۱۲۸/۲

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۳۲۶/۶

۵۔ ایضاً ۳۲۶/۶

۶۔ ایضاً ۳۳۱/۶

۷۔ سفیان بن عیینہ بن ابی عمران میمون، ہلالی، مکی، حافظ، محدث، مفسر، ثقہ اور کثیر الحدیث۔ آپ ۱۹۸ھ کو مکہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۵۴/۸، الطبقات الکبریٰ ۴۹۱/۵، صفة الصفوة ۱۳۸/۲، تاریخ بغداد ۱۷۴/۹، تذکرة الحفاظ ۲۶۲/۱

۸۔ مسلم بن خالد زنجی، ابو خالد، فقیہ مکہ، عابد اور کثیر الحدیث۔ آپ نے ۱۸۰ھ کو مکہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۱۷۶/۸، الطبقات الکبریٰ ۴۹۹/۵، تذکرة الحفاظ ۲۵۵/۱

۹۔ طبقات الفقہاء ص ۷۱

۱۰۔ ایضاً ص ۷۱

۱۱۔ تاریخ بغداد ۵۶/۲۔ امام شافعی ۱۵۰ھ میں پیدا ہوئے۔ دو سال کی عمر میں مکہ آئے۔ پھر آپ ۱۹۵ھ میں بغداد آئے۔ دو سال رہے اور واپس چلے گئے۔ پھر آپ ۱۹۸ھ میں بغداد آئے، ایک ماہ ٹھہرے اور مصر چلے گئے جہاں آپ کی وفات ہوگئی۔ ملاحظہ ہو الانتقاء ص ۶۷

۱۲۔ البدایة والنہایة ۲۵۲/۱۰

امام شافعیؒ نے مکہ میں ابن جریجؒ اور مسلم بن خالد زنجیؒ سے علم فقہ حاصل کیا۔ امام شافعیؒ پندرہ برس اور ایک روایت کے مطابق بیس سال سے کم عمر کے تھے کہ آپ کے استاد زنجیؒ نے اجازت دے دی تھی کہ آپ لوگوں کو فتوی دیں(۱)۔ سفیان بن عیینہؒ کے پاس جب تفسیر یا فتوی کی کوئی چیز آتی تو وہ اسے امام شافعیؒ کی طرف لوٹا دیتے اور فرماتے کہ امام شافعیؒ سے پوچھو(۲)۔

امام شافعیؒ نے صرف مکہ کے فقہاء ہی سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ آپ مدینہ گئے جہاں امام مالکؒ سے حدیث پڑھی اور فقہ سیکھا۔ جب تک امام مالکؒ زندہ رہے (۱۸۹ھ تک)، امام شافعیؒ نے خود کو امام مالکؒ سے وابستہ کیے رکھا۔ امام شافعیؒ کا قول ہے: مالک معلمی و عنه اخذت العلم (۳)۔ یعنی امام مالکؒ میرے استاد ہیں اور میں نے ان سے اخذ علم کیا ہے۔ امام شافعیؒ صاحب فراست تھے۔ اس بارے میں پوچھنے پر آپ نے فرمایا: اخذتها من مالک (۴)۔ یعنی میں نے اسے (فراست کو) امام مالکؒ سے حاصل کیا ہے۔ امام شافعیؒ نے دس برس کی عمر میں امام مالکؒ کی کتاب ''الموطا'' حفظ کر لی تھی(۵)۔

امام شافعیؒ نے کوفہ کے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ سے بھی اکتساب علم کیا اور ان کی صحبت میں رہے(۶)۔ اس طرح مکہ کے حضرت عبداللہ بن عباسؓ، عراق کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور مدینہ کے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا علم طبقہ بعد طبقہ امام شافعیؒ کے پاس منتقل ہوا۔

مدینہ: یہ شہر اسلامی ریاست کا مرکز تھا۔ کبار مہاجرین و انصار صحابہؓ کی اکثریت حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک مدینہ میں رہی۔ یہاں خلفائے راشدینؓ کے علاوہ متعدد صحابہ کرامؓ فقہی لحاظ سے مشہور تھے۔ مثلاً حضرت جابر بن عبداللہؓ اپنے زمانہ میں مدینہ کے مفتی اور فقیہ تھے(۷)۔ حضرت عائشہؓ اپنی وفات تک مدینہ میں فتوی دیتی رہیں(۸)۔ حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ، حضرت رافع بن خدیجؓ، حضرت ابو واقد اللیثیؓ، حضرت عبداللہ بن بُحینہؓ(۹) اور حضرت سلمہ بن اکوعؓ(۱۰) مدینہ میں امور افتاء سر انجام دیتے رہے۔ حضرت ابوسعید

۱۔ الإنتقاء ص ۷۱، سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۵، ۱۶، صفة الصفوة ۲/۱۳۸

۲۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۶

۳۔ الإنتقاء ص ۲۳، سیر اعلام النبلاء ۸/۷۵

۴۔ ترتیب المدارک ۱/۲۳۲

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۱۱

۶۔ ایضاً ۱۰/۷

۷۔ تذکرة الحفاظ ۱/۴۳

۸۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۷۵

۹۔ ایضاً ۴/۳۷۶

۱۰۔ البدایة والنهایة ۹/۹

خدری ؓ بھی مفتی ٔ مدینہ تھے(۱)۔

حضرت زید بن ثابت ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ: مدینہ کے فقہاء صحابہ ؓ میں سے حضرت زید بن ثابت ؓ اور حضرت عبداللہ بن عمر ؓ کو سب سے زیادہ شہرت حاصل ہوئی۔ ان دونوں صحابہ ؓ کے تلامذہ بکثرت ہوئے۔ اہل مدینہ کا علم حضرت زید بن ثابت ؓ اور حضرت ابن عمر ؓ کے شاگردوں سے ہے(۲)۔ ان دونوں میں حضرت زید بن ثابت ؓ ممتاز مقام پر فائز ہیں۔ آپ کو استنباطِ مسائل پر بہت قدرت حاصل تھی۔ شعبی ؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر ؓ حدیث میں جید تھے مگر فقہ میں جید نہیں تھے(۳)۔

مدینہ کا فقہی مدرسہ حضرت زید بن ثابت ؓ سے منسوب ہے۔ آپ مدینہ میں رأس التشریع تھے(۴)۔ فہم قرآن وسنت اور قضاء و فتوی پر آپ کو خداداد استعداد حاصل تھی۔ آپ کی انہی صلاحیتوں کی بناء پر حضرت عمر ؓ، حضرت عثمان ؓ اور جب تک حضرت علی ؓ مدینہ میں رہے، ان کے زمانوں میں اور اس کے بعد بھی اپنی وفات ۴۵ھ تک حضرت زید بن ثابت ؓ مدینہ میں قضاء، فتوی، قراءت اور فرائض کے رئیس شمار ہوتے تھے(۵)۔ حضرت عمر ؓ جب مدینہ سے باہر تشریف لے جاتے تو حضرت زید بن ثابت ؓ کو اپنا نائب بنا کر جاتے تھے۔ حضرت عمر ؓ دوسرے صحابہ ؓ کو مختلف علاقوں میں بھیج دیتے لیکن حضرت زید بن ثابت ؓ کو مدینہ ہی میں رکھتے تھے(۶)۔ حضرت ابن عمر ؓ نے فرمایا کہ حضرت عمر ؓ نے عالم لوگوں کو مختلف شہروں میں منتشر کر دیا تھا اور انہیں اپنی رائے سے فتوی دینے سے منع کر دیا تھا لیکن حضرت زید بن ثابت ؓ مدینہ میں بیٹھ کر اہل مدینہ اور دوسرے علاقوں سے آنے والے لوگوں کو فتوے دیتے تھے(۷)۔ سلیمان بن یسار ؒ سے مروی ہے کہ حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ دونوں خلفاء فتوی، فرائض اور قراءت میں حضرت زید بن ثابت ؓ پر کسی کو مقدم نہیں کرتے تھے(۸)۔

حضرت ابن عمر ؓ اور مدینہ میں جو صحابہ ؓ آپ کے بعد زندہ رہے، وہ سب حضرت زید بن ثابت ؓ کے مذہب اور ان سے جو کچھ سیکھا، اس پر فتوی دیتے تھے(۹)۔ مسروق ؒ کہتے ہیں وہ مدینہ گئے اور صحابہ کرام ؓ کے بارے میں پوچھا تو

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶۸/۳

۲۔ ایضا ۳۱/۱

۳۔ الطبقات الکبری ۳۷۳/۲

۴۔ خلاصۃ تاریخ التشریع الإسلامی ص ۳۹

۵۔ الطبقات الکبری ۳۶۰/۲

۶۔ ایضا ۳۵۹/۲

۷۔ ایضا ۳۶۱/۲

۸۔ ایضا ۳۵۹/۲

۹۔ سیر اعلام النبلاء ۳۱/۱

حضرت زید بن ثابت کو ''الراسخین فی العلم'' میں پایا(۱)۔ حمید بن اسودؒ(۲) کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ کے بعد لوگوں کے امام حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے بعد حضرت ابن عمرؓ تھے(۳)۔

سعید بن المسیبؒ: مدینہ کے فقہی مدرسہ کے سرخیل حضرت زید بن ثابتؓ سے بہت سے نامور تابعین نے علم حاصل کیا۔ ان میں سب سے زیدہ مشہور سعید بن المسیبؒ ہیں۔ آپ حضرت زید بن ثابتؓ کے شاگردوں میں سے ور فقہائے مدینہ کی زبان تھے۔ سعید بن المسیبؒ کو حضرت ابوہریرہؓ کی احادیث اور حضرت عمرؓ کے فیصلے سب سے زیادہ یاد تھے(۴)۔ حضرت سعید بن المسیب حضرت عمرؓ کے علم کی مشک اور آپ کے علم کے حامل تھے۔ آپ کو راوئ حضرت عمرؓ کہا جاتا تھا، کیوں کہ آپ حضرت عمرؓ کے احکام اور فیصلوں کے سب سے بڑے حافظ تھے(۵)۔ سعیدؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ سے علم حاصل کیا، حضرت ابن عباسؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ کی مجلس میں بیٹھے اور حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ سے بھی سنا(۶)۔

سعید بن المسیبؒ تینوں خلفاء حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فیصلوں کے سب سے بڑے عالم تھے(۷)۔ آپ فرماتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی قضاء کو مجھ سے زیادہ جاننے والا کوئی شخص باقی نہیں رہا(۸)۔ آپ نے قضا کا جتنا کام کیا یا جس علم سے فتویٰ دیا، اس کا اکثر حصہ حضرت زید بن ثابتؓ سے تھا(۹)۔ سعیدؒ لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے تھے حالاں کہ اس وقت صحابہ کرامؓ بقید حیات تھے(۱۰)۔ امام مالکؒ نے بیان کیا مجھے معلوم ہوا ہے کہ حضرت ابن عمرؓ لوگوں کو سعید بن المسیبؒ کے پاس بھیج کر ان سے حضرت عمرؓ کے قضایا و احکام معلوم کیا کرتے تھے(۱۱)۔ نافعؒ نے کہا کہ حضرت ابن عمرؓ نے سعیدؒ کا ذکر کیا اور فرمایا اللہ کی قسم وہ مفتی ہیں(۱۲)۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ کسی مقدمہ کا فیصلہ اس وقت تک نہیں کرتے تھے جب تک اس سے متعلق سعید بن المسیبؒ سے

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۳۶۰/۲

۲۔ حمید بن اسود بن اشقر بصری ثقہ اور صدوق۔ آپ ۱۰۰ھ کے بعد فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ۳۶/۳ الکاشف ۹ کتاب الجرح والتعدیل ۲۱۸/۳، ذکر اسماء التابعین و من بعدھم ۱۰۰/۱

۳۔ الدیباج المذھب ص ۵۳

۴۔ حجۃ اللہ البالغۃ ۱۳۳/۱

۵۔ الطبقات الکبریٰ ۱۲۱/۵

۶۔ طبقات الفقہاء ص ۵۷

۷۔ اعلام الموقعین ۲۲/۱

۸۔ الطبقات الکبریٰ ۱۳۹/۲، ۱۲۰/۵، صفۃ الصفوۃ ۴۵/۲

۹۔ الطبقات الکبریٰ ۳۶۰/۲

۱۰۔ سیر اعلام النبلاء ۲۲۳/۴

۱۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۰۰/۹

۱۲۔ سیر اعلام النبلاء ۲۲۲/۴

پوچھ نہ بیٹھتے تھے(۱)۔ سعید بن المسیبؒ اور ان کے تلامذہ کے فقہی مذہب کی بنیاد حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے فتاویٰ و فقہ پا اور حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید کے فتاویٰ پر ہے(۲)۔

قاسم بن محمدؒ: مدینہ کے ایک اور مشہور فقیہ قاسم بن محمدؒ(۳) ہیں۔ آپ نے اپنی پھوپھی حضرت عائشہؓ سے علم فقہ حاصل کیا۔ آپ نے فرمایا حضرت عائشہؓ، حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافتوں میں اور اپنی وفات تک فتویٰ دیتی رہیں اور میں مستقل طور پر ان کے ساتھ رہا۔ اس کے علاوہ میں حضرت ابن عباسؓ جو کہ بحر تھے، کے پاس بیٹھا کرتا اور حضرت ابوہریرۃؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے پاس بھی کثرت سے جایا کرتا تھا(۴)۔

قبیصہ بن ذویبؒ: فقہائے مدینہ میں ایک نام قبیصہ بن ذویبؒ (۵) کا ہے۔ شعبی کا کہنا ہے کہ قبیصہ حضرت زید بن ثابتؓ کے فیصلوں کو سب سے زیادہ جانتے تھے(۶)۔

ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارثؒ: ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارثؒ(۷) فقیہ مدینہ اور کثیر الحدیث تھے۔ آپ نے بہت سے کبار صحابہؓ سے روایت کیا، خاص طور پر حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ سے روایت کیا(۸)۔

عبیداللہ بن عبداللہ: فقہائے مدینہ میں عبیداللہ بن عبداللہ (۹) کا نام بھی شامل ہے۔ آپ طویل عرصہ تک حضرت ابن عباسؓ کے ساتھ وابستہ رہے(۱۰)۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۲۲۲/۴-۲۲۵

۲۔ الإنصاف فی بیان سبب الإختلاف ص ۱۶،۱۳

۳۔ قاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیقؓ ابو محمد تابعی، عالم مدینہ، ثقہ فقیہ اور کثیر الحدیث۔ آپ ۱۰۸ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۵۳/۵، الطبقات الکبریٰ ۱۸۷/۵، صفۃ الصفوۃ ۵۱/۲

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۵۵/۵

۵۔ قبیصہ بن ذویب بن حلحلۃ ابو سعید تابعی مدنی ثم دمشقی اور ثقہ فقیہ اور کثیر الحدیث۔ آپ ۸۶ھ یا ۸۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۲۸۲/۴ التاریخ الکبیر ۱۷۴/۷ تذکرۃ الحفاظ ۶۰/۱ اسد الغابۃ ۳۶۳/۴ الاصابۃ ۲۲۵/۸

۶۔ طبقات الفقہاء ص ۶۲ التاریخ الکبیر ۱۷۵/۷ الأصابۃ ۲۲۶/۸ تذکرۃ الحفاظ ۶۰/۱

۷۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن بن الحارث بن ہشام۔ آپ کا نام محمد تھا، کنیت ہی سے پکارے جاتے تھے۔ آپ تابعی ثقہ فقیہ مدینہ اور کثیر الحدیث تھے۔ آپ ۹۴ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۱۶/۴ الطبقات الکبریٰ ۲۰۷/۵ صفۃ الصفوۃ ۵۳/۲ شذرات الذھب ۱۰۴/۱

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۴۱۶/۴

۹۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود ابو عبداللہ فقیہ مدینہ، کثیر الحدیث۔ آپ کے دادا حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی تھے۔ آپ ۹۸ھ اور ایک قول کے مطابق ۹۹ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۷۵/۴ صفۃ الصفوۃ ۵۹/۲

۱۰۔ سیر اعلام النبلاء ۴۷۵/۴، وفیات الأعیان ۱۱۵/۳، شذرات الذھب ۱۱۴/۱

عروۃ بن الزبیرؒ : مدینہ کے ایک اور فقیہ عروہ بن الزبیرؒ ہیں۔ انہوں نے حضرت عائشہؓ سے فقہ کا علم حاصل کیا(۱)۔ آپ نے اپنے والد حضرت زبیر بن عوامؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت اسامہ بن زیدؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن عمروؓ اور حضرت عائشہؓ وغیرہ سے روایت کیا(۲)۔

خارجہ بن زیدؒ : خارجہ بن زید ثابتؒ(۳) بھی فقہائے مدینہ میں سے ہیں۔

سلیمان بن یسارؒ : مدینہ کے فقہاء میں ایک مشہور نام سلیمان بن یسارؒ کا ہے۔ آپ فتویٰ دینے میں حضرت عمرؓ کے قول کی طرف جاتے تھے(۴)۔ امام مالکؒ کے مطابق سعید بن المسیبؒ کے بعد سیمان بن یسارؒ لوگوں کے عالم تھے اور سلیمانؒ کے اکثر فتوے سعید بن المسیبؒ کے موافق ہوتے تھے(۵)۔ سلیمانؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوہریرۃؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت عائشہؓ، حضرت ام سلمہؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ صحابہ کرامؓ سے روایت کیا ہے(۶)۔

سالم بن عبداللہ بن عمرؒ : حضرت عمر فاروقؓ کے پوتے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ(۷) مدینہ کے نامور فقیہ تھے۔ سعید بن المسیبؒ کا قول ہے کہ حضرت ابن عمرؓ اپنے والد حضرت عمرؓ سے مشابہ تھے اور سالمؒ اپنے والد حضرت ابن عمرؓ سے مشابہ تھے(۸)۔

نافع : حضرت ابن عمرؓ کے مولیٰ نافعؒ بھی فقہائے مدینہ میں سے تھے۔ آپ حضرت ابن عمرؓ کے راوی ہیں(۹)۔ تابعین میں سے نافعؒ حضرت ابن عمرؓ کے فتاویٰ کو سب سے زیادہ جاننے والے تھے۔

مدینہ کے مندرجہ بالا فقہاء میں سے سات تاریخ میں ''فقہائے سبعہ'' کے نام سے مشہور ہیں، جو یہ ہیں سعید بن المسیبؒ، عروۃ بن الزبیرؒ، قاسم بن محمد بن ابی بکرؒ، ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارثؒ، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن

۱۔ اعلام الموقعین ۲۲/۱

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۱۷۹/۵، صفۃ الصفوۃ ۴۸/۲

۳۔ خارجہ بن زید بن ثابت بن ضحاک، تابعی، مدنی، فقیہ، ثقہ، کثیر حدیث۔ آپ ۹۹ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۰۰ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۲۶۲/۵ سیر اعلام النبلاء ۴۳۷/۴ وفیات الاعیان ۲۲۳/۲ شذرات الذھب ۱۱۸/۱

۴۔ الدیباج المذھب ص ۴۲۸

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۴۴۶/۴

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۷۵/۵، سیر اعلام النبلاء ۴۴۴/۴، صفۃ الصفوۃ ۴۶/۲

۷۔ سالم بن عبداللہ بن عمر بن الخطابؓ، تابعی، زاہد، حافظ، مفتی مدینہ، ثقہ، کثیر الحدیث۔ آپ ۱۰۶ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۰۶ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۵۷/۴ الطبقات الکبریٰ ۱۹۵/۵ تذکرۃ الحفاظ ۸۸/۱، حلیۃ الاولیاء ۱۹۳/۲ صفۃ الصفوۃ ۵۲/۲

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۴۵۹/۴

۹۔ ایضاً ۹۵/۵

مسعودؒ، خارجہ بن زیدؒ اور سلیمان بن یسارؒ(۱)۔ بعض نے فقہائے سبعہ میں ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارثؒ کے بجائے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ کا ذکر کیا ہے(۲)۔

مدینہ کے ''فقہائے سبعہ'' علمی اعتبار سے صحابہ کرامؓ کے جانشین تھے۔ ان کے بعد مدینہ میں فقہ انہی فقہائے سبعہ میں تھی۔ جب ان کے پاس کوئی مسئلہ آتا تو وہ سب اس میں غور وخوض کرتے تھے۔ قاضی اس وقت تک فیصلہ نہیں کرتا تھا جب تک وہ مسئلہ ان کے سامنے نہیں لایا جاتا تھا، پھر وہ اس میں غور وخوض کرتے اور فتویٰ دیتے تھے(۳)۔

یحییٰ بن سعیدؒ : مندرجہ بالا طبقۂ تابعین نے مدینہ میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے حاصل کردہ علم اگلے طبقہ کو منتقل کیا جس میں ایک نمایاں نام یحییٰ بن سعیدؒ(۴) کا ہے۔ آپ ''فقہائے سبعہ'' کے تلامذہ میں سے تھے(۵)۔

زہریؒ : تابعین فقہائے مدینہ سے اکتساب علم کرنے والوں میں ابن شہاب زہریؒ(۶) بھی شامل ہیں۔ آپ جن تابعین کی صحبت میں رہے ان میں سعید بن المسیبؒ، عروہ بن الزبیرؒ، ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن بن عوف اور عبیداللہ بن عبداللہؒ وغیرہ شامل ہیں(۷)۔ امام مالکؒ نے فرمایا کہ انہوں نے مدینہ میں ابن شہاب زہریؒ کے سوا کسی کو فقیہ اور محدث نہیں پایا(۸)۔ اس سے زہریؒ کی علمی عظمت کا اندازہ ہوتا ہے۔ عراک بن مالکؒ(۹) کا قول ہے اہل مدینہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ کے قضایا کے سب سے بڑے عالم اور فقیہ سعید بن المسیبؒ تھے، عروہ بن الزبیرؒ مدینہ میں حدیث کے سب سے بڑے عالم تھے اور اگر تم چاہو کہ عبیداللہ بن عبداللہ سے علم کا سمندر پھٹ پڑے تو آپ سے نکل پڑے گا اور میرے نزدیک ان سب سے بڑے عالم ابن شہاب زہریؒ تھے،

۱۔ طبقات الفقہاء ص ۶۷، الطبقات الکبریٰ ۳۸۴/۲، المدونۃ الکبریٰ ۱۰۳/۲

۲۔ طبقات الفقہاء ص ۹۱، سیر اعلام النبلاء ۳۶۱/۴

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۳۶۱/۴

۴۔ یحییٰ بن سعید بن قیس، ابوسعید، تلمیذ فقہائے سبعہ، عالم مدینہ، قاضی، علامہ ثقہ۔ آپ کا سال وفات ۱۴۳ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۶۸/۵، الطبقات الکبریٰ ۲۳۸/۵، شذرات الذہب ۲۳/۱

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۴۶۸/۵

۶۔ محمد بن مسلم بن عبیداللہ بن عبداللہ بن شہاب زہریؒ، ابوبکر، تابعی، حافظ، مدنی، محدث اہل حجاز، کثیر الحدیث، ثقہ۔ آپ کا سال وفات ۱۲۴ھ اور ایک قول کے مطابق ۱۲۳ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۲۶/۵ الطبقات الکبریٰ ۳۸۸/۲ صفۃ الصفوۃ ۸۰/۲ شذرات الذہب ۱۶۲/۱، البدایۃ والنہایۃ ۳۴۰/۹ وفیات الأعیان ۱۷۷/۴

۷۔ صفۃ الصفوۃ ۵۹/۲

۸۔ الطبقات الکبریٰ ۳۸۸/۲، صفۃ الصفوۃ ۸۰/۲

۹۔ عراک بن مالک غفاری مدنی، تابعی تھے۔ آپ ۱۰۱ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تہذیب التہذیب ۱۷۲/۷ الکاشف ۲۲۷/۲، کتاب الجرح و التعدیل ۳۸/۷، شذرات الذہب ۱۲۲/۱

کیوں کہ ان تمام کا علم ابن شہابؒ کے علم میں جمع ہو گیا تھا(۱)۔

ربیعہ الرائیؒ: ربیعہ الرائی(۲) تابعی تھے۔ آپ نے صحابہ کرامؓ میں سے حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت سائب بن یزیدؓ(۳) کو پایا تھا(۴)۔ آپ مدینہ میں صاحبِ فتوی تھے(۵)۔ جب قاسم بن محمدؒ سے کسی مسئلہ کے بارے میں پوچھا جاتا تو آپ فرماتے سلوا الربیعۃ(۶)۔ یعنی یہ مسئلہ ربیعہؒ سے پوچھو۔ امام مالکؒ نے فرمایا جب سے ربیعہؒ فوت ہوئے ہیں، فقہ کی حلاوت ختم ہو گئی ہے(۷)۔

عبداللہ بن ذکوانؒ: عبداللہ بن ذکوانؒ(۸) بھی فقیہ اہلِ مدینہ تھے۔ آپ کو حضرت انس بن مالکؓ اور حضرت ابن عمرؓ سے شرفِ ملاقات حاصل تھا(۹)۔ امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک آپ ربیعۃ الرائیؒ سے زیادہ عالم تھے(۱۰)۔ آپ کو ''امیر المومنین فی الحدیث'' بھی کہا جاتا ہے(۱۱)۔

بکیر بن عبداللہؒ: بکیر بن عبداللہؒ(۱۲) کا کبار تابعین کے بعد بڑے علماء میں شمار ہوتا تھا(۱۳)۔

ابن ہرمزؒ: ابن ہرمزؒ(۱۴) کا بھی انہی علماء میں شمار ہوتا ہے۔ آپ فتوی دینے میں بہت محتاط تھے اور

۱۔ صفۃ الصفوۃ ۸۰/۲

۲۔ ربیعہ بن ابی عبدالرحمن فروخ، تابعی، فقیہ، حافظ، فقہ و حدیث، ثقہ، مفتی مدینہ، مجتہد، کثیر الحدیث۔ آپ ۱۳۶ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۸۹/۶ طبقات الفقہاء ص ۶۵ صفۃ الصفوۃ ۸۷/۲ تاریخ بغداد ۴۲۰/۸ وفیات الأعیان ۲۸۸/۲ شذرات الذهب ۱۹۴/۱

۳۔ سائب بن یزید بن عبداللہ بن سعید الکندی۔ آپ حجۃ الوداع کے موقع پر سات سال کے تھے۔ حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں مدینہ کے بازار پر عامل مقرر تھے۔ آپ کے سال وفات میں کئی اقوال ہیں ۸۰ھ، ۸۲ھ، ۸۶ھ، ۹۰ھ، ۹۱ھ اور ۹۴ھ۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۷/۳، اسد الغابۃ ۳۰۱/۲ تاریخ الصحابۃ ص ۱۲۳، شذرات الذهب ۹۹/۱، الاستیعاب ۱۱۹/۲

۴۔ طبقات الفقہاء ص ۶۵

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۹۱/۶

۶۔ صفۃ الصفوۃ ۸۸/۲

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۹۱/۶، صفۃ الصفوۃ ۸۹/۲

۸۔ عبداللہ بن ذکوان ابو الزناد، تابعی، مدنی، مفتی، فقیہ، حافظ، مجتہد، ثقہ۔ آپ کا سال وفات ۱۳۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۴۵/۵ شذرات الذهب ۱۸۲/۱

۹۔ سیر اعلام النبلاء ۴۴۶/۵

۱۰۔ ایضاً ۴۴۶/۵

۱۱۔ ایضاً ۴۶۶/۵

۱۲۔ بکیر بن عبداللہ بن الاشج۔ صغار تابعین میں سے امام، فقیہ، حافظ، مدنی ثم مصری تھے۔ آپ ۱۲۷ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۱۷۰/۶ شذرات الذهب ۱۶۰/۱

۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ۱۶۱/۶

۱۴۔ ابوبکر عبداللہ بن یزید بن ہرمز۔ ایک قول یہ ہے کہ آپ کا نام یزید بن عبداللہ بن ہرمز ہے۔ آپ کا سال وفات ۱۴۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۷۹/۶

حفظ میں شدت اختیار کرتے تھے(۱)۔

امام مالکؒ: مدینہ میں صحابہ کرامؓ کی علمی میراث مندرجہ بالا علماء و فقہاء سے منتقل ہوتی ہوئی امام مالک بن انسؒ تک پہنچی۔ آپ مالکی مذہب کے بانی تھے۔ امام مالکؒ مدینہ میں موجود صحابہ کرامؓ کے فقہی وارث بنے۔ آپ حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کو امام قرار دیتے تھے۔ آپ کا قول ہے کان امام الناس عندنا بعد عمرؓ زید بن ثابتؓ و کان امام الناس بعد زیدؓ ابن عمرؓ(۲)۔ یعنی ہمارے ہاں حضرت عمرؓ کے بعد حضرت زید بن ثابتؓ لوگوں کے امام ہیں اور حضرت زید بن ثابتؓ کے بعد لوگوں کے امام حضرت ابن عمرؓ ہیں۔

امام مالکؒ کے فقہ پر حضرت ابن عمرؓ کی روایات و آثار کا غلبہ ہے۔ خلیفہ ابو جعفر منصورؒ(۳) نے ایک مرتبہ امام مالکؒ سے پوچھا کہ انہوں نے اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے حضرت ابن عمرؓ کے اقوال کو کیوں کر اختیار کیا ہے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا بقی یا امیر المومنین و کان له فضل عند الناس و وجدنا من تقدمنا اخذ به فاخذنا به۔ یعنی اے امیر المومنین! وہ زندہ رہے اور لوگوں کے نزدیک انہیں فضل حاصل تھا۔ ہم نے اپنے پیش روؤں کو دیکھا کہ وہ آپ سے اخذ کرتے تھے تو ہم نے بھی ان سے حاصل کیا۔ اس پر منصورؒ نے کہا پھر انہی کا قول اختیار کیجیے اگرچہ وہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے خلاف ہو(۴)۔

ایک روایت کے مطابق امام مالکؒ نے خلیفہ ابو جعفر منصورؒ کو یہ جواب دیا تھا کان آخر من بقی عندنا من اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم فاحتاج الیه الناس فسالوه و تمسکوا بقوله(۵)۔ یعنی وہ ہمارے ہاں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے آخری صحابی تھے۔ لوگ ان کے پاس اپنی ضرورتیں لے کر جاتے، ان سے پوچھتے اور ان کا قول اختیار کرتے تھے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ایک روز خلیفہ ابو جعفر منصورؒ نے امام مالکؒ سے کہا اے ابو عبداللہ! ہمارے پاس بیٹھیں، اگرچہ آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا قول ترک کیا ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا قول لیا ہے۔ امام مالکؒ نے فرمایا لانه آخر من مات من اصحاب رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم(۶)۔ یعنی اس لیے کہ حضرت ابن عمرؓ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سب سے آخر میں (مدینہ میں) فوت ہونے والے صحابی تھے۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۳۷۹/۱

۲۔ الاستیعاب ۲۳/۴، سیر اعلام النبلاء ۴۳۶/۲

۳۔ ابوجعفر منصور بن محمد بن علی بن عبداللہ بن العباس بن عبدالمطلب، عباسی خلیفہ۔ تقریباً ۲۲ سال خلیفہ رہے۔ ۱۵۸ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ۵۳/۱۰، البدایۃ و النہایۃ ۱۲۱/۱۰، الکامل فی التاریخ ۲۲/۵

۴۔ الطبقات الکبری ۱۳۷/۴

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱۲/۸

۶۔ ترتیب المدارک ۲۱۲/۱

خلیفہ ہارون الرشیدؒ(۱) نے امام مالکؒ سے پوچھا کیا وجہ ہے ہم آپ کی کتاب ''الموطا'' میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا ذکر نہیں پاتے؟ امام مالکؒ نے جواب دیا لم یکونا ببلدی ولم الق رجالهم (۲)۔ یعنی اس لیے کہ وہ دونوں میرے شہر میں نہیں تھے اور میں ان دونوں کے اصحاب سے بھی نہیں ملا۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے ذکر سے خلیفہ ہارون الرشیدؒ کی مراد ذکرِ کثیر ہے ورنہ ''الموطا'' میں حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ دونوں سے احادیث موجود ہیں(۳)۔

بقول مصری استاد ابو زہرہؒ جہاں تک حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کا مدینہ میں نہ ہونے کا تعلق ہے تو اگر اس سے دونوں کے آخری سال حیات مراد ہیں تو یہ بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی شک نہیں ہے۔ حضرت علیؓ کی خلافت عراق میں تھی اور وہ وہیں دفن ہوئے۔ اسی طرح حضرت ابن عباسؓ کا مدرسہ آخری سالوں میں مکہ میں تھا جہاں وہ درس دیتے تھے، خاص طور پر تفسیر قرآن میں۔ اسی لیے ان دونوں صحابہ کرامؓ سے روایت کرنے والے بھی انہی دونوں شہروں میں کثیر تعداد میں موجود تھے۔ حضرت علیؓ کی زندگی کا اکثر حصہ مدینہ میں گزرا۔ پہلے تینوں خلفاء کے ادوار میں حضرت علیؓ مدینہ ہی میں رہتے تھے۔ لہذا یہ بات معقول نہیں ہے کہ حضرت علیؓ سے روایت کردہ ایسی احادیث نہ ہوں جن کو راویوں نے حضرت علیؓ سے مدینہ میں حاصل کیا ہو۔ لیکن چوں کہ ان لوگوں پر امویوں کا اثر غالب تھا، اس لیے انہوں نے از خود حضرت علیؓ سے کم روایت کی ہو یا امویوں کی اذیت سے بچنے کے لیے ایسا کیا ہو جو حضرت علیؓ کے مآثر کے اخفاء میں کوششیں کرتے تھے(۴)۔

امام مالکؒ نے جن تابعین سے علم حاصل کیا ان میں ایک حضرت ابن عمرؓ کے مولی نافعؒ ہیں۔ امام مالکؒ کا قول ہے کہ وہ نافعؒ مولیٰ ابن عمرؓ کے پاس جایا کرتے تھے(۵)۔ امام مالکؒ کو نافعؒ سے حضرت ابن عمرؓ کے فتاوی جاننے کا اتنا شوق تھا کہ تیز دھوپ میں نافعؒ کا انتظار کرتے تاکہ ان سے حضرت ابن عمرؓ کے اقوال دریافت کریں(۶)۔ محدثین نے نافعؒ سے امام مالکؒ کی روایت کو ''اصح حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہا ہے۔ اس کی سند یوں ہے۔ مالک عن نافع عن ابن عمر(۷)۔ نافعؒ کی زندگی ہی میں امام مالکؒ کا حلقہ قائم ہو گیا تھا(۸)۔ امام

۱۔ ہارون الرشید بن المہدی محمد بن المنصور، عباسی خلیفہ، تیئس سال حکمران رہے۔ آپ نے ۱۹۳ھ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ۵/۱۴ سیر اعلام النبلاء ۲۸۶/۹، شذرات الذهب ۳۳۴/۱

۲۔ شرح الزرقانی ۸/۱

۳۔ ایضاً ۸/۱

۴۔ مالک، حیاته و عصره، آراؤه و فقهه ص ۵۹

۵۔ ترتیب المدارک ۱۲۰/۲

۶۔ الدیباج المذهب ص ۹۳

۷۔ ایضاً ص ۲۲

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۴۳/۸

مالکؒ نے نافعؒ کی زندگی میں فتویٰ دیا(۱)۔

امام مالکؒ کے اساتذہ میں ابن شہاب زہریؒ شامل ہیں(۲)۔ آپ نے ربیعہؒ سے بھی فقہ حاصل کیا تھا(۳)۔ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ میری والدہ نے مجھ سے کہا ربیعہؒ کے پاس جاؤ اور ان سے علم حاصل کرنے سے قبل ادب سیکھو(۴)۔ ربیعہؒ کے زمانہ میں امام مالکؒ کا حلقہ قائم ہو گیا تھا(۵)۔ آپ نے ابن ہرمزؒ سے بھی فقہ اخذ کیا(۶)۔ امام مالکؒ نے مدینہ کے مشہور ''فقہائے سبعہ'' سے بھی فقہ حاصل کیا تھا۔ مدینہ کا فقہ جس کی تدوین امام مالکؒ نے کی تھی، اس کی بنیاد زیادہ تر ''فقہائے سبعہ'' کے فتاویٰ پر ہے(۷)۔ امام مالکؒ کو حضرت عمرؓ کے فیصلوں، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ اور ان کے اصحاب اور فقہائے سبعہ کے اقوال سے سب سے زیادہ آگاہی تھی(۸)۔ ابن المدینیؒ(۹) کا قول ہے حضرت زید بن ثابتؓ سے گیارہ لوگوں نے علم اخذ کیا، پھر ان سب لوگوں کا علم ابن شہاب زہریؒ، بکیر بن عبداللہ اور ابو زنادؒ میں جمع ہو گیا، پھر ان تینوں کا علم مالک بن انسؒ میں جمع ہو گیا(۱۰)۔ امام مالکؒ، سلیمان بن یسارؒ کے قول کی طرف اور سلیمان بن یسارؒ حضرت عمرؓ کے قول کی طرف جاتے تھے(۱۱)۔

صحابہ کرامؓ بالخصوص جو صحابہؓ مدینہ میں رہے مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ، ان کے قضایا، فتاویٰ اور آراء نے مالکی مذہب پر بہت اثرات مرتب کیے ہیں۔ مالکی فقہ کے بانی امام مالکؒ بالواسطہ طور پر ان صحابہؓ کے شاگرد ہیں۔ آپ صحابہ کرامؓ کی فکری اولاد میں سے تھے۔ اس کی فقہی فکر کا ایک اہم اظہار امام مالکؒ کا فقہی مذہب ہے۔

عراق: عراق حضرت عمرؓ کے عہد میں فتح ہوا۔ یہ وہ سرزمین ہے جہاں صدر اسلام میں سب سے پہلے کثیر صحابہ کرامؓ جمع ہوئے(۱۲)۔ یہاں متعدد صحابہ کرامؓ قرآن و سنت اور فقہ کی تعلیم و تدریس میں مشغول رہے۔ عراق

۱۔ ترتیب المدارک ۱/۱۲۵

۲۔ ایضاً ۱/۱۳۰

۳۔ طبقات الفقهاء ص ۶۵، سیر اعلام النبلاء ۶/۹۱

۴۔ ترتیب المدارک ۱/۱۱۹

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۸/۷۷

۶۔ طبقات الفقهاء ص ۶۶

۷۔ سیرت النعمان ص ۵۵

۸۔ حجة الله البالغة ۱/۱۲۵

۹۔ ابوالحسن علی بن عبداللہ بن جعفر بن نجیح المدینی، حافظ، مدینی، بصری، معرفت حدیث وعلل اور اختلاف حدیث کے ماہر تھے۔ آپ ۲۳۴ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو: تذکرة الحفاظ ۲/۴۲۸، المقصد الأرشد ۲/۲۲۹، المنتظم ۱۱/۲۱۴، شذرات الذهب ۲/۸۱

۱۰۔ ترتیب المدارک ۱/۸۷

۱۱۔ الدیباج المذهب ص ۳۲۸

۱۲۔ کتاب مناقب سیدنا الإمام مالک ۱/۹۶

میں حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فیصلوں کو سب سے زیادہ شہرت ملی۔ اہل عراق کا علم حضرت ابن مسعودؓ کے شاگردوں سے ہے(۱)۔

عراق کے دو شہر کوفہ اور بصرہ بھی علمی وفقہی اعتبار سے مشہور تھے۔ ان دونوں میں کوفہ نے زیادہ شہرت پائی۔ ایک شخص نے حسن بصریؒ سے پوچھا اے ابوسعید! علم وفقہ میں اہل بصرہ آگے ہیں یا اہل کوفہ؟ حسن بصریؒ نے فرمایا حضرت عمرؓ اہل کوفہ سے ابتداء کرتے تھے اور کوفہ میں جتنے عرب اوران کے گھر ہیں، بصرہ میں نہیں ہیں(۲)۔

کوفہ : یہ وہی شہر ہے جہاں مدینہ کے بعد سب سے پہلے خلافت منتقل ہوئی اور جو اسلامی ریاست کا دوسرا دارالحکومت بنا۔ کوفہ اپنے قیام کے روز اول سے صحابہ کرامؓ کا مرکز رہا ہے۔ وہ کثیر تعداد میں یہاں سکونت پذیر ہوئے۔ کوفہ میں تین سو صحابہؓ وہ آئے جو بیعت رضوان میں شریک تھے اور ستر بدری صحابہؓ کی کوفہ میں آمد ہوئی(۳)۔ حضرت عمرؓ نے اہل کوفہ کو لکھا یا اھل الکوفۃ انتم راس العرب(۴)۔ یعنی اے اہل کوفہ! تم عرب کی چوٹی ہو۔ حضرت علیؓ نے کوفہ کے بارے میں فرمایا الکوفۃ جمجمۃ الاسلام و کنز الایمان و سیف اللہ و رمحہ یضعہ حیث یشاء(۵)۔ یعنی کوفہ اسلام کا سردار، ایمان کا خزانہ، اللہ کی تلوار اور اس کا نیزہ ہے جسے وہ جہاں چاہے رکھے۔

حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ: حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے تو آپ نے ریاست کا دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کرلیا۔ آپ کے اکثر فیصلے کوفہ ہی میں ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی کوفہ میں تھے۔ آپ کے فتاویٰ کوفہ ہی کے اردگرد رہے(۶)۔ مسروقؒ کا قول ہے میں نے اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم ان چھ صحابہؓ پر ختم پایا: حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابوالدرداءؓ اور حضرت ابن مسعودؓ۔ پھر ان چھ صحابہؓ کا علم دو صحابہؓ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ پر ختم ہوتا تھا(۷)۔ فقہاء صحابہ کرامؓ میں حضرت عمرؓ کی ذات گرامی بھاری بھرکم ہے۔ دیگر فقہاء صحابہؓ آپ سے بہت متاثر تھے۔ شعبیؒ کا بیان ہے حضرت عمرؓ جب کوئی بات کہتے اور حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن مسعودؓ بھی کوئی بات کہتے تو ان دونوں کا قول حضرت عمرؓ کے قول کے تابع ہوتا تھا(۸)۔ مسروقؒ نے کہا کہ حضرت ابن مسعودؓ اپنا قول حضرت عمرؓ کے قول کی خاطر چھوڑ دیتے تھے(۹)۔ حضرت ابن مسعودؓ

۱۔ اعلام الموقعین ۱/۲۱
۲۔ الطبقات الکبریٰ ۶/۸
۳۔ ایضاً ۶/۹
۴۔ ایضاً ۶/۷
۵۔ ایضاً ۶/۶
۶۔ حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۴۳
۷۔ ابن الصلاح، علوم الحدیث ص ۲۶۷، اعلام الموقعین ۱/۱۶
۸۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۵۱
۹۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/۹۷

نے خود فرمایا لو سلک الناس وادیا و شعبا و سلک عمر وادیا و شعبا لسلکت وادی عمر و شعبه(۱)۔ یعنی اگر لوگ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں اور حضرت عمرؓ ایک وادی اور گھاٹی میں چلیں تو میں حضرت عمرؓ والی وادی اور گھاٹی میں چلوں گا۔

کوفہ میں حضرت علیؓ سیاسی اور جنگی امور میں معروف رہے۔ یہاں وہ علمی و فقہی مشاغل کے لیے وقت نہیں نکال سکتے تھے۔ کوفہ میں حضرت علیؓ کے بجائے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فقہی اثرات زیادہ تھے کیوں کہ آپ کو حضرت علیؓ جیسی صورت حال کا سامنا نہیں تھا(۲)۔ کوفہ کا فقہی مدرسہ حضرت ابن مسعودؓ سے منسوب ہے۔ اہل کوفہ نے اکثر طور پر حضرت ابن مسعودؓ کے فتاویٰ کا اتباع کیا ہے(۳)۔ جب حضرت عمرؓ نے حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کو اہل کوفہ کی طرف معلم اور وزیر بنا کر بھیجا تو حضرت عمرؓ نے انہیں لکھا تھا

و قد آثر تکم بعبد اللہ بن مسعود علی نفسی(۴)

اور میں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو تمہاری طرف
بھیج کر تمہیں اپنی ذات پر ترجیح دی ہے۔

شعبیؒ نے فرمایا وہ جن اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت میں رہے اور علمی استفادہ کیا ان میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے زیادہ عالم، فقیہ اور دینی نفع پہنچانے والا کسی کو نہیں پایا(۵)۔ ابو وائل شقیقؒ نے فرمایا وہ مختلف حلقوں میں بیٹھے جن میں اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہوتے تھے مگر میں نے کسی کو حضرت ابن مسعودؓ کے قول کی تردید کرتے نہیں سنا(۶)۔

حضرت ابن مسعودؓ نے بطور فقیہ بلند مقام پایا ہے۔ آپ کو بعض اعتبارات سے دربار نبوی میں امتیاز حاصل تھا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے فرمایا کہ جب وہ یمن سے آئے تو انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ اور آپ کی والدہ محترمہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کثرت سے جاتے اور آپ کے ساتھ رہتے دیکھا تو ان کو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت گمان کیا(۷)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ آپ کی فقہی قدر و منزلت کے معترف تھے۔ وہ لوگوں سے فرمایا کرتے تھے تم لوگ مجھ سے نہ پوچھا کرو جب تک یہ علامہ تم میں موجود ہیں، یعنی حضرت ابن مسعودؓ(۸)۔

۱۔ اعلام الموقعین ۲۰/۱
۲۔ فجر الإسلام ص ۱۸۳
۳۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۱۲۸/۲
۴۔ الطبقات الکبریٰ ۸/۶
۵۔ ایضاً ۱۱/۶
۶۔ ایضاً ۳۴۳/۲
۷۔ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابۃ، باب من فضائل عبداللہ بن مسعودؓ و امہ ۱۹۱/۳
۸۔ الطبقات الکبریٰ ۳۴۳/۲

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے فقہی مدرسہ سے جن لوگوں نے کسب علم کیا، انہوں نے آپ کی فقہی فکر آگے بڑھائی۔ آپ کے تلامذہ نے آپ سے اخذِ علم کیا اور لوگوں کو قرآن وسنت کی تعلیم اور مختلف مسائل میں فتوے دیئے۔ آپ کے شاگردوں میں نامور ارباب فقہ، عالم، قاری اور مفتی تھے۔ ان میں سے جو زیادہ مشہور ہوئے اور کوفہ میں فقہ حضرت ابن مسعودؓ کے جانشین بنے، ان میں مندرجہ ذیل حضرات شامل ہیں(۱)

علقمہ بن قیسؒ : آپ نے حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت حذیفہ بن یمانؓ، حضرت سلمان فارسیؓ اور حضرت ابودرداءؓ وغیرہ سے روایت کیا ہے(۲)۔ لیکن آپ حضرت ابن مسعودؓ کی صحبت میں خاص ہوگئے اور ان کے ذہین تلامذہ میں شمار ہوتے تھے۔ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ کے سامنے قرآن پڑھا تھا(۳)۔ آپ حضرت ابن مسعودؓ کی صحبت میں اس التزام سے رہے کہ لوگ حضرت ابن مسعودؓ کو طور وطریق اور عادات وفضائل میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے مشابہ اور آپ کو حضرت ابن مسعودؓ سے مشابہ قرار دیتے تھے(۴)۔ بطور فقیہ آپ کی فضیلت ومقام کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ صحابہ کرامؓ آپ سے مسائل دریافت کرتے تھے(۵)۔

حضرت ابن مسعودؓ کی رحلت کے بعد لوگوں نے علقمہؒ سے درخواست کی کہ وہ انہیں سنت کی تعلیم دیں(۶)۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے بعد علقمہؒ ہی لوگوں کو امامت کراتے اور انہیں فتوی دیتے تھے(۷)۔

اسود بن یزیدؒ : آپ علقمہؒ کے بھتیجے(۸) اور آپ اپنے استاد حضرت ابن مسعودؓ کا علم وفقہ اچھی طرح جانتے تھے(۹)۔ اس کے ساتھ ساتھ آپ حضرت عمرؓ کے تفقہ فی الدین کو لازم سمجھتے تھے۔ علقمہؒ اپنے استاد حضرت ابن مسعودؓ کا فقہ لازم سمجھتے تھے، اس کے باوجود جب اسودؒ اور علقمہؒ آپس میں ملتے تو کسی قسم کا اختلاف نہیں کرتے تھے(۱۰)۔

مسروقؒ : آپ حضرت ابن مسعودؓ کے قاری اور مفتی اصحاب میں سے تھے(۱۱)۔ ابن المدینی ان میں سے کسی

۱۔ الطبقات الکبری ۶/۱۰،۱۱ طبقات الفقہاء ص ۳۳ تاریخ بغداد ۳/ ۲۳۲ اعلام الموقعین ۱/ ۲۵ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۵۲-۵۷

۲۔ الطبقات الکبری ۶/ ۸۶

۳۔ ایضا ۶/ ۸۹

۴۔ ایضا ۶/ ۸۶

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۵۹، صفۃ الصفوۃ ۳/ ۱۳

۶۔ الطبقات الکبری ۶/ ۸۹

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۴/ ۵۳

۸۔ ایضا ۴/ ۵۰

۹۔ ایضا ۴/ ۵۵

۱۰۔ الطبقات الکبری ۶/ ۷۳

۱۱۔ تاریخ بغداد ۳/ ۲۳۲

کو بھی مسروقؒ پر مقدم نہیں سمجھتے تھے(۱)۔ شعبیؒ نے فرمایا کہ مسروقؒ قاضی شریحؒ سے زیادہ فتویٰ کا علم رکھتے تھے اور قاضی شریحؒ قضا کا علم زیادہ رکھتے تھے۔ وہ جب فیصلہ کرتے تو مسروقؒ سے مشورہ لیا کرتے تھے(۲)۔

ابووائل شقیقؒ روایت کرتے ہیں کہ مسروقؒ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عرض کی اے اللہ! میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کی سنت کے خلاف طریقہ پر نہیں مر رہا ہوں(۳)۔

عبیدہ سلمانیؒ: آپ نے حضرت علیؓ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اکتساب علم کیا(۴)۔ آپ حضرت ابن مسعودؓ کے اصحاب فتویٰ سے تھے(۵)۔

عمرو بن شرحبیلؒ: عمرو بن شرحبیلؒ(۶) آپ بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے تلامذہ میں سے تھے۔

قاضی شریحؒ: حضرت عمرؓ نے آپ کو کوفہ کا قاضی مقرر کیا تھا(۷)۔ شعبیؒ کا قول ہے کہ شریحؒ قضا کو سب سے زیادہ جانتے تھے(۸)۔ حضرت علیؓ نے قاضی شریحؒ کو فرمایا اذهب فانت افضى العرب (۹)۔ یعنی جاؤ تم عرب کے سب سے بڑے قاضی ہو۔ قاضی شریحؒ حضرت ابن مسعودؓ کی قضا کے مطابق فیصلے کرتے تھے(۱۰)۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی و فقہی ورثہ آپ کے اصحاب علقمہؒ، اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، عمرو بن شرحبیل اور قاضی شریحؒ وغیرہ سے ہو کر اگلے طبقہ کو منتقل ہوا، جس میں نمایاں نام مندرجہ ذیل ہیں(۱۱)

شعبیؒ: آپ کوفہ کے قاضی تھے(۱۲)۔ آپ کو پانچ سو صحابہ کرامؓ کی زیارت کا شرف حاصل تھا(۱۳)۔ ابن

۱۔ صفة الصفوة ۱۴/۳ تاریخ بغداد ۲۳۲/۱۳

۲۔ الطبقات الکبری ۸۲/۶، سیر اعلام النبلاء ۶۵/۴

۳۔ الطبقات الکبری ۸۳/۶

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۴۰/۴

۵۔ ایضا ۴۱/۴

۶۔ عمرو بن شرحبیل ابو میسرہ ہمدانی کوفی۔ آپ کوفہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۱۰۶/۶ صفة الصفوة ۱۴/۳

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰۱/۴

۸۔ ایضا ۱۰۲/۴

۹۔ ایضا ۱۰۴/۴

۱۰۔ ایضا ۱۰۳/۴

۱۱۔ ملاحظہ: طبقات الفقہاء ص ۷۹ تا ۸۴، سیر اعلام النبلاء ۵۲/۴

۱۲۔ الطبقات الکبری ۲۵۲/۶

۱۳۔ سیر اعلام النبلاء ۲۹۸/۴، صفة الصفوة ۳۳۷/۳

سیرینؒ نے کہا میں کوفہ گیا تو وہاں شعبیؒ کا بڑا حلقہ تھا، جب کہ اس وقت صحابہ کرامؓ کثیر تعداد میں موجود تھے(۱) اور لوگ شعبیؒ سے فتویٰ لیتے تھے(۲)۔

سعید بن جُبَیرؒ آپ بھی کوفہ کے ممتاز فقہاء میں سے تھے۔ البتہ آپ کا شمار اصحاب حضرت ابن عباسؓ میں ہوتا ہے۔ جب حضرت ابن عباسؓ کوفہ میں تھے تو یہاں بہت سے تابعین نے آپ سے فیض پایا، ان میں ایک سعید بن جُبَیر بھی تھے۔ یوں تو آپ نے کئی صحابہؓ سے اکتساب علم کیا لیکن آپ نے حضرت ابن عباسؓ سے خاص طور پر علم حاصل کیا تھا۔ آپ پابندی کے ساتھ حضرت ابن عباسؓ کے حلقۂ درس میں جاتے تھے۔ لوگ حضرت ابن عباسؓ سے سوال پوچھتے، آپ جواب دیتے، سعید بن جبیرؒ خاموشی اور غور سے جواب سنتے اور انہیں لکھ لیا کرتے تھے(۳)۔

مجاہدؒ کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے سعید بن جبیرؒ سے کہا کہ حدیثیں بیان کرو۔ سعیدؒ نے کہا کیا میں آپ کی موجودگی میں حدیثیں سناؤں؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا سناؤ، یہ تو اللہ کی نعمت ہے کہ تم میرے سامنے حدیثیں بیان کرو۔ اگر صحیح بیان کرو گے تو ٹھیک، ورنہ میں اس کی تصحیح کر دوں گا(۴)۔

جب اہل کوفہ میں سے کوئی حضرت ابن عباسؓ سے فتویٰ پوچھتا تو آپ فرماتے کیا تم میں ابن ام الدھماء یعنی سعید بن جبیرؒ نہیں ہیں؟ (۵)۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ کے پاس ایک سائل فرائض کا مسئلہ لے کر آیا۔ آپ نے فرمایا ابن جبیرؒ کے پاس جاؤ، وہ مجھ سے زیادہ حساب کا علم رکھتے ہیں۔ وہ تمہیں وہی بتائیں گے جو مقرر ہے(۶)۔

ابراہیم نخعیؒ: ابراہیم نخعیؒ نے جن لوگوں سے علم حاصل کیا ان میں علقمہؒ کا نام نمایاں ہے (۷)۔ آپ نے مسروق سے بھی روایت کی ہے(۸)۔ آپ بعض امہات المومنین کے پاس جاتے اور ان سے علمی استفادہ کرتے، آپ کو حضرت عائشہؓ سے خاص طور پر بڑی عقیدت تھی(۹)۔ البتہ آپ کا حضرت عائشہؓ سے سماع ثابت نہیں ہے(۱۰)۔ ابراہیم نخعیؒ، حضرت ابن مسعودؓ کے علم و فقہ سے اچھی طرح آگاہ تھے(۱۱)۔ جب لوگ سعید بن جُبیرؒ سے کوئی مسئلہ پوچھتے تو آپ

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۳۰۲/۴

۲۔ ایضاً ۳۰۰/۴

۳۔ الطبقات الکبریٰ ۲۵۷/۶

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۳۳۵/۴، الطبقات الکبریٰ ۲۵۶/۶-۲۵۷

۵۔ الطبقات الکبریٰ ۲۵۷/۶ سیر اعلام النبلاء ۳۲۵/۴

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۲۵۸/۶

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۵۲۰/۴

۸۔ تاریخ بغداد ۳۳۳/۳

۹۔ الطبقات الکبریٰ ۲۷۱/۶

۱۰۔ ایضاً ۲۷۱/۶

۱۱۔ سیر اعلام النبلاء ۵۲۱/۴

لوگوں سے کہتے، کیا تم مجھ سے فتویٰ پوچھتے ہو، جب کہ تم میں ابراہیم موجود ہیں؟(۱)۔ ابراہیم نخعیؒ اور آپ کے شاگردوں کی یہ رائے تھی کہ فقہ میں حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے شاگردوں کا قول زیادہ قابلِ اعتبار ہے(۲)۔

حماد بن ابی سلیمانؒ کوفہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی فقہی وراثت ابراہیم نخعیؒ تک پہنچنے کے بعد جس طبقہ کو منتقل ہوئی اس میں ایک اہم نام حماد بن ابی سلیمانؒ(۳) کا ہے۔ آپ علم فقہ، قیاس، مناظرہ اور رائے میں ابراہیم نخعیؒ کے سب سے زیادہ ممتاز، سمجھدار اور صاحب بصیرت شاگرد تھے(۴)۔ آپ کو اپنے استاد کے مسائل سب سے زیادہ یاد تھے۔ ان مسائل کا ماخذ حدیث اور حضرت علیؓ و حضرت ابن مسعودؓ کے فتاویٰ تھے۔ حمادؒ نے اگرچہ فقہ کو ترقی نہیں دی، لیکن آپ اپنے استاد ابراہیم نخعیؒ کے فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے(۵)۔ لوگ حلال وحرام کے مسائل حمادؒ سے حاصل کرتے تھے اور آپ نے یہ علم ابراہیم نخعیؒ سے لیا تھا(۶)۔

امام ابوحنیفہؒ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علم فقہ آپ کے شاگردوں کے توسط سے کوفہ کے فقیہ اور حنفی مذہب کے بانی امام ابوحنیفہؒ تک پہنچا۔ آپ حماد بن ابی سلیمانؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا میں اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہا۔ آپ اپنے والد محترم کی وفات تک اٹھارہ سال حمادؒ کی صحبت میں رہے(۷) اور ان سے فقہ کا علم اخذ کیا(۸)۔ حمادؒ کی وفات کے بعد ان کی مسند فتویٰ پر امام ابوحنیفہؒ بیٹھے(۹)۔

حافظ ذہبیؒ(۱۰) نے کہا ہے کہ اہلِ کوفہ میں سب سے بڑے فقیہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن مسعودؓ تھے۔ ان دونوں کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ علقمہؒ تھے۔ علقمہؒ کے شاگردوں میں سب سے بڑے فقیہ ابراہیم نخعیؒ تھے۔ ابراہیمؒ کے تلامذہ میں سب سے بڑے فقیہ حمادؒ تھے اور حمادؒ کے اصحاب میں سب سے بڑے فقیہ امام ابوحنیفہؒ تھے(۱۱)۔ امام ابوحنیفہؒ، ابراہیم نخعیؒ اور ان کے ہم عصر علماء کے طریق کی زیادہ پابندی کرتے تھے اور ابراہیمؒ کے فقہی

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۵۲۲/۴

۲۔ حجۃ اللہ البالغۃ ۱۴۴/۱

۳۔ حماد بن ابی سلیمان، ابو اسماعیل فقیہ عراق۔ آپ کا سن وفات ۱۲۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۲۳۱/۵ الطبقات الکبری ۳۳۲/۶

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳۱/۵، ۲۳۴

۵۔ سیرت النعمان ص ۲۲۹

۶۔ الطبقات الکبری ۳۳۲/۶

۷۔ تاریخ بغداد ۳۳۳/۱۳

۸۔ طبقات الفقہاء ص ۸۶

۹۔ اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ ص ۷

۱۰۔ شمس الدین ابو عبداللہ محمد بن احمد بن عثمان بن قایماز ذہبی، شافعی، حافظ، محدث، مورخ، شیخ الجرح والتعدیل۔ آپ ۷۴۸ھ کو دمشق میں فوت ہوئے ملاحظہ ہو البدر الطالع ۱۱۰/۲ شذرات الذہب ۱۵۳/۶ مرآۃ الجنان ۲۳۱/۴ ابجد العلوم ۹۹/۳ طبقات الحفاظ ص ۵۲۱ طبقات الشافعیۃ الکبری ۲۱۶/۵

۱۱۔ سیر اعلام النبلاء ۲۳۶/۵

مذہب سے بہت کم علیحدہ ہوتے تھے(۱)۔

امام ابوحنیفہؒ کا علم حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے علوم کا جامع تھا۔ ان چاروں فقہاء صحابہ کرامؓ کا علم امام ابوحنیفہؒ کے پاس پہنچا اور آپ نے اس سے استفادہ کیا تھا۔ ایک مرتبہ خلیفہ ابوجعفر منصورؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے پوچھا نعمان! آپ نے علم کہاں سے سیکھا؟ آپ نے فرمایا حضرت عمرؓ کے شاگردوں سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ سے، نیز حضرت علیؓ کے تلامذہ سے اور انہوں نے حضرت علیؓ سے، نیز حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگردوں سے اور انہوں نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ کے زمانہ میں اس سطح ارض پر آپ سے بڑھ کر عالم کوئی اور نہیں تھا(۲)۔

ایک اور روایت میں خلیفہ ابوجعفر منصورؒ کو امام ابوحنیفہؒ نے یہ جواب دیا کہ انہوں نے حمادؒ سے، انہوں نے ابراہیمؒ سے اور انہوں نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے علم حاصل کیا تھا(۳)۔

امام ابوحنیفہؒ کی شخصیت چاروں صحابہ کرامؓ یعنی حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کی فقہی میراث کی حامل تھی۔ خاص طور پر حضرت ابن مسعودؓ امام ابوحنیفہؒ کے خاندانِ تعلیم کے مورثِ اول ہیں اور مذہب حنفی کی بنیاد زیادہ تر حضرت ابن مسعودؓ کی روایات اور استنباطات پر ہے(۴)۔ فقہ امام ابوحنیفہؒ کی اساس حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کے فتاوی، حضرت علیؓ کے قضایا اور فتاوی اور کوفہ کے قاضیوں میں سے قاضی شریحؒ وغیرہ کے قضایا پر ہے(۵)۔

بصرہ

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ: بصرہ میں بہت سے جلیل القدر صحابہ کرامؓ آباد تھے۔ یہاں زیادہ شہرت حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت انس بن مالکؓ کو ملی۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ حضرت انس بن مالکؓ سے پوچھا۔ ابوموسیٰ اشعریؓ کو کس حال میں چھوڑ کر آئے ہو؟ حضرت انسؓ نے جواب دیا میں نے انہیں اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ لوگوں کو قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ابوموسیٰؓ بہت بڑے آدمی ہیں، لیکن میری یہ بات انہیں نہ بتانا(۶)۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کا امیر مقرر کیا تھا۔ آپ نے اہل بصرہ کو قرآن پڑھایا اور فقہ کی تعلیم دی(۷)۔

۱۔ حجة الله البالغة ۱۳۶/۱
۲۔ تاریخ بغداد ۳۳۴/۱۳
۳۔ ایضاً ۳۳۴/۱۳، اخبار ابی حنیفة واصحابه ص ۵۹
۴۔ سیرت النعمان ص ۱۹۳
۵۔ الإنصاف فی بیان سبب الاختلاف ص ۱۳
۶۔ الطبقات الکبری ۱۰۸/۴
۷۔ سیر اعلام النبلاء ۳۸۳/۲

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ ادب القضا میں ماہر تھے۔ آپ نے فرمایا قاضی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اس وقت فیصلہ دے جب اس کے سامنے حق اس طرح واضح ہو جائے جیسے رات دن سے واضح ہوتی ہے۔ جب حضرت عمرؓ کو یہ قول معلوم ہوا تو آپ نے فرمایا: ابوموسیٰؓ نے سچ کہا(۱)۔

بصرہ میں صحابہ کرامؓ کا فقہی ورثہ تابعین کو منتقل ہوا۔ بصرہ کے چند ممتاز فقہاء تابعین یہ ہیں

جابر بن زیدؒ : جابر بن زیدؒ(۲) کی علمی و فقہی فضیلت کا اندازہ حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے ہوتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ نے اہلِ بصرہ کو فرمایا تم مجھ سے مسائل دریافت کرتے ہو، حالانکہ تمہارے درمیان جابر بن زیدؒ موجود ہیں(۳)۔ جامع بصرہ میں جابر بن زیدؒ کا حلقۂ درس قائم تھا جہاں وہ فتویٰ دیتے تھے (۴)۔

حسن بصریؒ : مفتی بصرہ جابر بن زیدؒ کے بعد حسن بصریؒ آئے۔ وہ لوگوں کو فتویٰ دیتے تھے(۵)۔ آپ کے بارے میں حضرت انسؓ نے فرمایا تھا، حسن سے پوچھو، کیوں کہ انہوں نے یاد رکھا اور ہم بھول گئے(۶)۔

ابن سیرینؒ : آپ حضرت انسؓ کے آزاد کردہ غلام، حدیث و فقہ کے عالم اور مفتی بصرہ تھے۔

مسلم بن یسارؒ . مسلم بن یسارؒ(۷) بھی فقیہ بصرہ تھے۔ آپ کی وفات پر حسن بصریؒ نے فرمایا تھا وامعلماہ(۸)۔ یعنی ہائے افسوس اس معلم پر۔

شام

حضرت معاذ بن جبلؓ . ملک شام میں بھی کئی صحابہ کرامؓ کی آمد ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت عبادۃ بن صامتؓ اور حضرت ابوالدرداءؓ کو قرآن اور فقہ کی تعلیم دینے کے لیے اہلِ شام کے پاس بھیجا تھا(۹)۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ جو شخص فقہ سیکھنا چاہتا ہے وہ حضرت معاذ بن جبلؓ کے پاس جائے(۱۰)۔

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۱۱۳/۲

۲۔ ابوالشعثاء جابر بن زید۔ آپ اپنے زمانہ میں اہل بصرہ کے عالم تھے۔ آپ ۹۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۸۱/۴ شذرات الذہب ۱۰۱/۱

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۴۸۲/۴

۴۔ ایضاً ۴۸۲/۴

۵۔ ایضاً ۵۸۲/۴

۶۔ ایضاً ۵۸۳/۴

۷۔ مسلم بن یسارؒ فقیہ بصرہ اور زاہد۔ آپ کا سال وفات ۱۰۰ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۵۱۰/۴ شذرات الذہب ۱۹/۱

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۵۱۳/۴

۹۔ ایضاً ۳۴۴/۲

۱۰۔ ایضاً ۴۵۲/۱

ابو مسلم خولانیؒ(۱) سے مروی ہے کہ وہ مسجد حمص (شام) گئے تو انہوں نے وہاں تقریباً تیس بزرگ صحابہؓ موجود پائے۔ ان میں ایک نوجوان ہے جس کی خوبصورت آنکھیں اور چمکدار دانت ہیں۔ وہ خاموش ہے اور کسی سے بات نہیں کرتا۔ جب کسی مسئلہ میں لوگوں کو شک ہوتا ہے تو وہ اس نوجوان سے پوچھ لیتے ہیں۔ ابو مسلم خولانیؒ نے اپنے قریب بیٹھے ہوئے شخص سے پوچھا یہ کون ہے؟ اس نے جواب دیا یہ معاذ بن جبلؓ ہیں(۲)۔

ابو ادریس خولانیؒ : شام میں صحابہؓ کرام کی تربیت سے جو بلند مرتبہ فقہاء اور مفتی تابعین مشہور ہوئے ان میں ایک ابو ادریس خولانیؒ(۳) ہیں۔ آپ شام کے فقیہ اور قاضی دمشق تھے(۴)۔

عبد الرحمٰن بن غنمؒ : ایک فقیہ عبد الرحمٰن بن غنم اشعریؒ(۵) تھے۔ حضرت عمرؓ نے آپ کو ملک شام بھیجا تھا تاکہ وہاں کے لوگوں کو فقہ کی تعلیم دیں(۶)۔

مکحولؒ : مکحولؒ(۷) بھی فقیہ شام تھے۔ ان کا قول ہے میں نے طلب علم میں ساری دنیا کا چکر لگایا ہے(۸)۔ ذہبیؒ کی رائے ہے کہ مکحولؒ نے ایسا بر سبیل مبالغہ کہا ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے(۹)۔ زہریؒ کا قول ہے کہ علماء چار ہیں مدینہ میں سعید بن المسیبؒ، کوفہ میں شعبیؒ، بصرہ میں حسنؒ اور شام میں مکحولؒ(۱۰)۔

عمر بن عبد العزیزؒ : فقہائے شام کی فہرست میں ایک نمایاں نام حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا ہے۔ میمون بن مہرانؒ کا قول ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کے سامنے علماء کی حیثیت تلامذہ جیسی تھی(۱۱)۔

اوزاعیؒ : شام میں فقہاء صحابہؓ اور تابعین کے بعد امام اوزاعیؒ فقہ کے آسمان پر ستارہ بن کر چمکے۔ امام مالکؒ

۱۔ ابو مسلم خولانی، عبداللہ بن ثوب، مخضرم، سید التابعین، زاہد العصر۔ آپ ۶۲ھ میں سرزمین روم پر فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴/۷ الطبقات الکبریٰ ۴۴۸/۷، شذرات الذہب ۷۰/۱

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۴۴۸/۷ وغیرہ

۳۔ ابو ادریس خولانی، عائذ اللہ بن عبداللہ، تابعی، دمشق کے قاضی اور واعظ۔ آپ ۸۰ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۴۴۸/۷ سیر اعلام النبلاء ۲۷۲/۴ تذکرۃ الحفاظ ۵۶/۱ اسد الغابۃ ۶/۶ الإستیعاب ۳۰۸/۵ شذرات الذہب ۸۸/۱

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۲۷۲/۴، تذکرۃ الحفاظ ۵۶/۱

۵۔ عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری، رأس التابعین، فقیہ شام۔ آپ کا سال وفات ۷۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۴۵/۴ الطبقات الکبریٰ ۴۴۱/۷

۶۔ الطبقات الکبریٰ ۴۴۱/۷

۷۔ مکحول بن ابی مسلم شہراب بن شاذل، تابعی، دمشقی فقیہ اور عالم اہل شام۔ آپ ۱۱۳ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبریٰ ۴۵۳/۷ سیر اعلام النبلاء ۱۵۵/۵، البدایۃ والنہایۃ ۳۰۵/۹

۸۔ سیر اعلام النبلاء ۱۵۸/۵

۹۔ ایضاً ۱۵۸/۵

۱۰۔ ایضاً ۱۵۸/۵

۱۱۔ ایضاً ۱۲۰/۵

کا قول ہے کہ اوزاعیؒ امام تھے(۱)۔ امام احمد بن حنبلؒ نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ امام سفیان ثوریؒ اور امام اوزاعیؒ دونوں امام مالکؒ کے پاس آئے۔ جب دونوں چلے گئے تو امام مالکؒ نے فرمایا ان دونوں میں سے ایک علم میں دوسرے سے بڑھ کر ہے۔ لیکن ایک امام بننے کے لائق نہیں ہے اور دوسرا (یعنی امام اوزاعیؒ) امام بننے کے لائق ہے(۲)۔ امام اوزاعیؒ اپنے اکثر فقہی مسائل میں منفرد ہیں۔ آپ کا اپنا ایک مستقل فقہی مذہب تھا۔ فقہائے شام اور فقہائے اندلس ایک مدت تک مذہب امام اوزاعیؒ پر عمل پیرا رہے، پھر یہ مذہب ختم ہو گیا(۳)۔

مصر

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ: مصر میں رأس التشریع حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تھے(۴) جو اپنے والد حضرت عمرو بن العاصؓ کے ہمراہ مصر آ گئے تھے۔ آپ کے والد حضرت عمرو بن العاصؓ کو حضرت عمرؓ نے مصر کا گورنر بنایا تھا(۵)۔ حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ فقہ میں بلند مقام رکھتے تھے۔ آپ کو یہ اعزاز بھی حاصل ہے کہ آپ کے پاس احادیث کا ایک مجموعہ تھا۔ مجاہدؒ نے کہا میں نے حضرت عبداللہ بن عمروؓ کے پاس ایک صحیفہ دیکھا تو اس کے بارے میں پوچھا۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا:

> ھذہ الصادقة فيها ما سمعت من رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لیس بینی و بینہ فیھا احد(۶)۔
>
> یہ "الصادقة" ہے جس میں وہ احادیث لکھی ہوئی ہیں جو میں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہیں اور میرے اور آپ کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے فرمایا کہ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بات کی اجازت مانگی تھی کہ وہ آپ سے جو احادیث سنیں انہیں لکھ لیا کریں۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ نے ان احادیث کو لکھ لیا جن کے مجموعہ کو "الصادقة" کا نام دیا(۷)۔

حضرت ابو ہریرۃؓ نے فرمایا اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کوئی بھی مجھ سے زیادہ حدیثیں نہیں جانتا

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱۲/۷

۲۔ ایضاً ۱۲/۷

۳۔ ایضاً ۱۱۷/۷

۴۔ خلاصة تاریخ التشریع الإسلامی ص ۳۹

۵۔ الطبقات الکبریٰ ۲۹۳/۷

۶۔ ایضاً ۲۶۳/۲

۷۔ ایضاً ۲۶۲/۲

تھا سوائے عبداللہ عمرؓ کے، کیوں کہ وہ لکھ لیا کرتے تھے اور میں لکھتا نہیں تھا(۱)۔

یزید بن ابی حبیبؒ : مصر میں صحابہ کرامؓ سے اکتساب علم کرنے والے تابعین میں یزید بن ابی حبیبؒ(۲) شامل ہیں جو اپنے وقت کے مفتیٔ اہل مصر تھے۔ یزید بن حبیب کے بارے میں یہ کہا جاتا ہے کہ وہ پہلے شخص تھے جنہوں نے حلال وحرام اور مسائل کا علم مصر میں پھیلایا۔ اس سے قبل لوگ فتن، ملاحم اور بھلائی میں ترغیب سے متعلق احادیث میں مشغول رہتے تھے(۳)۔

لیثؒ یزید بن ابی حبیبؒ کے شاگردوں میں لیثؒ(۴) کو بہت شہرت ملی۔ آپ مصر کے فقیہ اور قاضی تھے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ اگر مالکؒ اور لیثؒ نہ ہوتے تو لوگ گمراہ ہو جاتے(۵)۔

امام شافعیؒ لیثؒ کے بعد مصر کے فقہی افق پر نمودار ہونے والے آفتاب کا نام محمد بن ادریس شافعیؒ ہے۔ آپ شافعی مذہب کے بانی تھے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال مصر ہی میں گزارے تھے(۶)۔

امام احمد بن حنبلؒ : حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبلؒ کا تعلق بغداد سے تھا۔ آپ کے استاد امام شافعیؒ تھے(۷)۔ آپ نے امام شافعیؒ سے فقہ سیکھا(۸)۔ امام ابوداؤدؒ(۹) نے کہا ہے کہ انہوں نے امام احمد بن حنبلؒ کو امام شافعیؒ کے سوا کسی دوسرے کی طرف مائل ہوتے ہوئے نہیں دیکھا(۱۰)۔ امام احمد بن حنبلؒ نوعمری میں امام ابو یوسفؒ کی مجلس میں جاتے تھے، پھر وہاں جانا چھوڑ دیا اور سماع حدیث میں متوجہ ہو گئے(۱۱)۔ امام احمد بن حنبلؒ نے امام محمدؒ کی کتب سے بھی استفادہ کیا۔ امام احمدؒ سے پوچھا گیا کہ انہوں نے دقیق مسائل کہاں سے سیکھے؟ آپ نے فرمایا محمد بن الحسنؒ کی

۱۔ البدایۃ والنہایۃ ۱۰۶/۸

۲۔ یزید بن ابی حبیب سُوَید، ابو رجاء، مفتی مصر، ثقہ، کثیر الحدیث۔ آپ کا سال وفات ۱۲۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۱/۶ تذکرۃ الحفاظ ۱۲۸/۱، شذرات الذھب ۱۷۵/۱

۳۔ سیر اعلام النبلاء ۳۲/۲

۴۔ لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن، مفتی، عالم مصر، محدث، کثیر الحدیث۔ آپ ۱۷۵ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تاریخ بغداد ۳/۱۳ البدایۃ والنہایۃ ۱۶۲/۱۰ سیر اعلام النبلاء ۱۳۶/۸، صفۃ الصفوۃ ۳۱۸/۴ حلیۃ الأولیاء ۳۱۸/۷ الطبقات الکبریٰ ۵۱۷/۷

۵۔ تاریخ بغداد ۷/۱۳

۶۔ ایضا ۵۶/۲

۷۔ ایضا ۶۶/۲

۸۔ البدایۃ والنہایۃ ۳۲۶/۱۰

۹۔ ابوداؤد سلیمان بن اشعث بن اسحاق سجستانی، محدث، اپنے زمانے کے امام اہل حدیث۔ مؤلف سنن ابی داؤد۔ آپ ۲۷۵ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۵۹۱/۱ طبقات الحنابلۃ ۱۵۹/۱ طبقات الشافعیۃ الکبریٰ ۴۸/۲ المنتظم ۲۶۸/۱۲ المنھج الأحمد ۳۰۹/۱

۱۱۔ تاریخ بغداد ۶۶/۲

کتابوں سے(۱)۔امام احمد بن حنبلؒ، امام شافعیؒ کے شاگرد تھے، پھر خود مجتہد ہو گئے(۲)۔

مندرجہ بالا بحث سے یہ مترشح ہوا کہ بانیان مذاہب فقہ کے پاس جو علمی و فقہی دولت تھی وہ سب صحابہ کرامؓ ہی سے نسل در نسل منتقل ہونے والا ورثہ تھا۔ ان کے فتاوی، آراء، قضایا اور احکام ان کے تلامذہ کی وساطت سے ائمہ مذاہب تک پہنچے۔ فقہاء صحابہ کرامؓ بالخصوص حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ، ایسے صحابہ کرامؓ ہیں جن سے ائمہ مذاہب اربعہ بہت متاثر تھے۔ انہوں نے صحابہؓ کے آثار سے استفادہ کیا۔ ان ائمہ کرام کی فقہی آبیاری اپنے اساتذہ کی وساطت سے حاصل کردہ آثار صحابہؓ سے ہوئی تھی۔

حنفی مذہب کے بانی امام ابوحنیفہؒ کا فقہی علم آپ کے اساتذہ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ اور علقمہؒ کی وساطت سے ہوتا ہوا صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔

مالکی مذہب کے بانی امام مالکؒ کے فقہ کا انحصار مدینہ کے فقہائے سبعہ کے ذریعہ جن صحابہ کرامؓ کے آثار پر ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔

شافعی مذہب کے بانی امام شافعیؒ کے اساتذہ امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام زنجیؒ، امام ابن جریجؒ، عطاؒ اور پھر وہ تمام صحابہ کرامؓ ہیں جو بالواسطہ طور پر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ تھے۔

یہی صحابہ کرامؓ بالواسطہ طور پر حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ ہیں، کیوں کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔

یہ چاروں فقہ آثار صحابہؓ کی تشریحات ہیں۔ آثار صحابہؓ کی بدولت امت مسلمہ کو بہترین مکاتب فقہ میسر آئے۔ ان فقہی اداروں نے انسانی مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے آثار صحابہؓ سے بھرپور استفادہ کیا۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۹/۱۳۶

۲۔ تاریخ التشریع الإسلامی ص ۲۲۲

فصل دوم

تمسّک بالنصوص اور رائے

منہجِ صحابہؓ اور ائمہ مذاہب

فقہاء صحابہؓ میں ہم خیال گروہ موجود تھے جو مختلف مسائل میں اپنے ساتھیوں سے صلاح ومشورہ کرتے رہتے تھے۔امام شعبیؒ کے مطابق چھ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کیا جاتا تھا۔حضرت عمرؓ،حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ ایک دوسرے سے پوچھ کرتے تھے اور حضرت علیؓ،حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ آپس میں ایک دوسرے سے پوچھتے رہتے تھے(۱)۔حضرت عمرؓ جب کوئی بات کہتے تو حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا قول حضرت عمرؓ کے قول کے تابع ہوتا تھا اور جب حضرت علیؓ کوئی بات کہتے تو حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوموسی اشعریؓ کا قول حضرت علیؓ کے قول کے تابع ہوتا تھا(۲)۔معلوم ہوا کہ فقہاء صحابہؓ کا اپنا اپنا انداز فکر تھا اور اس سلسلہ میں وہ ہم خیال صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیتے اور ان کی تائید کیا کرتے تھے۔صحابہ کرامؓ میں ایک سے زائد انداز فکر کا ہونا ان کی فکری بلوغت وپختگی کی علامت ہے۔

مختلف اعتبارات سے صحابہ کرامؓ کے گروہ اور ان کے اثرات

پہلا اعتبار: ایک اعتبار ظواہر نصوص سے تمسک کا ہے۔اس لحاظ سے صحابہ کرامؓ میں دو بڑے اور واضح گروہ تھے

۱۔ ایک گروہ ظواہر نصوص سے تمسک میں مشہور تھا۔یہ صحابہ کرامؓ قرآن وسنت کی نصوص کے ظاہر سے اخذ کردہ حکم پر عمل کرتے تھے۔

۲۔ صحابہ کرامؓ کا دوسرا گروہ نصوص کی دلالت ورہنمائی اور منصوص حکم کے معنی ومقصود کی روشنی میں عمل کیا کرتا تھا۔

اس کی ایک اہم مثال بنو قریظہ کا واقعہ ہے۔حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ غزوۂ احزاب کے روز نبی اکرم

۱۔ ابو یوسف،کتاب الآثار ص ۲۱۲،ابن الصلاح،علوم الحدیث ص ۲۶۷،سیر اعلام النبلاء ۱/۱۵

۲۔ الطبقات الکبریٰ ۲/۳۵۱

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا یصلین احد العصر إلا فی بنی قریظة

تم میں سے کوئی شخص نمازِ عصر نہ پڑھے مگر یہ کہ بنو قریظہ میں۔

نمازِ عصر کا وقت راستہ میں آ گیا۔ کچھ صحابہؓ نے کہا کہ ہم بنو قریظہ پہنچ کر نماز پڑھیں گے۔ بعض صحابہؓ نے کہا ہم نماز پڑھ لیتے ہیں، کیوں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ مطلب نہیں تھا کہ نماز قضا کر دی جائے۔ جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا گیا تو آپ نے کسی سے کوئی تعرض نہ فرمایا(۱)۔

اس واقعہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ہی حکم کو صحابہ کرامؓ نے دو مختلف زاویوں سے لیا۔ ایک گروہ نے حکمِ نبوی کے ظاہر پر عمل کیا۔ دوسرے گروہ نے ظاہر کے بجائے اس کی حکمت اور مفہوم و مراد پر عمل کیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا کسی سے کوئی تعرض نہ فرمانا اس بات کی دلیل ہے کہ حکمِ نبوی پر عمل میں صحابہ کرامؓ کے دونوں گروہوں کا طرزِ فکر و عمل درست اور صائب تھا۔

یوں شروع ہی سے صحابہ کرامؓ میں دو فکری گروہ بن گئے تھے۔ ایک گروہ ظاہرِ نص سے حکم حاصل کر کے اس پر عمل کرتا اور دوسرا گروہ نص کی دلالت اور مفہوم پر عمل کرتا تھا۔ نصوص پر عمل کے یہ دونوں انداز صحابہ کرامؓ سے تابعین اور ان کے بعد والے فقہاء کو منتقل ہوئے۔ ظاہرِ نص کو سختی سے لینے میں زیادہ مشہور لوگ ظاہری کہلائے۔ اس مذہب کے بانی امام داؤدؒ تھے۔ ان کے بعد امام ابن حزمؒ نے اپنی تحریر و تقریر سے اس مذہب کو تقویت دی۔ انہوں نے متعدد مسائل میں جمہور سے اختلاف کیا۔ اس اختلاف کی یہی وجہ تھی کہ امام ابن حزمؒ نے نصوصِ قرآن و سنت کے ظاہر کو لیا اور اسی پر حکم کی بنیاد رکھی، جب کہ جمہور فقہاء نے منصوص حکم کے معنی و مراد اور اس کی دلالت پر عمل کیا۔

مثلاً اصنافِ زکوٰۃ میں امام ابن حزمؒ اور ان کے ہم نوا حضرات نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ اصنافِ زکوٰۃ صرف انہی اموال تک محدود ہیں جن سے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول فرمائی تھی۔ امام ابن حزمؒ فرماتے ہیں کہ اموال میں سے صرف آٹھ اصناف پر زکوٰۃ فرض ہے جو یہ ہیں سونا، چاندی، گیہوں، جو، کھجور، اونٹ، گائے اور بکری۔ ان آٹھ اشیاء پر فرضیتِ زکوٰۃ میں اہلِ اسلام کے مابین کوئی اختلاف نہیں ہے اور انہی آٹھ اصناف کا ذکر احادیث میں آیا ہے(۲)۔ امام ابن حزمؒ کے نزدیک سونا اور چاندی کے علاوہ کسی اور معدن پر، گیہوں، جو اور کھجور کے علاوہ کسی اور زرعی پیداوار پر اور اونٹ، گائے اور بکری کے علاوہ کسی اور جانور پر زکوٰۃ نہیں ہے، کیوں کہ مندرجہ بالا آٹھ اصناف کے علاوہ کسی اور چیز پر زکوٰۃ کے بارے میں کوئی نص موجود نہیں ہے۔ جو نصوص پائی جاتی ہیں ان میں صرف انہی آٹھ اصناف کا ذکر ہے۔

۱۔ صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب مرجع النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الأحزاب ۲ ۵۹

۲۔ المحلی بالآثار ۱۲/۴

دوسری طرف احناف نے محلِ زکوٰۃ کے مفہوم میں وسعت پیدا کر کے ہر قابلِ نماء مال کو محلِ زکوٰۃ قرار دیا ہے۔ ان کے نزدیک کسی چیز کے مالِ زکوٰۃ بننے کی شرائط میں سے ہے کہ وہ مال کسی کی ملکیتِ مطلقہ میں ہو، نامی ہو اور حاجتِ اصلی سے فاضل ہو(۱)۔ احناف زیورات پر زکوٰۃ کے بھی قائل ہیں۔ ان کے نزدیک کسی چیز پر زکوٰۃ فرض ہونے کے لیے اس کا محض سونا ہونا ہی کافی ہے۔ اس میں کسی زائد صفت کا اعتبار نہیں ہے۔ سونا خواہ سکہ ہو یا ٹکڑا یا کسی شکل میں ڈھلا ہوا یا زیور رہو، اس پر زکوٰۃ فرض ہے(۲)۔

عام فقہاء مویشیوں میں اونٹ، گائے اور بکری کے علاوہ تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ کے قائل ہیں(۳)۔ وہ سامان تجارت پر زکوٰۃ کے بھی قائل ہیں(۴)۔ ان کے نزدیک معادن پر بھی زکوٰۃ ہے(۵)۔ عام فقہاء نے تمام نامی اموال کو ان اموال پر قیاس کیا جن کی زکوٰۃ پر احادیث وارد ہوئی ہیں۔

ایک اور مثال یہ ہے کہ مالکی، شافعی اور حنبلی فقہاء کے نزدیک زکوٰۃ اور صدقہ منصوص علیہ صنف ہی سے دیا جائے گا کیوں کہ اس بارے میں منصوص حکم یہی ہے۔ نص پر عمل کرنا واجب ہے۔ اس کی قیمت نکالنا جائز نہیں ہے۔ ان کے نزدیک عین منصوص علیہ کا ادا کرنا واجب ہے(۶)۔ لہٰذا چالیس بکریوں میں سے ایک بکری ہی زکوٰۃ نکالی جائے گی، اس کی قیمت بطور زکوٰۃ نہیں دی جائے گی۔ امام احمد بن حنبلؒ سے کہا گیا کہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ قیمت کو بطور زکوٰۃ وصول کرتے تھے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا لوگ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا قول چھوڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ فلاں نے یہ کہا(۷)۔

احناف کے نزدیک زکوٰۃ معنوی طور پر یا معنوی اور صوری دونوں طور پر ادا کرنا واجب ہے۔ زکوٰۃ میں قیمت یا کوئی اور بدل دینا جائز ہے(۸)۔ جو چیز ادا کی جائے وہ علی الاطلاق ذو قیمت ہو، خواہ وہ منصوص علیہ ہو یا نہ ہو اور خواہ وہ اس مال کی جنس میں سے ہو یا نہ ہو جس مال میں زکوٰۃ یا صدقہ فطر واجب ہے(۹)۔ احناف کہتے ہیں کہ حدیث میں "شاۃ" (بکری) کا ذکر مالیت کے تخمینے کے لیے ہے، نفسِ بکری کے وجوب کے لیے نہیں ہے(۱۰)۔

۱۔ بدائع الصنائع ۹/۲ وما بعد

۲۔ ایضاً ۱۶،۱۹/۲

۳۔ ایضاً ۱۰۸/۲، الأم ۲۸/۲

۴۔ بدایۃ المجتہد ۸۰/۳

۵۔ ایضاً ۱۱۵/۳، المغنی ۲۳۹/۳

۶۔ المغنی ۱۳/۳، ۲۵۹/۲، بدایۃ المجتہد ۱۰۹/۳، الأم ۲۳/۲

۷۔ المغنی ۲۵۹/۲

۸۔ بدائع الصنائع ۲۵/۲

۹۔ ایضاً ۴۱/۲

۱۰۔ ایضاً ۲۶/۲

فقہاء کے ان دونوں گروہوں میں اختلاف کا سبب یہ ہے کہ ایک گروہ زکوٰۃ کو عبادت سمجھتا ہے اور دوسرے کے نزدیک یہ مساکین کا حق ہے جو اغنیاء پر واجب ہے۔ جو فقہاء اسے عبادت قرار دیتے ہیں وہ منصوص اعیان کے علاوہ کسی اور عین میں زکوٰۃ کی ادائگی جائز قرار نہیں دیتے کیوں کہ اگر مامور بہ طریقہ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے عبادت کی گئی تو ایسی عبادت فاسد ہے۔ جو فقہاء کہتے ہیں کہ زکوۃ مساکین کا حق ہے ان کے نزدیک عین اور اس کی قیمت میں کوئی فرق نہیں ہے(۱)۔

امام ابوحنیفہؒ کی رائے ہے کہ زکوٰۃ میں جزءِ نصاب معنوی طور پر واجب ہوتا ہے، یعنی مالیت کے اعتبار سے واجب ہوتا ہے۔ اگر مالیت ادا کر دی جائے تو یہ جزءِ نصاب ادا کرنے کے مانند ہے(۲)۔ صاحبین کے نزدیک بھی سونا اور چاندی کے علاوہ سوائم کی زکوٰۃ میں بھی کسی دوسری چیز کو معنوی طور پر قائم مقام بنانا جائز ہے۔ عین منصوص عبداللہ تعالیٰ کا حق ہے۔ البتہ شرع نے اسے قیمت میں ادا کرنے کی اجازت دی ہے، جو یا تو آسانی کی غرض سے ہے یا اپنے حق کو مطلق مال میں بدلنے کی صورت میں، اور یہ آسانی ادائگی میں ہے(۳)۔ اللہ تعالیٰ نے جب حکم دیا کہ زکوٰۃ کو محتاج و مفلس بندوں پر خرچ کرو تا کہ ان کی ضروریات پوری ہوں تو زکوٰۃ کو فقراء پر صرف کرنے کی وجہ عقلی ہو گئی۔ عقلی وجہ یہ ہے کہ ان کی ضروریات کی کفایت ہو اور فقراء کی کفایت ضرورت مطلق مال سے ہوتی ہے(۴)۔

دوسرا اعتبار ایک اور اعتبار سے بھی صحابہ کرامؓ میں دو واضح گروہ پائے جاتے تھے اور غیر منصوص مسائل کے حل میں ہر ایک کا اپنا اپنا طریق اجتہاد تھا:

۱۔ صحابہ کرامؓ کا ایک گروہ قرآن و حدیث کی نصوص پر فتوی دیتا تھا۔ یہ لوگ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اگر انہیں کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کوئی نص نہ ملتی تو وہ فتوی نہ دیتے بلکہ توقف کرتے اور ذاتی رائے کے استعمال سے گریز کرتے تھے۔ وہ یہ ناپسند کرتے تھے کہ جو احادیث ان تک پہنچی ہیں ان سے تجاوز کریں۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا اسی گروہ سے تعلق تھا۔

۲۔ دوسرا گروہ ان صحابہؓ کا تھا جو قرآن مجید یا سنت سے نص نہ ملنے کی صورت میں پہلے گروہ کی طرح توقف نہیں کرتے تھے بلکہ علتِ حکم تلاش کرتے، رائے سے کام لے کر بلا تامل اجتہاد کرتے اور مسئلہ کے حکم تک پہنچ جاتے۔ اگر انہیں اپنی اجتہادی رائے کے برعکس کوئی حدیث مل جاتی تو وہ فوراً اپنی رائے سے رجوع کر کے حدیث کو اختیار کر لیتے تھے۔ اس طرزِ فکر کے حامل صحابہ کرامؓ میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن مسعودؓ

۱۔ بدایۃ المجتہد ۱۰۹/۳

۲۔ بدائع الصنائع ۳۳/۲

۳۔ ایضاً ۳۳/۲-۳۴

۴۔ ایضاً ۳۳/۲

اور حضرت ابن عباسؓ وغیرہ شامل ہیں(۱)۔

پہلے گروہ کے نمائندہ حضرت ابن عمرؓ تھے۔ وہ رائے سے فتویٰ نہیں دیتے تھے بلکہ صرف قرآن و سنت پر انحصار کرتے تھے۔ نافع" روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا علم کی تین قسمیں ہیں کتاب اللہ، سنت ماضیہ اور یہ کہ میں نہیں جانتا(۲)۔ جابر بن یزیدؒ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ مجھ سے ملے اور کہا اے جابر! تم فقہائے بصرہ میں سے ہو، تم سے لوگ فتویٰ پوچھیں گے۔ پس تم صرف کتاب ناطق اور سنت ماضیہ میں سے فتویٰ دینا(۳)۔

دوسرے گروہ کے ایک نمائندہ حضرت ابن عباسؓ تھے۔ نص اور رائے کے استعمال میں حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے درمیان فرق کا اندازہ نافع" کے اس بیان سے لگایا جا سکتا ہے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ حجاج کی آمد کے موقع پر بیٹھے ہوئے تھے۔ میں ایک روز ایک کے پاس بیٹھا اور دوسرے روز دوسرے کے پاس بیٹھا۔ حضرت ابن عباسؓ ہر پوچھے گئے سوال کا جواب اور فتویٰ دیتے تھے، جب کہ حضرت ابن عمرؓ اکثر سوالوں کا جواب نہ دیتے اور فتویٰ دینے میں گریز کرتے تھے(۴)۔

حضرت ابن مسعودؓ سے کوئی مسئلہ پوچھا جاتا اور وہ اس بارے میں کوئی نص نہ پاتے تو آپ توقف نہ فرماتے بلکہ اپنی رائے سے اجتہاد کرتے اور یہ فرما دیتے

اما انا فساجتهد برایی فان اخطات فالخطا من قبلی و ان اصبت فالصواب من اللہ(۵)

میں اجتہاد کروں گا، اگر میں نے غلطی کی تو خطا میری طرف سے ہوگی اور اگر میں اجتہاد میں درست رہا تو یہ درستی و صواب اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے۔

صحابہ کرامؓ کے اس فکر و عمل نے فقہ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کا یہ انداز بعد والے علماء کو منتقل ہوا جس سے ان میں بھی دو واضح گروہ پیدا ہوئے۔ ایک گروہ کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کچھ نہ ملنے پر توقف کرتا اور اپنی رائے کے استعمال سے احتراز برتتا تھا۔ علماء کا دوسرا گروہ نص کی عدم موجودگی میں رائے اور اجتہاد سے کام لیتا تھا۔

حضرت ابن عمرؓ کی فقہی فکر آپ کے بیٹے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ میں ظاہر ہوئی۔ امام ابن حزمؒ نے واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے سالم بن عبداللہ بن عمرؒ سے کسی چیز کے متعلق پوچھا۔ سالمؒ نے جواب دیا میں نے اس بارے میں کچھ نہیں سنا۔ آدمی نے کہا آپ مجھے اپنی رائے سے بتا دیں، اللہ آپ کی اصلاح کرے۔ سالمؒ نے جواب دیا نہیں۔

۱۔ تاریخ التشریع الإسلامی ص۱۱۹۔ السنۃ و مکانتها فی التشریع الإسلامی ص ۳۹۱ وبابعد۔ مالک حیاته و عصره آراؤه و فقهه ص ۳۳۳ وبابعد۔ حجۃ اللہ البالغۃ ۱/۱۳۲

۲۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۸/۳۰

۳۔ ایضا ۸/۳۰

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۳/۲۲۲

۵۔ کتاب الحجۃ علی اهل المدینۃ ۳/۳۲۳

آدمی نے کہا میں آپ کی رائے پر راضی ہوں۔ سالمؒ نے فرمایا شائد میں تمہیں اپنی رائے سے کچھ بتادوں پھر تم چلے جاؤ، بعد میں میری رائے کچھ اور ہو جائے تو میں تمہیں کہاں ڈھونڈتا پھروں گا(۱)۔

تابعین میں شعبیؒ بھی اس مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے جو نصوص قرآن وسنت اور آثار صحابہؓ کو لیتے اور ان کے مقابلے میں اپنی یا کسی اور کی رائے اختیار نہیں کرتے تھے۔ شعبیؒ کا فقہ رائے کے بجائے آثار پر قائم تھا، اسی لیے آپ کو ''صاحب آثار'' کہا گیا ہے(۲)۔ شعبیؒ کا قول ہے یہ لوگ جو کچھ تم سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کریں تو اسے لے لو، اور یہ لوگ جو کچھ اپنی رائے سے کہیں تو اسے کوڑے میں پھینک دو(۳)۔ جب آپ سے کوئی ایسا مسئلہ پوچھا جاتا جس کے بارے میں آپ کے پاس قرآن وسنت سے کوئی علم نہ ہوتا اور آپ سے کہا جاتا کہ اپنی رائے سے کچھ فرمائیں، تو شعبیؒ کچھ یوں کہتے تم میری رائے کا کیا کرو گے؟ میری رائے کی حیثیت کیا ہے؟(۴)۔

عطاءؒ بھی اپنی رائے سے فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ اگر آپ کو کسی مسئلہ کے حکم میں قرآن وسنت سے کوئی نص نہ ملتی تو آپ کہتے کہ میں نہیں جانتا، اور خاموش ہو جاتے۔ ایک بار آپ سے کوئی مسئلہ پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ آپ سے کہا گیا کہ اپنی رائے سے بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا مجھے اللہ سے شرم آتی ہے کہ میری رائے سے زمین میں کوئی نیا دین پیدا ہو جائے(۵)۔

قتادہؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔ آپ سے کسی چیز سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا میں نہیں جانتا۔ آپ سے کہا گیا کہ آپ اپنی رائے سے بیان فرمائیں۔ آپ نے فرمایا میں نے گزشتہ چالیس سال سے اپنی رائے سے کچھ نہیں کہا۔ قتادہؒ اس وقت تقریباً پچاس برس کے تھے۔ گویا انہوں نے عمر میں اپنی رائے سے کبھی کچھ نہیں کہا(۶)۔

امام اوزاعیؒ بھی اسی گروہ سے تعلق رکھتے تھے۔ آپ نے فرمایا تم پر لازم ہے کہ آثار کو پکڑے رکھو، اگرچہ لوگ تمہارا انکار کریں۔ تم لوگوں کی آراء سے بچو، اگرچہ وہ اپنی بات کو نہایت مؤثر انداز میں پیش کریں(۷)۔ زہریؒ فرمایا کرتے تھے سنت ہی پر عمل ہونے دو اور اس کے راستہ میں رائے کے ذریعے رکاوٹ مت ڈالو(۸)۔

صحابہ کرامؓ کے بعد آنے والوں میں ایک گروہ ان علماء کا تھا جنہوں نے حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اتباع میں نص کے نہ ہونے پر رائے سے فتویٰ دیا۔ جو فقہاء رائے اور قیاس میں مشہور ہوئے ان میں ابراہیم

۱۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۵۶،۵۵/۶

۲۔ سیر اعلام النبلاء ۳۰۳/۴

۳۔ ایضاً ۳۱۹/۴

۴۔ الطبقات الکبریٰ ۲۵۰/۶

۵۔ سیر اعلام النبلاء ۸۶/۵

۶۔ ایضاً ۲۷۳/۵

۷۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الأحکام ۵۴/۶

۸۔ ایضاً ۵۵/۶

نخعیؒ بھی تھے۔ جس طرح شعبیؒ کو ''صاحب آثار'' کہا گیا ہے، اسی طرح کوفہ کے ابراہیم نخعیؒ کو ''صاحب قیاس'' کہا گیا ہے(۱)۔ آپ نے اپنے ماموں علقمہؒ سے فقہ سیکھا جو پہلے طبقہ کے تابعین فقہاء میں سے اور حضرت ابن مسعودؓ کے خاص اصحاب میں سے تھے(۲)۔

ابراہیم نخعیؒ نے رائے اور قیاس پر عمل کیا لیکن روایت کو بھی ساتھ ساتھ رکھا۔ آپ کا قول ہے رائے روایت کے بغیر مستحکم نہیں رہ سکتی اور روایت کی پختگی معلوم کرنے کے لیے بھی عقل ورائے کی ضرورت ہے(۳)۔

رائے کے حوالہ سے ایک اور اہم نام ربیعہ بن عبدالرحمنؒ کا ہے جو ''ربیعۃ الرائی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ آپ امام مالکؒ کے استاد، مشہور محدث، فقیہ اور متعدد صحابہ کرامؓ سے ملے ہوئے تھے۔ ربیعہؒ کے خیال میں حدیث پر عمل کرنے کی نسبت رائے پر عمل کرنا زیادہ آسان ہے۔ آپ کا قول ہے میں سمجھتا ہوں کہ حدیث کی پیروی کرنے کے نسبت رائے مجھ پر زیادہ آسان ہے(۴)۔ ایک موقع پر آپ نے ابن شہاب زہریؒ سے کہا میرا معاملہ آپ کے معاملہ جیسا نہیں ہے۔ زہریؒ نے پوچھا وہ کیسے؟ ربیعہؒ نے کہا میں اپنی رائے سے کہتا ہوں۔ جسے چاہتا ہوں لے لیتا ہوں اور جسے چاہتا ہوں چھوڑ دیتا ہوں، جب کہ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حدیث روایت کرتے ہیں اور پھر اسے حفظ کرتے ہیں(۵)۔

ابراہیم نخعیؒ کے بعد آپ کے شاگرد حماد بن سلیمانؒ ہوئے جنہوں نے اثر اور رائے کے امتزاج کو لیا۔

امام ابوحنیفہؒ : حمادؒ کے شاگردوں میں سے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے استاد سے اثر اور رائے کے امتزاج کو لیا(۶)۔ حافظ ذہبیؒ کے بقول امام ابوحنیفہؒ قیاس میں زیادہ عالم تھے(۷) اور آثار میں آپ کے پاس حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور کوفہ میں رہنے والے صحابہؓ کے اقاویل کا علم زیادہ تھا(۸)۔ خطیب بغدادیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کو ''امام صاحب الرائے'' قرار دیا ہے(۹)۔ آپ استنباط احکام میں قیاس اور استحسان پر عمل کرنے میں اتنے مشہور ہوئے کہ امام شافعیؒ نے فرمایا لوگ قیاس اور استحسان کے معاملہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں(۱۰)۔ امام شافعیؒ کا ایک اور قول ہے

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۳۰۳/۴

۲۔ تاریخ التشریع الإسلامی ص ۱۴۰

۳۔ صفۃ الصفوۃ ۳۳/۳

۴۔ سیر اعلام النبلاء ۹۰/۶

۵۔ ایضاً ۹۰/۶

۶۔ تاریخ التشریع الإسلامی و دراسات فی التشریع و تطورہ و رجالہ ۷۸/۲

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۱۱۲/۸

۸۔ ایضاً ۱۱۳/۸

۹۔ تاریخ بغداد ۳۲۳/۱۳

۱۰۔ اخبار ابی حنیفۃ و اصحابہ ص ۱۴

لوگ فقہ میں امام ابوحنیفہؒ کے محتاج ہیں(۱)۔

امام ابوحنیفہؒ نے ان مسائل میں بھی اجتہاد کیا جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے تھے۔ آپ فرضی مسائل میں بھی فتویٰ دیتے تھے۔ کوفہ میں ایک دن قتادہؒ کے پاس بہت سے لوگ جمع ہو گئے۔ آپ نے لوگوں سے کہا آج جو بھی مجھ سے حلال وحرام سے متعلق پوچھے گا، میں اسے جواب دوں گا۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا اے ابوالخطاب! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو اپنے گھر والوں سے کئی برس دور رہا۔ اس کی بیوی نے گمان کیا کہ وہ فوت ہو گیا ہے۔ اس کی بیوی نے دوسری شادی کر لی۔ پھر پہلا شوہر واپس آ گیا۔ اس عورت کے مہر کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ قتادہؒ نے پوچھا کیا ایسا واقعہ رونما ہوا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ نے جواب دیا نہیں۔ قتادہؒ نے کہا پھر اس کے بارے میں کیوں پوچھتے ہو جو واقع نہیں ہوا؟ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا ہم مصیبت کے آنے سے پہلے ہی اس کے لیے تیار ہونا چاہتے ہیں۔ پھر جو چیز واقع ہو گی تو ہم اس میں داخل ہونے اور اس سے نکلنے کے بارے میں جانتے ہوں گے(۲)۔

امام ابوحنیفہؒ کی طرف سے رائے کا کثرت استعمال بعض فقہاء نے اچھی نظر سے نہیں دیکھا۔ امام مالکؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے۔ لو خرج ابو حنيفة على هذه الأمة بالسيف كان ايسر عليهم ما ظهر فيهم من القياس والرای (۳)۔ یعنی اگر امام ابوحنیفہؒ اس امت پر تلوار لے کر نکل آتے تو یہ ان پر اس چیز کی نسبت زیادہ آسان ہوتا جو قیاس اور رائے سے ان میں ظاہر ہوئی۔ امام ابوحنیفہؒ کے بارے میں یہ کہا گیا کہ آپ حدیث میں یتیم تھے(۴) اور آپ صاحب حدیث نہیں تھے(۵)۔

امام ابوحنیفہؒ کے دفاع میں یہ کہا گیا ہے کہ آپ حدیث میں ناسخ ومنسوخ کی خوب جستجو میں رہتے تھے۔ آپ حدیث پر اس وقت عمل کرتے تھے جب وہ آپ کے نزدیک نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ سے ثابت ہو۔ آپ اہل کوفہ کی حدیث اور فقہ کو جاننے والے تھے۔ آپ اس کا نخعی سے اتباع کرتے تھے جس پر آپ کے شہر کے لوگ عمل پیرا تھے(۶)۔ روایت حدیث میں امام ابوحنیفہؒ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کسی آدمی کے لیے یہ مناسب نہیں کہ وہ کوئی حدیث بیان کرے، سوائے اس کے کہ اس نے اسے وقت سماع سے یاد رکھا ہو(۷)۔

امام مالکؒ : ربیعۃ الرائیؒ کے شاگرد امام مالکؒ آثار سے بہت زیادہ آگاہ تھے۔ حافظ ذہبی نے کہا ہے

۱۔ تاریخ بغداد ۳۴۳/۱۳

۲۔ تفصیل ملاحظہ ہو: تاریخ بغداد ۳۴۸/۱۳

۳۔ جامع بيان العلم و فضله ۱۰۷۹/۲

۴۔ تاريخ بغداد ۴۱۵/۱۳

۵۔ ایضاً ۴۱۶/۱۳

۶۔ اخبار ابی حنيفة و اصحابه ص ۱۱

۷۔ سیر اعلام النبلاء ۲۰۱/۶۔ مزید ملاحظہ ہو: الانتقاء ص ۱۳۹

کہ امام مالکؒ سنت کے سب سے زیادہ عالم تھے(۱)۔ آپ کے پاس اقوالِ صحابہ ؓ کا کثیر علم تھا(۲)۔ آپ کے فقہ میں آثارِ صحابہؓ کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں جس کا ثبوت آپ کی کتاب ''الموطا'' ہے۔

امام مالکؒ کے متعلق کہا گیا ہے کہ آپ نے آثار کے علاوہ رائے سے بھی کام لیا۔ یہ کہا گیا کہ مدینہ میں ربیعہؒ کے بعد ''العلام الاصبحی'' یعنی امام مالکؒ نے رائے سے کام لیا ہے(۳)۔ امام مالکؒ کے نزدیک رائے سے کیا مراد تھی؟ اس کی وضاحت آپ کے اس بیان سے ہوتی ہے جسے قاضی عیاضؒ(۴) نے نقل کیا ہے

امام مالکؒ سے پوچھا گیا کہ آپ کی کتاب میں آپ کے قول ''الامر المجتمع علیہ عندنا'' اور ''ببلدنا'' اور ''ادرکت اہل العلم'' اور ''سمعت بعض اہل العلم'' سے کیا مراد ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا اس کتاب میں زیادہ تر جو میری رائے ہے وہ بخدا میری رائے نہیں ہے بلکہ یہ وہ رائے ہے جسے میں نے اہل علم وفضل میں سے یک سے زیادہ لوگوں سے سنا ہے اور جو ائمہ مقتدیٰ تھے ان سے میں نے حاصل کیا ہے۔ یہ لوگ اللہ سے ڈرنے والے تھے۔ وہ مجھ سے ملے، میں نے اپنی رائے بیان کی۔ ان کی رائے صحابہؓ کی رائے کے مانند تھی جس پر انہوں نے صحابہؓ کو پایا اور میں نے ان کو اس پر عمل کرتے ہوئے پایا۔ پس یہ ورثہ ہے جس کے وہ ہر زمانہ میں وارث ہوتے چلے آئے ہیں۔ یہاں تک کہ یہ ورثہ ہمارے زمانہ میں ہمیں ملا۔ پس یہ رائے اس جماعت کی رائے ہے جو ائمہ میں سے ہم سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ اس میں جو کچھ ''الامر المجتمع علیہ'' ہے، یہ وہ ہے جس پر اہل فقہ وعلم کا اجماع ہوا۔ انہوں نے اس میں کبھی اختلاف نہیں کیا تھا۔ میں نے جو یہ بات کہی ہے ''الامر عندنا'' تو یہ وہ ہے جس پر ہمارے ہاں لوگوں نے عمل کیا ہے، جس پر احکام جاری ہوئے ہیں اور جسے عالم وجاہل سب جانتے ہیں۔ اسی طرح میں نے یہ کہا ہے ''ببلدنا'' یا یہ کہا ہے ''بعض اہل العلم'' تو یہ وہ چیز ہے جسے میں نے علماء کے قول میں مستحسن سمجھا ہے۔ جو کچھ میں نے ان علماء سے نہیں سنا تو میں نے اس میں اجتہاد کیا ہے۔ میں نے جن سے حاصل کیا ان کے مذہب کے موافق غور وفکر کیا، یہاں تک کہ وہ بات بالکل حق یا حق کے قریب معلوم ہوئی۔ لیکن میں مذہب اہل مدینہ اور ان کی آراء سے باہر نہیں گیا، اگرچہ میں نے اسے بعینہٖ نہیں سنا۔ پس میں نے اجتہاد کے بعد اپنی رائے کو سنت اور جس پر مقتدیٰ اہل علم کا عمل رہا، اس کے ساتھ منسوب کیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ائمہ راشدین کے زمانہ سے آج تک ہمارے ہاں ان باتوں پر عمل ہے۔ یہ ان کی آراء ہیں اور میں نے ان کی آراء سے باہر نکل کر دوسروں سے نہیں لیا(۵)۔

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۸/۷۲

۲۔ ایضاً ۸/۱۱۳

۳۔ ایضاً ۸/۷۴

۴۔ ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض، قاضی۔ حدیث، علوم حدیث، نحو، لغت، اور عربوں کے ایام و انساب کے اپنے وقت کے امام تھے۔ آپ ۵۴۴ھ میں مراکش میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۴/۱۳۰۴ وفیات الاعیان ۳/۴۸۳ شذرات الذہب ۴/۱۳۸

۵۔ ترتیب المدارک ۲/۱۹۴

جب خلیفہ ابو جعفر منصورؒ نے امام مالکؒ سے اپنی اس خواہش کا اظہار کیا کہ وہ آپ کی کتاب ''الموطا'' کو کعبہ میں لٹکانا اور تمام لوگوں کو حکم دینا چاہتا ہے کہ وہ اس پر عمل کریں، تو امام مالکؒ نے جواب دیا اے امیر المومنین ایسا مت کریں۔ میری اس کتاب میں حدیثِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، قولِ صحابہؓ، قولِ تابعین اور رائے جو اجماع اہلِ مدینہ ہے، شامل ہیں۔ میں ان سے باہر نہیں گیا۔ میری یہ رائے نہیں ہے کہ ''الموطا'' کو کعبہ میں لٹکا دیا جائے(۱)۔

امام مالکؒ کے مندرجہ بالا اقوال سے مترشح ہوا کہ آپ کے نزدیک رائے سے مراد قیاس نہیں ہے۔ آپ نے عملِ اہلِ مدینہ اس لیے حجت قرار دیا کہ اہلِ مدینہ کی وہی رائے تھی جو صحابہؓ کی رائے تھی۔ امام مالکؒ نے اہلِ مدینہ کو دیکھا کہ وہ وہی کرتے تھے جیسا انہوں نے صحابہؓ کو کرتے ہوئے دیکھا تھا۔ امام مالکؒ نے اہلِ مدینہ سے جو کچھ اخذ کیا وہ دراصل صحابہ کرامؓ ہی سے اخذ کردہ تھا۔

امام مالکؒ اپنی کتاب ''الموطا'' کے تقریباً ہر باب میں آثارِ صحابہؓ لے کر آئے ہیں۔ علامہ زرقانیؒ (۲) نے نقل کیا ہے کہ امام مالکؒ کی کتاب ''الموطا'' میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، صحابہ کرامؓ اور تابعین کے جملہ آثار کی تعداد سترہ سو بیس ہے۔ ان میں سے چھ سو احادیث مسند ہیں، دو سو بائیس مرسل ہیں، موقوف کی تعداد چھ سو تیرہ ہے اور تابعین کے اقوال دو سو پچاسی ہیں(۳)۔ معلوم ہوا کہ ''الموطا'' میں موقوف احادیث کی تعداد سب سے زیادہ ہے۔ اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ مالکی فقہ میں آثارِ صحابہؓ اور تابعین کا فقہ ایک ماخذ کی حیثیت رکھتا ہے۔

امام شافعیؒ نے فرمایا میں نے ایک دن محمد بن الحسنؒ سے بات چیت کی۔ انہوں نے کہا ہمارے شیخ یعنی امام ابو حنیفہؒ زیادہ عالم ہیں یا آپ کے شیخ یعنی امام مالکؒ؟ میں نے کہا انصاف سے بتاؤں یا بڑھا چڑھا کر بتاؤں؟ محمدؒ نے کہا انصاف سے۔ میں نے کہا میں تمہیں اللہ کی قسم دیتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں، کتاب اللہ اور اس کے ناسخ و منسوخ سے زیادہ آگاہ کون ہے؟ محمدؒ نے کہا اللہ گواہ ہے، آپ کے شیخ۔ میں نے کہا سنت سے زیادہ آگاہ کون ہے؟ محمدؒ نے کہا اللہ گواہ ہے، تمہارے شیخ۔ میں نے کہا اقوالِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ آگاہ کون ہے؟ محمد نے کہا تمہارے شیخ زیادہ عالم ہیں۔ میں نے کہا اب صرف قیاس باقی رہ جاتا ہے۔ وہ کہنے لگے ہمارے شیخ قیاس میں سب سے آگے ہیں۔ میں نے کہا وہ تو صرف انہی اشیاء پر ہو سکتا ہے۔ آپ کے شیخ کس پر قیاس کرتے ہیں؟ ہم اپنے شیخ کے بارے میں ایسے امور کا دعویٰ کرتے ہیں جو تم لوگ اپنے شیخ کے بارے میں دعویٰ نہیں کرتے(۴)۔

۱۔ ترتیب المدارک ۱۹۲/۲

۲۔ ابو عبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف الزرقانی، مالکی۔ آپ ۱۱۲۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الأعلام ۶/۳

۳۔ شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک ۷/۱

۴۔ ترتیب المدارک ۱۳۱/۱۔ مزید ملاحظہ ہو الدیباج المذہب ص ۲۷۔ سیر اعلام النبلاء ۸/ ۱۱۲۔ ترتیب المدارک میں محمد بن الحسن ہے جو کہ کتابت کی غلطی ہے۔ الدیباج المذہب میں قاضی عیاضؒ کے حوالے سے یہ واقعہ نقل کیا گیا ہے اس میں محمد بن الحسن لکھا ہے۔ سیر اعلام النبلاء میں محمد لکھا ہے۔

اس واقعہ سے ظاہر ہوا کہ امام محمدؒ اور امام شافعیؒ دونوں اس بات پر متفق تھے کہ کتاب و سنت اور آثار صحابہؓ کی معرفت میں امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ سے آگے تھے۔

امام شافعیؒ : شافعی مذہب کے بانی امام شافعیؒ نے مدنی فقہ اور کوفی فقہ دونوں سے استفادہ کیا تھا۔ آپ نے دونوں فقہ کا موازنہ کیا۔ آپ کا فقہ حجازی اور عراقی فقہ کا امتزاج ہے۔ امام شافعیؒ نے قیاس اور رائے کا انکار نہیں کیا لیکن آپ کے ہاں ان دونوں کا استعمال کثرت سے نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ نے آپ سے قیاس کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: یہ ضرورت ہی کے وقت ہے(۱)۔

آپ کے نزدیک صرف اس وقت قیاس سے کام لیا جاتا ہے جب مسئلہ زیر غور کے بارے میں کوئی نص موجود نہ ہو۔ آپ فرماتے تھے کہ اصل قرآن و سنت ہی ہیں۔ جب ان دونوں میں حکم نہ ملے تو پھر ان دونوں پر قیاس کیا جائے گا(۲)۔ البتہ امام شافعیؒ قیاس اور رائے کے مقابلہ میں آثار کی طرف زیادہ رجحان رکھتے تھے۔ آپ لوگوں سے فرماتے تھے تم پر لازم ہے کہ اصحاب حدیث کو لو، کیوں کہ وہ لوگوں میں صواب والے ہیں(۳)۔ امام شافعیؒ کو ''صاحب سنت واثر'' کہا گیا ہے(۴)۔ آپ نے اثر بھی لیا اور قیاس کا بھی مطلق انکار نہیں کیا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے فرمایا تھا ہم اصحاب الرائے کو ملامت کرتے تھے اور وہ ہمیں ملامت کرتے تھے، یہاں تک کہ امام شافعیؒ آئے اور پھر لعن طعن کا یہ عمل ہمارے درمیان ختم ہو گیا(۵)۔

امام احمد بن حنبلؒ : حنبلی مذہب کے بانی امام احمد بن حنبلؒ خبر اور اثر کے ساتھ تمسک میں شدت اختیار کرتے تھے۔ آپ کے فتاوی، احادیث اور آثار پر مبنی تھے۔ عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ(۶) فرماتے ہیں میں نے اپنے والد سے پوچھا کہ اگر کوئی شخص ایسے شہر میں ہو جہاں صاحب حدیث تو موجود ہو مگر وہ ایسا ہو جو صحیح اور ضعیف حدیث کی پہچان نہ رکھتا ہو اور اصحاب رائے بھی موجود ہوں، پھر کوئی حادثہ پیش آ جائے تو وہ آدمی کس سے مسئلہ پوچھے؟ میرے والد محترم نے جواب دیا وہ شخص صاحب حدیث سے مسئلہ پوچھے اور صاحب رائے سے مت پوچھے۔ ضعیف الحدیث آدمی امام ابوحنیفہؒ کی رائے سے زیادہ قوی ہے(۷)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا ایک اور قول ہے امام شافعیؒ کی رائے، امام مالکؒ کی

۱۔ سیر اعلام النبلاء ۱۰/۷۷

۲۔ ایضاً ۱۰/۲۱

۳۔ ایضاً ۱۰/۷۰

۴۔ الانتقاء ص ۷۴

۵۔ ترتیب المدارک ۱/۴۸۷

۶۔ ابو عبدالرحمن عبداللہ بن احمد بن حنبلؒ۔ اپنے والد سے روایت کیا۔ حدیث اور علل حدیث کے عالم تھے۔ آپ ۲۹۰ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو طبقات الحنابلة ۱/۱۸۰ المقصد الأرشد ۲/۵ شذرات الذهب ۲/۲۰۳ المنتظم ۱۳/۱۶

۷۔ ابن حزم، الاحکام فی اصول الاحکام ۶/۵۶

رائے اور امام ابوحنیفہؒ کی رائے یہ سب میرے نزدیک برابر ہیں اور حجت تو بس آثار ہی ہیں(۱)۔

قرآن و سنت کے بعد امام احمد بن حنبلؒ کے فتاویٰ کی دوسری اصل صحابہ کرامؓ کے فتاویٰ تھے(۲)۔ فتاویٰ صحابہؓ اور فتاویٰ امام احمد بن حنبلؒ سے واقفیت رکھنے والا شخص ان دونوں کو ایک دوسرے سے قریب پائے گا۔ فقہ حنبلی میں یہ بات نظر آتی ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے مختلف اقوال پائے گئے تو اس مسئلہ میں امام احمد بن حنبل کے بھی مختلف اقوال ملتے ہیں۔ مختلف فیہ مسئلہ ہونے کی صورت میں اگر اختلافی اقوال میں ترجیح کی کوئی صورت نہ دیکھتے تو امام احمدؒ اس مسئلہ میں دونوں اقوال اختیار کر لیتے اور ان کا ذکر کر دیتے۔ ایسا بھی ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ نے کسی مسئلہ میں اختلاف صحابہ کا ذکر کرنے کے بعد اپنی رائے نہیں دی اور توقف کیا(۳)۔

اصحابِ حدیث اور اصحابِ رائے: استنباطِ احکام میں تمسک بالنصوص اور قیاس و رائے پر عمل میں صحابہ کرامؓ کے دو گروہ پائے جاتے تھے۔ ان کے تتبع میں ائمہ امت میں بھی دو گروہ پیدا ہوئے جو اصحاب حدیث اور اصحاب رائے کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ اصحابِ حدیث کو اہلِ حجاز اور اصحاب رائے کو اہلِ عراق بھی کہا جاتا ہے(۴)۔

علامہ شہرستانیؒ (۵) نے اصحابِ حدیث یا اصحاب حجاز میں جن ائمہ کرام کو شمار کیا ہے ان میں اصحاب امام مالکؒ، اصحاب امام شافعیؒ، اصحابِ امام سفیان ثوریؒ، اصحاب امام احمد بن حنبلؒ اور اصحاب امام داؤد بن علیؒ شامل ہیں۔ اصحاب رائے یا اہلِ عراق میں جن لوگوں کے نام گنوائے ہیں ان میں اصحاب امام ابوحنیفہؒ شامل ہیں(۶)۔

اصحابِ حدیث کا مرکز مدینہ تھا اور اہلِ مدینہ کی نظر میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور ان کے اصحاب مثلاً سعید بن المسیبؒ، عروہؒ، سالمؒ، عطاؒ، یحییٰ بن سعیدؒ، زید بن اسلمؒ اور ربیعہؒ کے قضایا و فتاویٰ زیادہ اہم تھے۔ اہلِ رائے کا مرکز کوفہ تھا اور علمائے کوفہ کی نظر میں حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور ان کے اصحاب، قاضی شریحؒ، شعبیؒ اور ابراہیم نخعیؒ کے قضایا اور فتاویٰ دوسروں کی نسبت زیادہ پسندیدہ اور مختار تھے(۷)۔

اصحابِ حدیث اور اصحاب رائے کے مابین یہ واضح فرق پایا جاتا تھا کہ اصحاب حدیث تحصیل حدیث اور نقل

۱۔ ابن حزم، الأحكام في أصول الأحكام ۵۴/۶

۲۔ اعلام الموقعين ۳۰/۱

۳۔ ملاحظہ ہو، المغنی ۳۳۶/۱۰

۴۔ الملل والنحل ۳۶۱/۱ وما بعد

۵۔ ابوالفتح محمد بن عبدالکریم بن احمد شہرستانی، مشہور فقیہ، واعظ۔ آپ کا سال وفات ۵۴۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو مرآة الجنان ۲۸۹/۳ وفيات الأعيان ۲۷۳/۴، شذرات الذهب ۱۴۹/۴

۶۔ ملاحظہ ہو: الملل والنحل ۳۶۱/۱ وما بعد

۷۔ حجة الله البالغة ۱۴۵/۱

اخبار پر خصوصی توجہ دیتے اور نصوص پر احکام کی بنا رکھتے تھے۔ وہ خبر یا اثر ملنے پر قیاسِ جلی یا قیاسِ خفی کی طرف توجہ نہیں کرتے تھے(۱)۔ اس گروہ کا دائرہ اجتہاد نسبتاً محدود تھا۔ وہ موجود اور میسر احادیث و آثار کو سامنے رکھ کر فتوی دیتے تھے۔ اگر وہ رائے سے کام لیتے بھی تو صرف شاذ صورتوں میں۔ مجموعی طور پر ان کا طرزِ عمل یہ تھا کہ نص کی عدم موجودگی میں کسی دینی معاملہ کی کوئی ذمہ داری اپنے سر لینے سے گریز کرتے تھے۔ قرآن، سنت اور آثار سے مسئلہ کا حکم نہ ملنے پر اصحابِ حدیث کا توقف، ان کے رائے سے قرب و بعد کے حساب سے ہوتا۔ جو رائے سے جتنا دور ہوتا وہ اتنا ہی زیادہ توقف کرتا۔ اسی لیے یہ علماء فرضی مسائل اور غیر واقع امور سے متعلق سوال پوچھنے کو ناپسند کرتے تھے(۲)۔

اصحابِ رائے یا اہلِ عراق اہتمام قیاس میں مشہور تھے۔ ان کا دائرہ اجتہاد اصحاب حدیث کے مقابلہ میں وسیع تھا۔ اصحاب رائے حدیث نہ ملنے کی صورت میں رائے اور قیاس پر عمل کرتے تھے۔ ان کا فتوی بھی کتاب و سنت کی روشنی ہی میں ہوتا تھا مگر وہ اپنے فتوی کو کسی حدیث سے منسوب نہیں کرتے تھے بلکہ اپنے فتوی اور رائے کی ساری ذمہ داری خود پر ڈال لیتے تھے۔

مدرسۃ الرائے کا یہ موقف تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت سے قبل مکمل ہو چکی ہے۔ اسلامی شریعت معقول المعنی اور محکم اصول پر مبنی ہے۔ اس کے احکام کی علل ہیں جو اپنے تمام جزئیات پر منطبق ہوتی ہیں۔ اس مدرسہ کے فقہاء احکام کی علل تلاش کرتے، پھر جہاں وہ علت پائی جاتی اس پر وہ حکم نافذ کر دیتے۔ یہ فقہاء کسی سوال کا جواب یا فتوی دینے میں گھبراہٹ یا خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ وہ اپنے جواب کے لیے یہ شرط بھی نہیں لگاتے تھے کہ مسئلہ وقوع پذیر ہو چکا ہو۔ البتہ وہ روایت حدیث اور اس کی سند نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے میں خوف ضرور محسوس کرتے تھے کہ کہیں وہ حدیث مکذوب نہ ہو۔ اصحاب رائے کا فتوی دینے میں گھبراہٹ محسوس نہ کرنا اور فرضی مسائل میں بھی فتوی دینے کا عمل فقہ اسلامی کے تضخم اور اس کے کثرتِ احکام کا باعث بنا ہے(۳)۔

اہلِ حجاز کے پاس احادیث اور فتاوی صحابہؓ وافر تھے، جب کہ اہلِ عراق کے ہاں ان کی کثرت نہیں تھی۔ اہلِ حجاز کو جب تشریعِ احکام کی ضرورت پڑتی تو ان کے پاس اپنے فتاوی کے اعتماد کے لیے آثار کی کثرت ہوتی تھی، جب کہ اہلِ عراق کے ہاں احادیث و آثار زیادہ نہ ہونے کی وجہ سے انہیں عقل اور رائے پر اعتماد کرنا پڑا۔

۱۔ الملل والنحل ۱/۳۶۲

۲۔ المدخل للفقہ الإسلامی ص ۱۴۳

۳۔ ایضاً ص ۱۴۷

ان دونوں گروہوں کے مابین فروعی اختلافات تھے۔ انہوں نے مختلف فقہی مسائل میں ایک دوسرے کے خلاف مناظرے کیے اور کتابیں لکھیں۔ مثلاً امام محمدؒ نے کتاب ''الرد علی اهل المدینة'' لکھی۔ امام شافعیؒ نے کتاب ''ابطال الاستحسان''(۱) اور کتاب ''الرد علی محمد بن الحسن''(۲) لکھی۔ امام ابن حزمؒ نے ''فی الاستحسان والاستنباط وفی الرأی وابطال کل ذلک''(۳) کے علاوہ ''فی ابطال القیاس واحکام الدین''(۴) اور ''فی ابطال القول بالعلل فی جمیع الاحکام''(۵) لکھیں۔ انہوں نے ایک دوسرے کے موقف اور دلائل کا رد کیا اور اپنا فقہی مذہب درست ثابت کرنے کے لیے دلائل دیئے۔

۱۔ ملاحظہ ہو: الام ۲۶۹/۷

۲۔ ملاحظہ ہو: ایضاً ۳۲۳/۷

۳۔ ملاحظہ ہو امام ابن حزمؒ کی کتاب: الاحکام فی اصول الاحکام ۳/۱ تا ۵۹

۴۔ ایضاً ۵۳/۷ تا ۳۰۳، ۲/۸ تا ۷۶

۵۔ ایضاً ۷۶/۸ وبعد

فصل سوم

اختلافِ صحابہؓ اور مذاہبِ فقہ

اختلافِ صحابہؓ پر اقوالِ ائمہ: اجتہادی مسائل میں اختلافِ صحابہ ایک فطری عمل تھا جس نے بعد میں آنے والے فقہاء و مجتہدین کے اندازِ اجتہاد اور تکوینِ مذاہب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انہوں نے اختلافِ صحابہؓ سے استنباطِ احکام کی سمتیں متعین کیں۔ مسلمانوں کی فقہی میراث میں اختلافِ صحابہؓ ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ اس سے کسی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں آسانی و سہولت پیدا ہوئی۔ اختلافِ صحابہؓ کے بارے میں قاسم بن محمدؒ نے فرمایا

کان اختلاف اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم رحمة للناس(۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف لوگوں کے لیے رحمت تھا۔

آپ کا ایک اور قول ہے:

لقد نفع الله تعالیٰ باختلاف اصحاب النبی صلی الله علیه وسلم فی اعمالهم لا یعمل العامل بعمل رجل منهم إلا رای انه فی سعة و رای ان خیرًا منه قد عمله(۲)

اللہ تعالیٰ نے اختلافِ اصحابِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فائدہ پہنچایا کہ جب کوئی شخص ان میں سے کسی ایک صحابی کے عمل کے مطابق عمل کرتا ہے تو وہ خود کو سہولت میں پاتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے ایسا کام کیا ہے جسے اس سے بہتر آدمی نے کیا تھا۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا تھا.

ما احب ان اصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم لم یختلفوا لانه لو کان قولاً واحدًا کان الناس فی ضیق وانهم ائمة یقتدی بهم ولو اخذ رجل بقول احدهم کان فی سعة(۳)

مجھے یہ پسند نہیں کہ صحابہ کرامؓ اختلاف نہ کرتے، کیوں کہ اگر صرف ایک ہی قول ہوتا تو لوگ تنگی

۱۔ الطبقات الکبریٰ ۵/۱۸۹

۲۔ جامع بیان العلم و فضلہ ۲/۹۰۲

۳۔ ایضاً ۲/۹۰۲

میں پڑ جاتے۔ صحابہ کرامؓ ائمہ ہیں، ان کی پیروی کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کسی ایک صحابی کا قول کسی شخص نے لیا تو وہ سہولت و آسانی میں ہے۔

عون بن عبداللہ(۱) نے فرمایا

ما احب أن اصحاب النبي صلى الله عليه وسلّم لم يختلفوا فإنهم لو اجتمعوا على شيء فتركه رجل ترك السنّة ولو اختلفوا فاخذ رجل بقول احد اخذ السنّة (۲)

مجھے یہ ناپسند ہے کہ اصحاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم اختلاف نہ کرتے، کیوں کہ اگر وہ کسی ایک چیز پر جمع ہو جاتے اور کوئی شخص اس چیز کو چھوڑتا تو وہ تارک سنت ہوتا، اور اگر انہوں نے اختلاف کیا اور کسی نے صحابہؓ میں سے ایک کا قول لیا تو اس نے سنت کو لیا۔

فقہ اسلامی میں اختلاف صحابہؓ کی اہمیت کا اندازہ امام مالکؒ کے اس قول سے لگایا جا سکتا ہے کہ فتویٰ دینا اس شخص کو جائز ہے جو لوگوں کا اختلاف جانتا ہو۔ آپ سے پوچھا گیا کہ کیا اس سے مراد اہل رائے کا اختلاف ہے؟ امام مالکؒ نے فرمایا نہیں بلکہ وہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ کا اختلاف جانتا ہو اور قرآن و حدیث میں ناسخ و منسوخ کا علم رکھتا ہو(۳)۔

اسباب اختلاف صحابہؓ: فقہی امور میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف ان کے طبائع اور ذہنی استعداد میں فطری اختلاف کے باعث تھا۔ وہ حفظ و اتقان میں بھی یکساں نہیں تھے۔ لہذا ان کا قرآن یا سنت کی کسی ایک نص اور کسی ایک واقعہ سے مختلف نتائج اخذ کرنا تقاضائے بشری کے عین مطابق تھا۔

ذیل میں ان اہم اسباب کا ذکر کیا جاتا ہے جو صحابہؓ کے اس اختلاف کا باعث بنے جو قائم رہا

۱۔ صحابی تک کوئی حدیث پہنچی لیکن اس نے اپنے غالب گمان کی بنا پر حدیث پر طعن کیا اور اپنا اجتہاد ترک نہیں کیا۔ مثلاً مطلقہ بائنہ کو نفقہ نہ ملنے کے بارے میں حضرت فاطمہؓ بنت قیس کی حدیث حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے قبول نہیں کی۔ حضرت فاطمہؓ بنت قیس نے فرمایا میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دیں اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے مکان دلوایا اور نہ نفقہ(۴)۔ حضرت عمرؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس حدیث پر طعن کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا

لا نترک کتاب اللّه و سنّة نبينا صلى اللّه عليه وسلم لقول امرأة لاندري لعلها حفظت أو نسيت لها السكنى والنفقة قال الله عزوجل لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ وَلَا

۱۔ عون بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعود، زاہد، ثقہ، واعظ، کثیر العلم۔ آپ کا انتقال ۱۱۰ھ میں ہوا۔ ملاحظہ ہو الطبقات الکبری ۶ ۳ ۳ سیر اعلام النبلاء ۱۰۳/۵، شذرات الذهب ۱۴۰/۱

۲۔ سنن الدارمي، باب اختلاف الفقهاء ۱۵۱/۱

۳۔ کتاب مناقب سيدنا الإمام مالک ۸۲/۱

۴۔ صحيح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة الثلاثة لا نفقة لها ۱۱۴/۲

يَخْرُجْنَ إِلَّا أَنْ يَأْتِينَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ [الطلاق ۶۵: ۱](۱)

ہم اللہ کی کتاب اور اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کو ایک عورت کے قول کی وجہ سے نہیں چھوڑیں گے۔ ہم نہیں جانتے کہ شاید وہ بھول گئی یا اس نے یاد رکھا۔ مطلقہ ثلاث کے لیے رہائش اور نفقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تم ان کو (ایام عدت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور نہ وہ (خود ہی) نکلیں۔ ہاں اگر وہ صریح بے حیائی کریں (تو نکال دینا چاہیے)۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ما لفاطمة ؟ ألا تتقي الله تعني في قولها لا سكنى و لا نفقة(۲)۔ یعنی فاطمہ کو کیا ہو گیا ہے؟ کیا وہ اللہ سے نہیں ڈرتی؟ یعنی یہ کہتی ہے کہ مطلقہ نفقہ اور رہائش کی مستحق نہیں ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ نے فرمایا ما لفاطمة خير ان تذكر هذا قال تعني قولها لا سكنى ولا نفقة(۳)۔ یعنی فاطمہ کے لیے بھلائی نہیں کہ وہ یہ کہے۔ راوی نے کہا کہ مراد یہ ہے کہ فاطمہؓ کا یہ قول کہ مطلقہ ثلاث کے لیے نہ رہائش ہے اور نہ نفقہ۔

اس واقعہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے غالب گمان سے حدیث کو قابل اعتبار نہ جانا اور قرآن مجید کی آیت [ولا تُخْرِجُوهُنَّ مِنْ بُيُوتِهِنَّ] کی روشنی میں اپنی یہ رائے قائم رکھی کہ مطلقہ ثلاث کے لیے رہائش اور نفقہ ہے۔ یوں صحابہؓ میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اس حدیث میں آپ کو معدوم ایک محل اعتراض کی وجہ سے یہ حدیث تسلیم نہیں کی اور اسے قابل حجت قرار نہیں دیا، لیکن تابعین کے زمانہ میں متعدد طرق سے اس حدیث کی شہرت ہو گئی، معترض کا وہم دور ہو گیا اور سب نے اس حدیث کو اختیار کر لیا(۴)۔

۲۔ صحابی تک حدیث نہ پہنچی اور اس نے اپنے اجتہاد سے مسئلہ کا حکم متعین کر لیا۔ لہذا صحابی مذکور کا ان صحابہؓ سے اختلاف ہو گیا جنہیں اس مسئلہ کے حکم سے متعلق کوئی حدیث مل گئی تھی۔ مثلاً حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے نزدیک قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنا جائز نہیں ہے(۵)۔ ان تک صرف وہی حدیثیں پہنچی تھیں جن میں قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ ذخیرہ کرنے سے منع کیا گیا تھا(۶)۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ نہیں کھاتے تھے(۷)۔

حضرت بریدۃ بن حصیبؓ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ۲/۱۱۱۹

۲۔ صحیح البخاری، کتاب الطلاق، باب قصة فاطمة بنت قيس ۲/۸۰۲

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الطلاق، باب المطلقة ثلاثا لا نفقة لها ۲/۱۱۲۱

۴۔ حجة الله البالغة ۱/۱۳۲

۵۔ المغنی ۳/۳۸۱

۶۔ صحیح مسلم، کتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن اكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في اول الإسلام و بيان نسخه و اباحته إلى متى شاء ۳/۱۵۶۰

۷۔ ایضا ۳/۱۵۶۱

ونهيتكم عن لحوم الأضاحی فوق ثلاث فامسكوا ما بدا لكم(۱)

اور میں نے تمہیں منع کیا تھا قربانی کا گوشت تین دن سے زیادہ رکھنے سے، اب رکھو جب تک چاہو۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دی گئی یہ رخصت حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ تک نہیں پہنچی تھی۔ انہوں نے اس مسئلہ میں صرف نہی سنی تھی، اس لیے انہوں نے جو سنا اس پر اپنی رائے قائم کرلی(۲)۔

۳۔ صحابہ کرامؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی فعل کرتے دیکھا۔ بعض صحابہؓ نے اسے اس بات پر محمول کرتے ہوئے کہ آپ نے وہ فعل ثواب کی خاطر کیا ہے، اسے قانونی حیثیت دی۔ بعض نے آپ کا فعل مباح قرار دیا اور اسے اختیاری حیثیت میں رکھا۔ یوں ایک ہی فعل کے حکم میں صحابہؓ کے مابین اختلاف واقع ہو جاتا تھا۔

مثلاً نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا حج اور عمرہ میں رمل کرنا۔ حضرت ابن عمرؓ رمل کو سنت سمجھتے تھے اور خود بھی رمل کیا کرتے تھے(۳)۔ حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تین پھیروں میں تیز تیز چلے اور چار پھیروں میں حج وعمرہ میں معمولی چال سے چلے(۴)۔

حضرت ابن عباسؓ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے رمل کرنے کا واقعہ دوسرے زاویہ سے لیا کہ آپ کا ایسا کرنا ضرورت کے تحت تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہؓ مکہ آئے تو مشرکین نے کہا تمہارے پاس ایسی قوم آرہی ہے جسے یثرب کے بخار نے کمزور کردیا ہے۔ اس پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ تین پھیروں میں اکڑ کر چلیں اور دونوں رکنوں کے درمیان معمولی چال سے چلیں۔ تمام پھیروں میں رمل کا حکم دینے سے آپ کو کسی چیز نے نہیں روکا سوائے اس کے کہ سہولت آپ کے پیش نظر تھی(۵)۔

مندرجہ بالا واقعہ میں رمل کا ایک ہی فعل دو صحابہؓ نے مختلف پہلوؤں سے لیا اور دو الگ الگ حکم قائم کیے۔

۴۔ کبھی ایسا ہوتا کہ کسی فعل نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تعبیر میں صحابہؓ کا اختلاف واہم ہو جاتا اور وہ مختلف الخیال ہو جاتے۔ مثلاً رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ہی حج کیا۔ بعض صحابہؓ کے نزدیک آپ نے حج افراد کیا، بعض کا خیال تھا کہ آپ نے حج قران کیا اور بعض نے اسے حجِ تمتع سمجھا۔

۱۔ صحيح مسلم، كتاب الأضاحي، باب بيان ما كان من النهي عن اكل لحوم الأضاحي بعد ثلاث في اول الإسلام و بيان نسخه و اباحته إلى متى شاء ۱۵۶۳/۳

۲۔ المغنی ۳۸۱/۳

۳۔ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الرمل حول البيت ۲۳۶/۳ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الرمل في الطواف و العمرة ۹۲۰/۲

۴۔ صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب الرمل في الحج والعمرة ۲۱۸/۱ صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الرمل في الطواف و العمرة ۹۲۰/۲ سنن ابن ماجه، كتاب المناسك، باب الرمل حول البيت ۲۳۶/۳

۵۔ صحيح البخاري، كتاب المناسك، باب كيف كان بدء الرمل ۲۱۸/۱ ۔ مزید ملاحظہ ہو صحيح مسلم، كتاب الحج، باب استحباب الرمل في الطواف و العمرة ۹۲۱/۲، ۹۲۲ سنن ابي داود، كتاب المناسك، باب في الرمل ۴۳/۲

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج مفرد کیا(۱)۔ حضرت ابن عمرؓ اور حضرت جابرؓ وغیرہ سے روایت ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حج قران کیا(۲)۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کے مابین حج تمتع اور حج قران کے مسئلہ پر بحث بھی ہوئی تھی(۳)۔ حضرت عثمان حج تمتع اور قران سے منع کرتے تھے، جب کہ حضرت علیؓ نے حج اور عمرہ دونوں کا احرام باندھا اور لبیک بعمرۃ و حجۃ کہا(۴)۔

۵۔ سہو اور نسیان بشری تقاضوں میں سے ہیں۔ بعض اوقات سہو اور نسیان کے سبب سے بھی اختلاف نے ظہور کیا۔ مثلاً حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے چار عمرے کیے اور پہلا عمرہ رجب میں کیا تھا۔ حضرت عائشہ نے فرمایا اللہ تعالیٰ ابوعبدالرحمن (یعنی حضرت ابن عمرؓ) پر رحم کرے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی عمرہ بھی ایسا نہیں کیا جس میں ابوعبدالرحمن شریک نہ ہوئے ہوں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رجب میں کوئی عمرہ نہیں کیا(۵)۔ حضرت انسؓ کا قول ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا عمرہ ذوالقعدۃ میں کیا تھا(۶)۔

۶۔ کسی معاملہ میں خوب انضباط نہ ہونے کی وجہ سے بھی اختلاف ہوا۔ مثلاً جب حضرت عمرؓ مجروح ہوئے تو حضرت صہیبؓ(۷) روتے ہوئے آپ کے پاس پہنچے اور کہنے لگے افسوس اے میرے بھائی، افسوس اے میرے ساتھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے صہیبؓ کیا تم مجھ پر روتے ہو؟ حالاں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا إن المیت یُعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ۔ یعنی میت کو اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ کا بیان ہے کہ حضرت عمرؓ انتقال فرما گئے تو میں نے یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے بیان کی۔ آپ نے جواب دیا اللہ عمرؓ پر رحم کرے، بخدا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ اللہ مومن کو اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے عذاب دیتا ہے بلکہ آپ نے فرمایا تھا إن اللہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ (۸)۔ یعنی اللہ تعالیٰ کافر کا عذاب اس کے گھر والوں کے رونے کے سبب سے زیادہ کر دیتا ہے۔

۷۔ ایک سبب علتِ حکم میں اختلاف بھی تھا۔ مثلاً جنازہ کے لیے کھڑا ہونا بعض صحابہؓ کے نزدیک مدنکہ کی

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، باب الإفراد بالحج ۳/۲۲۴ سنن ابی داؤد، کتاب المناسک، باب فی افراد الحج ۲ ۹

۲۔ ایضاً، کتاب المناسک، باب طواف القارن ۳/۲۲۸

۳۔ صحیح مسلم، کتاب الحج، باب جواز التمتع ۲/۸۹۶-۸۹۷

۴۔ صحیح البخاری، کتاب المناسک، باب التمتع والإقران والإفراد بالحج ۱/۲۱۲

۵۔ ایضاً، کتاب المناسک، ابواب العمرۃ، باب کم اعتمر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ۱/۲۳۸-۲۳۹

۶۔ ایضاً ۱/۲۳۹

۷۔ حضرت صہیب بن سنان ہیں، لک رومی بدری، آپ ۳۸ھ کو مدینہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الإستیعاب ۵/۱۲۷۔ الاصابہ ۵/۱۹۰ اسد الغابۃ ۳/۳۸، تاریخ الصحابۃ ص ۱۳۶۔ شذرات الذھب ۱/۴۷

۸۔ صحیح البخاری، کتاب الجنائز، باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم یعذب المیت ببعض بکاء اھلہ علیہ ۱/۱۷۲

تعظیم کی وجہ سے تھا، بعض کی رائے میں یہ موت کے خوف کے سبب سے تھا اور بعض کے نزدیک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اس لیے تھا کہ یہودی کا جنازہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سر مبارک سے اونچا نہ ہو جائے۔ حضرت ابو موسی اشعریؓ نے فرمایا کہ جنازہ کے ساتھ فرشتے ہوتے ہیں، پس تم اس کے لیے کھڑے ہو جایا کرو(۱)۔ حضرت جابرؓ نے فرمایا ایک جنازہ گزرا تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے۔ ہم نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ تو یہودی عورت کا جنازہ ہے۔ آپ نے فرمایا إن الموت فزع فإذا رأيتم الجنازة فقوموا (۲)۔ یعنی موت گھبراہٹ کی چیز ہے۔ پس جب تم جنازہ دیکھو تو کھڑے ہو جاؤ۔

حضرت حسنؓ (۳) ایک موقع پر بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک جنازہ گزرا۔ جب جنازہ سامنے آیا تو لوگ کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک یہودی کا جنازہ گزارا گیا۔ اس وقت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جنازہ کے راستہ میں بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا کہ یہودی کا جنازہ آپ کے سر مبارک سے اونچا ہو جائے، اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے تھے(۴)۔

۸۔ بعض اوقات صحابہ کرامؓ نے دو مختلف امور کے جمع کرنے میں اختلاف کیا۔ مثلاً نکاح متعہ سے متعلق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت اور ممانعت دونوں وارد ہوئے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نکاح متعہ کی حلت اور حرمت کے مسئلہ پر صحابہ کرام مختلف الآراء ہو گئے۔ اس لیے کہ متعہ کی حلت اور حرمت دونوں امور کے بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک سے زائد مرتبہ منقول ہے۔ احادیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ خیبر (۷ھ) کے موقع پر متعہ کی ممانعت کر دی تھی(۵)۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ غزوۂ خیبر سے قبل متعہ جائز تھا۔ پھر فتح مکہ کے سال (۸ھ) میں متعہ کی اجازت دی اور فتح مکہ کے موقع پر اس سے منع کر دیا(۶)۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عامِ اوطاس یا غزوۂ حنین کے سال (۸ھ) تین مرتبہ متعہ کی رخصت دی اور پھر اس سے منع فرما دیا(۷)۔

حضرت عمرؓ خلیفہ بنے تو آپ نے خطبہ میں فرمایا رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں متعہ کی تین بار اجازت

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، من قال یقوم للجنازة اذا مرت ۳/۲۳۷

۲۔ صحیح مسلم، کتاب الجنائز، باب القیام للجنازة ۲/۶۶۰، ۶۶۱

۳۔ حضرت حسن بن علی بن ابی طالب، نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ حضرت حسنؓ نے ۴۹ھ میں وفات پائی۔ آپ کے سالِ وفات میں ۵۰ھ اور ۵۱ھ کے اقوال بھی ہیں۔ ملاحظہ ہو: سیر اعلام النبلاء ۳/۲۴۵

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، من قال یقام للجنازة اذا مرت ۳/۲۳۶

۵۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نهي رسول صلی الله علیه وسلم عن نکاح المتعة اخیراً ۲/۷۶۷ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۲/۱۰۲۷ السنن الکبری، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۷/۲۰۱ الموطا، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ص ۳۴۶

۶۔ السنن الکبری، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۷/۲۰۳ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۲/۱۰۲۵

۷۔ صحیح مسلم، کتاب النکاح، باب نکاح المتعة ۲/۱۰۲۳ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب النکاح، فی نکاح المتعة و حرمتها ۳/۳۹۰

دی، پھر اس کو حرام کیا۔ اللہ کی قسم! اب مجھے معلوم ہو کہ کسی نے متعہ کیا اور وہ محصن ہے تو میں اس کو پتھروں سے رجم کروں گا، سوائے اس کے کہ وہ چار گواہ لائے جو اس بات کی گواہی دیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے متعہ حرام کرنے کے بعد اسے پھر حلال کیا تھا(۱)۔

جمہور صحابہ ؓ کا موقف تھا کہ متعہ کی نہی وارد ہو چکی ہے اور اب وہ حرام ہے(۲)۔ لیکن حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک متعہ جائز تھا اور وہ اسے حالتِ ضرورت میں جائز بتاتے تھے(۳)۔ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے بعض روایات میں آیا ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے جوازِ متعہ سے رجوع کر لیا تھا۔ ایسے تمام آثار ضعیف ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ سے جوازِ متعہ کے آثار ہی صحیح ہیں(۴)۔

۹۔ کبھی ایسا ہوا کہ دو مختلف حکم اس قسم کے تھے کہ ایک حکم کو جزوی طور پر دوسرے حکم میں شامل کرنے کی گنجائش ہوتی اور کبھی دونوں حکموں کا بعض اجزاء میں تعارض ہوتا۔ ایک حکم سے ایک بات ثابت ہوتی اور دوسرے سے اس کے خلاف ثابت ہوتا۔ ایسی صورت میں صحابہ ؓ میں اختلاف پیدا ہو جاتا تھا۔

مثلاً قرآن مجید کی آیت وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِہِنَّ اَرْبَعَۃَ اَشْہُرٍ وَّ عَشْرًا [البقرۃ ۲: ۲۳۴] کی رو سے جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو اس عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے۔ یہ آیت مطلق ہے جس کی بنا پر یہ گمان ہوتا ہے کہ حاملہ بیوہ کی عدت کا حکم بھی یہی ہے۔ قرآن مجید کی ایک اور آیت وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُہُنَّ اَنْ یَّضَعْنَ حَمْلَہُنَّ [الطلاق ۶۵: ۴] میں حاملہ عورتوں کی عدت وضع حمل ہے۔ اس طرح حاملہ عورت جس کا خاوند فوت ہو گیا ہو، وہ ان دونوں آیات کے تحت آ سکتی ہے۔ ایک آیت کی رو سے ایسی عورت کی عدت چار ماہ دس دن ہے اور دوسری آیت کے اعتبار سے اس کی عدت وضع حمل ہے۔ اسی بنا پر صحابہ کرامؓ میں اختلاف ہوا۔ حضرت ابن عباسؓ کے نزدیک حاملہ بیوہ کی عدت آخر الاجلین یعنی دونوں عدتوں میں سے آخری عدت ہے، جب کہ حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک اس کی عدت وضع حمل ہے۔ آپ کا قول ہے کہ چھوٹی سورۃ النساء (یعنی سورۃ الطلاق) بڑی سورۃ النساء (یعنی سورۃ البقرۃ) کے بعد نازل ہوئی تھی(۵)۔

۹۔ اختلاف کا ایک سبب لفظ کا زائد معانی میں اشتراک کرنا بھی ہے۔ منصوص حکم میں ایسا لفظ آ جائے جو اہلِ عرب کے کلام میں دو معانی میں مستعمل تھا۔ بعض صحابہؓ نے اس لفظ کو ایک معنی میں لیا، جب کہ دیگر صحابہؓ نے اس لفظ کا

۱۔ سنن ابن ماجہ، کتاب النکاح، باب النہی عن نکاح المتعۃ ۱/۶۳۱

۲۔ الإستذکار ۵/۵۰۵، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ۲/۳۳۳

۳۔ صحیح البخاری، کتاب النکاح، باب نہی رسول صلی اللہ علیہ وسلم عن نکاح المتعۃ اخیرا ۲/۷۶۷، الإستذکار ۵/۵۰۶-۵۰۸، المحلی بالآثار ۹/۱۲۹

۴۔ الإستذکار ۵/۵۰۷

۵۔ صحیح البخاری، کتاب التفسیر، سورۃ الطلاق، باب قولہ و اولات الاحمال اجلہن ان یضعن حملہن ۲/۷۲۹

دوسرا معنی اختیار کیا۔ مثلاً قرآن مجید میں ہے وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ [البقرۃ ۲: ۲۲۸]۔ اس آیت میں لفظ "قـــــرو،" مشترک ہے جو دو معنوں پر محمول کیا جا سکتا ہے، ایک حیض اور دوسرا طہر(۱)۔ حضرت علیؓ، حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کے نزدیک "قـــــرء" سے مراد حیض ہے، جب کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت عائشہؓ نے اس سے طہر مراد لیا ہے(۲)۔ یوں ایک لفظ میں معانی کے اشتراک سے صحابہ کرامؓ کے مابین اختلاف ہوا۔ یہ اختلاف ان کے درمیان مشہور تھا اور کسی نے دوسرے کے قول کی تردید نہیں کی بلکہ ہر ایک نے دوسرے کا قول جائز قرار دیا(۳)۔

صحابہ کرامؓ کا یہ فقہی و فروعی اختلاف جب تابعین اور مابعد تابعین کے طبقات تک پہنچا تو انہوں نے اس اختلاف کو حسب توفیق و احوال لیا۔ انہوں نے قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی اختلافی آراء سے بھی اپنے فقہی مذاہب کا تعین کیا۔ انہوں نے اقوال صحابہؓ کو جمع کیا اور بعض اقوال کو دوسرے اقوال پر ترجیح دی۔ ائمہ فقہاء و مجتہدین کے اختلاف کا معتد بہ حصہ اختلاف صحابہؓ پر مبنی ہے۔

اختلاف صحابہؓ کے اثرات: اختلاف صحابہؓ نے فقہ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ صحابہ کرامؓ کے مابین اختلافی مسائل میں بعد والوں میں سے بعض نے بعض صحابہؓ کا قول اختیار کیا۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے جتنے اختلافی اقوال تھے، بعد میں اس مسئلہ پر فقہاء کرام کے بھی اتنے ہی گروہ بن گئے۔

مثلاً حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے نزدیک جنبی کے لیے تیمم جائز نہیں ہے(۴)۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ کے ساتھ بحث و مناظرہ بھی کیا تھا(۵)۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی یہ رائے تھی کہ تیمم طہارت کبریٰ کا بدل نہیں ہے(۶)۔

اس مسئلہ میں دیگر صحابہ کرامؓ کا یہ موقف تھا کہ جو شخص جنبی ہو جائے اس کے لیے تیمم کرنا جائز ہے(۷)، ان صحابہ کرامؓ میں حضرت علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت

۱۔ جصاص، احکام القرآن ۳۶۴/۱

۲۔ ایضاً ۳۶۴/۱

۳۔ ایضاً ۳۶۴/۱

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطہارت، من قال لا یتیمم حتی یجد الماء ۱۸۳/۱ المحلی بالآثار ۳۶۷/۱ الاستذکار ۳۰۳/۱

۵۔ تفصیل ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب اذا خاف الجنب علی نفسه المرض و الموت ۵۰/۱، باب التیمم ضربة ۵۰/۱۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم ۲۸۰/۱ سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب تیمم الجنب ۱۸۶/۱ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطہارت، من قال لا یتیمم حتی یجد الماء ۱۸۳/۱

۶۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ۵/۲

۷۔ المحلی بالآثار ۳۶۷/۱

عمار بن یاسرؓ وغیرہ شامل ہیں(۱)۔ حضرت علیؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے نزدیک تیمم طہارت کبریٰ کا بدل ہے(۲)۔

اس اختلاف کے دو اسباب تھے ایک قرآن مجید کی آیت تیمم کے معنی میں احتمال اور دوسرا جنبی کے تیمم سے متعلق وارد احادیث کو اپنے غالب گمان کے مطابق صحیح اور قابلِ حجت قرار نہ دینا۔

جنبی کے لیے تیمم کے مخالف صحابہ کرامؓ یہ رائے رکھتے تھے کہ قرآن مجید کی آیت وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا [المائدۃ ۵: ۶] میں جنبی کے لیے غسل لازم قرار دیا گیا ہے(۳)۔ پھر قرآن مجید کی آیت فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا [النساء ۴: ۴۳، المائدۃ ۵: ۶] میں اس بات کا احتمال ہے کہ یہاں حدث اصغر مراد ہو اور یہ احتمال بھی ہے کہ حدث اصغر اور حدث اکبر دونوں معانی اکٹھے مراد ہوں(۴)۔ مزید یہ کہ آیت کے الفاظ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ [النساء ۴: ۴۳، المائدۃ ۵: ۶] کی تفسیر میں بھی اختلاف ہے۔ اس گروہ کے نزدیک ملامسہ سے مراد ہاتھ سے چھونا ہے، جماع مراد نہیں ہے(۵)۔ لہٰذا جنبی شخص رخصت تیمم کے تحت نہیں آئے گا بلکہ اس پر قرآنِ مجید کی آیت وَ اِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا [المائدۃ ۵: ۶] کے مطابق غسل لازم ہے، اس کے لیے تیمم جائز نہیں ہے۔

اس اختلاف کا دوسرا سبب حدیث کی صحت میں شک کرنا یا یاد نہ ہونے کی وجہ سے حدیث کو تسلیم نہ کرنا تھا۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ کی روایت پر عمل نہ کیا۔ حضرت عمارؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا کیا آپ کو یاد نہیں کہ ہم سفر میں تھے اور دونوں کو غسل کی حاجت ہوگئی۔ آپ نے نماز نہ پڑھی اور میں نے مٹی میں لوٹ کر نماز پڑھ لی۔ پھر میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ واقعہ بیان کیا۔ آپ نے فرمایا۔ انما یکفیك هذا۔ یعنی تمہیں صرف یہ کافی تھا۔ پھر آپ نے اپنے دونوں ہاتھ زمین پر مارے اور ان پر پھونک دیا۔ پھر ان سے اپنے منہ اور ہاتھوں پر مسح کر لیا(۶)۔

''صحیح مسلم'' میں مزید یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت عمارؓ سے کہا اے عمار! اللہ سے ڈرو۔ حضرت عمارؓ نے فرمایا اگر آپ کہیں تو میں یہ حدیث بیان نہیں کروں گا(۷)۔

حضرت عمرؓ کو یہ واقعہ یاد نہیں تھا۔ آپ نے حضرت عمارؓ کی روایت کو نہیں جھٹلایا اور نہ ان کے حدیث بیان

۱۔ المغنی ۱/۲۳۳

۲۔ بدایۃ المجتهد و نهایۃ المقتصد ۵/۲

۳۔ المحلی بالآثار ۱/۳۶۷

۴۔ بدایۃ المجتهد ونهایۃ المقتصد ۵/۲

۵۔ جصاص، احکام القرآن ۳۶۹/۲ بدایۃ المجتهد و نهایۃ المقتصد ۵/۲ الإستذکار ۱/۲۵۳، ۳۰۳

۶۔ صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب هل ینفخ فی یدیه بعد ما یضرب بهما الصعید للتیمم ۱/۴۸۔ مزید ملاحظہ: صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم ۱/۲۸۰-۲۸۱ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارۃ، باب التیمم ۱/۲۹، ۳۰ سنن النسائی، کتاب الطهارۃ، باب التیمم فی الحضر ۱/۱۸۰، ۸ ایضاً، باب نوع آخر من التیمم والنفخ فی الیدین ۱/۸۱-۱۸۲ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطهارات، الرجل یجنب و لیس یقدر علی الماء ۱/۸۲

۷۔ صحیح مسلم، کتاب الحیض، باب التیمم ۱/۲۸۱

کرنے پر پابندی لگائی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے خود اس حدیث پر عمل نہیں کیا۔ آپ کو اس واقعہ کی صحت پر یقین نہیں تھا۔ اس مسئلہ میں حضرت عمرؓ کو حدیثِ عمارؓ کے علاوہ کوئی اور حدیث نہیں پہنچی تھی۔

جو صحابہ جنبی کے لیے تیمم جائز قرار دیتے ہیں ان کے نزدیک حدیثِ عمارؓ اور دوسری احادیث(۱) سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جنبی کے لیے تیمم جائز ہے اور حدیثِ عمارؓ پر عمل واجب ہونے میں حضرت عمرؓ کا نسیان کوئی اثر نہیں رکھتا(۲)۔ جنبی کے لیے تیمم کے قائلین صحابہؓ کے نزدیک ملامسہ سے مراد جماع ہے(۳)۔

اس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا یہ اختلاف بعد والے طبقات کو منتقل ہوا۔ لہذا حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کی طرح ابراہیم نخعیؒ بھی جنبی کے لیے تیمم کے قائل نہیں تھے(۴)۔ لیکن عام فقہاء کے نزدیک جنابت میں تیمم درست ہے۔ تیمم طہارت کبری کا بدل ہے۔ انہوں نے حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ، حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ اور حضرت عمارؓ وغیرہ کا مذہب اختیار کیا ہے(۵)۔

۱۔ ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب التیمم، باب اذا خاف الجنب علی نفسہ المرض او الموت ۱/۵۰، صحیح مسلم، کتاب المساجد، باب قضاء الصلوٰۃ الفائتۃ ۱/۲۷۵ جامع الترمذی، کتاب الطہارات، باب التیمم للجنب اذا لم یجد الماء ۱/۱۹۲، سنن ابی داؤد، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یتیمم ۱/۱۳۲، وایضا السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب الجنب یکفیہ التیمم اذا لم یجد الماء ۱/۲۱۶، سنن النسائی، کتاب الطہارۃ، باب التیمم بالصعید ۱/۱۸۹، وایضا ایضاً باب الصلوات بتیمم واحد ۱/۱۸۷

۲۔ بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ۱/۷

۳۔ جصاص، احکام القرآن ۲/۳۶۹

۴۔ المحلی بالآثار ۱/۳۶۷

۵۔ بدائع الصنائع ۱/۵۰، المدونۃ الکبری ۱/۱۳۵، بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد ۱/۵۲، المجموع شرح المہذب ۲/۲۰۷، المغنی ۱/۲۳۳، المحلی بالآثار ۱/۳۶۷، الاعتبار ۱/۳۰۳

فصل چهارم

آثارِ صحابہؓ سے استشہاد اور فقہِ اسلامی

فقہ اسلامی آثار صحابہؓ سے مالا مال ہے۔ طبقات فقہاء و مجتہدین کا پہلا طبقہ صحابہ کرامؓ ہیں جن کے قضایا، فتاویٰ، آراء اور افعال نے مسائل کا حکم شرعی معلوم کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ فقہاء کرامؒ نے غیر منصوص مسائل میں حتمی رائے دینے سے قبل اس امر کی انتہائی کوشش کی کہ انہیں کوئی اثرِ صحابی مل جائے۔ اگر کوئی اثر مل گیا تو جس حد تک اور جس طور سے ممکن ہوا، فقہاء کرامؒ نے اس سے استدلال کیا۔ فقہاء نے استنباطِ احکام میں آثارِ صحابہؓ کو مختلف حیثیتوں سے بنیاد بنایا ہے۔ اس امر کی شہادت فقہ اسلامی کے موجودہ قابل فخر ذخیرہ سے ملتی ہے۔

اس فصل میں مختلف عنوانات کے تحت فقہ اسلامی کا ایک طائرانہ جائزہ لیا گیا ہے جس سے یہ بات ثابت ہو جائے گی کہ غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم متعین کرنے میں آثارِ صحابہؓ کا نہایت اہم کردار ہے۔

طہارت

مسئلہ: حنبلی فقیہ موفق الدین ابن قدامہؒ نے لکھا ہے کہ اگر انسان راستہ میں پانی پائے تو اس کے بارے میں پوچھنا اس پر لازم نہیں ہے، کیوں کہ اس پانی کی اصل یہ ہے کہ وہ پاک ہے(۱)۔ اس کی دلیل یہ واقعہ ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت عمرو بن العاصؓ کچھ سواروں کے ہمراہ ایک راستہ میں تھے۔ انہیں ایک حوض ملا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے صاحب حوض سے پوچھا کیا تمہارے حوض پر درندے پانی پینے آتے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے فرمایا اے حوض والے! ہمیں مت بتا، کیوں کہ کبھی ہم درندوں سے آگے آتے ہیں اور کبھی درندے ہم سے آگے آتے ہیں(۲)۔

اگر کسی نے ایسے پانی سے متعلق سوال پوچھا تو حنبلی فقیہ ابن عقیلؒ کے مطابق مسئول پر لازم نہیں ہے کہ وہ سوال کا جواب دے۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ کا یہی اثر ہے(۳)۔

۱۔ المغنی ۱/۸۷

۲۔ الموطا، کتاب الطھارۃ، باب الطھور للوضوء، ص ۵۱

۳۔ المغنی ۱/۸۸

مسئلہ : احناف کے مطابق کنویں میں نجاست گرنے پر اس کا پانی نکالا جائے گا جس کے بعد کنواں پاک ہو جائے گا۔ ان کے ہاں نجاست کی مقدار کے اختلاف سے پانی نکالنے کی مقداریں مختلف ہیں (۱)۔ شمس الائمہ سرخسی حنفی کہتے ہیں کہ کنویں کا پانی نکال کر کنویں کی طہارت کا حکم ہم نے آثار صحابہؓ سے معلوم کیا ہے۔ اس بارے میں حضرت علیؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کا فتویٰ مشہور ہے (۲)۔

مسئلہ احناف کے نزدیک قلیل نجاست استحساناً نماز کے جائز ہونے میں مانع نہیں ہے، خواہ وہ نجاست خفیفہ ہو یا نجاست غلیظہ ہو (۳)۔ ان کی دلیل حضرت عمرؓ کی روایت ہے۔ آپ سے اس قلیل نجاست کے متعلق پوچھا گیا جو کپڑے کو لگ جائے تو آپ نے فرمایا اذا کان مثل ظفری هذا لا یمنع جواز الصلوة (۴)۔ یعنی اگر نجاست میرے اس ناخن کے مثل ہو تو وہ جواز نماز میں مانع نہیں ہے۔

اس مسئلہ میں احناف نے حضرت عمرؓ کا قول لیا ہے، حالاں کہ قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اتنی مقدار نماز کے لیے مانع ہونی چاہیے، جیسا کہ حنفی فقیہ امام زفرؒ (۵) نے یہ رائے اختیار کی ہے (۶)۔

مسئلہ : اگر کسی نے وضو کیا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، یا وہ جنبی تھا اور کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا بھول گیا، پھر اس نے نماز ادا کی، تو امام محمد حنفیؒ نے فرمایا کہ جس نے وضو کیا اس کی نماز مکمل ہو گئی، اور جس نے غسل جنابت کیا یا جو عورت حیض سے پاک ہوئی تو وہ کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور دوبارہ نماز ادا کرے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ دونوں قیاس میں برابر ہیں لیکن ہم نے قیاس کو ایک اثر کی وجہ سے چھوڑ دیا جو حضرت ابن عباسؓ کی طرف سے ہے (۷)۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا اذا غسل الرجل من الجنابة ولم یتمضمض و لم یستنشق فلیعد الوضو و ان ترک ذلک فی الوضو لم یعد (۸)۔ یعنی جس نے غسل جنابت کیا اور کلی نہ کی اور ناک میں پانی نہ ڈالا تو وہ دوبارہ وضو کرے اور جو شخص وضو میں یہ کام چھوڑ دے تو وہ نہ دہرائے۔

مسئلہ : بعض شوافع کے نزدیک دورانِ غسل آنکھوں کو اندر سے دھونا مستحب ہے (۹)۔ اس کی

۱۔ تفصیل ملاحظہ ہو، بدائع الصنائع ۱/۷۵ وبعد

۲۔ المحرر فی اصول الفقہ ۲/۸۷

۳۔ بدائع الصنائع ۱/۷۹

۴۔ ایضاً ۱/۷۹

۵۔ زفر بن ہذیل بن قیس حنفی، صاحب امام ابوحنیفہؒ، فقیہ، حافظ، قاضی بصرہ۔ آپ ۱۵۸ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو وفیات الاعیان ۲/۳۰۷، شذرات الذهب ۱/۲۴۳، الفوائد البهیة ص ۷۵، تاج التراجم ص ۱۶۹

۶۔ بدائع الصنائع ۱/۷۹

۷۔ کتاب الأصل ۱/۳۱

۸۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف کتاب الطهارات، فی الرجل ینسی المضمضة و الاستنشاق ۱/۴۴

۹۔ المجموع شرح المهذب ۱/۳۶۷

دلیل یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ جب غسل جنابت فرماتے تو اپنی آنکھوں کے اندر چھینٹے مارتے تھے(۱)۔

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ اگر حیض کالے رنگ کا آئے تو بالاتفاق حیض ہے اور اگر رنگت سرخ، زرد یا خیالی ہو تو اس کا حکم بھی یہی ہے(۲)۔ احناف کی دلیل یہ ہے کہ عورتیں حضرت عائشہؓ سے پوچھتی تھیں کہ کیا حائضہ زرد رنگت دیکھنے پر غسل کر کے نماز پڑھ لے؟ حضرت عائشہؓ فرماتیں لا، حتی تری القصة البیضاء(۳)۔ یعنی نہیں، بلکہ جب تک تم چونے کی طرح بالکل سفید رنگ کا خون نہ دیکھ لو۔ حضرت عائشہؓ نے سفید رنگ کے علاوہ ہر رنگ کا خون حیض قرار دیا ہے۔ احناف کا موقف ہے کہ بظاہر حضرت عائشہؓ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر فرمائی ہوگی، کیوں کہ محض اجتہاد سے اس کا ادراک نہیں کیا جا سکتا(۴)۔

مسئلہ: مالکیوں کا مسلک ہے کہ اگر حاملہ خون دیکھے تو نماز چھوڑ دے(۵)۔ انہوں نے اپنے مسلک کی بنیاد حضرت عائشہؓ کے قول پر رکھی ہے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ اگر حاملہ خون دیکھے تو کیا وہ نماز پڑھے؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا لا تصلی حتی یذھب عنھا الدم(۶)۔ یعنی ایسی عورت نماز نہ پڑھے حتیٰ کہ اس سے خون دور ہو جائے، اور فرمایا انھا تدع الصلوٰۃ(۷)۔ یعنی وہ نماز کو چھوڑ دے۔ امام مالکؒ نے فرمایا و ذلک الامر عندنا(۸)۔ یعنی ہمارے نزدیک یہی حکم ہے۔

وضو

مسئلہ: امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک دوران وضو کانوں کا مسح کرنے کے لیے از سر نو پانی استعمال کیا جائے گا۔ جس پانی سے سر کا مسح کیا ہو، اسی پانی سے کانوں کا مسح نہیں کیا جائے گا(۹)۔ ان کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کا فعل ہے۔ آپ اپنے کانوں کے مسح کے لیے دو انگلیوں سے پانی لیتے تھے(۱۰)۔

۱۔ الموطا، کتاب الطھارۃ، باب العمل فی غسل الجنابۃ ص ۶۶۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب الطہارۃ، باب نضح الماء فی العینین وادخال الأصابع فی السرۃ ۱/۱۷۷

۲۔ الھدایۃ ۶۱/۱، بدائع الصنائع ۳۹/۱

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الحیض، باب کیف الطھر ۳۰۲/۱

۴۔ الھدایۃ ۶۱/۱، بدائع الصنائع ۳۹/۱

۵۔ الإستذکار ۳۲۷/۱

۶۔ المدونۃ الکبریٰ ۱۵۵/۱

۷۔ الموطا، کتاب الطھارۃ، باب جامع الحیضۃ ص ۷۶

۸۔ الإستذکار ۳۲۷/۱

۹۔ الإستذکار ۱۹۸/۱-۱۹۹، المغنی ۱۵۰/۱

۱۰۔ الموطا، کتاب الطھارۃ، باب ما جاء فی المسح بالرأس والأذنین ص ۵۸۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الطھارۃ، باب مسح الأذنین ۱۲/۱-۱۳

مسئلہ: امام شافعیؒ نے فرمایا کہ مشرک کے پانی سے وضو کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ اس میں نجاست ہے۔ پانی جس کے پاس بھی ہو اور جہاں بھی ہو وہ پاک ہے، جب تک ہم یہ نہ جان لیں کہ اس میں نجاست ملی ہوئی ہے(۱)۔ امام شافعیؒ نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت عمرؓ کا عمل پیش کیا ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ ایک نصرانیہ کے گھڑے میں موجود پانی سے وضو کیا تھا(۲)۔

مسئلہ: شافعی فقہاء کے نزدیک مستحب یہ ہے کہ جو شخص نماز میں ہنس پڑے اور جو قبیح بات کہے تو وہ وضو کرے(۳)، کیوں کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا لأن اتوضا من الكلمة الخبيثة احب الیّ ان اتوضا من الطعام الطيب(۴)۔ یعنی مجھے پاک کھانے کے بعد وضو کرنے سے زیادہ پسندیدہ یہ امر ہے کہ میں کوئی گندی بات کرنے کے بعد وضو کروں۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا الحدث حدثان حدث اللسان و حدث الفرج و اشدهما حدث اللسان (۵)۔ یعنی ناپاکی دو اقسام کی ہے، ایک زبان کی ناپاکی اور دوسری شرم گاہ کی ناپاکی، اور ان دونوں میں زیادہ ناپاک زبان کی ناپاکی ہے۔ ابو اسحاق شیرازیؒ شافعی نے مندرجہ بالا آثار کو شرعی وضو پر محمول کیا ہے جو کہ معروف اعضاء کا دھونا ہے(۶)۔

مسئلہ: امام مالکؒ نے فرمایا جسے دوران نماز نکسیر پھوٹی اور اس سے کوئی چیز بہہ نکلی یا قطرے نکلے، خواہ وہ قلیل ہوں یا کثیر، تو وہ اسے اپنے سے دھو کر اپنی نماز مکمل کرے(۷)۔ حضرت ابن عباسؓ کی نکسیر پھوٹتی تو وہ باہر جا کر خون دھوتے، پھر واپس آ کر جس قدر نماز پڑھ چکے ہوتے اسی پر بنا کرتے(۸)۔ حضرت ابن عمرؓ کی دوران نماز نکسیر پھوٹتی تو وہ آتے اور وضو کر کے لوٹ جاتے، پھر اپنی نماز کی بنا کرتے اور کوئی بات نہ کرتے تھے(۹)۔

ابن عبدالبرؒ مالکی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمرؓ کے بارے میں یہ روایت کہ "جب ان کی نکسیر پھوٹتی تو وہ آتے اور وضو کرتے"، ہمارے اصحاب نے اس کی یہ تاویل کی ہے کہ حضرت ابن عمرؓ خون دھو ڈالتے اور بات نہ کرتے اور جس قدر نماز پڑھ چکے ہوتے، وہ اسی پر بنا کرتے۔ ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ خون دھونے کو بھی وضو کہا جاتا ہے اس لیے کہ

۱۔ الأم ۲۱/۱

۲۔ ایضاً ۲۱/۱

۳۔ المجموع شرح المهذب ۶۲/۲

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب الطهارة، باب الوضوء من الكلام ۱۲۷/۱۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الطهارات، في الوضوء من الكلام الخبث و الغيبة ۱۵۹/۱

۵۔ المجموع شرح المهذب ۶۲/۲

۶۔ ایضاً ۶۲/۲

۷۔ المدونة الكبرىٰ ۱۳۰/۱-۱۳۱

۸۔ الموطأ، كتاب الطهارة، باب ما جاء في الرُّعاف ص ۶۱

۹۔ ایضاً ص ۶۱۔ المدونة الكبرىٰ ۱۳۲/۱

یہ ''الوضاءۃ'' سے مشتق ہے جس سے مراد نظافت ہے۔ اس کی وضاحت حضرت ابن عباسؓ کے فعل سے ہو جاتی ہے کہ وہ اپنے جسم سے خون دھو دیتے اور پھر نماز ادا کرتے تھے(۱)۔

حضرت مسور بن مخرمہ سے روایت ہے کہ وہ حضرت عمرؓ کے پاس اس رات گئے جس میں وہ زخمی ہوئے تھے۔ آپ کو صبح کی نماز کے لیے جگایا گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا نعم، ولا حظ في الإسلام لمن ترک الصلوۃ (ہاں، اس شخص کا اسلام میں حصہ نہیں جو نماز ترک کرے) پھر حضرت عمرؓ نے نماز پڑھی اور ان کے زخم سے خون بہہ رہا تھا(۲)۔

ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ علماء کے نزدیک حدیثِ عمرؓ اس باب میں اصل ہے کہ جس کا خون نہ رُکے اور نکسیر ختم نہ ہو اور جب اسے یہ یقین ہو جائے کہ نماز کا وقت نکل جانے سے قبل خون بند نہیں ہوگا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت میں ادا کرے۔ ہمارے اصحاب کے نزدیک حدیثِ عمرؓ کا فائدہ یہ ہے کہ آپ نے نماز پڑھی جب کہ آپ کے زخم سے خون بہہ رہا تھا اور آپ نے وضو کا ذکر نہیں فرمایا(۳)۔

تیمم

مسئلہ : جب مسافر کو نماز کا آخری وقت آنے تک کہیں سے پانی مل جانے کی امید ہو تو احناف کے نزدیک وہ تیمم کرنا نماز کے آخری وقت تک مؤخر کر دے۔ لیکن اگر اسے نماز کے آخری وقت تک پانی ملنے کی امید نہ ہو تو پھر تیمم کو مؤخر نہ کرے۔ احناف اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے فرمایا یتلوم الجنب ما بینہ و بین آخر الوقت (۴)۔ یعنی جنبی شخص تیمم کو نماز کے آخری وقت تک مؤخر کر دے اور انتظار کرے۔ کسی صحابی سے اس قول کی مخالفت مروی نہیں ہے(۵)۔

مسئلہ : جسے یہ اندیشہ ہو کہ اگر وہ وضو کرنے میں مصروف ہو گیا تو اس کی نمازِ جنازہ یا عیدین کی نماز فوت ہو جائے گی تو احناف کے نزدیک وہ تیمم کر کے نماز پڑھ سکتا ہے۔ احناف نے حضرت ابن عمرؓ کا یہ اثر لیا ہے اذا فجاتک جنازۃ تخشی فوتھا وانت علی غیر وضو فتیمم لھا (۶)۔ یعنی جب کوئی جنازہ آئے تمہارا وضو نہ ہو اور تمہیں اندیشہ ہو کہ اگر تم وضو کرنے لگ گئے تو نمازِ جنازہ فوت ہو جائے گی تو تم تیمم کر لو۔ ایسا ہی ایک قول حضرت ابن عباسؓ کا

۱۔ الاستذکار ۱/۲۲۸

۲۔ الموطأ، کتاب الطھارۃ، باب العمل فیمن غلبہ الدم من جرح أو رعاف ص ۴۳۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب الطھارۃ، باب الجرح لا یرقأ ۱/۱۵۰

۳۔ الاستذکار ۱/۲۳۳

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطھارات، باب من قال لا یتیمم ما رجاء أن یقدر علی الماء ۱/۱۸۶

۵۔ بدائع الصنائع ۱/۵۴

۶۔ ایضاً ۱/۵۰

ہے ان خفت ان تفوتک الجنازة وانت علی غیر وضوء فتیمم وصل(۱)۔ یعنی اگر تمہیں ڈر ہو کہ نماز جنازہ فوت ہو جائے گی اور تم وضو کے بغیر ہو تو تیمم کر لو اور نماز ادا کرو۔

مسئلہ: جس کے پاس پانی اتنی قلیل مقدار میں ہو کہ اگر اس سے وضو کر لیں تو اسے پیاس کا خوف ہے تو امام مالکؒ نے فرمایا کہ وہ پانی اپنے پاس بچا کر رکھے اور تیمم کر لے(۲)۔ حنبلی فقیہ خرقیؒ (۳) نے بھی لکھا ہے کہ اگر ایسے شخص کو پیاس کا خوف ہو تو پانی روک لے، تیمم کرے اور وہ نماز کو نہ دہرائے(۴)۔ فقہاء نے اس مسئلہ میں اثر صحابی کو لیا ہے جو حضرت علیؓ کا یہ قول ہے اذا اصابتک جنابة فاردت ان تتوضا او قال تغتسل ولیس معک ماء الا ما تشرب وانت تخاف فتیمم (۵)۔ یعنی جب تم جنبی ہو جاؤ اور تم وضو کا ارادہ کرو یا فرمایا کہ تم غسل کا ارادہ کرو، تمہارے پاس صرف بقدر پینے کا پانی ہو اور تمہیں پیاس کا خوف ہو تو تیمم کرو۔

مسئلہ: حنفی فقہ میں ہے کہ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اگر متیمم وضو والوں کی امامت کرائے تو اگر وضو والوں کے پاس فالتو پانی موجود نہ ہو تو ان کی نماز جائز ہے۔ لیکن اگر ان کے پاس پانی موجود ہے اور امام بھی وضو کر سکتا ہے تو پھر متیمم امام کے پیچھے ان کی نماز درست نہیں ہے(۶)۔ امام محمدؒ کی رائے ہے کہ متیمم امام کے پیچھے باوضو مقتدیوں کی نماز درست نہیں ہوگی، خواہ ان کے پاس پانی ہو یا نہ ہو۔ امام زفرؒ کے نزدیک خواہ ان کے پاس پانی ہو یا نہ ہو، دونوں صورتوں میں اقتداء جائز ہے(۷)۔

شیخین کی دلیل غزوۂ ذات السلاسل میں حضرت عمرو بن العاصؓ کا عمل ہے۔ ان پر غسل فرض ہو گیا تھا۔ وہ ڈرے کہ غسل کیا تو مر جائیں گے۔ انہوں نے تیمم کر کے ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی (۸)۔

امام محمدؒ کی دلیل حضرت علیؓ کا اثر ہے۔ آپ نے مکروہ جانا کہ متیمم وضو والوں کی امامت کرائے(۹)۔ حضرت علیؓ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے لا یؤم المتیمم المتوضئین ولا المقید المطلقین (۱۰)۔ یعنی متیمم وضو والوں کی امامت نہ

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، فی الرجل یخاف ان تفوته الصلوة علی الجنازة و هو غیر متوضی ۸۸/۳

۲۔ المدونة الکبریٰ ۱۴۹/۱

۳۔ عمر بن الحسین بن عبداللہ خرقی، ابوالقاسم، حنبلی، قاضی، فقیہ۔ آپ ۳۳۴ھ کو دمشق میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو سیر اعلام النبلاء ۳۶۳/۵، تاریخ بغداد ۲۳۴/۱۱، شذرات الذهب ۳۳۶/۲، مرآة الجنان ۳۱۶/۲، طبقات الفقهاء ص ۷۲۔

۴۔ المغنی ۲۳۳/۱

۵۔ السنن الکبریٰ، کتاب الطهارة، باب الجنب او المحدث یجد ماء لغسله و هو یخاف العطش فیتیمم ۲۳۴/۱

۶۔ بدائع الصنائع ۵۶/۱

۷۔ ایضاً ۵۶/۱

۸۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطهارة، باب اذا خاف الجنب البرد أیتیمم ۱۳۲/۱

۹۔ السنن الکبریٰ، کتاب الطهارة، باب کراهية من کره ذلک ۲۳۴/۱

۱۰۔ بدائع الصنائع ۵۶/۱

کرائے اور قیدی شخص آزاد لوگوں کی امامت نہ کرائے۔

کاسانیؒ حنفی لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی جو روایت بیان کی گئی ہے وہ ان کا اپنا مسلک ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے اس مسئلہ میں حضرت علیؓ سے اختلاف کیا ہے۔ جب کوئی مسئلہ صحابہ کرامؓ کے مابین مختلف فیہ ہو تو ان میں سے کسی ایک کا قول دوسرے کے مقابلے میں حجت نہیں ہو سکتا۔ علامہ کاسانیؒ مزید کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کی روایت میں یہ الفاظ ہیں ''لا یوم'' یعنی امامت نہ کرائے، یہ الفاظ نہیں ہیں کہ اگر کسی نے امامت کرائی تو نماز جائز نہیں ہوگی(۱)۔

صلوٰۃ

مسئلہ: امام مالکؒ کے نزدیک پسندیدہ یہ ہے کہ لوگ سردی و گرمی کے موسموں میں نماز ظہر اس وقت پڑھیں جب سایہ ایک ہاتھ کے برابر ہو جائے(۲)۔ آپ کے موقف کی بنیاد حضرت عمرؓ کے اس قول پر ہے صلوا الظهر اذا كان الفيء ذراعا(۳)۔ یعنی نماز ظہر ادا کرو جب سایہ ایک ہاتھ کے برابر ہو جائے۔

مسئلہ: امام محمدؒ حنفی فرماتے ہیں کہ ہم نے تطبیق میں حضرت ابن مسعودؓ کا قول نہیں لیا۔ وہ جب رکوع کرتے تو اپنے دونوں ہاتھ اکٹھے رکھتے اور پھر انہیں اپنے گھٹنوں کے درمیان رکھتے تھے۔ ہماری رائے یہ ہے کہ آدمی رکوع میں اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھے اور انگلیوں کو گھٹنوں کے نیچے پھیلا دے۔ حضرت عمرؓ اپنی دونوں ہتھیلیاں اپنے دونوں گھٹنوں پر رکھتے تھے(۴)۔ امام ابراہیم نخعیؒ نے فرمایا حضرت عمرؓ کا یہ کام مجھے زیادہ پسندیدہ ہے(۵)۔ امام محمدؒ نے فرمایا ہم نے اسی کو لیا ہے اور یہ مجھے حضرت ابن مسعودؓ کے کام سے زیادہ پسندیدہ ہے اور یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے(۶)۔

مسئلہ: امام مالکؒ نے فرمایا میں سمجھتا ہوں کہ آدمی اپنی دونوں ہتھیلیاں (سجدہ میں) اپنی پیشانی رکھنے والی جگہ پر رکھے کیوں کہ مجھے یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عمرؓ دونوں ایسا کرتے تھے (۷)۔

مسئلہ: حضرت عمرؓ کا قول ہے لا صلوة إلا بتشهد(۸)۔ یعنی تشہد کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ امام محمدؒ

۱۔ بدائع الصنائع ۵۶/۱

۲۔ المدونة الكبرى ۱۵۶/۱

۳۔ الموطا، كتاب وقوت الصلاة، باب وقوت الصلاة ص ۲۹۔ مزید ملاحظہ ہو المدونة الكبرى ۱۵۶/۱

۴۔ محمد، كتاب الآثار ص ۱۹

۵۔ ایضاً ص ۱۹

۶۔ ایضاً ص ۱۹

۷۔ المدونة الكبرى ۱۷۰/۱

۸۔ محمد، كتاب الآثار ص ۳۷۔ مزید ملاحظہ ہو كتاب الحجة على اهل المدينة ۲۵۲/۱۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب الصلوة، باب من نسي التشهد ۲۰۶/۲، السنن الكبرى، كتاب الصلوة، باب وجوب التشهد الآخر ۳۷۸/۲

کہتے ہیں ہم نے اس قول کو لیا ہے، لہذا جس نے تشہد پڑھ لیا تو اس کی نماز مکمل ہوگئی۔ اگر وہ سلام پھیرنے سے قبل چلا جائے تو اس کی نماز ہو جائے گی، لیکن ایسا عمداً کرنا درست نہیں ہے(۱)۔

جس نے فرض نماز میں تشہد سے فارغ ہونے سے قبل یا تشہد کی مقدار کے برابر بیٹھنے سے قبل فرض نماز کے ساتھ نفل ملا لیے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی(۲)۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وتر میں دعائے قنوت رکوع سے قبل پڑھی جائے گی(۳)۔ وہ حضرت ابن مسعودؓ کا اثر لاتے ہیں کہ آپ نے وتر میں رکوع سے قبل قنوت پڑھی تھی(۴)۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہؒ کا قول ہے کہ نماز فجر میں قنوت نہیں ہے(۵)۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف ایک ماہ قنوت (نماز فجر میں) پڑھی تھی، اس سے قبل اور اس کے بعد کبھی نہیں پڑھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے بھی نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھی یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے(۶)۔ حضرت عمرؓ(۷) اور حضرت ابن مسعودؓ(۸) بھی نماز فجر میں قنوت نہیں پڑھتے تھے۔ احناف نے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ حضرت ابو بکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے آثار سے دلیل لی ہے۔

مسئلہ: مسبوق کو امام کے ساتھ ملنے والی نماز مسبوق کی ابتدائی نماز ہے یا اختتامی؟ مسبوق جو نماز بعد میں ادا کرتا ہے وہ اس کی ابتدائی نماز ہے یا اختتامی؟

امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا موقف ہے کہ امام کے ساتھ ملنے والی نماز حکمی طور پر مسبوق کی اختتامی نماز ہے مگر حقیقت میں وہ اس کی ابتدائی نماز ہے۔ وہ جو نماز بعد میں ادا کرتا ہے وہ اگرچہ حقیقت میں اس کی اختتامی نماز ہے مگر حکماً وہ اس کی ابتدائی نماز ہے(۹)۔ احناف نے حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ کے اقوال بطور دلیل پیش کیے ہیں۔

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۳۷

۲۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۱۵۲۔۱۵۳

۳۔ محمد، کتاب الآثار ص ۴۳

۴۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۷۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع والامامۃ، فی القنوت قبل الرکوع او بعدہ ۲/۲۰۲

۵۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۹۶

۶۔ ایضاً ۱/۹۸

۷۔ ایضاً ۱/۹۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع والامامۃ، من کان لا یقنت فی الفجر ۲/۲۰۷۔ عبد الرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب القنوت ۳/۱۰۸

۸۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۷۳۔ محمد، کتاب الآثار ص ۴۳۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۱۰۰۔ عبد الرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب القنوت ۳/۱۰۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع والامامۃ، من کان لا یقنت فی الفجر ۲/۲۰۹

۹۔ بدائع الصنائع ۱/۲۴۷

حضرت علیؓ نے فرمایا ما ادرکت مع الامام فھو اوّل صلاتک (۱)۔ یعنی تم نے امام کے ساتھ جو پایا وہ تمہاری ابتدائی نماز ہے۔ حضرت عمرؓ(۲)، حضرت ابن عمرؓ(۳) اور حضرت ابوالدرداءؓ(۴) کا بھی یہی قول ہے۔

امام محمدؒ حنفی، امام شافعیؒ، ابوطاہر الدباسؒ حنفی(۵)، بشر بن غیاث مریسیؒ معتزلی(۶)، فخرالاسلام بزدویؒ حنفی وغیرہ کا یہ موقف ہے کہ امام کے ساتھ مسبوق کی اداشدہ نماز جس طرح حقیقت میں اس کی ابتدائی نماز ہے اسی طرح حکمی طور پر بھی اس کی ابتدائی نماز ہے، اور جو نماز وہ بعد میں ادا کرتا ہے وہ جس طرح حقیقت میں اس کی اختتامی نماز ہے اسی طرح وہ حکما بھی اس کی اختتامی نماز ہے(۷)۔ یہی قول حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا ہے۔ آپ نے فرمایا اجعل آخر صلاتک ما ادرکت من صلاتک(۸)۔ یعنی اپنی نماز میں سے جتنی پاؤ اسے اپنی اختتامی نماز بناؤ۔ آپ کا ایک اور قول ہے ما ادرکت مع الامام فھو آخر صلاتک(۹)۔ یعنی تم نے امام کے ساتھ جو نماز پائی وہ تمہاری اختتامی نماز ہے۔

مسئلہ: حضرت ابن عمرؓ کا قول ہے من نسی صلوٰۃ فلم یذکرھا الا و ھو وراء الامام، فاذا سلم الامام فلیصل الصلوٰۃ التی نسیھا ثم لیصل بعدھا الصلوٰۃ الاخری (۱۰)۔ یعنی جو شخص نماز بھول جائے اور اسے یہ اس وقت یاد آئے جب وہ امام کے پیچھے ہو، تو جب امام سلام پھیر دے تو وہ شخص پہلے اپنی بھولی ہوئی نماز پڑھے پھر کوئی اور نماز ادا کرے۔ امام مالکؒ نے فرمایا اسی پر ہمارا حکم ہے ہر اس بھولی ہوئی نماز کے بارے میں جسے وہ کسی اور نماز میں یاد کرتا ہے، خواہ وہ امام کے ساتھ ہو یا اکیلا ہو(۱۱)۔

مسئلہ: جب امام کے ساتھ حضرت ابن عمرؓ سے نماز کا جہری حصہ چھوٹ جاتا تو امام کے سلام پھیرنے پر آپ کھڑے ہو جاتے اور نماز کے چھوٹے ہوئے جہری حصہ میں جہری قرأت کرتے تھے۔ امام مالکؒ نے

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوٰۃ، باب ما یقرأ فیما یقضی ۲/۲۲۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوٰۃ التطوع و الامامۃ، الرجل تفوتہ بعض الصلوٰۃ مع الامام ۲/۲۲۲

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوٰۃ التطوع و الامامۃ، الرجل تفوتہ بعض الصلوٰۃ مع الامام ۲/۲۲۲

۳۔ السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰۃ، باب ما ادرک من صلوٰۃ الامام فھو اوّل صلوٰتہ ۲/۲۹۸

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوٰۃ التطوع و الامامۃ، الرجل تفوتہ بعض الصلوٰۃ مع الامام ۲/۲۲۲

۵۔ محمد بن محمد بن سفیان ابوطاہر الدباس، فقیہ۔ عراق میں اہل الرائے کے امام تھے۔ شام کے قاضی رہے۔ آپ نے مکہ میں وفات پائی۔ آپ عبیداللہ کرخی حنفی (م ۳۴۰ھ) کے ہم عصر تھے۔ ملاحظہ ہو الفوائد البہیۃ ص ۱۸۷

۶۔ بشر بن غیاث بن عبدالرحمن مریسی، معتزلی فقیہ اور متکلم۔ آپ کا سال وفات ۲۱۸ھ ہے۔ ملاحظہ ہو مرأۃ الجنان ۲/۸۱، شذرات الذہب ۲/۴۴

۷۔ بدائع الصنائع ۱/۲۴۷

۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوٰۃ التطوع و الامامۃ، من قال ما ادرکت مع الامام فاجعلہ آخر صلاتک ۲/۲۲۳

۹۔ ایضاً ۲/۲۲۳

۱۰۔ المدونۃ الکبریٰ ۱/۲۴۷

۱۱۔ ایضاً ۱/۲۴۷

حضرت ابن عمرؓ کا یہ قول بیان کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ اسی پر ہمارا حکم ہے کہ جو نماز رہ جائے اسے اسی طرح قضا کیا جائے جیسے وہ چھوٹی تھی(۱)۔

مسئلہ: حنبلی فقیہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں اگر امام کو حدث لاحق ہو جانے سے وضو ٹوٹ جائے تو وہ اپنی جگہ پر کسی کو کھڑا کرے جو لوگوں کو نماز مکمل کرائے(۲)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ کو خنجر مارا گیا تو آپ نے حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کا ہاتھ پکڑ کر انہیں اپنی جگہ پر کھڑا کیا جنہوں نے لوگوں کو نماز مکمل کرائی۔ یہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوا، کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی، پس یہ اجماع ہے (۳)۔

مسئلہ: امام شافعیؒ کے نزدیک کسی کے گھر میں اس کی اجازت کے بغیر امامت کرانا مکروہ ہے(۴)۔ وہ حضرت بن مسعودؓ کا قول نقل کرتے ہیں من السنة ان لا یؤمهم إلا صاحب البیت (۵)۔ یعنی یہ سنت میں سے ہے کہ صاحب بیت کے علاوہ کوئی شخص لوگوں کو امامت نہ کرائے۔ امام شافعیؒ یہ روایت بھی نقل کرتے ہیں کہ چند صحابہ کرامؓ ایک صحابی کے گھر میں تھے، نماز کا وقت ہوا، صاحب بیت نے ایک صحابی کو آگے کیا تو اس نے کہا آپ آگے بڑھیں کیوں کہ آپ اپنے گھر میں امامت کے زیادہ حق دار ہیں۔ پھر صاحب بیت آگے بڑھے(۶)۔

نمازِ جمعہ

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک جمعہ کے روز غسل کرنا حسن ہے، واجب نہیں ہے(۷)۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہمارے نزدیک جمعہ کا غسل اختیاری ہے(۸)۔ حنابلہ کے بقول جمعہ کے دن غسل کر کے آنا مستحب ہے(۹)۔ جمہور فقہاء نے حضرت عمرؓ کا ایک واقعہ تائیدی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہے کہ حضرت عمرؓ لوگوں کو خطبہ جمعہ دے رہے تھے کہ حضرت عثمانؓ داخل ہوئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا ان لوگوں کا کیا حال ہوگا جو اذان کے بعد دیر کرتے ہیں۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا اے امیر المومنین! جب میں نے اذان سنی تو اور کچھ نہیں کیا سوائے اس کے کہ وضو کیا اور آ گیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا والوضوء ایضا الم تسمعوا

۱۔ المدونة الكبرى ۱/۱۸۷
۲۔ المغنی ۳/۵۰۷
۳۔ ایضاً ۳/۵۰۷
۴۔ الأم ۱/۱۸۳
۵۔ ایضاً ۱/۱۸۳
۶۔ ایضاً ۱/۱۸۳
۷۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۱/۲۷۹
۸۔ الأم ۱/۵۳
۹۔ المغنی ۳/۲۲۳

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم یقول اذا جاء احدکم إلی الجمعۃ فلیغتسل (۱)۔ یعنی صرف وضو؟ کیا تم نے نہیں سنا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ جب تم میں سے کوئی جمعہ کے لیے آئے تو اسے چاہیے کہ غسل کرے۔

یہ واقعہ جم غفیر کے سامنے پیش آیا۔ سب نے جانا کہ حضرت عثمانؓ نے جمعہ کے روز ترک غسل کیا ہے لیکن انہوں نے حضرت عثمانؓ کو یہ حکم نہیں دیا کہ وہ لوٹ جائیں اور غسل کریں۔ اگر جمعہ کا غسل واجب ہوتا تو حضرت عثمانؓ اسے ترک نہ فرماتے اور صحابہؓ حضرت عثمان کو لوٹ جانے کا حکم دینے سے رُکے نہ رہتے(۲)۔

مسئلہ: محی الدین نوویؒ شافعی فرماتے ہیں: ہمارے اصحاب نے کہا ہے کہ جو شخص امام کے ساتھ نماز جمعہ میں بوجہ رش زمین پر سجدہ نہ کر سکے تو اگر ممکن ہو تو وہ کسی کی پشت یا ٹانگ یا اس کے جسم کے کسی عضو پر سجدہ کرلے(۳)۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ کا یہ قول ہے اذا لم یقدر احد کم علی السجود یوم الجمعۃ فلیسجد علی ظہر اخیہ (۴)۔ یعنی جب تم میں سے کوئی شخص جمعہ کے روز سجدہ نہ کر سکے تو وہ اپنے بھائی کی پشت پر سجدہ کرے۔

سجدۂ تلاوت

مسئلہ: حضرت عمرؓ نے جمعہ کے روز منبر پر آیت سجدہ تلاوت فرمائی، پھر وہ منبر سے نیچے اترے، پھر سب نے سجدہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے اگلے جمعہ پھر آیت سجدہ تلاوت فرمائی۔ سب لوگ سجدہ کی تیاری کرنے لگے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا: علی رسلکم ان اللہ لم یکتبھا علیکم إلا ان نشاء۔ یعنی اپنے حال پر رہو، اللہ تعالیٰ نے یہ سجدہ تم پر فرض نہیں کیا سوائے اس کے کہ یہ ہماری مرضی پر منحصر ہے۔ پھر حضرت عمرؓ نے سجدہ نہیں کیا اور لوگوں کو بھی سجدہ کرنے سے منع کیا(۵)۔ امام محمدؒ فرماتے ہیں: ہمارا عمل حضرت عمرؓ کے پہلے فعل پر ہے اور یہ ہمیں زیادہ پسندیدہ ہے بہ نسبت اس کے کہ سجود کو ترک کیا جائے۔ حضرت عمرؓ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کا آخری فعل پہلے فعل کو منسوخ کرتا ہے بلکہ انہوں نے ہر ایک کو جائز سمجھا۔ پس سجدہ کرنا اسے ترک کرنے سے افضل ہے(۱)۔

۱۔ صحیح مسلم، کتاب الجمعۃ ۲/۷۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الجمعۃ، باب فضل الغسل یوم الجمعۃ ۱/۲۰۱ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۲۸۱-۲۸۲ الأم ۱/۵۳-۵۴ المجموع شرح المہذب ۴/۵۳۵۔ عبدالرزاق، المصنف کتاب الجمعۃ، باب الغسل یوم الجمعۃ والطیب والسواک ۳/۱۹۴ السنن الکبری، کتاب الجمعۃ، باب ما یستدل بہ علی ان غسل یوم الجمعۃ علی الاختیار ۳/۱۸۹

۲۔ المجموع شرح المہذب ۴/۵۳۵۔ مزید ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۲۸۲

۳۔ المجموع شرح المہذب ۴/۵۴۳

۴۔ ابن ابی شیبہ، کتاب الصلوۃ، فی الرجل یسجد علی ظہر الرجل ۱/۲۹۶-۲۹۷۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب الجمعۃ، باب الرجل یسجد علی ظہر من بین یدیہ فی الزحام ۳/۱۸۳

۵۔ کتاب الحجۃ علی أہل المدینۃ ۱/۲۸۷-۲۸۸۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، ابواب ما جاء فی سجود القرآن و سنتھا، باب من رای ان اللہ عزوجل لم یوجب السجود ۲/۴۷ الموطا، کتاب القرآن، باب ما جاء فی سجود القرآن ص ۸۲،

۶۔ کتاب الحجۃ علی أہل المدینۃ ۱/۲۸۸

اہلِ مدینہ کا عمل حضرت عمرؓ کے آخری فعل پر ہے(۱)۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہمارا اس پر عمل نہیں کہ امام اگر منبر پر سجدہ آیت تلاوت کرے تو وہ منبر سے نیچے اترے اور سجدہ کرے(۲)۔ ابن عبدالبرؒ مالکی فرماتے ہیں کہ امام مالکؒ کا قول اس پر محمول کیا جا سکتا ہے کہ ان کی مراد سجدہ کرنے کے لیے منبر سے نیچے اترنا ہے، کیوں کہ حضرت عمرؓ نے یک صورت میں ایک مرتبہ سجدہ کیا اور ایک مرتبہ نہیں کیا(۳)۔

مسئلہ: حنبلی فقیہ ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ جس نے آیت سجدہ کو بلا ارادہ سماع سنا تو اس کے لیے سجدۂ تلاوت مستحب نہیں۔ اس پر حضرت عثمانؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت عمران بن الحصینؓ کے آثار ہیں(۴)۔ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا انما السجدة علی من جلس لها(۵)۔ یعنی سجدہ اس پر ہے جو آیت سجدہ سننے کے لیے مجلس میں بیٹھا۔ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ ایک قصہ گو کے پاس سے گزرے۔ اس نے آیت سجدہ تلاوت کی تاکہ حضرت عثمانؓ اس کے ساتھ سجدہ کریں۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے سجدہ نہ کیا اور فرمایا انما السجدة علی من استمع(۶)۔ یعنی سجدہ اس پر ہے جو آیت سجدہ دھیان اور توجہ سے سنتا ہے۔

مریض کی نماز

مسئلہ: حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا اذا لم یستطع المریض السجود أومأ برأسه إیماءً ولم یرفع الی جبهته شیئاً(۷)۔ یعنی اگر مریض سجدہ کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو سر سے اشارہ کرے لیکن کوئی چیز اپنی پیشانی کی طرف اونچی نہ کرے۔ ابن عبدالبرؒ کے مطابق سلف وخلف کے اکثر اہل علم کا عمل حضرت ابن عمرؓ کے اس قول پر ہے(۸)۔

مسئلہ: احناف کے نزدیک اگر مریض ایک دن اور ایک رات یا اس سے کم عرصہ بے ہوش رہا، پھر ٹھیک ہو گیا تو وہ فوت شدہ نمازوں کی قضا کرے گا۔ لیکن اگر وہ اس سے زیادہ عرصہ بے ہوش رہا تو اس پر فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے(۹)۔ وہ حضرت ابن عمرؓ کا اثر پیش کرتے ہیں کہ آپ نے ایسے شخص کے بارے میں جو ایک دن

۱۔ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۱/۲۸۸

۲۔ الاستذکار ۲/۵۰۸

۳۔ ایضاً ۲/۵۰۸

۴۔ المغنی ۲/۳۶۶

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الصلوٰة، من قال السجدة علی من جلس لها ومن سمعها ۱/۳۵۶

۶۔ المغنی ۲/۳۶۷

۷۔ الموطا، کتاب الصلوٰة، باب العمل فی جامع الصلوٰة ص ۱۵۳۔ مزید دیکھو عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوٰة باب صلوٰة المریض ۲/۴۷۵ السنن الکبریٰ، کتاب الصلوٰة، باب الایماء بالرکوع والسجود اذا عجز عنهما ۲/۳۰۶ المدونة الکبریٰ ۱/۱۷۴

۸۔ الاستذکار ۲/۲۳۵

۹۔ کتاب الأصل ۱/۲۲۱، کتاب الحجة علی اهل المدینة ۱/۱۵۳-۱۵۵

اور ایک رات بے ہوش رہا، فرمایا وہ نمازوں کی قضا کرے گا(۱)۔ حضرت ابن عمرؓ تین دن بے ہوش رہے اور انہوں نے نمازوں کی قضا نہیں کی(۲)۔ حضرت عمار بن یاسرؓ پر ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کے اوقات میں بے ہوشی طاری رہی، پھر آدھی رات کو وہ ٹھیک ہو گئے تو آپ نے ظہر، عصر، مغرب اور عشاء کی نمازیں ادا فرمائیں(۳)۔ ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ ایک ماہ بے ہوش رہے آپ نے فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں کی اور اس دن کی نمازیں ادا کیں جس میں وہ ٹھیک ہوئے(۴)۔ امام محمدؒ حنفی کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عمارؓ کا قول لیا ہے(۵)۔

ابن عبدالبرؒ کہتے ہیں کہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور ان کے اصحاب اغماء کے مسئلہ میں حضرت ابن عمرؓ کے مذہب پر ہیں کہ بے ہوشی میں ان فوت شدہ نمازوں کی قضا نہیں ہے جن کا وقت ختم ہو چکا ہو(۶)۔ نافعؒ کی روایت ہے کہ حضرت ابن عمرؓ بے ہوش ہو گئے پھر انہوں نے نماز کی قضا نہیں پڑھی(۷)۔ امام مالکؒ نے فرمایا ہمارے خیال میں - اللہ بہتر جانتا ہے - نماز کا وقت جا تا رہا ہوگا کیوں کہ جو شخص نماز کے وقت میں ٹھیک ہو جائے تو وہ نماز پڑھے گا(۸)۔

علامہ خرقیؒ حنبلی کے مطابق صحت مندی کے بعد بے ہوشی میں فوت شدہ تمام نمازوں کی قضا ہے۔ مغمی علیہ شخص پر سوئے ہوئے شخص کے حکم کا اطلاق ہوگا۔ وہ تمام واجبات جن کی قضا سوئے ہوئے شخص پر لازم ہے، اس کی قضا بے ہوش شخص پر سے ساقط نہیں ہوگی، جیسے نماز اور روزہ (۹)۔ ابن قدامہؒ حنبلی کہتے ہیں ہماری دلیل یہ ہے کہ حضرت عمارؓ کئی دن بے ہوش رہے اور انہوں نے کوئی نماز نہیں پڑھی۔ وہ تین دن بعد ہوش میں آئے۔ انہیں کہا گیا کیا آپ نے نماز پڑھی ہے؟ حضرت عمارؓ نے فرمایا میں نے تین دن سے نماز نہیں پڑھی اور فرمایا مجھے وضو کے لیے پانی دو۔ انہوں نے وضو کیا اور پھر اس رات نماز ادا کی(۱۰)۔

۱۔ کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ ۱/۱۵۵

۲۔ السنن الکبری، کتاب الصلوۃ، باب المغمی علیہ یفیق بعد ذھاب الوقتین فلا یکون علیہ قضاؤھما ۳۸۷ کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ ۱/۱۵۹

۳۔ کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ ۱/۱۵۹۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ و صلوۃ المغمی علیہ ۲/۴۷۹-۴۸۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع و الإمامۃ ما یعید المغمی علیہ من الصلوۃ ۲/۱۷۰۔ السنن الکبری، باب المغمی علیہ یفیق بعد ذھاب الوقتین فلا یکون علیہ قضاؤھما ۱/۳۸۷

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب صلوۃ المریض علی الدابۃ و صلوۃ المغمی علیہ ۲/۴۷۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع و الإمامۃ، ما یعید المغمی علیہ من الصلوۃ ۲/۱۷۱

۵۔ کتاب الحجۃ علی أھل المدینۃ ۱/۱۵۹

۶۔ الإستذکار ۱/۷۱

۷۔ الموطا، کتاب وقوت الصلوۃ، باب جامع الوقوت ص ۲۳

۸۔ الإستذکار ۱/۷۱

۹۔ المغنی ۲/۵۱

۱۰۔ ایضاً ۲/۵۱

مسئلہ: حنفی فقیہ مرغینانیؒ (۱) نے لکھا ہے کہ جس کے پاس کپڑے نہ ہوں اور برہنہ بدن ہو تو وہ بیٹھ کر نماز ادا کرے اور رکوع وسجود اشارے سے کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے اسی طرح کیا تھا(۲)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ جب سمندر سے باہر (برہنہ) نکلے تو انہوں نے بیٹھ کر اشارے سے نماز ادا کی، میں نے اس حدیث کو نہیں پایا(۳)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے الذی یصلی فی السفینة والذی یصلی عریانا یصلی جالسا(۴)۔ یعنی جو کشتی میں نماز پڑھے اور جو برہنہ نماز ادا کرے تو وہ بیٹھ کر پڑھے۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کے اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے(۵)۔ میمون بن مہرانؒ سے مروی ہے کہ حضرت علیؓ سے برہنہ شخص کی نماز سے متعلق پوچھا گیا، آپ نے فرمایا ان کان حیث یراہ الناس صلی جالسا، وان کان حیث لا یراہ الناس صلی قائما(۶)۔ یعنی اگر لوگ اسے دیکھ رہے ہوں تو وہ بیٹھ کر نماز پڑھے اور اگر لوگ اسے نہ دیکھ رہے ہوں تو کھڑا ہو کر نماز ادا کرے۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے اس اثر کے اسناد کو ضعیف لکھا ہے(۷)۔

مسئلہ: ابن قدامہؒ حنبلی نے لکھا ہے کہ جو شخص دوران نماز منہ سے دو حروف کے برابر پھونک مارے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی کیوں کہ یہ کلام ہے۔ اگر پھونک دو حروف کے برابر نہ ہو تو نماز فاسد نہیں ہوتی(۸)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے میرے نزدیک پھونک بمنزلۂ کلام ہے، اور یہ بھی فرمایا کہ اس سے نماز فاسد ہو جائے گی(۹)، کیوں کہ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے من نفخ فی الصلوة فقد تکلم(۱۰)۔ یعنی جس نے نماز میں پھونکا، اس نے کلام کیا۔ آپ ہی کا ایک اور قول ہے النفخ فی الصلوة بمنزلة الکلام(۱۱)۔ یعنی نماز میں پھونک مارنا بمنزلۂ کلام ہے، اور فرمایا النفخ فی الصلوة کلام یقطع الصلوة (۱۲)۔ یعنی نماز میں پھونک مارنا کلام ہے جس سے نماز ٹوٹ جاتی

۱۔ برہان الدین علی بن ابی بکر بن عبدالجلیل فرغانی مرغینانی، حنفی فقیہ، محدث، مفسر، متقن، محقق، اصولی، زاہد، ادیب اور شاعر۔ آپ ۵۹۳ھ میں فوت ہوئے۔
ملاحظہ ہو: الفوائد البہیة ص ۱۴۱۔ الفکر السامی ۲/۲۱۰

۲۔ الہدایة ۱/۹۳

۳۔ الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة ۱/۱۲۳

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوة، باب صلوة العریان ۲/۵۸۳

۵۔ الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة ۱/۱۲۳

۶۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوة، باب صلوة العریان ۲/۵۸۳

۷۔ الدرایة فی تخریج احادیث الہدایة ۱/۱۲۳

۸۔ المغنی ۲/۲۵۱

۹۔ ایضا ۲/۲۵۱

۱۰۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوة، باب النفخ فی الصلوة ۲/۱۸۹۔ مزید دیکھو ابن ابی شیبہ، المصنف کتاب صلوة التطوع و الإمامة، فی النفخ فی الصلوة ۲/۱۶۶

۱۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوة، باب النفخ فی الصلوة ۲/۱۸۹

۱۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوة التطوع والإمامة، فی النفخ فی الصلوة ۲/۱۶۶

ہے۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بھی قول ہے النفخ فی الصلوۃ کلام (۱)۔ یعنی نماز میں پھونک کلام ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ نماز میں پھونکنے کو مکروہ جانتے ہیں، اس سے نماز ختم نہیں ہوگی کیوں کہ یہ کلام نہیں ہے(۲)۔ آپ کے اس قول کی یہ تاویل کی گئی ہے کہ پھونک سے نماز اس وقت ٹوٹے گی جب وہ دو حروف کے برابر ہو، یہاں امام احمدؒ نے اسے کلام قرار دیا ہے ورنہ دو حروف سے کم کلام نہیں ہوتا۔ جس جگہ امام احمدؒ نے فرمایا ہے کہ اس سے نماز نہیں ٹوٹے گی، یہ اس وقت ہے جب پھونک دو حروف کے برابر نہ ہو(۳)۔

مسئلہ: حنبلی فقیہ ابن قدامہؒ نے بیان کیا ہے کہ غروب آفتاب سے قبل حائضہ پاک ہو جائے، کافر مسلمان ہو جائے اور بچہ بالغ ہو جائے تو وہ سب ظہر اور پھر عصر کی نماز ادا کریں گے۔ اگر طلوع فجر سے قبل حائضہ پاک ہو جائے، کافر مسلمان ہو جائے اور بچہ بالغ ہو جائے تو وہ مغرب اور عشاء کی نمازیں پڑھیں گے(۴)۔ ابن قدامہؒ نے بطور دلیل حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ(۵) اور حضرت ابن عباسؓ(۶) کے اقوال نقل کیے ہیں جو انہوں نے حیض سے پاک ہونے والی عورت کی نمازوں کے بارے میں کہے ہیں(۷)۔

مسئلہ: مالکی فقیہ ابن رشدؒ نے گرجا میں نماز ادا کرنے سے متعلق فقہاء کا اختلاف لکھا ہے۔ ایک گروہ نے اسے مکروہ سمجھا ہے، بعض نے اسے جائز قرار دیا ہے اور بعض فقہاء نے فرق کیا ہے کہ آیا ان میں مجسمے ہیں یا نہیں ہیں۔ یہ حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے، کیوں کہ حضرت عمرؓ نے فرمایا لا ندخل کنائسھم من اجل التماثیل (۸)۔ یعنی ان کی عبادت گاہوں میں داخل نہ ہو کیوں کہ ان میں مجسمے ہوتے ہیں۔ حضرت ابن عباس کنیساؤں میں اگر مجسمے ہوں تو وہاں نماز پڑھنا مکروہ قرار دیتے تھے(۹)، کیوں کہ حضرت عمرؓ جب ملک شام گئے تھے تو وہاں مسیحیوں کے علماء میں سے ایک نے حضرت عمرؓ کے لیے کھانا تیار کیا اور آپ کو دعوت طعام دی تو حضرت عمرؓ نے فرمایا انا لا ندخل کنائسکم من الصور التی فیھا یعنی التماثیل(۱۰)۔ یعنی ہم تمہارے کنیساؤں میں داخل نہیں ہوں گے کیوں کہ ان میں مجسمے موجود ہیں۔

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب النفخ فی الصلوۃ ۱۸۹/۲

۲۔ المغنی ۳۵۲/۲

۳۔ ایضا ۳۵۲/۲

۴۔ ایضا ۳۶/۲

۵۔ السنن الکبری، کتاب الصلوۃ، باب قضاء الظهر والعصر بادراک وقت العصر و قضاء المغرب والعشاء با دراک وقت العشاء ۳۸۶/۱

۶۔ ایضا ۳۸۶/۱

۷۔ المغنی ۳۶/۲۔۳۷

۸۔ بدایۃ المجتهد ۱۹۳/۲

۹۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی البیعۃ ۴۱۱/۱۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الصلوۃ، الصلوۃ فی الکنائس والبیع ۵۲۸/۱

۱۰۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ فی البیعۃ ۴۱۱/۱

مسافرکی نماز

مسئلہ: احناف نے لکھا ہے کہ شہر کی آبادی سے نکلنے کے بعد مسافر نماز قصر ادا کرے گا۔ کوئی شخص محض نیت اور ارادہ سے مسافر نہیں ہو جاتا، جب تک کہ وہ نیت کر کے شہر کی آبادی سے باہر نہ نکل جائے۔ جس طرح اقامت شہر میں داخل ہونے سے تعلق رکھتی ہے، اسی طرح سفر شہر سے باہر نکلنے سے شروع ہوتا ہے(۱)۔ اس مسئلہ میں احناف نے حضرت علیؓ کا یہ اثر بیان کیا ہے کہ آپ ایک مرتبہ کوفہ جانے کے لیے بصرہ سے باہر نکلے(۲)۔ آپ نے نماز ظہر کی چار رکعات ادا فرمائیں۔ پھر آپ نے ایک جھونپڑی دیکھی تو فرمایا لو جاوزنا الخص صلینا رکعتین(۳)۔ یعنی اگر ہم اس جھونپڑی سے آگے چلے جاتے تو دو رکعات ادا کرتے۔

مسئلہ: احناف کے نزدیک کم از کم مدت اقامت پندرہ ایام ہے۔ اگر مسافر شہر میں داخل ہو کر وہاں کم از کم پندرہ ایام قیام کا ارادہ کر لے تو وہ پوری نماز ادا کرے گا اور قصر نہیں کرے گا(۴)۔ احناف اپنے موقف کی تائید میں حضرت ابن عمرؓ کا اثر پیش کرتے ہیں کہ جب وہ پندرہ دن قیام کا ارادہ کر لیتے تو چار رکعات نماز ادا فرماتے(۵)۔ احناف کے مطابق یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں صرف عقل و قیاس سے نہیں کہا جا سکتا، کیوں کہ اس کا تعلق مقدار سے ہے اور مقدار کے بارے میں کوئی شخص اپنی طرف سے یقین کے ساتھ کچھ نہیں کہہ سکتا۔ بہ ظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ صحابی نے یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سن ہوگا(۶)۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ اقامت اس جگہ ہوگی جو عام طور پر ٹھہرنے اور قیام کرنے کے لیے موزوں ہو۔ مثلاً شہر، دیہات اور بستیاں وغیرہ، جب کہ جنگلات، جزیرے جہاں انسانی آبادی نہ ہو اور کشتی وغیرہ اقامت کے لیے موزوں جگہیں نہیں ہیں۔ لہٰذا ان مقامات پر پندرہ روز قیام کی نیت سے کوئی شخص مقیم نہیں بنے گا، خواہ وہاں خیمے وغیرہ نصب کر کے ٹھہرے ہوئے ہوں۔ اسی طرح جو لشکر دارالحرب میں داخل ہو اور وہاں جنگل میں خیمہ زن ہو کر پندرہ دن قیام کی نیت کر لے یا لشکر دشمن کے شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد وہاں پندرہ روز ٹھہرنے کی نیت کر لے تو یہ اقامت درست نہیں، وہ بدستور نماز قصر کرتے رہیں گے۔ حنفی فقیہ کاسانیؒ لکھتے ہیں ہمارا استدلال یہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے ایک شخص نے پوچھا کہ وہ ارض حرب میں طویل عرصہ تک ٹھہرے رہتے ہیں، تو آپ نے فرمایا

۱۔ الفتاویٰ الهندية ۱/۱۳۷، بدائع الصنائع ۱/۹۳

۲۔ عبدالرزاق نے "المصنف" میں لکھا ہے کہ حضرت علیؓ بصرہ جانے کے لیے نکلے تھے۔ ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب المسافر متی یقصر اذا خرج مسافراً ۲/۵۲۹

۳۔ بدائع الصنائع ۱/۹۳۔ مزید ملاحظہ ہو الهندية ۱/۱۳۷۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الصلوۃ، باب المسافر متی یقصر اذا خرج مسافراً ۲/۵۲۹

۴۔ بدائع الصنائع ۱/۹۷

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوۃ التطوع والإمامة، من قال اذا اجمع علی اقامة خمس عشرة اتم ۲/۴۴۳

۶۔ بدائع الصنائع ۱/۹۷

صل رکعتین حتی ترجع الی اهلک(۱)۔ یعنی جب تک تم اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ نہ آؤ، دو رکعت نماز پڑھتے رہو۔

ابن ابی شیبہؒ(۲) نے واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک شخص نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ ہم بسلسلہ لڑائی خراسان میں طویل قیام کرتے ہیں۔ آپ کی کیا رائے ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا صل رکعتین و ان اقمت عشر سنین(۳)۔ یعنی دو رکعت نماز پڑھو اگرچہ دس سال ٹھہرے رہو۔

نماز عید

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ کا مسلک ہے کہ عید الفطر اور عید الاضحٰی دونوں میں کل نو تکبیرات ہیں۔ امام پہلی رکعت میں چار تکبیرات کہے گا، پھر قراءت کرے گا اور تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے گا۔ پھر دوسری رکعت میں قراءت کے بعد چار تکبیرات کہے گا اور چوتھی تکبیر کے بعد رکوع میں جائے گا۔ امام محمدؒ نے لکھا ہے کہ یہ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے(۴)۔ امام مالکؒ(۵)، امام شافعیؒ(۶) اور حنابلہ(۷) کے نزدیک پہلی رکعت میں سات تکبیرات اور دوسری رکعت میں پانچ تکبیرات ہیں جو دونوں رکعتوں میں قراءت سے قبل پڑھی جائیں گی۔ جمہور نے حضرت ابو ہریرةؓ(۸) اور حضرت علیؓ(۹) کے اقوال پر عمل کیا ہے۔ امام محمد شیبانیؒ حنفی کہتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرةؓ کے قول کی نسبت حضرت ابن مسعودؓ کا قول زیادہ حق دار ہے کہ اسے لیا جائے(۱۰)۔

مسئلہ: ابن قدامہؒ حنبلی لکھتے ہیں کہ جس کی نماز عید فوت ہو جائے تو اس پر قضا لازم نہیں ہے۔ البتہ اگر وہ اس کی قضا پڑھنا چاہے تو اسے اختیار ہے۔ وہ چاہے تو چار رکعات ایک سلام کے ساتھ پڑھے یا دو سلام کے ساتھ پڑھے(۱۱)۔ وہ اس کی تائید میں حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ کا قول پیش کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا من فاته العید

۱۔ بدائع الصنائع ۹۸/۱

۲۔ ابوبکر عبداللہ بن محمد بن ابی شیبہ ابراہیم بن عثمان، کوفی، مولا، محدث، صاحب المسند و الاحکام والتفسیر۔ آپ ۲۳۵ھ کو بغداد میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو تذکرۃ الحفاظ ۴۳۲/۲، مرآۃ الجنان ۱۰۶/۲

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوٰۃ التطوع و الإمامة، فی المسافر يطيل المقام فی المصر ۳۳۱/۱

۴۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۲۹۸/۱

۵۔ الإستذکار ۳۹۳/۲-۳۹۵، المدونة الکبریٰ ۲۳۶/۱

۶۔ الأم ۲۷۰/۱

۷۔ المغنی ۲۷۱/۳

۸۔ الإستذکار ۳۹۳/۲، المدونة الکبریٰ ۲۳۷/۱

۹۔ الأم ۲۷۰/۱

۱۰۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۲۹۹/۱

۱۱۔ المغنی ۲۸۴/۳

فلیصل اربعا و من فاتته الجمعة فلیصل اربعا(۱)۔ یعنی جس شخص کی نمازِ عید فوت ہو جائے تو وہ چار رکعات پڑھے اور جس کی نماز جمعہ فوت ہو جائے تو وہ چار رکعات ادا کرے۔ ابن قدامہؒ نے اس ضمن میں حضرت علیؓ کا ایک ایسا قول بھی پیش کیا ہے(۲)۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ کا یہ مسلک ہے کہ عید الاضحیٰ کی تکبیرات عرفہ کے دن نمازِ فجر سے شروع کر کے یومِ نحر کو نمازِ عصر تک پڑھی جائیں گی۔ امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے مطابق یہ تکبیرات یوم عرفہ کو نمازِ فجر سے شروع کر کے ایامِ تشریق کے آخری دن نمازِ عصر تک پڑھی جائیں گی۔ امام ابوحنیفہؒ نے حضرت ابن مسعودؓ اور صاحبین نے حضرت علیؓ کا اثر لیا ہے(۳)۔ حضرت علیؓ عرفہ کے دن نمازِ فجر سے ایامِ تشریق کی آخری نماز عصر کے بعد تک تکبیر کہتے تھے(۴)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ایامِ تشریق کی تکبیر کے بارے میں فرمایا من دبر صلوة الفجر یوم عرفة إلی دبر صلوة العصر من یوم النحر (۵)۔ یعنی عرفہ کے دن نمازِ فجر کے بعد سے لے کر یومِ نحر (یعنی قربانی کے آخری دن) نمازِ عصر کے بعد تک تکبیر کہی جائے گی۔

امام مالکؒ نے فرمایا ہمارے نزدیک حکم یہ ہے کہ ایامِ تشریق میں تکبیر نمازوں کے بعد کہی جائے۔ اسے یوم نحر کو نمازِ فجر کے بعد شروع کیا جائے، امام تکبیر کہے اور لوگ اس کے ساتھ تکبیر کہیں اور اسے ایام تشریق کے آخری دن نماز ظہر کے بعد ختم کیا جائے(۶)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ عرفہ والے دن نمازِ فجر سے تکبیر شروع کرتے تھے اور ایام تشریق کے آخری دن ظہر کی نماز تک تکبیر کہتے تھے(۷)۔

نماز جنازہ

مسئلہ: احناف کا مسلک ہے کہ اگر جسم کا کوئی عضو مثلاً ایک ہاتھ یا ایک پاؤں مل جائے تو اسے غسل نہ دیا جائے، لیکن اگر جسم کا بیشتر حصہ مل جائے تو اسے غسل دیا جائے۔ احناف کی دلیل اثرِ صحابی ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لا یصلی علی عضو (۸)۔ یعنی انسان کے عضو پر نماز نہ پڑھی جائے۔ یہ اثر اس

۱۔ المغنی ۳/۲۸۳۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب العیدین، باب من صلاھا غیر متوضی، و من فاته العیدان ۳/۳۰۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب صلوة العیدین، الرجل یفوته الصلوة فی العید کم یصلی ۲/۸۸

۲۔ المغنی ۳/۲۸۳۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب صلوة العیدین، باب الامام یأمر ان یصلی بضعفة الناس فی المسجد ۳/۳۱۰

۳۔ کتاب الاصل ۱/۳۸۲-۳۸۵۔ محمد، کتاب الآثار ص ۴۲۔ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۱/۳۰۸۔ الهدایة ۱/۸۵

۴۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۶۰۔ محمد، کتاب الآثار ص ۴۲

۵۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۶۰۔ الاستذکار ۲/۳۲۸

۶۔ الاستذکار ۲/۳۲۷

۷۔ ایضاً ۲/۳۲۷

۸۔ بدائع الصنائع ۱/۳۰۲

بات کی دلیل بھی ہے کہ عضو کو غسل بھی نہ دیا جائے کیوں کہ غسل نمازِ جنازہ کے لیے دیا جاتا ہے(۱)۔

شوافع کے نزدیک میت کے عضو کو غسل دیا جائے گا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی(۲)۔ امام احمد بن حنبلؒ کا بھی یہی قول ہے(۳)۔

ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن عمرؓ نے ملک شام میں ہڈیوں پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی(۴)۔ حضرت عمرؓ سے بھی یہ منقول ہے(۵)۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے شام میں سروں پر نمازِ جنازہ پڑھی تھی(۶)۔ جنگ جمل (۳۶ھ) میں پرندے نے ایک ہاتھ لا کر مکہ مکرمہ میں پھینک دیا تھا تو اہلِ مکہ نے اسے انگوٹھی سے پہچانا، اسے غسل دیا اور اس پر نمازِ جنازہ پڑھی(۷)۔ کہا جاتا ہے کہ یہ حضرت طلحہؓ یا حضرت عبدالرحمن بن عتاب بن اسیدؓ(۸) کا ہاتھ تھا(۹)۔

مسئلہ: کیا خاوند فوت شدہ بیوی کو غسل دے سکتا ہے؟ امام ابوحنیفہؒ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں ہے(۱۰)۔ حنفی فقہاء اپنے موقف کی تائید میں دیگر عقلی دلائل کے علاوہ حضرت عمرؓ کا ایک قول بھی پیش کرتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کی وفات پر فرمایا:

نحن کنا احق بها اذا کانت حیة، فاما اذا ماتت فانتم احق بها(۱۱)

یعنی جب وہ زندہ تھی تو ہم اس کے زیادہ حق دار تھے اور جب وہ

فوت ہوگئی تو اب تم اس کے زیادہ حق دار ہو۔

امام محمدؒ کہتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیوی کے فوت ہونے کے بعد اس پر اپنا کوئی حق نہیں رکھا۔ اسی طرح ہم کہتے ہیں کہ خاوند اپنی بیوی کو غسل نہیں دے سکتا اور نہ اس پر نمازِ جنازہ پڑھ سکتا ہے(۱۲)۔

۱۔ بدائع الصنائع ۳۰۲/۱

۲۔ المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵

۳۔ المغنی ۴۸۰/۳، المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵

۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، فی الصلوة علی العظام و علی الرؤوس ۲۳۵/۳ المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵

۵۔ المغنی ۴۸۰/۳

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز، فی الصلوة علی العظام و علی الرؤوس ۲۳۵/۳ المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵ المغنی ۴۸۰/۳

۷۔ السنن الکبری، کتاب الجنائز، باب ما ورد فی غسل بعض الاعضاء ۱۸/۴ المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵ بدائع الصنائع ۳۰۲/۱

۸۔ عبدالرحمن بن عتاب بن اسید بن ابی العیص قرشی، اموی۔ آپ نے جنگ جمل (۳۶ھ) میں حضرت عائشہؓ کا ساتھ دیا۔ آپ جنگ جمل کے دوران بصرہ میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو: الاصابة ۲۱۹/۷، اسد الغابة ۳۶۷/۳

۹۔ بدائع الصنائع ۳۰۲/۱، المجموع شرح المهذب ۲۵۳/۵، اسد الغابة ۳۶۸/۳

۱۰۔ محمد، کتاب الآثار ص ۴۷

۱۱۔ کتاب الأصل ۷۳/۲، محمد، کتاب الآثار ص ۴۷

۱۲۔ کتاب الأصل ۷۳/۲

امام مالکؒ(۱)، امام شافعیؒ(۲) اور امام احمد بن حنبلؒ(۳) کے نزدیک خاوند کا اپنی بیوی کو غسل دینا جائز ہے۔ حنبلی فقیہ خرقیؒ کا موقف ہے کہ اگر ناگزیر ہو تو خاوند کا اپنی بیوی کے غسل دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اگر خاوند کے علاوہ کوئی اور غسل دینے والا موجود ہو تو پھر خاوند کے لیے ایسا کرنا مکروہ ہے(۴)۔

جمہور نے آثارِ صحابہؓ سے استدلال کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے حضرت فاطمہؓ کو غسل دیا تھا(۵)۔ حضرت ابن مسعودؓ نے اپنی بیوی کو غسل دیا تھا(۶)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے احق الناس بغسل المراۃ و الصلوۃ علیھا زوجھا(۷)۔ لوگوں میں سب سے زیادہ حق دار شوہر ہے کہ وہ اپنی بیوی کو غسل دے اور اس پر نماز جنازہ پڑھائے۔

مسئلہ: حنبلی فقیہ خرقیؒ نے لکھا ہے کہ نماز جنازہ پڑھانے کا سب سے زیادہ حق دار وہ ہے جس کے لیے مرنے والے نے وصیت کی ہو(۸)۔ ابن قدامہؒ حنبلی کہتے ہیں کہ اس پر اجماع صحابہؓ ہے۔ حضرت ابوبکرؓ نے وصیت کی تھی کہ حضرت عمرؓ ان پر نماز جنازہ پڑھائیں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت صہیبؓ کے لیے، حضرت ام سلمہؓ نے حضرت سعید بن زیدؓ(۹) کے لیے، حضرت ابوبکرۃؓ نے حضرت ابو برزۃؓ(۱۰) کے لیے، حضرت عائشہؓ نے حضرت ابوہریرۃؓ کے لیے، حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت زبیرؓ(۱۱) کے لیے، اور حضرت ابو سریحہؓ(۱۲) نے حضرت زید بن ارقمؓ کے لیے وصیت کی تھی کہ وہ ان کی نماز جنازہ پڑھائیں۔ یہ تمام قضایا مشہور ہوئے، اور ان کی مخالفت ظاہر نہیں ہوئی۔ لہٰذا اس پر

۱۔ الاستذکار ۱۱/۳

۲۔ الأم ۲۶۱/۱

۳۔ المغنی ۳۶۱/۳

۴۔ ایضا ۳۶۱/۳-۳۶۲

۵۔ الأم ۳۰۲/۱ الاستذکار ۳/ ۱ المدونۃ الکبری ۲۶۰/۱ السنن الکبری، کتاب الجنائز، باب الرجل یغسل امرأتہ اذا ماتت ۳۹۶/۳۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الجنائز، باب المراۃ تغسل الرجل ۴۱۰/۳

۶۔ السنن الکبری، کتاب الجنائز، باب الرجل یغسل امرأتہ اذا ماتت ۳۹۷/۳

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الجنائز، باب المراۃ تغسل الرجل ۴۱۰/۳۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب الجنائز، باب الرجل یغسل امرأتہ اذا ماتت ۳۹۷/۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الجنائز فی الرجل یغسل امرأتہ ۲۵۰/۳

۸۔ المغنی ۴۰۵/۳

۹۔ حضرت سعید بن زید بن عمرو بن نفیل قرشی، حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی۔ حضرت عمرؓ سے قبل اسلام قبول کیا۔ ۵۰ھ یا ۵۱ھ کو فوت ہوئے اور مدینہ میں دفن ہوئے۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۱۸۸/۳، اسد الغابۃ ۴۷۶/۲ شذرات الذھب ۵۷/۱

۱۰۔ حضرت ابو برزۃ الاسلمی۔ آپ اور آپ کے والد کے ناموں میں اختلاف ہے۔ صحیح نام یہ کہا گیا ہے نضلہ بن عبید۔ آپ ۶۰ھ کو بصرہ میں فوت ہوئے۔ ایک قول کے مطابق آپ کا سال وفات ۶۴ھ ہے۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۳۵/۱۱ اسد الغابۃ ۲۸/۶

۱۱۔ حضرت زبیر بن العوام بن خویلد بن اسد۔ آپ کی والدہ حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب تھیں۔ آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ ہجرت حبشہ و مدینہ میں شریک تھے۔ آپ ۳۶ھ میں شہید ہوئے۔ ملاحظہ ہو اسد الغابۃ ۳۰۷/۲ الاصابۃ ۷/۴ الاستیعاب ۳۰۹/۳ المنتظم ۷۵/۵

۱۲۔ حضرت ابو سریحہ حذیفہ بن اسید بن خالد الغفاری۔ بیعت رضوان میں شریک تھے۔ کوفہ میں رہے۔ ۴۲ھ کو ارمینیہ میں وفات پائی۔ ملاحظہ ہو الاصابۃ ۲۲۳/۲، اسد الغابۃ ۱۳۲/۶، تاریخ الصحابۃ ص ۷۳

اجماع ثابت ہو گیا(۱)۔

مسئلہ: شوافع کا یہ مسلک ہے کہ اگر کسی شخص کی امام کے ساتھ نماز جنازہ فوت ہو جائے تو وہ میت کی قبر پر نماز جنازہ پڑھ لے(۲)۔ اس مسئلہ میں وہ حضرت علیؓ کا ایک اثر روایت کرتے ہیں(۳)۔ مزید یہ کہ حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ اور حضرت عائشہؓ کے بھی اس پر اقوال ہیں(۴)۔

مسئلہ: احناف کے مطابق باغیوں اور ڈاکوؤں پر نماز جنازہ نہیں پڑھی جائے گی۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ نے اہلِ نہروان کو غسل دیا اور نہ ان پر نماز جنازہ پڑھی۔ جب آپ سے پوچھا گیا کیا یہ لوگ کافر ہیں؟ آپ نے فرمایا اخواننا بغوا علینا فقتلناهم ببغيهم علينا(۵)۔ یعنی یہ ہمارے بھائی ہیں، انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے، جس کی وجہ سے ہم نے ان کے خلاف لڑائی کی ہے۔ اس واقعہ میں حضرت علیؓ نے یہ اشارہ دیا ہے کہ اہل نہروان کو غسل نہ دینا اور ان پر نماز جنازہ نہ پڑھنا ان کی تذلیل واہانت اور دوسروں کے لیے عبرت کے طور پر ہے۔ یہ واقعہ صحابہؓ کی موجودگی میں ہوا، کسی نے حضرت علیؓ کی مخالفت نہیں کی۔ لہٰذا یہ صحابہؓ کا اجماع سمجھا جائے گا(۶)۔

زکوٰۃ

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا صاحب نصاب پر قرض ہو تو بقدر اس قرض کے اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی، خواہ قرض کی ادائیگی فی الحال ہو یا فی المآل ہو(۷)۔ اس کی دلیل حضرت عثمانؓ کا رمضان المبارک میں دیا جانے والا خطبہ ہے یا ایها الناس انّ هذا شهر زكوتكم قد حضر فمن كان عليه دين فليقضه ثم ليزك ما بقي(۸)۔ یعنی اے لوگو! تمہاری زکوٰۃ کا یہ مہینہ آ گیا ہے۔ پس جس پر کوئی قرض ہے تو وہ اسے ادا کرے پھر باقی کی زکوٰۃ دے۔ حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں یہ خطبہ دیا اور کسی نے آپ کی مخالفت نہیں کی۔ پس صحابہؓ کا اس بات پر اجماع ہو گیا کہ جس قدر مال قرض میں گھرا ہو، اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے(۹)۔

۱۔ المغنی ۳/۲۰۵-۲۰۶

۲۔ المجموع شرح المهذب ۵/۲۴۹

۳۔ السنن الكبرى، كتاب الجنائز، باب الرجل تفوته الصلوة مع الإمام فليصليها بعده ۴۵،۴ المجموع شرح المهذب ۲۴۹/۵

۴۔ المجموع شرح المهذب ۲۴۹/۵

۵۔ البداية و النهاية ۲۸۹/۷، بدائع الصنائع ۳۱۲/۱

۶۔ بدائع الصنائع ۳۱۲/۱

۷۔ ایضاً ۶/۲

۸۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۰۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، كتاب الزكوة، باب لا زكوة إلا في فضل ۴ ۹۲-۹۳ الأم ۵۳،۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الزكوة، ما قالوا في الرجل يكون عليه الدين من قال لا يزكيه ۸۲/۳

۹۔ بدائع الصنائع ۶/۲

مسئلہ: احناف کے ہاں نابالغ اور یتیم پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے(۱)۔ انہوں نے اپنے موقف کی تائید میں اقوالِ صحابہؓ پیش کیے ہیں۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا لا تجب الزکوۃ علی الصبی حتی تجب علیہ الصلوۃ (۲)۔ یعنی بچے پر نماز فرض ہونے تک اس پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا لیس فی مال الیتیم زکوۃ(۳)۔ یعنی یتیم کے مال پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ ایسا ہی ایک قول حضرت ابن عباسؓ کا ہے(۴)۔

مالکیہ(۵) اور شافعیہ(۶) اور حنابلہ (۷) کے مطابق یتیم کے مال پر زکوٰۃ واجب ہے جس کی فرضیت کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے۔ یہ فقہاء بھی آثارِ صحابہؓ سے دلیل لیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اتجروا فی اموال الیتامی لا تاکلھا الزکوۃ(۸)۔ یعنی یتیموں کے اموال تجارت میں لگاؤ تا کہ انہیں زکوٰۃ نہ کھا جائے۔ قاسم بن محمدؒ بیان کرتے ہیں کہ میں اور میرا بھائی ہم دونوں یتیم تھے اور حضرت عائشہؓ کی پرورش میں تھے۔ وہ ہمارے اموال میں سے زکوٰۃ نکالتی تھیں(۹)۔ حضرت علیؓ اپنے زیرِ پرورش یتیموں کے اموال سے زکوٰۃ نکالتے تھے(۱۰)۔

حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی عمل تھا(۱۱)۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ بھی مالِ یتیم میں زکوٰۃ کے قائل تھے(۱۲)۔ حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے احص ما فی مال الیتیم من الزکوۃ فاذا بلغ فاخبرہ بذلک(۱۳)۔ یعنی مالِ یتیم میں

۱۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۴۵۷، بدائع الصنائع ۲/۴۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۹۲۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۰، ۷

۲۔ بدائع الصنائع ۲/۴

۳۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۴۵۹۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۰، ۱۷۱

۴۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۴۶۰

۵۔ الاستذکار ۳/۱۵۵

۶۔ المجموع شرح المہذب ۵/۳۳۱

۷۔ المبدع و شرح المقنع ۲/۳۰۳

۸۔ الموطا، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ الیتامی و التجارۃ لھم فیھا ص ۲۰۵۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب الزکوۃ باب من تجب علیہ الصدقۃ ۴/۱۰۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوۃ، ما قالو فی مال الیتیم زکوۃ و من کان یزکیہ ۳/۴۱

۹۔ الموطا، کتاب الزکوۃ، باب زکوۃ اموال الیتامی و التجارۃ لھم فیھا ص ۲۰۵۔ ابن ابی شیبہ المصنف، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی مال الیتیم زکوۃ و من کان یزکیہ ۳/۴۰۔ السنن الکبری، کتاب الزکوۃ، باب من تجب علیہ الصدقۃ ۴/۱۰۷۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ مال الیتیم و الالتماس فیہ واعطاء زکوتہ ۴/۶۶

۱۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی مال الیتیم زکوۃ و من کان یزکیہ ۳/۴۰۔ السنن الکبری، کتاب الزکوۃ، باب من تجب علیہ الصدقۃ ۴/۱۰۷

۱۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ مال الیتیم و الالتماس فیہ واعطاء زکوتہ ۴/۶۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی مال الیتیم و من کان یزکیہ ۳/۴۱۔ السنن الکبری، کتاب الزکوۃ، باب من تجب علیہ الصدقۃ ۴/۱۰۸

۱۲۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوۃ، باب صدقۃ مال الیتیم و الالتماس فیہ و اعطاء زکوۃ ۴/۶۶۔ الاستذکار ۳/۱۵۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوۃ، ما قالوا فی مال الیتیم زکوۃ ۳/۴۰

۱۳۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۹۳۔ مزید ملاحظہ ہو کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۱/۴۵۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوۃ، من قال لیس فی مال الیتیم زکوۃ حتی یبلغ ۳/۴۱۔ السنن الکبری، کتاب الزکوۃ، باب من تجب علیہ الصدقۃ ۴/۱۰۸

سے زکوٰۃ کا حساب کیا جائے، جب وہ بالغ ہو جائے تو اسے حساب زکوٰۃ کے بارے میں بتا دیا جائے۔

مسئلہ: احناف سونے اور چاندی سے بنے زیورات پر زکوٰۃ کے قائل ہیں(۱)۔ انہوں نے قرآن وسنت کے علاوہ قول صحابی سے بھی دلیل لی ہے۔ امام محمدؒ نے روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے حضرت ابن مسعودؓ سے پوچھا میرے پاس زیور ہے، کیا مجھ پر اس میں سے زکوٰۃ ادا کرنا واجب ہے؟ آپؓ نے فرمایا ہاں(۲)۔ ایک اور موقعہ پر آپؓ نے فرمایا اذا بلغ مائتی درھم ففیه الزکوٰۃ (۳)۔ یعنی جب دو سو درہم تک پہنچ جائے تو اس پر زکوٰۃ واجب ہے۔ زیورات پر فرضیت زکوٰۃ کے بارے میں حضرت عمرؓ کا بھی ایک قول ہے(۴)۔

مالکیہ(۵)، شافعیہ(۶) اور حنابلہ(۷) عورتوں کے زیر استعمال زیورات پر زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں۔ وہ بھی دیگر دلائل کے علاوہ آثار صحابہؓ سے دلیل لیتے ہیں۔ امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے پانچ صحابہ کرامؓ نے فرمایا کہ زیورات میں زکوٰۃ نہیں ہے، ان کی زکوٰۃ انہیں ادھار دینا ہے(۸)۔ حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابرؓ، حضرت انسؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ کے مطابق اگر زیورات پہنے یا ادھار دیئے جاتے ہیں تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے(۹)۔

حضرت عائشہؓ اپنی زیر پرورش بھتیجیوں کے زیورات میں سے زکوٰۃ نہیں نکالتی تھیں(۱۰)۔ حضرت ابن عمرؓ اپنی بیٹیوں اور لونڈیوں کو سونے کے زیورات پہناتے اور ان سے زکوٰۃ نہیں نکالتے تھے(۱۱)۔ ابن عبدالبرؒ مالکی کہتے ہیں کہ حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ کی روایات سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ ساقط ہے(۱۲)۔

حضرت جابر بن عبداللہؓ سے کسی نے زیورات پر زکوٰۃ کے بارے میں پوچھا تو آپ نے فرمایا نہیں۔ اس

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۹۱

۲۔ ایضاً ص ۹۰

۳۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال فی الحلی زکوۃ ۱۳۹/۴۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوٰۃ، باب التبر والحلی ۸۴/۴

۴۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال فی الحلی زکوۃ ۱۳۹/۴

۵۔ المدونة الکبری ۳۰۵/۱

۶۔ الام ۴۴/۲

۷۔ المغنی ۲۲۰/۳

۸۔ ایضاً ۲۲۱/۳

۹۔ ایضاً ۲۲۰/۳

۱۰۔ الموطا، کتاب الزکاۃ، باب مالا زکاۃ فیه من الحلی والتبر والعنبر ص ۲۱۴۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوۃ فی الحلی ۱۳۸/۴ الام ۴۴/۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوٰۃ، من قال لیس فی الحلی زکوۃ ۳۵۵/۳ المدونة الکبری ۳۰۶/۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوٰۃ باب التبر والحلی ۸۲/۴

۱۱۔ الموطا، کتاب الزکاۃ، باب مالا زکاۃ فیه من الحلی والتبر والعنبر ص ۲۱۴۔ الام ۴۴/۲۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوۃ فی الحلی ۱۳۸/۴

۱۲۔ الاستذکار ۱۵۰/۳

شخص نے پوچھا: اگرچہ زیورات ہزار دینار تک پہنچ جائیں؟ آپ نے فرمایا کثیر(۱)۔

حضرت ابن عمرؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ اور حضرت انس بن مالکؓ فرماتے تھے کہ اگر زیورات پہنے جاتے، ادھار دیئے جاتے اور اس سے فائدہ اٹھایا جاتا ہے تو پھر ان پر زکوٰۃ نہیں ہے(۲)۔ حضرت ابن مسعودؓ سے بھی ایک ایسا قول مروی ہے(۳)۔

مسئلہ: امام ابراہیم نخعیؒ کا قول ہے اگر ایک شخص نے دوسرے کو ایک ہزار درہم قرض دیا تو اس سال کی زکوٰۃ اسے استعمال کرنے والے اور اس سے فائدہ لینے والے پر ہوگی۔ امام محمدؒ یہ قول نقل کرنے کے بعد کہتے ہیں ہم نے یہ قول نہیں لیا بلکہ ہم حضرت علیؓ کے اس قول پر عمل کرتے ہیں زکوتها علی صاحبها، اذا قبضه زکاها لما مضی (۴)۔ یعنی مال کی زکوٰۃ اس کے مالک پر واجب ہے۔ جب وہ اسے اپنے قبضہ میں لے گا تو وہ گزشتہ سالوں کی زکوٰۃ دے گا۔ امام محمدؒ نے اپنے استاد امام ابوحنیفہؒ کے استاد کے استاد امام ابراہیم نخعیؒ کا قول چھوڑ کر صحابی حضرت علیؓ کا قول اختیار کیا ہے۔

مسئلہ: امام محمد شیبانیؒ حنفی کہتے ہیں جو شخص اپنی زمین کا عشر یا اونٹوں یا گائے یا بکریوں کی زکوٰۃ فقراء یا مساکین میں سے کسی ایک کو دے تو یہ جائز ہے۔ ہمیں حضرت عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت حذیفہؓ سے پہنچی ہے کہ انہوں نے کہا یہ جائز ہے(۵)۔ قرآن میں مذکور مصارف زکوٰۃ کی اصناف میں سے کسی ایک کو زکوٰۃ دینا جائز ہے۔

مسئلہ: علامہ کاسانیؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا قول لکھا ہے کہ بکری کی زکوٰۃ میں صرف ثنی(۶) اور اس سے اوپر جائز ہے، کیوں کہ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا زکوٰۃ میں صرف بکری کا ثنی اور اس سے اوپر ہی کافی ہوسکتا ہے۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے قول کے خلاف کسی صحابی سے مروی نہیں ہے، لہذا یہ اجماع صحابہؓ سے ثابت ہے۔ مزید یہ کہ نصاب زکوٰۃ میں قیاس واجتہاد کا دخل نہیں ہے، پس ظاہر یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہی ہے(۷)۔

۱۔ الأم ۳۳/۲۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ۱۳۸/۴،

۲۔ المدوّنۃ الکبری ۳۰۶/۱۔ السنن الکبری، کتاب الزکوٰۃ، باب من قال زکوٰۃ الحلی عاریتہ ۱۴۰/۴، باب من قال لا زکوٰۃ فی الحلی ۱۳۸/۴

۳۔ المدوّنۃ الکبری ۳۰۶/۱

۴۔ محمد، کتاب الآثار ص ۲۰

۵۔ کتاب الأصل ۱۷۲/۲۔ حضرت عمرؓ اور حضرت حذیفہؓ کے آثار ملاحظہ ہوں ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الزکوٰۃ، ما قالوا فی الرجل اذا وضع الصدقۃ فی صنف واحد ۲۳/۳۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب الزکوٰۃ، باب إنما الصدقات للفقراء ۱۰۵/۴-۱۰۶

۶۔ بکری میں ثنی وہ ہے جو دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو بدائع الصنائع ۳۲/۲

۷۔ بدائع الصنائع ۳۲/۲-۳۳

صیام

مسئلہ: جس نے یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے، بعد میں اسے معلوم ہوا کہ سورج غروب نہیں ہوا، تو اس پر لازم ہے کہ وہ ٹھہرا رہے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اور پھر افطار کرے۔ اس پر اس دن کی قضا لازم ہے اور کفارہ نہیں ہے(۱)۔ حضرت عمرؓ نے ایک روز یہ سمجھ کر روزہ افطار کر لیا کہ سورج غروب ہو گیا ہے۔ ایک شخص نے اطلاع دی اے امیر المومنین! ابھی سورج طلوع ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا الخطب یسیر و قد اجتهدنا(۲)۔ یعنی خطب آسان ہے، ہم نے اجتہاد کیا تھا۔ امام مالکؒ نے فرمایا الخطب سے حضرت عمرؓ کی مراد روزہ کی قضاء ہے(۳)۔

مسئلہ: احناف کی رائے میں صائم کے لیے بیوی کا بوسہ لینے میں کوئی حرج نہیں ہے اگر وہ اپنے نفس پر قابو رکھتا ہو(۴)۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ مکروہ ہے، خواہ صائم بوڑھا ہو یا نوجوان(۵)۔ امام شافعیؒ کے مطابق نوجوان کے لیے بیوی کا بوسہ لینا مکروہ ہے لیکن بوڑھے کے لیے رخصت ہے(۶)۔

احناف اور شوافع حضرت ابن عباسؓ کا قول لیتے ہیں۔ آپ کے پاس ایک بوڑھا آیا اور روزہ میں بیوی کا بوسہ لینے کا پوچھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے اسے ایسا کرنے میں رخصت دی۔ پھر آپ کے پاس ایک نوجوان آیا تو آپ نے اسے ایسا کرنے سے منع کر دیا(۷)۔ صائم کے لیے بوسہ کے جواز میں حضرت علیؓ اور حضرت ابو ہریرۃؓ کے اقوال بھی ہیں(۸)۔ امام مالکؒ نے حضرت ابن عباسؓ کے بجائے حضرت ابن عمرؓ کا قول اختیار کیا ہے، کیوں کہ اس میں احتیاط ہے(۹)۔ حضرت ابن عمرؓ صائم کو بوسہ لینے سے منع کرتے تھے(۱۰)۔

۱۔ کتاب الأصل ۲/۱۸۸-۱۸۹

۲۔ المدوّنة الکبریٰ ۱/۲۶۶

۳۔ ایضاً ۱/۲۶۶

۴۔ بدائع الصنائع ۲/۱۰۶

۵۔ المدوّنة الکبریٰ ۱/۲۶۸، الاستذکار ۳/۲۹۷

۶۔ الأم ۲/۱۰۷

۷۔ عبدالرزاق، المصنّف، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم ۴/۱۸۵۔ مزید ملاحظہ ہو الموطا، کتاب الصیام، باب ما جاء فی التشدید فی القبلة للصائم ص ۲۳۳۔ الأم ۲/۱۰۷

۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الصیام، من رخص فی القبلة للصائم ۲/۳۲۵

۹۔ الاستذکار ۳/۲۹۷

۱۰۔ الموطا، کتاب الصیام، باب ما جاء فی القبلة للصائم ص ۲۳۳۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنّف، کتاب الصیام، من کره القبلة للصائم ولم یرخص فیها ۲/۳۲۶-۳۲۷۔ عبدالرزاق، المصنّف، کتاب الصیام، باب القبلة للصائم ۴/۱۸۶

مسئلہ: امام محمد شیبانیؒ حنفی لکھتے ہیں جو شخص رمضان شروع ہونے سے قبل مریض ہوا، ماہ رمضان گزر گیا اور وہ تندرست نہ ہوا۔ پھر وہ اپنی وفات سے ایک ماہ قبل صحت مند ہو گیا تو اس کا بیٹا اس کی طرف سے رمضان کے روزوں کی قضا نہیں کر سکتا، کیوں کہ اس بارے میں حضرت ابن عمرؓ اور ابراہیم نخعیؒ کا اثر موجود ہے لا یصلی احد عن احد ولا یصوم احد عن احد (۱)۔ حضرت ابن عمرؓ کے یہ الفاظ بھی مروی ہیں لا یصلین احد عن احد، ولا یصومن احد عن احد، ولکن ان کنت فاعلا تصدقت عنه او اهديت(۲)۔ یعنی کوئی کسی کی طرف سے نہ نماز پڑھے اور نہ روزہ رکھے۔ لیکن اگر تم نے ایسا کیا تو پھر تم نے اس کی طرف سے صدقہ یا ہدیہ کیا۔

مسئلہ: حیض اور نفاس میں عورت پر رمضان کے روزے واجب نہیں ہیں، بلکہ اس پر قضا لازم ہے(۳)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہؓ سے ایک عورت نے پوچھا کہ حائضہ روزہ کی قضا کیوں کرتی ہے حالاں کہ وہ نماز کی قضا نہیں کرتی؟ حضرت عائشہؓ نے فرمایا کیا تم حروریہ(۴) ہو؟ عورت نے کہا میں حروریہ نہیں ہوں بلکہ میں نے پوچھا ہے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا: قد کان یصیبنا ذلک مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فنؤمر بقضاء الصوم ولا نؤمر بقضاء الصلوة (۵)۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ہمیں ایسی حالت پیش آتی تھی۔ ہمیں روزہ قضاء کرنے کا حکم دیا گیا اور ہمیں نماز قضاء کرنے کا حکم نہیں دیا گیا۔ احناف کہتے ہیں ظاہر ہے کہ حضرت عائشہؓ کا یہ فتویٰ صحابہ کرامؓ تک پہنچا اور کسی صحابی کا انکار منقول نہیں ہے۔ لہذا اس پر صحابہ کرامؓ کا اجماع ہے(۶)۔

اعتکاف

مسئلہ: ابو اسحاق شیرازیؒ شافعی کہتے ہیں کہ نفل اعتکاف میں عیادت کے لیے باہر جانا جائز ہے کیوں کہ اعتکاف تطوع میں معتکف کو اختیار ہے کہ وہ باہر نکل کر اپنا اعتکاف باطل کر دے۔ اگر معتکف قضائے حاجت اور کھانے وغیرہ کے لیے باہر نکلا اور راستہ میں مریض کے بارے میں پوچھ لیا مگر ٹھہرا نہیں، تو یہ درست ہے اور اس کا اعتکاف باطل نہیں ہوگا۔ لیکن اگر وہ رک گیا تو اس کا اعتکاف باطل ہو جائے گا(۷)۔ اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کا عمل

۱۔ کتاب الأصل ۲/۲۲۹-۲۳۰

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الوصایا، الصدقة عن المیت ۹/۶۱

۳۔ بدائع الصنائع ۲/۸۹۔ المغنی ۳/۳۹۴

۴۔ حروریہ ، حروری۔ یہ کوفہ کے قریب ایک مقام حروراء کی طرف منسوب ہیں۔ اس جگہ خوارج کا پہلا اجتماع ہوا تھا۔ اس لیے خوارج اس علاقہ کی طرف منسوب کیے جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو اللباب فی تهذیب الأنساب ۱/۳۵۹ معجم البلدان ۲/۲۳۵

۵۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الحیض، باب قضاء الحائض الصلوة ۱/۳۳۱-۳۳۲ السنن الکبری، کتاب الحیض، باب الحائض تقضی الصوم ولا تقضی الصلوة ۱/۳۰۸

۶۔ بدائع الصنائع ۲/۸۹

۷۔ المجموع شرح المهذب ۶/۵۱۰

ہے کہ آپ اپنے اعتکاف میں ہوتی تھیں۔ جب آپ کسی ضرورت کے لیے اپنے گھر سے نکلتیں اور کسی مریض کے پاس سے گزرتیں تو اس سے پوچھتیں مگر اس کے پاس کھڑی نہیں ہوتی تھیں(۱)۔

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ معتکف کے لیے خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔ خرید و فروخت سے مراد زبانی معاملہ طے کرنا ہے، نہ کہ سامان مسجد میں لانا(۲)۔ احناف نے اس مسئلہ میں جہاں کتاب وسنت میں مذکور احکام بیع و شراء کے عموم سے استدلال کیا ہے وہاں حضرت علیؓ کا اثر بھی پیش کیا ہے۔ آپ نے اپنے بھتیجے سے فرمایا تم نے کوئی خادم کیوں نہیں خرید لیا؟ اس نے جواب دیا میں اعتکاف میں تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وما ذا عليك لو اشتريت (۳)۔ یعنی اگر تم خرید لیتے تو تم پر کیا گناہ ہوتا؟ یہاں حضرت علیؓ نے مسجد میں خریداری کے جواز کی طرف اشارہ فرمایا ہے(۴)۔

حضرت علیؓ کا ایک اور واقعہ بھی ہے۔ آپ نے جعدۃ بن ہبیرۃؓ (۵) کو چھ سو درہم دیئے تاکہ وہ ان سے کوئی غلام خرید سکیں۔ راستہ میں ملنے پر حضرت علیؓ نے جعدۃؓ سے پوچھا کیا تم نے غلام خرید لیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا میں اعتکاف میں تھا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا وما عليك لو خرجت الى السوق فابتعتها(۶)۔ یعنی اگر تم نکل کر بازار سے غلام خرید لیتے تو تم پر کیا گناہ ہوتا؟

حج

مسئلہ: شوافع کے نزدیک محرم کا اپنے چہرے کو ڈھانپنا جائز ہے، اس پر کوئی فدیہ نہیں ہوگا۔ محی الدین نوویؒ شافعی نے اسے جمہور علماء کا قول کہا ہے(۷)۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ (۸) اور حضرت زید بن ثابتؓ حالت احرام میں اپنے چہروں کو ڈھانپ لیا کرتے تھے(۹)۔

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے کہ افراد حج اور افراد عمرہ سے افضل ہے کہ حج اور عمرہ میں

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الاعتکاف، باب سنۃ الاعتکاف ۳۵۸/۴۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف کتاب الصیام، ما قالوا فی المعتکف اذا اعتكف مما يفعله ۵۰۱/۳

۲۔ بدائع الصنائع ۱۱۷/۲

۳۔ ایضا ۱۱۷/۲

۴۔ ایضا ۱۱۷/۲

۵۔ جعدۃ بن ہبیرۃ مخزومی، کوئی حدیث "خير الناس قرنی" کے راوی۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۲۸/۲، الاصابۃ ۸۳/۲، اسد الغابۃ ۵۳۸/۱

۶۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الاعتکاف، باب المعتکف وابتاعه وطلب الديه ۳۶۲/۴۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ المصنف کتاب الصیام، ما قالوا فی المعتکف يشترى ويبيع ۵۰۵/۳

۷۔ المجموع شرح المہذب ۲۶۸/۷

۸۔ السنن الکبری، کتاب الحج، باب لا يغطى المحرم رأسه وله ان يغطى وجهه ۵۴/۵ الموطا، کتاب الحج، باب تخمير المحرم وجهه ص ۲۶۷

۹۔ السنن الکبری، کتاب الحج، باب لا يغطى المحرم رأسه وله ان يغطى وجهه ۵۴/۵

قران کیا جائے۔ جس نے ان دونوں میں قران کیا، وہ ان دونوں کے لیے دو طواف اور دو سعی کرے(۱)۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے اذا اھللت بالحج والعمرة فطف لھما طوافین، وسع لھما سعیین بالصفا والمروة(۲)۔ یعنی جس نے حج اور عمرہ کے لیے اہلال کیا تو وہ دونوں کے لیے دو طواف کرے اور دونوں کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان دو سعی کرے۔ امام محمد شیبانیؒ حنفی فرماتے ہیں کہ ہم نے یہ قول لیا ہے(۳)۔

مسئلہ: اکثر علماء کے نزدیک محرم کے لیے بلا کراہت جائز ہے کہ وہ خیمہ کے سائے میں بیٹھے(۴)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ درخت پر کپڑا یا چمڑا ڈال لیتے اور اس کے سائے میں بیٹھتے تھے(۵)۔ حضرت عثمانؓ کے لیے منی میں خیمہ گاڑا جاتا تھا جس کے سائے میں وہ بیٹھتے تھے(۶)۔

مسئلہ: حج تمتع میں ہدی سے متعلق قرآن کا حکم ہے

فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ فِي الْحَجِّ وَسَبْعَةٍ إِذَا رَجَعْتُمْ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ [البقرۃ ۲: ۱۹۶]

پس جو (تم میں) حج کے وقت عمرہ سے فائدہ اٹھانا چاہے وہ جیسی قربانی میسر ہو کرے، اور جس کو (قربانی) نہ ملے وہ تین روزے ایام حج میں رکھے اور سات جب تم واپس لوٹ جاؤ۔ یہ پورے دس ہوئے۔

احناف کہتے ہیں کہ اگر روزے نہ رکھے اور یہ ایام گزر جائیں تو روزے فوت ہو کر ساقط ہو جاتے ہیں اور ہدی کا حکم لوٹ آتا ہے(۷)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس ایک آدمی آیا جس نے حج تمتع کیا تھا اور اس کے دس روزے فوت ہو گئے تھے۔ حضرت عمرؓ نے اسے فرمایا بکری ذبح کرو۔ اس شخص نے جواب دیا میرے پاس نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اپنی قوم سے مانگ لو۔ اس نے کہا ان میں سے کوئی بھی یہاں نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے اپنی طرف سے اسے بکری کی قیمت دلوادی (۸)۔ ایسا ہی ایک قول حضرت ابن عباسؓ کا بھی ہے(۹)۔

۱۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۱/۲ ۔ محمدؒ، کتاب الآثار ص ۶۷

۲۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۷۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۲/۵

۳۔ محمد، کتاب الآثار ص ۶۷

۴۔ بدائع الصنائع ۲/۱۸۶، المغنی ۵/۱۳۱

۵۔ بدائع الصنائع ۲/۱۸۶

۶۔ ایضاً ۲/۱۸۶

۷۔ ایضاً ۲/۱۷۳

۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحج، فی المتمتع اذا فاته الصوم ۳/۲۲۸

۹۔ ایضاً ۳/۲۲۸

مسئلہ: علامہ کاسانی ؒ حنفی نے لکھا ہے کہ اکثر علماء کے نزدیک عورت حالت احرام میں ریشم، سونا اور جو زیور چاہے پہن سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے(۱)۔ حضرت ابن عمرؓ کی بیویاں اور بیٹیاں حالت احرام میں زیورات پہنتی تھیں(۲)۔

مسئلہ: احناف کے نزدیک اگر محرم نے زخم یا پاؤں کے پھٹنوں پر زیتون کا تیل دوا کے طور پر استعمال کیا تو اس سے کفارہ واجب نہیں ہوتا۔ زیتون کا تیل اگرچہ خوشبو کی اصل تو بن سکتا ہے لیکن وہ خود اصل نہیں ہے(۳)۔ امام محمد شیبانی ؒ نے یہ مسئلہ ان الفاظ میں بیان کیا ہے وإن دهن شقاق رجله بزيت أو بشحم أو بسمن لم يكن عليه شيء(۴)۔ علامہ کاسانی ؒ حنفی لکھتے ہیں کہ اس پر یہ طعن کیا گیا ہے کہ شق کی جمع شقوق ہے، جب کہ اس عبارت میں ''شقاق'' ہے۔ کاسانی ؒ نے اس طعن کا یہ جواب دیا ہے کہ امام محمد ؒ نے یہ لفظ حضرت عمرؓ کی اقتداء میں استعمال کیا ہے، کیوں کہ حضرت عمرؓ نے اس مسئلہ میں یہ لفظ یونہی بولا ہے۔ ہمارے اصحاب کی یہ عادت ہے کہ وہ صحابہ کرامؓ کے کلام کے صرف معانی ہی نہیں بلکہ ان کے الفاظ میں بھی ان کی اقتداء کرتے ہیں(۵)۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہ ؒ کا قول ہے کہ اگر کسی نے ایام حج میں منیٰ کے علاوہ کسی اور جگہ قربانی کا جانور ذبح کیا تو یہ جائز ہے، اگر وہ جگہ حرم میں واقع ہو(۶)۔ اس کی دلیل حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے مكة كلها منحر إلا أن الدماء نزهت عنها ومنى من مكة(۷)۔ یعنی سارا مکہ قربانی کی جگہ ہے لیکن اسے خونوں کی آلودگی سے بچایا گیا ہے اور منیٰ مکہ کا حصہ ہے۔

مسئلہ: احناف کے نزدیک قربانی کے تین دن ہیں دس، گیارہ اور بارہ ذوالحجہ(۸)۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عمرؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت انسؓ کے اقوال ہیں(۹)۔ ظاہر بات یہ ہے کہ صحابہ کرامؓ نے یہ بات نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہوگی کیوں کہ عبادات اور قرب الٰہی کے اوقات سماع کے بغیر معلوم نہیں ہو سکتے(۱۰)۔

۱۔ بدائع الصنائع ۱۸۶/۲

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحج فی الحلی للمحرمة والزينة ۳۶۷/۳

۳۔ بدائع الصنائع ۱۹۰/۲

۴۔ کتاب الأصل ۴۲۶/۲

۵۔ بدائع الصنائع ۱۹۰/۲

۶۔ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۳۱۵/۲

۷۔ ایضا ۳۱۷/۲

۸۔ بدائع الصنائع ۶۵/۵

۹۔ السنن الكبرى، كتاب الضحايا، باب من قال الأضحى يوم النحر ويومين بعده ۹/۲۹۷، بدائع الصنائع ۶۵/۵

۱۰۔ بدائع الصنائع ۶۵/۵

نکاح

مسئلہ: جس عورت نے دورانِ عدت کسی شخص سے نکاح کیا اور ان دونوں کے درمیان جماع ہو گیا تو امام ابوحنیفہؒ اور امام شافعیؒ کے نزدیک ان دونوں کے درمیان تفریق کرادی جائے گی۔ پھر پہلے شوہر سے باقی عدت پوری ہونے کے بعد وہ دوسرے شوہر سے عدت پوری کرے، اس کے بعد وہ چاہے تو دوسرے شوہر سے شادی کر سکتی ہے(۱)۔

امام مالکؒ کے نزدیک دونوں میں تفریق کرادی جائے گی اور وہ عورت دوسرے شوہر کے لیے کبھی حلال نہیں ہوگی۔ ان دونوں کا نکاح کبھی جائز نہیں ہوسکتا(۲)۔ امام مالکؒ اور ان کے ہم خیال علماء نے حضرت عمرؓ کا قول اختیار کیا ہے۔ سعید بن المسیبؒ اور سلیمان بن یسارؒ سے مروی ہے کہ طلیحہ الأسدیہ(۳) کے خاوند نے اسے طلاق دی تو طلیحہ نے عدت میں دوسرے شخص سے نکاح کر لیا۔ حضرت عمرؓ نے ان دونوں کو دُرّے مارے، ان کا نکاح چھڑادیا اور فرمایا أيما امرأة نكحت في عدتها فإن كان زوجها الذي تزوجها لم يدخل بها فرّق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من زوجها الأول ثم كان الآخر خاطبا من الخُطّاب. وإن كان دخل بها فُرّق بينهما ثم اعتدت بقية عدتها من الأول ثم اعتدت من الآخر ثم لا يجتمعان أبداً(۴)۔ یعنی جس عورت نے عدت میں نکاح کیا اور شوہر نے اس کے ساتھ خلوتِ صحیحہ نہ کی تو دونوں میں تفریق کرادی جائے گی۔ وہ عورت پہلے شوہر سے عدت کی بقیہ مدت پوری کرے گی، پھر دوسرے شوہر کی حیثیت رشتہ مانگنے والوں میں سے ایک کی طرح ہوگی۔ اگر دوسرے شوہر نے اس سے خلوتِ صحیحہ کر لی تو دونوں میں تفریق کرادی جائے گی، پھر وہ عورت پہلے شوہر سے عدت کی بقیہ مدت پوری کرے گی۔ پھر وہ دوسرے شوہر سے عدت پوری کرے گی، پھر وہ دونوں کبھی نکاح نہیں کریں گے۔

امام ابوحنیفہؒ نے اپنے موقف کی تائید میں حضرت علیؓ کا اثر لیا ہے۔ حضرت علیؓ نے عدت میں نکاح کرنے والی عورت کے بارے میں فرمایا يفرّق بينها وبين زوجها الآخر، ولها الصداق بما استحل من فرجها، وتستكمل ما بقي من عدتها الأول، وتعتد من الآخر عدة مستقلة، ثم يتزوجها الآخر إن شاء(۵)۔ یعنی اس عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان تفریق کرادی جائے گی۔ عورت کو اس سے مہر ملے گا۔ وہ عورت پہلے خاوند سے بقیہ

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۸۷۔ بداية المجتهد ۲/۲۹۳

۲۔ الاستذكار ۵/۴۷۳۔ بداية المجتهد ۲/۲۹۳۔ المدونة الكبرى ۲/۳۱

۳۔ طلیحہ الاسدیہ عبیداللہ کی بیٹی تھیں۔ ایک رائے یہ ہے کہ آپ کے والد کا نام عبیداللہ تھا۔ ملاحظہ ہو الإصابة ۴/۳۱۳ ۔ اسد الغابة ۷/۱۴۸

۴۔ الموطا، کتاب النکاح، باب جامع ما لا یجوز من النکاح ص ۳۳۳۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب العدد، باب اجتماع العدتین ۷/۴۴۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب النکاح، باب نکاحها فی عدتها ۶/۲۱۰-۲۱۱۔ بداية المجتهد ۲/۲۹۴۔ الام ۵/۲۲۸

۵۔ محمد، کتاب الآثار ص ۸۷۔ کتاب الحجة علی اهل المدينة ۳/۱۹۱۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب النکاح، باب نکاحها فی عدتها ۶/۲۰۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب النکاح، ما قالوا فی المرأة تزوج فی عدتها ألها صداق أم لا ۳/۴۰۶۔ الاستذكار ۵/۴۷۳۔ الام ۵/۲۲۹

عدت مکمل کرے گی، پھر دوسرے خاوند سے ایک مستقل عدت گزارے گی۔ پھر وہ چاہے تو دوسرے (خاوند) سے نکاح کر سکتی ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؓ کا قول اختیار کیا ہے(۱) اور ہمیں یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا(۲)۔

مسئلہ: امام ابو حنیفہؒ کہتے ہیں کہ جس نے عورت سے زنا کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے(۳)۔ احناف نے بطور دلیل حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے آثار پیش کیے ہیں۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے عہد میں ایک کنوارے مرد اور کنواری عورت پر حد جاری کی، پھر دونوں کی شادی کرا دی تھی۔ اس واقعہ میں استبراء رحم یا عدت کا کوئی ذکر نہیں ملتا(۴)۔ حضرت عمرؓ سے بھی ایسا ہی واقعہ منقول ہے(۵)۔ حضرت ابن عباسؓ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا گیا جو عورت سے زنا کرنے کے بعد اس سے نکاح کرنا چاہتا ہے، آپ نے فرمایا کان اولہ سفاحا و آخرہ نکاحا(۶)۔ یعنی اس کا پہلا کام جرم تھا اور دوسرا کام نکاح ہے۔ حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت عائشہؓ بھی اس نکاح کی حمایت کرتے ہیں(۷)۔

مسئلہ: جس نے حالت مرض میں نکاح کیا اور اسی مرض میں فوت ہو گیا تو احناف(۸) اور شوافع(۹) کے نزدیک ایسا نکاح صحیح ہے۔ حضرت معاذ بن جبلؓ نے اپنے مرض الموت میں فرمایا تھا زوجونی فانی اکرہ ان القی اللہ تعالی عزبا(۱۰)۔ یعنی میری شادی کرا دو، میں ناپسند کرتا ہوں کہ میں مجرد ہو کر اللہ تعالیٰ سے ملوں۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے اذا نکح الرجل امراۃ و ھو مریض فان صداقھا من الثلث۔ یعنی جب آدمی نے اپنے مرض میں عورت سے نکاح کیا تو عورت کو ایک تہائی میں سے مہر ملے گا۔ حضرت عمرؓ کا یہ قول نقل کرنے کے بعد امام محمدؒ لکھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے یہ نکاح باطل قرار نہیں دیا تھا(۱۱)۔

مسئلہ: مفقود الخبر کی بیوی سے متعلق احناف کا فتوی ہے کہ وہ نکاح ثانی نہیں کر سکتی جب تک

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۸۷

۲۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/۱۸۷۔ مزید ملاحظہ ہو، بدایۃ المجتہد ۲/۲۹۵

۳۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/۳۸۷

۴۔ ایضاً ۳/۳۸۸-۳۸۹

۵۔ ایضاً ۳/۳۸۹

۶۔ ایضاً ۳/۳۹۲۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، باب الرجل یزنی بامراۃ ثم یتزوجھا ۷/۲۰۲

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، باب الرجل یزنی بامراۃ ثم یتزوجھا ۷/۲۰۲

۸۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/۴۹۵

۹۔ الأم ۴/۱۰۸، المجموع شرح المہذب ۱۵/۴۳۹

۱۰۔ کتاب الحجۃ علی اہل المدینۃ ۳/۵۰۰، الأم ۴/۱۰۹

۱۱۔ ایضاً ۳/۵۰۱-۵۰۲

اسے اپنے شوہر سے طلاق یا اس کی وفات کی خبر نہ مل جائے۔ پھر وہ عدت گزار کر دوسرا نکاح کر سکتی ہے، ورنہ وہ خود کو نکاح ثانی سے روکے رکھے گی(۱)۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے۔ آپ نے مفقود الخبر کی بیوی کے متعلق فرمایا انها امرأة ابتليت، فلتصبر حتى يا تيها وفاته او طلاقه(۲)۔ ایسا ایک قول حضرت ابن مسعودؓ کا بھی ہے(۳)۔

امام شافعیؒ نے بھی کہا ہے کہ وہ عورت بھی نکاح نہیں کر سکتی جب تک کہ اسے شوہر کی وفات کا یقین نہ ہو جائے اور اس کی عدت نہ گزار لے(۴)۔ یہ امام شافعیؒ کا قول جدید ہے(۵)۔ امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کے مندرجہ بالا قول کے متعلق کہا ہے۔ ہم بھی اس قول کے مطابق کہتے ہیں(۶)۔ ابن عبدالبرؒ نے لکھا ہے کہ امام شافعیؒ نے بغداد میں امام مالکؒ کے قول کے مطابق کہا، جو حضرت عمرؓ سے مروی روایت کے مطابق ہے۔ پھر امام شافعیؒ نے حضرت علیؓ کے قول کی طرف رجوع کر لیا(۷)۔

امام مالکؒ کا موقف ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی چار برس انتظار کرے، پھر وہ چار ماہ دس دن عدت گزار کر نکاح کر سکتی ہے(۸)۔ ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے ايما امرأة فقدت زوجها فلم تدر اين هو فانها تنتظر اربع سنين ثم تعتد اربعة اشهر و عشراً ثم تحل(۹)۔ یعنی جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اس کا پتہ معلوم نہ ہو کہ وہ کہاں ہے، تو جس روز سے اس کے متعلق خبر منقطع ہوئی ہے، چار برس تک انتظار کرے۔ پھر چار ماہ دس دن عدت گزار کر وہ چاہے تو نکاح کر لے۔ ایسا ہی حضرت عثمانؓ سے بھی ثابت ہے(۱۰)۔

امام احمد بن حنبلؒ کا مذہب بھی یہ ہے کہ مفقود الخبر کی بیوی چار سال انتظار کرے گی، پھر وفات کی عدت

۱۔ كتاب الحجة على اهل المدينة ۳۹/۴۔ محمد، كتاب الآثار ص ۹۹

۲۔ محمد، كتاب الآثار ص ۹۹۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، باب التي لا تعلم مهلك زوجها ۸۷/۷ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب من قال امرأة المفقود امرأته حتى يا تيها يقين وفاته ۴۴۴/۷، ۴۴۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب النكاح، في امرأة المفقود من قال ليس لها ان تزوج ۳۵۲/۴۔ الاستذكار ۱۳۳/۶

۳۔ الاستذكار ۱۳۳/۶۔ عبدالرزاق، المصنف، باب التي لا تعلم مهلك زوجها ۹۰/۷-۹۱

۴۔ الأم ۱۵۵/۵

۵۔ المجموع ۱۵۵/۸

۶۔ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب من قال بتخيير المفقود اذا قدم بينها و بين الصداق و من انكره ۴۴۶/۷

۷۔ الاستذكار ۱۳۳/۶

۸۔ الاستذكار ۱۳۰/۶، المدونة الكبرى ۳۰/۲-۳۱

۹۔ الموطا، كتاب الطلاق، باب عدة التي تفقد زوجها ص ۳۵۰ المدونة الكبرى ۳۱/۲۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب النكاح، و من قال تعتد و تزوج ولا تربص ۳۵۳/۴ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب من قال تنتظر اربع سنين ثم اربعة أشهر و عشراً ثم تحل ۴۴۵/۷، الأم ۲۵۰/۷۔ عبدالرزاق، المصنف، باب التي لا تعلم مهلك زوجها ۸۵/۷

۱۰۔ الأم ۲۵۰/۷۔ عبدالرزاق، المصنف، باب التي لا تعلم مهلك زوجها ۸۵/۷ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب من قال تنتظر اربع سنين ثم اربعة اشهر و عشراً ثم تحل ۴۴۵/۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب النكاح، و من قال تعتد و تزوج ولا تربص ۳۵۳/۴

چار ماہ دس دن گزارے گی، پھر وہ شادی کر سکتی ہے(۱)۔ امام احمدؒ کے مطابق جو یہ سمجھتے ہیں کہ حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا، وہ لوگ جھوٹ کہتے ہیں(۲)۔ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ نے لکھا ہے میں نے یہ کہیں نہیں پایا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے قول سے رجوع کر لیا تھا(۳)۔

مسئلہ: تمام فقہاء کے نزدیک عنین کو علاج کے لیے ایک سال کی مہلت دی جائے گی(۴)۔ یہ موقف حضرت عمرؓ کے اثر پر قائم ہے۔ آپ کو ایک عورت نے اپنے شوہر کے متعلق بتایا کہ وہ اس سے صحبت نہیں کر سکتا۔ آپ نے شوہر کو ایک سال کی مہلت دی۔ ایک سال گزرنے پر وہ اپنی بیوی سے صحبت نہ کر سکا تو آپ نے عورت کو اختیار دیا جس نے شوہر کے بجائے خود کو اختیار کیا۔ حضرت عمرؓ نے دونوں میں تفریق کرا دی اور اسے طلاق بائن بنا دیا(۵)۔ ایسے اقوال حضرت مغیرہ بن شعبہؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے بھی ہیں(۶)۔

مسئلہ: احناف نے کہا ہے کہ اگر خاوند اور بیوی دونوں اکٹھے مرتد ہوئے پھر دونوں نے اکٹھے اسلام قبول کیا تو استحساناً وہ دونوں اپنے نکاح پر ہوں گے۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ قبیلہ بنو حنیفہ ارتداد کے مرتکب ہوئے، پھر وہ اسلام لے آئے۔ صحابہ کرامؓ نے انہیں اپنے نکاحوں کی تجدید کرنے کو نہیں کہا(۷)۔

مسئلہ: جو کسی عورت کے ساتھ اس شرط پر شادی کرے کہ وہ اس پر دوسری شادی نہیں کرے گا۔ تو امام مالکؒ کے نزدیک یہ نکاح جائز اور شرط باطل ہے(۸)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں ایک شخص نے اس شرط کے ساتھ ایک عورت سے شادی کی کہ وہ اسے اس کے علاقہ سے باہر لے کر نہیں جائے گا۔ حضرت عمرؓ نے یہ شرط ختم کر دی اور فرمایا المرأۃ مع زوجھا(۹)۔ یعنی عورت اپنے خاوند کے ساتھ ہے۔

۱۔ المغنی ۱۱/۲۴۸

۲۔ ایضاً ۱۱/۲۴۹

۳۔ الدرایۃ فی تخریج احادیث الھدایۃ ۲/۱۲۳

۴۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۶۔ المغنی ۱۰/۸۴۔ المدونۃ الکبری ۲/۱۸۳۔۱۸۵۔ محمد، کتاب الآثار ص ۷۶۔ الھدایۃ ۲/۲۲۶

۵۔ محمد، کتاب الآثار ص ۷۶۔ جزء ۱۵ حاشیہ المدونۃ الکبری ۲/۱۸۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب النکاح کم یؤجل العنین ۴/ ۲۳۰۔۲۳۲، کتاب الطلاق، ما قالوا فی امرأۃ العنین ۴/۱۲۴۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۴۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب النکاح، باب اجل العنین ۶/۲۵۳۔ السنن الکبری، کتاب النکاح، باب اجل العنین ۷/۲۲۶

۶۔ مدخلہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب النکاح، باب اجل العنین ۶/۲۵۳۔۲۵۴۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب النکاح، کم یؤجل العنین ۴/۲۳۱، السنن الکبری، کتاب النکاح، باب اجل العنین ۷/۲۲۶۔۲۲۷

۷۔ الھدایۃ ۲/۳۶۷

۸۔ المدونۃ الکبری ۲/۱۳۱

۹۔ ایضاً ۲/۱۳۱

رضاعت

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ رضاعت پر دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی دیں۔ اس سے کم آدمیوں کی گواہی قبول نہیں ہے اور نہ اکیلی عورتوں کی گواہی قبول ہے(۱)۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ کا قول ہے لا یقبل الرضاع اقل من شاهدین(۲)۔ یعنی دو سے کم گواہ ہونے پر رضاعت تسلیم نہیں کی جائے گی۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم نے یہ قول اختیار کیا ہے(۳)۔ ایک عورت نے کہا کہ اس نے ایک شخص اور اس کی بیوی دونوں کو دودھ پلایا ہے، حضرت عمرؓ نے فرمایا لا حتی یشهد رجلان او رجل و امراتان(۴)۔ یعنی ایک عورت کی گواہی قبول نہیں جب تک دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہی نہ دیں۔

علامہ خرقیؒ حنبلی نے لکھا ہے اگر ایسی عورت نے رضاعت پر گواہی دی جو دودھ پلانے والی ہے تو نکاح حرام ہو جائے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے ایک اور روایت ہے کہ اگر وہ دودھ پلانے والی ہے تو اس سے حلف لیا جائے گا، اگر وہ جھوٹی ہوئی تو ایک سال گزرنے سے قبل ہی اس کی چھاتیوں پر برص کے سفید نشانات پڑ جائیں گے(۵)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے۔ شهادة المراة الواحدة جائزة فی الرضاع اذا كانت مرضية و تستحلف مع شهادتها(۶)۔ یعنی رضاعت میں اکیلی دودھ پلانے والی عورت کی گواہی جائز ہے، گواہی کے ساتھ اس سے قسم بھی لی جائے گی۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا انظروا، فان كانت كاذبة فسيصيبها بلاء، یعنی دیکھو! اگر وہ جھوٹی ہوئی تو بہت جلد اس پر مصیبت آئے گی۔ راوی کا بیان ہے کہ ابھی ایک سال نہیں گزرا تھا کہ اس عورت کی چھاتیوں پر برص کے نشانات بن گئے تھے(۷)۔

مدتِ حمل

مسئلہ: احناف کے نزدیک حمل کی زیادہ سے زیادہ مدت دو سال ہے(۸)۔ اس کی دلیل میں حضرت عائشہؓ کا قول ہے لا تزيد المراة حملها على سنتين قدر ظل المغزل (۹)۔ یعنی عورت کا حمل چرخہ کے تکلہ کو

۱۔ بدائع الصنائع ۱۴/۴

۲۔ کتاب الاصل ۱۳/۳

۳۔ ایضاً ۱۳/۳

۴۔ السنن الكبرى، كتاب الرضاع، باب شهادة النساء فى الرضاع ۴۶۴/۷

۵۔ المغنى ۳۴۰/۱۱

۶۔ عبدالرزاق، المصنف، باب شهادة امراة على الرضاع ۴۸۲/۷

۷۔ ایضاً ۴۸۳/۷

۸۔ بدائع الصنائع ۲۱۱/۳، الهداية ۳۳۸/۲

۹۔ السنن الكبرى، كتاب العدد، باب ما جاء فى اكثر الحمل ۴۴۳/۷

تیل لگانے کے برابر بھی دو سال سے زیادہ نہیں ہو سکتا۔ علامہ کاسانیؒ کہتے ہیں ظاہر یہی ہے کہ حضرت عائشہؓ نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سن کر کہی ہوگی، ایسی بات رائے اور اجتہاد سے معلوم نہیں ہو سکتی۔ حضرت عائشہؓ کے بارے میں یہ گمان بھی نہیں کیا جا سکتا کہ انہوں نے یہ بات محض اٹکل اور اندازے سے کہہ دی ہوگی۔ لہٰذا اس مسئلہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے حضرت عائشہؓ کا سماع متعین ہے(۱)۔ امام احمد بن حنبلؒ سے بھی مروی ہے کہ حمل کی اکثر مدت دو سال ہے(۲)۔ حنابلہ نے بھی حضرت عائشہؓ کا قول دلیل بنایا ہے(۳)۔

مسئلہ: کم از کم مدتِ حمل چھ ماہ ہے(۴)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے سامنے ایک عورت کا مقدمہ پیش ہوا جس نے چھ ماہ بعد بچہ جنم دیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو رجم کرنے کا ارادہ کیا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا آپ کو یہ حق حاصل نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وَالْوَالِدَاتُ يُرْضِعْنَ أَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ [البقرة ۲: ۲۳۳] یعنی مائیں اپنے بچوں کو پورے دو سال دودھ پلائیں۔ اور فرمایا وَحَمْلُهُ وَفِصَالُهُ ثَلَاثُونَ شَهْرًا [الاحقاف ۴۶: ۱۵] یعنی اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھوڑنا تیس ماہ میں ہوتا ہے۔ پس دو سال اور چھ ماہ کل تیس ماہ ہو گئے، اس لیے یہ عورت رجم نہیں کی جائے گی۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو چھوڑ دیا۔ اس نے دوسری مرتبہ پھر اتنی ہی مدت بعد بچے کو جنم دیا(۵)۔ ایسا ایک قول حضرت ابن عباسؓ سے بھی مروی ہے جو آپ نے ایسے ہی ایک مقدمہ میں حضرت عثمانؓ کو کہا تھا(۶)۔ عاصم الاحولؒ (۷) نے عکرمہؒ سے کہا ہمیں یہ پہنچا ہے کہ حضرت علیؓ نے ایسا کہا ہے۔ عکرمہؒ نے جواب دیا حضرت ابن عباسؓ کے سوا کسی نے یہ قول نہیں کہا(۸)۔

طلاق

مسئلہ: اگر شوہر نے اپنی بیوی کو اختیار طلاق دے دیا اور بیوی نے اپنے شوہر کو اختیار کر لیا تو اس سے طلاق واقع نہیں ہوگی(۹)۔ اس مسئلہ میں احناف نے حضرت عائشہؓ کا یہ قول لیا ہے خیرنا رسول اللہ صلی

۱۔ بدائع الصنائع ۲۱۱/۳

۲۔ المغنی ۲۳۲/۱۱

۳۔ ایضاً ۲۳۲/۱۱

۴۔ ایضاً ۲۳۱/۱۱۔ الأم ۲۳۸/۵۔ بدائع الصنائع ۲۱۱/۳

۵۔ ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب العدد، باب ما جاء فی اقل الحمل ۴۴۲/۷ عبدالرزاق، المصنف، باب التی تضع لستة اشهر ۳۵۰/۷

۶۔ عبدالرزاق، المصنف، باب التی تضع لستة اشهر ۳۵۱/۷۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب العدد، باب ما جاء فی اقل الحمل ۴۴۲/۷

۷۔ عاصم بن سلیمان الاحول، کنیت ابو عبدالرحمن۔ ایک کنیت ابو عبداللہ بھی ہے۔ بصری، تابعی، حافظ، ثقہ، قاضی مدائن، کوفہ میں اوزان اور پیمانوں پر نگران تھے۔ آپ ۱۴۱ھ/۱۴۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو الکاشف ۲۹۳/۱۔ شذرات الذهب ۲۱۰/۱۔ تهذيب التهذيب ۴۲/۵۔ المعارف ص ۴۴۴

۸۔ المغنی ۲۳۲/۱۱

۹۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۱۶۔ بدائع الصنائع ۱۱۹/۳۔ بداية المجتهد ۳۶۶/۲

اللّٰه علیه وسلم فاخترناه، فلم یعد ذلک علینا طلاقا(۱)۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اختیار دیا تو ہم نے آپ کو اختیار کر لیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے طلاق شمار نہیں کیا۔ ایسا ہی قول حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ کا ہے(۲)۔

مسئلہ: تخییر کی صورت میں اگر بیوی نے اپنے نفس کو اختیار کر لیا تو احناف کے مطابق یہ ایک طلاق بائن ہے(۳)۔ امام مالکؒ کے نزدیک یہ تین طلاقیں ہیں(۴)۔ شوافع اور حنابلہ کہتے ہیں کہ یہ ایک طلاق رجعی ہے(۵)۔ احناف اپنی تائید میں حضرت علیؓ کا قول لائے ہیں إن اختارت نفسها فواحدة بائنة (۶)۔ یعنی اگر بیوی نے اپنا نفس اختیار کیا تو یہ ایک طلاق بائن ہے۔ امام مالکؒ نے حضرت زید بن ثابتؓ کا یہ قول لیا ہے، و اذا اختارت نفسها فهي الثلث، وهي عليه حرام حتى تنكح زوجا غيره (۷)۔ یعنی اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ تین طلاقیں ہوں گی اور وہ اپنے سابقہ شوہر پر حرام ہوگی، جب تک کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔ شوافع اور حنابلہ نے بھی دلیل میں حضرت عمرؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال پیش کیے ہیں۔

زاذانؒ(۸) کہتے ہیں، میں حضرت علیؓ کے پاس بیٹھا تھا۔ آپ سے خیار کے متعلق پوچھا گیا۔ آپ نے فرمایا مجھ سے امیر المومنین حضرت عمرؓ نے اس بارے میں پوچھا تو میں نے کہا إن اختارت نفسها فواحدة بائنة وإن اختارت زوجها فواحدة وهو أحق بها۔ یعنی اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاق بائن ہوگی اور اگر اس نے اپنے خاوند کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاق ہوگی اور خاوند اس کا زیادہ حق دار ہوگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ليس كما قلت إن اختارت نفسها فواحدة، وإن اختارت زوجها فلاشيء وهو أحق بها(۹)۔ یعنی ایسا نہیں ہے جس طرح تم (حضرت علیؓ) کہتے ہو۔ اگر بیوی نے خود کو اختیار کیا تو یہ ایک طلاق ہوگی اور اگر اس نے اپنے شوہر کو اختیار کیا تو پھر کوئی طلاق نہیں ہوگی اور

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۹۱

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يخير امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/ ۳۵، ۳۶

۳۔ بدائع الصنائع ۳/ ۱۲۰، بداية المجتهد ۲/ ۳۶۶

۴۔ شرح الخرشي على مختصر سيدي خليل ۴/ ۷، المغني ۱۰/ ۳۸۲

۵۔ الأم ۵/ ۲۷۵، المغني ۱۰/ ۳۸۲

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يخير امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/ ۳۵۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، باب الخيار ۷/ ۹، السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في التخيير ۷/ ۳۴۵

۷۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۹۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يخير امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/ ۳۵۔ عبدالرزاق، المصنف، باب الخيار ۷/ ۹، السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في التخيير ۷/ ۳۴۵

۸۔ ابو عمر زاذان، کندی، تابعی، علمائے کوفہ میں سے تھے۔ آپ ۸۲ھ میں فوت ہوئے۔ ملاحظہ ہو میزان الاعتدال ۲/ ۶۳، الکاشف ۱/ ۳۲۹، شذرات الذهب ۱/ ۹۰

۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يخير امرأته فتختاره أو تختار نفسها ۴/ ۳۶۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في التخيير ۷/ ۳۴۵۔ عبدالرزاق، المصنف، باب الخيار ۷/ ۹

خاوند اپنی بیوی کا زیادہ حق دار ہے۔

اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال بھی حضرت عمرؓ کے قول کے مطابق ہیں(۱)۔ حضرت ابن مسعودؓ کا ایک قول حضرت علیؓ کے قول کے مطابق بھی ہے کہ یہ ایک طلاق بائن ہے(۲)۔

مسئلہ: جس نے اپنی بیوی کو کہا ''تو مجھ پر حرام ہے''، تو امام مالکؒ کہتے ہیں کہ شوہر سے اس کی نیت نہیں پوچھی جائے گی بلکہ اس سے طلاق ثلاثہ مغلظہ واقع ہو جائے گی(۳)۔ آپ نے اپنی تائید میں حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابوہریرۃؓ کے اقوال نقل کیے ہیں(۴)۔ حضرت زید بن ثابتؓ کا بھی قول ہے کہ اس جملے سے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی(۵)۔

ابن قدامہؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا قول نقل کیا ہے کہ اگر شوہر نے بیوی کو کہا ''تو مجھ پر حرام ہے''، تو اس سے بیوی حرام نہیں ہوگی بلکہ یہ یمین ہے اور شوہر پر کفارۂ یمین ہوگا(۶)۔ اس کو یمین قرار دینے میں حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت ابن مسعودؓ، اور حضرت ابن عباسؓ کے آثار ملتے ہیں(۷)۔ امام شافعیؒ نے نقل کیا ہے کہ امام حمادؒ نے امام ابراہیم نخعیؒ سے اس شخص کے بارے میں پوچھا جس نے اپنی بیوی کو کہا '' تو مجھ پر حرام ہے''۔ امام ابراہیمؒ نے جواب دیا اگر اس نے طلاق کی نیت کی تو یہ طلاق ہے ورنہ یہ یمین ہے(۸)۔ حنابلہ کے نزدیک یہ قول ظہار ہے اور وہ حضرت عثمانؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے اقوال پیش کرتے ہیں(۹)۔

مسئلہ: جس نے شراب پی اور حالت نشہ میں اپنی بیوی کو طلاق دی تو جمہور کے نزدیک طلاق واقع ہو جائے گی(۱۰)۔ انہوں نے دیگر دلائل کے علاوہ اقوالِ صحابہؓ سے بھی استدلال کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورتوں کی

۱۔ ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، باب الخیار ۸/۷ السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق باب ما جاء فی التخییر ۷/۳۴۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا فی الرجل یخیر امرأتہ فتختارہ او تختار نفسہا ۴/۴۵، ۴۷

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا فی الرجل یخیر امرأتہ فتختارہ او تختار نفسہا ۴/۴۵

۳۔ المدونۃ الکبریٰ ۲/۲۸۵

۴۔ المدونۃ الکبری ۲/۲۸۷۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق ما قالوا فی الحرام، من قال لہا انت علیّ حرام، من رآہ طلاقا ۴/۵۵

۵۔ السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق، باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ۷/۳۵۰۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، باب ما قالوا فی الحرام، من قال لہا: انت علیّ حرام، من رآہ طلاقا ۴/۵۶

۶۔ المغنی ۱۰/۳۹۶

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، باب من قال الحرام یمین ولیست بطلاق ۴ ۵۶، ۵۷ السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق، باب من قال لامرأتہ انت علی حرام ۷/۳۵۰، المغنی ۱۰/۳۹۶

۸۔ الأم ۵/۲۸۰

۹۔ المغنی ۱۰/۳۹۶-۳۹۷

۱۰۔ بدائع الصنائع ۳/۹۹، المدونۃ الکبری ۲/۸۳ الأم ۵/۲۷۰ المجموع شرح المهذب ۷ ۶۲ المغنی ۱۰ ۳۴۷

گواہی کے ساتھ طلاق سکران جائز قرار دی ہے(۱)۔ اس طلاق کے جواز میں حضرت علیؓ کا قول ہے کل طلاق جائز إلا طلاق معتوه(۲)۔ یعنی ہر طلاق جائز ہے سوائے پاگل کی طلاق کے۔

طلاق سکران میں صحابہؓ کا اختلاف ہے۔ حضرت عثمانؓ اسے جائز قرار نہیں دیتے(۳)۔ امام احمد بن حنبلؒ نے اس مسئلہ میں توقف فرمایا ہے اور صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال اور متعارض دلائل کی بنا پر کوئی جواب نہیں دیا بلکہ یہ کہا ہے قد اختلف فیه أصحاب رسول الله صلی الله علیه وسلم(۴)۔ یعنی اس مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرامؓ نے اختلاف کیا ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا اختلاف صحابہؓ میں یہ عمل بھی رہا ہے کہ آپ نے جس مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا اختلاف دیکھا، جواب دینے میں توقف کیا۔

مسئلہ: اگر مفقود الخبر کی بیوی نے دوسری شادی کر لی، پھر اس کا پہلا خاوند واپس آ گیا تو عورت اور اس کے آخری شوہر کے درمیان تفریق کرا دی جائے گی۔ وہ عورت تین حیض گزار کر پہلے خاوند کی طرف لوٹ جائے گی۔ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے(۵)۔ آپ کے نزدیک وہ عورت ہر حال میں پہلے شوہر کی بیوی ہے(۶)۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا قول ہے ھی امرأة الأول لا تتزوج حتی یأتیها الخبر بطلاقه أو بموته(۷)۔ یعنی وہ عورت پہلے شوہر کی بیوی ہے۔ وہ اس وقت تک شادی نہیں کرے گی جب تک اس کے شوہر کی طرف سے طلاق یا اس کی موت کی خبر نہ آ جائے۔

اسی طرح جس عورت کو اپنے شوہر کی موت کی خبر پہنچی اور اس نے شادی کر لی، پھر پہلا شوہر آ گیا تو اس مسئلہ میں بھی امام ابوحنیفہؒ نے حضرت علیؓ کا قول روایت کیا ہے کہ وہ عورت پہلے شوہر کی طرف لوٹ جائے گی۔ آخری شوہر سے اس کی جدائی کرا دی جائے گی۔ وہ آخری شوہر سے عدت گزارنے سے قبل پہلے شوہر کے قریب نہیں جائے گی۔ اسے آخری شوہر سے مہر ملے گا۔ پہلا شوہر بھی اس عورت کے قریب نہیں جائے گا جب تک وہ آخری شوہر سے عدت نہ گزار لے(۸)۔

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، من اجاز طلاق السکران ۳۱/۴

۲۔ السنن الکبری، کتاب الخلع والطلاق، باب من قال بجواز طلاق السکران وعتقه ۳۵۹/۷

۳۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، من اجاز طلاق السکران ۳۱/۴

۴۔ المغنی ۳۴۶/۱۰

۵۔ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۴۹/۴ وبعد

۶۔ محمد، کتاب الآثار ص ۹۶

۷۔ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۵۸/۴

۸۔ ابو یوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۶

خلع

مسئلہ: علامہ کاسانیؒ حنفی نے لکھا ہے کہ جمہور کے نزدیک جوازِ خلع کے لیے حاکم کی موجودگی شرط نہیں ہے، خلع غیر حاکم کے پاس بھی جائز ہے(۱)۔ اس کی تائید میں حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے آثار ملتے ہیں۔

حضرت عمرؓ کے پاس خلع کا معاملہ پیش ہوا تو آپ نے اسے جائز قرار دیا(۲)۔ ایک عورت اور اس کا چچا دونوں حضرت ابن عمرؓ کے پاس آئے۔ عورت نے بتایا کہ اس نے حضرت عثمانؓ کے عہد میں اپنے شوہر سے خلع لیا تھا۔ جب یہ بات حضرت عثمانؓ کو معلوم ہوئی تو آپ نے اس کی نکیر نہیں کی تھی(۳)۔ حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا ایسی عورت کی عدت مطلقہ عورت کی عدت ہے(۴)۔

عدت

مسئلہ: حنبلی فقیہ ابن قدامہؒ فرماتے ہیں کہ جس عورت کو طلاق کے بعد حیض آنا بند ہو گیا اور وہ نہیں جانتی کہ حیض کس وجہ سے بند ہوئے تو وہ ایک سال عدت گزارے گی۔ اس میں نو ماہ حمل کی غالب مدت ہے جو استبرائے رحم معلوم کرنے کے لیے ہے۔ اگر حمل معلوم نہ ہو تو پھر اس کے بعد وہ عورت آیسہ کی عدت تین ماہ گزارے گی اور یہ حضرت عمرؓ کا قول ہے(۵)۔ ابن قدامہؒ نے امام شافعیؒ کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ حضرت عمرؓ نے یہ فیصلہ مہاجرین و انصار کے سامنے کیا تھا اور ان میں سے کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، جب کہ امام شافعیؒ کا ایک قول چار سال پھر اس کے بعد تین ماہ کے بارے میں ہے۔ اور قول جدید یہ ہے کہ وہ عورت ہمیشہ عدت میں رہے گی جب تک کہ اسے حیض نہ آ جائے یا وہ سنِ ایاس کو نہ پہنچ جائے پھر وہ تین ماہ عدت پوری کرے گی(۶)۔ ابن قدامہؒ کہتے ہیں کہ امام شافعیؒ نے جو اجماع حکایت کیا ہے، ہم نے اسے لیا ہے(۷)۔ ''الأم'' میں ہے امام شافعیؒ کا قولِ اول یہ ہے کہ جب وہ عورت سنِ ایاس کو پہنچ جائے تو نو ماہ انتظار کرے گی، اس کے بعد تین ماہ عدت گزارے گی(۸)۔ امام مالکؒ کے نزدیک بھی ایسی

۱۔ بدائع الصنائع ۱۴۵/۳

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، ما قالوا في الخلع يكون دون السلطان ۸۸/۴

۳۔ السنن الكبرى، كتاب الخلع و الطلاق، باب الخلع عند غير السلطان ۳۱۶/۷

۴۔ ایضاً ۳۱۶/۷

۵۔ المغنی ۲۱۳/۱۱

۶۔ ایضاً ۲۱۴/۱۱

۷۔ ایضاً ۲۱۵/۱۱

۸۔ الأم ۲۲۹/۵

عورت کی عدّت ایک سال ہے(۱)۔

رجعت

مسئلہ: جس نے حاملہ بیوی کو ایک طلاق دی، اس نے ایک بچہ جنم دیا اور دوسرا پیٹ میں ہو تو امام مالکؒ کے نزدیک وہ عورت جب تک پیٹ میں موجود آخری بچہ کو جنم نہیں دے دیتی، اس کے شوہر کو رجوع کا حق ہے۔ اس بارے میں حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت جابر بن عبداللہؓ کے اقوال ہیں(۲)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی ہے إن طلقها و فی بطنها توأمان، فوضعت احدهما، راجعها زوجها مالم تضع الآخر (۳)۔ یعنی اگر شوہر نے حاملہ کو طلاق دی اور اس کے پیٹ میں جڑواں بچے ہوں، اس نے ایک کو جنم دے دیا ہو تو جب تک وہ عورت دوسرے بچے کو جنم نہ دے لے اس کا شوہر رجوع کرسکتا ہے۔

مسئلہ: تیسرا حیض ختم ہوجانے کے بعد غسل نہ کرنے تک عورت عدّت میں ہے اور اس کا شوہر حق رجوع رکھتا ہے(۴)۔

اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے پاس عورت آئی اور کہا میرے شوہر نے مجھے طلاق دی، پھر مجھے دو حیض آئے اور تیسرا شروع ہوگیا حتی کہ تیسرے حیض کا خون بھی رک گیا۔ میں نہانے کے لیے غسل خانہ میں داخل ہوئی اور اپنے کپڑے اتارے۔ اتنے میں میرا شوہر آیا اور کہا میں نے تیری طرف رجوع کیا۔ ابھی میں نے اپنے اوپر پانی نہیں انڈیلا تھا۔ حضرت عمرؓ کے حکم پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا یا امیر المومنین! أراه أملک برجعتها لأنها حائض بعد، لم تحل لها الصلوة۔ یعنی اے امیر المومنین! میری رائے ہے کہ وہ اپنی بیوی کی طرف حق رجوع رکھتا ہے کیوں کہ وہ عورت ابھی حائضہ ہے، ابھی اس کے لیے نماز حلال نہیں ہوئی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا وأنا أری ذلک۔ یعنی میری بھی یہی رائے ہے۔ حضرت عمرؓ نے عورت کو شوہر کی طرف لوٹا دیا۔ آپ نے حضرت ابن مسعودؓ سے فرمایا کنیف مملوء علما(۵)۔ یعنی آپ علم سے بھرا برتن ہیں۔

مسئلہ: ایک شخص نے اپنی بیوی کو طلاق دی اور اسے بتا دیا۔ پھر عدّت پوری ہونے سے قبل اس شخص نے رجوع کرلیا لیکن عورت کو اس کی اطلاع نہیں دی۔ جب وہ آیا تو وہ عورت دوسری شادی کرچکی تھی۔ اس شخص نے حضرت عمرؓ کے پاس آکر سارا معاملہ بیان کیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا إن وجدته لم یدخل بها فانت أحق بها، و إن

۱۔ المدونة الکبری ۲/۵

۲۔ ایضا ۴/۲

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، باب المطلقة الحامل فی بطنها توأمان ۷/۷

۴۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۳۔ المغنی ۱۰/۵۵۶، ۱۱/۲۰۳

۵۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۳

كان قد دخل بها فليس لك عليها سبيل (۱)۔ یعنی اگر تم یہ پاؤ کہ اس عورت کے شوہر نے اس سے خلوتِ صحیحہ نہیں کی تو تم اس عورت کے زیادہ حق دار ہو۔ اگر اس نے عورت سے خلوتِ صحیحہ کر لی ہے تو پھر تمہارا اس عورت پر کوئی حق نہیں ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا اذا طلق امرأته واحدة يملك الرجعة، ثم اشهد على رجعتها قبل أن تنقضي العدة وهي لا تعلم حتى تزوجت و دخل بها زوجها أن يفرق بينها و بين زوجها الآخر و ترد على زوجها الأول (۲)۔ یعنی جس نے اپنی بیوی کو ایک طلاق دی تو اسے حقِ رجوع حاصل ہے۔ پھر عدت پوری ہونے سے قبل بیوی کی طرف رجوع کر لینے پر وہ گواہ بناتا ہے۔ وہ عورت اس رجوع سے لاعلم ہوتے ہوئے شادی کر لیتی ہے اور دوسرا خاوند اس سے خلوت صحیحہ کر لیتا ہے تو اس عورت اور اس کے دوسرے خاوند کے درمیان جدائی کرا دی جائے گی اور وہ عورت پہلے خاوند کی طرف لوٹا دی جائے گی۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ ہم نے حضرت علیؓ کا قول لیا ہے اور یہ ہمیں پہلے قول یعنی حضرت عمرؓ کے قول سے زیادہ پسندیدہ ہے۔ یہی قول امام ابوحنیفہؒ کا ہے (۳)۔

ایلاء

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ رجوع کے بغیر مدتِ ایلاء گزرنے پر طلاقِ بائن واقع ہو جاتی ہے (۴)۔ انہوں نے دیگر دلائل کے علاوہ یہ دلیل بھی دی ہے کہ اس پر اجماعِ صحابہؓ ہے کیوں کہ حضرت عثمانؓ، حضرت ابن مسعودؓ، حضرت ابن عباسؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ سے مروی ہے کہ جب چار ماہ گزر جائیں تو یہ طلاق بائنہ ہے (۵)۔

ظہار

مسئلہ: جس نے اجنبی عورت سے کہا ''تم میرے لیے ایسی ہو جیسے میری ماں کی پیٹھ''، پھر اس عورت سے شادی کر لے تو وہ کفارۂ ظہار دینے تک وطی نہ کرے (۶)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ایک شخص نے ایک عورت کے بارے میں یہ کہا تھا کہ اگر میں اس سے نکاح کروں تو وہ مجھ پر ایسی ہے جیسے میری ماں کی پیٹھ۔ حضرت عمرؓ نے حکم دیا کہ اگر وہ اس عورت سے نکاح کرے تو اس سے جماع نہ کرے جب تک کفارۂ ظہار ادا نہ کرے (۷)۔

۱۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۱۲۹۔ مزید ملاحظہ ہو محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۵

۲۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۱۳۰۔ مزید ملاحظہ ہو: محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۵

۳۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۰۵

۴۔ بدائع الصنائع ۳/۱۷۷، الهداية ۲/۳۱

۵۔ بدائع الصنائع ۳/۱۷۷۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الطلاق، من قال اذا مضت اربعة اشهر في الإيلاء تعتد ۶/۹۹۔ السنن الكبرى، کتاب الإيلاء، باب من قال عزم الطلاق انقضاء الأربعة الأشهر ۷/۳۷۹۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الطلاق، من قال اذا مضت اربعة اشهر في الإيلاء تعتد ۳/۹۹

۶۔ المغنی ۱۱/۷۵

۷۔ الموطا، کتاب الطلاق، باب ظهار الحر ص ۳۳۹۔ السنن الكبرى، کتاب الظهار، باب لا ظهار قبل نكاح ۷/۳۸۳

میراث

مسئلہ: احناف کے مطابق جس نے اپنے مرض الموت میں بیوی کو تین طلاقیں دیں تو جب تک وہ عورت عدّت میں ہے، اسے متوفی کے ترکہ میں سے حصہ ملے گا(۱)۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت عائشہؓ کے آثار ہیں۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا: اذا طلقها مريضا ورثته ما كان في العدة ولا يرثها (۲)۔ یعنی اگر شوہر نے حالتِ مرض میں بیوی کو طلاق دی تو جب تک وہ عدّت میں ہے، اس کی وارث ہوگی لیکن مرد کو عورت کے ترکہ سے کچھ نہیں ملے گا۔

حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ نے حالتِ مرض میں اپنی بیوی کو تین طلاقیں دیں جس کی عدّت کے دوران وہ فوت ہو گئے تھے۔ حضرت عثمانؓ نے عورت کو حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کے ترکہ سے میراث دلوائی تھی(۳)۔

حضرت عائشہؓ نے ایسی عورت کے بارے میں فرمایا: ترثه ما دامت في العدة (۴)۔ یعنی وہ اپنے سابق شوہر کے ترکہ میں سے حصہ پائے گی، جب تک وہ عورت عدّت میں ہے۔

مسئلہ: میّت کے بھائیوں اور بہنوں کے ساتھ دادا کی میراث کے مسئلہ میں امام ابوحنیفہؒ کا موقف ہے کہ دادا، باپ کی جگہ ہے۔ دادا کے ہوتے ہوئے تمام بھائی بہن میراث سے محروم رہیں گے، جیسے باپ کی موجودگی میں ان سب کو حصہ نہیں ملتا(۵)۔ صاحبینؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک تمام بہن بھائی دادا کے ساتھ میراث پائیں گے۔ دادا، باپ کی مانند انہیں محرومِ میراث نہیں کرے گا(۶)۔

دادا کی میراث پر صحابہ کرامؓ میں اختلافِ رائے تھا جس کا اثر فقہاء کرام پر بھی پڑا۔ امام ابوحنیفہؒ نے جن صحابہؓ کا قول اختیار کیا ہے ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ، حضرت ابن عباسؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت ابودرداءؓ، حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ، حضرت ابوہریرہؓ، حضرت عمران بن حصینؓ، حضرت جابرؓ بن عبداللہ، حضرت ابوطفیلؓ اور حضرت عبادۃ بن الصامتؓ شامل ہیں(۷)۔

۱۔ بدائع الصنائع ۲۱۹/۳، كتاب الحجة على اهل المدينة ۲۹۵/۳

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، باب طلاق المريض ۶۲/۷، مزید ملاحظہ ہو المدونة الكبرى ۸۹/۲

۳۔ عبدالرزاق، المصنف، باب طلاق المريض ۶۲/۷، مزید ملاحظہ ہو السنن الكبرى، كتاب الخلع والطلاق، باب ما جاء في توريث المبتوته في مرض الموت ۳۶۲/۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يطلق امرأته ثلاثا وهو مريض، هل ترثه؟ ۱۵۱/۳، المدونة الكبرى ۸۹/۲، الأم ۲۶۱/۵

۴۔ ابن ابی شیبہ، كتاب الطلاق، ما قالوا في الرجل يطلق امرأته ثلاثا وهو مريض، هل ترثه؟ ۱۵۱/۳

۵۔ كتاب الحجة على اهل المدينة ۲۰۵/۳، بداية المجتهد ۳۱۸/۵، المغني ۶۶/۹

۶۔ الإستذكار ۳۳۰/۱۵، كتاب الحجة على اهل المدينة ۲۰۷/۳، الأم ۸۵/۴، ۳۴/۷، ۱۸۹، المغني ۶۶/۹

۷۔ المغني ۶۶/۹، كتاب الحجة على اهل المدينة ۲۰۶/۳ وما بعد۔ بداية المجتهد ۳۱۸/۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الفرائض، في الجد من جعله أبا ۳۳۴/۷ وما بعد۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب الفرائض، باب فرض الجد ۲۶۳/۱۰ وما بعد

جمہور فقہاء نے حضرت علیؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کا مسلک اپنایا ہے(۱)۔ بھائیوں کے ساتھ دادا کو کتنا حصہ ملے گا؟ اس مسئلہ میں بھی فقہاء کرام مختلف الآراء ہیں جس کی وجہ بھی اختلاف صحابہؓ ہے (۲)۔ امام شافعیؒ نے فرائض کے اکثر مسائل میں حضرت زید بن ثابتؓ کا قول اختیار کیا ہے۔ مثلاً بھائیوں کے ساتھ دادا کے حصہ میں امام شافعیؒ کا موقف ہے کہ دادا کا حصہ ایک ثلث ہے یا مقاسمہ میں سے جو حصہ بڑا ہو، وہ دادا کو ملے گا۔ امام شافعیؒ فرماتے ہیں' ھذا القول زید بن ثابت و عنہ قبلنا اکثر الفرائض (۳)۔ یعنی یہ حضرت زید بن ثابتؓ کا قول ہے اور فرائض کے اکثر مسائل ہم نے حضرت زید بن ثابتؓ سے لیے ہیں۔

وصیت

مسئلہ: امام احمد بن حنبلؒ کا قول ہے کہ جب بچہ دس سال کا ہو جائے تو اس کی وصیت جائز ہے(۴)۔ ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا اثر ہے۔ آپ سے کہا گیا کہ یہاں مدینہ میں قبیلہ غسان کا ایک لڑکا ہے جو بلوغت کے قریب ہے مگر ابھی بالغ نہیں ہوا۔ وہ صاحب مال ہے جس کے وارث شام میں ہیں، یہاں سوائے ایک چچا زاد بہن کے اس کا کوئی وارث نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا اسی بہن کو وصیت کرے۔ لڑکے نے اپنی چچا زاد بہن کے لیے وصیت کی(۵)۔ یہ لڑکا اپنی وفات کے وقت دس یا بارہ برس کا تھا(۶)۔

مسئلہ: علامہ ابن قدامہؒ حنبلی لکھتے ہیں کہ اکثر اہل علم کے مطابق عورت کو وصی بنانا صحیح ہے(۷)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنی بیٹی حضرت حفصہؓ (۸) کو اپنے مال کا وصی بنایا تھا(۹)۔

بیوع

مسئلہ: امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کے نزدیک انعقاد بیع کے لیے فریقین کا مجلس سے تفرق بالأبدان

۱۔ المغنی ۶۶/۹ الأم ۸۵/۴، ۱۳۶/۷، ۸۹ الإستذکار ۳۴۰/۵ کتاب الحجۃ علی اهل المدینۃ ۲۰۷/۴، ابن ابی شیبہ المصنف، کتاب الفرائض، اذا ترک اخوۃ وجداً و اختلافهم فیه ۲۵۱/۷ وبعد۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الفرائض، باب فرض الجد ۲۶۵/۱۰ وبعد

۲۔ تفصیل ملاحظہ: بدایۃ المجتهد ۳۱۹/۵ وبعد۔ المغنی ۶۸/۹ وبعد

۳۔ الأم ۸۵/۴

۴۔ المغنی ۵۰۸/۸

۵۔ الموطا، کتاب الوصیۃ، باب جواز وصیۃ الصغیر والضعیف والمصاب والسفیہ ص ۵۸۳

۶۔ ایضا ص ۵۸۳

۷۔ المغنی ۵۵۲/۸

۸۔ حضرت حفصہؓ ام المؤمنین، زوجۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، بنت حضرت عمرؓ۔ حضرت ام المؤمنین کا سال وفات ۴۱ھ ہے۔ ایک قول ۴۵ھ کا بھی ہے۔ ملاحظہ ہو: الإستیعاب ۲۵۷/۱۲، الاصابۃ ۱۹۷/۱۲، اسد الغابۃ ۶۲/۷، تاریخ الصحابۃ ص ۸۳

۹۔ سنن ابی داؤد، کتاب الوصایا، باب ما جاء فی الرجل یوقف الوقف ۳۲۵/۲

ضروری ہے(۱)۔ اس کی دلیل حضرت ابن عمرؓ کا اثر ہے۔ وہ جب کسی چیز کی خرید وفروخت کرتے تو پھر تھوڑا سا چل لیتے اور اپنے فریق سے جدا ہو جاتے تھے تاکہ بیع واجب ہو جائے(۲)۔

مسئلہ: جمہور فقہاء کے مطابق جس نے کوئی چیز نقد یا ادھار فروخت کی، خریدار نے اس کا قبضہ لے لیا مگر ابھی قیمت ادا نہیں کی تو بائع کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ خریدار سے وہی چیز کم قیمت پر خرید لے(۳)۔ اس کی دلیل حضرت عائشہؓ کا اثر ہے۔ آپ کے پاس ایک عورت آئی اور کہا میں نے حضرت زید بن ارقمؓ سے ایک غلام آٹھ سو دراہم میں خریدا، پھر ان ہی کو چھ سو دراہم میں بیچ دیا۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا بئس والله ما اشتریت و بئس والله ما اشتری اخبری زید بن ارقم أنه قد أبطل جهاده مع رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا ان يتوب(۴)۔ یعنی اللہ کی قسم، بہت بُرا ہے جو تم نے فروخت کیا اور اللہ کی قسم، بہت بُرا ہے جو حضرت زید بن ارقمؓ نے خریدا۔ حضرت زید بن ارقمؓ کو بتا دو کہ اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو اللہ تعالیٰ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ ان کا جہاد باطل کر دیا ہے۔ اس روایت سے یہ استدلال ہے کہ حضرت عائشہؓ نے حضرت زید بن ارقمؓ کو ان کی عبادت کے ضیاع کی وعید سنائی ہے۔ علامہ کاسانیؒ حنفی نے لکھا ہے کہ انسان اپنی ذاتی رائے سے ایسی چیز پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ حضرت عائشہؓ نے یہ بات نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی ہو گی(۵)۔

امام شافعیؒ نے ایسی بیع جائز قرار دی ہے(۶)۔ ان کا موقف یہ ہے کہ اگر کچھ صحابہ کسی مسئلہ میں اختلاف کریں تو اصل یہ ہے کہ ہم اس قول کی طرف جائیں گے جس کے ساتھ قیاس ہو۔ اس مسئلہ میں قیاس حضرت زید بن ارقمؓ کے قول کے ساتھ ہے(۷)۔ احناف نے حضرت عائشہؓ کے قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا ہے(۸)۔ یہاں یہ بات ملاحظہ کی جا سکتی ہے کہ فقہاء کرامؒ آثار صحابہؓ سے باہر نہیں نکلے۔

۱۔ المغنی ۱۰/۶، بدایة المجتهد ۲۶/۵، الأم ۳/۳

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب البیعان مالم یفترقا ۵۱/۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والأقضیة، من قال البیعان بالخیار مالم یفترقا ۳۰۸/۵، السنن الکبری، کتاب البیوع، باب المتبایعان بالخیار مالم یفترقا إلا بیع الخیار ۲۶۹/۵ صحیح البخاری، کتاب البیوع، باب کم یجوز الخیار ۲۸۳/۱ صحیح مسلم، کتاب البیوع، باب ثبوت خیار المجلس للمتبایعین ۱۱۶۳/۳، الأم ۳/۳

۳۔ بدائع الصنائع ۱۹۸/۵ المغنی ۲۶۰/۶ کتاب الحجة علی اهل المدینة ۳۶/۲ء

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب الرجل یبیع السلعة ثم یرید اشتراءها بنقد ۱۸۴/۸-۱۸۵۔ مزید ملاحظہ ہو کتاب الحجة علی اهل المدینة ۲/۷۴ء۔۸۰ء۔ ابویوسف، کتاب الآثار ص ۱۸۶۔ کتاب الأصل ۲۰۶/۵

۵۔ بدائع الصنائع ۱۹۹/۵

۶۔ الأم ۳۸/۳، المجموع شرح المهذب ۱۵۹/۱۰

۷۔ المجموع شرح المهذب ۱۵۰/۱۰، الأم ۳۸/۳-۳۹

۸۔ تخریج الفروع علی الأصول ص ۱۸۱-۱۸۲۔ عبدالعزیز بخاری، کشف الأسرار ۳۲۶/۳

مسئلہ: امام احمد بن حنبلؒ کے نزدیک بیع عربان(۱) میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایسا کیا اور حضرت ابن عمرؓ سے مروی ہے کہ انہوں نے اسے جائز قرار دیا ہے(۲)۔

حضرت نافع بن عبدالحارثؓ(۳) نے حضرت صفوان بن امیہؓ (۴) سے جیل خانہ کے لیے ایک گھر چار ہزار دراہم میں خریدا کہ اگر حضرت عمرؓ راضی ہوئے تو یہ بیع ان کے لیے ہوگی اور اگر حضرت عمرؓ راضی نہ ہوئے تو چار ہزار دراہم حضرت صفوانؓ کے ہوں گے(۵)۔

مسئلہ: ابواسحاق شیرازیؒ شافعی کہتے ہیں کہ مصاحف کی بیع جائز ہے، کیوں کہ حضرت ابن عباسؓ سے مصاحف کی بیع سے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا لا باس یاخذون اجور یدیهم ولانه طاهر منتفع فهو کسائر الاموال(۶)۔ یعنی کوئی حرج نہیں، لوگ اپنی محنت کا اجر لیتے ہیں، اور یہ تمام، سواں کی طرح پاک اور فائدہ مند ہے۔ حضرت ابن عباسؓ سے یہ بھی مروی ہے کہ وہ مصاحف کی خرید میں رخصت دیتے تھے اور اس کی فروخت کو ناپسند کرتے تھے(۷)۔ حضرت جابرؓ اور حضرت ابن عمرؓ کا بھی یہی قول ہے(۸)۔

اجارہ

مسئلہ: صاحبینؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ کا ایک قول اور حنابلہ کے نزدیک اگر اجیر مشترک کے پاس کوئی چیز ضائع ہوگئی تو وہ ضامن ہے اور اس چیز کا تاوان ادا کرے گا(۹)۔

ان علماء نے اپنے مسلک کی تائید میں جو دلیل پیش کی ہے وہ حضرت عمرؓ، ور حضرت علیؓ کا اثر ہے۔ حضرت عمرؓ نے کاریگروں اور رنگریزوں کو ضامن بنایا تھا کہ اگر ان کے پاس لوگوں کی چیزوں کا نقصان ہو جائے تو وہ اسے پورا

۱۔ بیع عربان یہ ہے کہ ایک شخص کوئی چیز خریدے اور بائع کو تھوڑی سی رقم دے اور اسے کہے کہ اگر اس نے وہ چیز اپنے پاس رکھ لی تو یہ رقم چیز کی قیمت سے منہا کر لی جائے گی اور اگر اس نے وہ چیز نہ رکھی تو یہ رقم بائع کی ہوگی۔ ملاحظہ ہو، المغنی ۲۳۱/۶

۲۔ المغنی ۲۳۱/۶

۳۔ حضرت نافع بن عبدالحارث خزاعی صحابی۔ ملاحظہ ہو: الکاشف ۱۷۳/۳

۴۔ حضرت صفوان بن امیہ بن خلف قرشی صحابی۔ آپ زمانہ جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھے۔ آپ کی وفات ۴۱ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو الاستیعاب ۱۲۸/۵، الاصابۃ ۱۳۵/۵، تاریخ الصحابۃ ص ۱۳۵۔ اسد الغابۃ ۲۲/۳

۵۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والاقضیۃ، فی العربان فی البیع ۳۹۲/۵

۶۔ المجموع شرح المهذب ۲۵۱/۹-۲۵۲

۷۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والاقضیۃ، من رخص فی اشترائها ۳۱/۵۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب بیع المصاحف ۱۱۲/۸

۸۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب بیع المصاحف ۱۱۲/۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والاقضیۃ، من رخص فی شرائها ۳۱/۵

۹۔ بدائع الصنائع ۲۱۰/۴، بدایۃ المجتهد ۱۵۳/۲، الام ۱۰۲/۷، المغنی ۱۰۳/۸

کریں(۱)۔ حضرت علیؓ نے بھی اجیر کو ضامن بنایا تھا اور فرمایا تھا لا یصلح الناس إلا ذلک (۲)۔ یعنی لوگوں کے مفادات کے تحفظ کے لیے یہ ضروری ہے۔

شہادات

مسئلہ: قاذف توبہ کرلے تو اس کی گواہی مقبول ہے۔ یہ امام مالکؒ، امام شافعیؒ اور حنابلہ کے نزدیک ہے(۳)۔ ان کی دلیل حضرت عمرؓ کا اثر ہے۔ حضرت مغیرہ بن شعبہؓ کے خلاف چار لوگوں نے زنا کی گواہی دی۔ ان میں سے ایک اپنی گواہی سے پھر گیا۔ حضرت عمرؓ نے بقیہ تین پر حد قذف جاری کی۔ پھر حضرت عمرؓ نے انہیں کہا کہ وہ توبہ کرلیں۔ دو نے توبہ کرلی اور ان کی گواہی قبول کی گئی۔ حضرت ابوبکرہؓ نے توبہ کرنے سے انکار کیا تو ان کی گواہی قبول نہیں کی گئی(۴)۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ کا کسی نے انکار نہیں کیا، پس یہ اجماع ہے(۵)۔

اس مسئلہ میں حضرت ابن عباسؓ کا قول بھی نقل کیا گیا ہے(۶) قرآن مجید کی آیت وَلَا تَقْبَلُوا لَهُمْ شَهَادَةً أَبَدًا وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْفَاسِقُونَ [النور ۲۴:۴]۔ (ان کی گواہی کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ بدکردار ہیں) اور پھر فرمانِ الٰہی ہے إِلَّا الَّذِينَ تَابُوا [النور ۲۴:۵]۔ (سوائے ان کے جو توبہ کرلیں)۔ اس کی تفسیر میں حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا۔ فمن تاب واصلح فشهادته فی کتاب الله تقبل(۷)۔ یعنی جس نے توبہ کی اور اپنی اصلاح کرلی تو اللہ تعالیٰ کی کتاب میں اس کی گواہی قبول کی جائے گی۔

مسئلہ: امام مالکؒ کے نزدیک بچوں کی آپس کی لڑائی میں ان کی ایک دوسرے کے بارے میں گواہی جائز ہے جب تک وہ الگ الگ نہ ہوگئے ہوں یا الگ الگ ہوکر اپنے گھر والوں کے پاس نہ چلے گئے ہوں(۸)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عمرؓ نے بچوں کی گواہی ایک دوسرے کے بارے میں جائز قرار دی ہے،

۱۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب ضمان الأجیر الذی یعمل بیده ۲۱۷/۸۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والأقضیة، فی القصار والصباغ وغیره ۴۷/۵

۲۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب البیوع والأقضیة، فی القصار والصباغ وغیره ۴۷/۵۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، کتاب البیوع، باب ضمان الأجیر الذی یعمل بیده ۲۱۸/۸

۳۔ المدونة الکبری ۲۳/۴۔ الأم ۲۱۵/۶۔ المغنی ۱۸۸/۱۴

۴۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف ۳۶۲/۸۔ مزید ملاحظہ ہو المدونة الکبری ۴ ۲۳ الأم ۶ ۵ ۲ السنن الکبری، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف ۱۵۲/۱۰

۵۔ المغنی ۱۸۹/۱۴

۶۔ ایضاً ۱۸۹/۱۴

۷۔ السنن الکبری، کتاب الشهادات، باب شهادة القاذف ۱۵۳/۱۰

۸۔ المدونة الکبری ۲۶/۴۔ الاستذکار ۳۳/۷

جب تک وہ اس جگہ سے چلے نہ جائیں یا اپنے گھر والوں کے پاس نہ لوٹ جائیں(۱)۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بھی لڑکوں کی آپس کی مار پیٹ میں ان کی گواہی پر حکم لگاتے تھے(۲)۔ حضرت علیؓ بھی بچوں کی ایک دوسرے کے متعلق گواہی جائز قرار دیتے تھے جب وہ اسی حالت میں کہیں، لیکن اگر ان کے گھر والوں نے ان کو سکھا دیا ہو تو پھر حضرت علیؓ کے نزدیک بچوں کی ایک دوسرے کے خلاف گواہی جائز نہیں ہے(۳)۔

مسئلہ: جن امور سے مرد آگاہ نہیں ہوتے کیا ان میں صرف ایک عورت کی گواہی مقبول ہے؟ امام مالکؒ فرماتے ہیں کہ کم سے کم دو عورتوں کی گواہی جائز ہے۔ ایک عورت کی گواہی کسی معاملہ میں جائز نہیں ہے(۴)۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ سے ایسے شخص کے بارے میں پوچھا گیا جس نے کسی عورت سے شادی کی، پھر ایک عورت آئی جو یہ کہتی تھی کہ اس نے ان دونوں کو دودھ پلایا ہے۔ حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا ان تتنزہ عنہا فھو خیر لک، فاما ان یحرمہا احد علیک فلا(۵)۔ یعنی اگر تم اپنی بیوی سے الگ ہو جاؤ تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے اور یہ کہ کوئی اس عورت کو تم پر حرام کردے، تو ایسا نہیں ہے۔

فے

مسئلہ: تقسیم فے میں خلفائے راشدین کا اختلاف تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں میں مال فے کی مساویانہ تقسیم کی اور غلاموں کو بھی شامل کیا۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے اختلاف کیا۔ حضرت عمرؓ جب خلیفہ بنے تو انہوں نے تقسیم میں حفظ مراتب اور سبقت اسلام کا لحاظ رکھا اور غلاموں کو اس تقسیم سے نکال دیا۔ حضرت علیؓ جب خلیفہ ہوئے تو انہوں نے پھر حضرت ابوبکرؓ کے اصول پر مال فے کو تقسیم کیا(۶)۔ اس اختلاف کو مدنظر رکھتے ہوئے امام احمد بن حنبلؒ نے یہ موقف اپنایا کہ یہ دونوں امور درست ہیں۔ امام اور حکمران اپنے اجتہاد کی روشنی میں جسے مناسب سمجھے اس پر عمل کر سکتا ہے(۷)۔

أیمان و نذور

مسئلہ: امام محمد شیبانیؒ حنفی کہتے ہیں کہ کفارہ یمین کے تین روزے متواتر رکھنا ہوں گے۔ انہوں

۱۔ المدونۃ الکبریٰ ۷۲-۷۱/۴
۲۔ الموطا، کتاب الأقضیۃ، باب القضاء فی شهادة الصبیان ص ۵۵۸
۳۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الشهادات، باب شهادة الصبیان ۳۵۱/۸
۴۔ المدونۃ الکبریٰ ۳۲/۴
۵۔ ایضا ۳۲/۴
۶۔ تفصیل ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ، کتاب قسم الفئ، باب التسویۃ بین الناس فی القسمۃ ۳۴۸/۶
۷۔ المغنی ۳۰۱/۹

نے اس مسئلہ میں حضرت ابن مسعودؓ کی قراءت پر عمل کیا ہے(۱)۔ حضرت ابن مسعودؓ قرآن مجید کی آیت فمن لم یَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ [المائدہ ۵: ۸۹] کی تلاوت یوں کرتے تھے فمن لم یجد فصیام ثلاثۃ ایام متتابعات(۲)۔ یعنی جو آزاد کرنے کے لیے غلام نہ پائے تو وہ تین دن مسلسل روزے رکھے۔ امام شافعیؒ کا بھی ایک قول یہ ہے کہ کفارۂ یمین کے روزے متواتر رکھنا ہوں گے(۳)۔

مسئلہ: جس نے قسم کھائی کہ وہ خود کو یا اپنے بیٹے کو ذبح کرے گا تو وہ کفارہ کے طور پر ایک مینڈھا ذبح کرے۔ یہ فقہی حکم احناف اور امام احمد بن حنبلؒ کے ایک قول کے مطابق ہے(۴)۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کے اس قول سے استدلال کیا ہے من نذر ان ینحر نفسه او ولده فلیذبح کبشا(۵)۔ یعنی جس نے نذر مانی کہ وہ اپنی بیٹے کی قربانی دے گا تو وہ ایک مینڈھا ذبح کرے۔

امام مالکؒ اور امام احمد بن حنبلؒ کے ایک قول کے مطابق اس پر کفارۂ یمین ہے(۶)۔ انہوں نے بھی حضرت ابن عباسؓ کا یہ اثر لیا ہے جس کے مطابق قسم کھانے یا نذر ماننے والے پر کفارۂ یمین کی طرح کا کفارہ ہے(۷)۔

مسئلہ: علامہ ابن قدامہؒ حنبلی کہتے ہیں کہ جس نے قسم کھائی کہ وہ فلاں سے بات نہیں کرے گا ''حقبا'' یعنی ایک مدت تک تو یہ مدت اسی سال ہوں گے(۸)۔ انہوں نے حضرت ابن عباسؓ کی تفسیر کو دلیل بنایا ہے۔ آپ نے قرآن مجید کی آیت: لَٰبِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا [النبا ۷۸: ۲۳] (اس میں وہ مدتوں پڑے رہیں گے) کی تفسیر میں فرمایا الحقب ثمانون سنة(۹)۔ یعنی حقب اسی سالوں کا ہے۔

مسئلہ: جس نے قسم کھائی کہ وہ پیدل بیت اللہ جائے گا، پھر وہ حانث ہو گیا تو اس پر عمرہ ہے، اگر چاہے تو حج کرلے۔ وہ چاہے تو سوار ہو کر کرے یا پیدل۔ سواری پر کرنے سے وہ ایک بکری ذبح کرے گا۔ امام محمد شیبانیؒ حنفی کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت علیؓ سے پہنچا ہے کہ آپ نے فرمایا من جعل علیه الحج ماشیا راکبا و ذبح

۱۔ کتاب الأصل ۲/۲۱۸

۲۔ کتاب الأصل ۲/۲۱۸۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الأیمان والنذور، باب صیام ثلاثة ایام و تقدیم التکفیر ۸/۵۱۳۔ ۵ الإستذکار ۳/۲۵۱

۳۔ الأم ۷/۱۰۳

۴۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۹۰، المغنی ۱۳/۴۷۸، بدایة المجتهد ۲/۶۵

۵۔ عبدالرزاق، المصنف، کتاب الأیمان والنذور، باب من نذر لینحرن نفسه ۸/۴۶۰۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب الأیمان، باب ما جاء فیمن نذر ان یذبح ابنه أو نفسه ۱۰/۷۲-۷۳۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۹۰

۶۔ المدونة الکبری ۱/۵۷۶، المغنی ۱۳/۴۷۸

۷۔ ایضاً

۸۔ المغنی ۱۳/۵۷۳

۹۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن ۳۰/۸

لو كوبه شاة(۱)۔ یعنی جس نے اپنے اوپر پیدل حج لازم کیا، پھر سواری پر حج کیا تو وہ سوار ہونے پر بکری ذبح کرے۔

قصاص

مسئلہ: اگر ایک گروہ نے فردِ واحد کو قتل کیا تو وہ سب لوگ قصاص میں قتل کیے جائیں گے(۲)۔

ابن قدامہؒ نے حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے آثار نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ان صحابہؓ کے زمانہ میں اس مسئلہ پر ان کی مخالفت معلوم نہیں ہوئی، پس یہ اجماع ہوا(۳)۔ حضرت عمرؓ نے اہلِ صنعاء(۴) کے پانچ یا سات افراد کو ایک شخص کے قتل میں بطور قصاص قتل کرا دیا تھا۔ اس موقع پر آپ نے فرمایا تھا لو تمالأ عليه اهل صنعاء لقتلتهم جميعاً(۵)۔ یعنی اگر صنعاء کے سارے لوگ اس کے قتل میں شریک ہوتے تو میں سب کو قتل کر دیتا۔ حضرت علیؓ نے بھی ایک آدمی کے قاتل گروہ کو قتل کرایا تھا(۶)۔ حضرت ابن عباسؓ کا قول ہے لو أن مئة قتلوا رجلا قتلوا به(۷)۔ یعنی اگر ایک آدمی کو ایک سو افراد نے بھی قتل کیا تو وہ سب اس ایک کے بدلہ میں قتل کیے جائیں گے۔

مسئلہ: اگر مقتول کے ولی دو سے زیادہ ہوں، ان میں سے ایک ولی قاتل کو معاف کر دے تو قاتل سے قصاص ساقط ہو جائے گا اور اس پر دیت واجب ہوگی(۸)۔ حضرت عمرؓ کے پاس قتل عمد کا مجرم لایا گیا۔ آپ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ مقتول کے بعض اولیاء نے قاتل کو معاف کر دیا، تو بھی حضرت عمرؓ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ اس پر حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کانت النفس لهم جميعاً، فلما عفى هذا احيا النفس فلا يستطيع أن ياخذ حقه، يعني الذى لم يعف حتى ياخذ حق غيره۔ یعنی سب اولیاء خون کے حق دار تھے۔ جس نے خون معاف کر دیا اس نے قاتل کو زندگی دے دی۔ کوئی اس کا یہ حق چھین نہیں سکتا، یعنی جن اولیاء نے معاف نہیں کیا وہ ولی سے معاف کرنے کا حق نہیں لے سکتے۔ حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کی رائے پوچھی۔ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا أرى ان تجعل الدية عليه فى ماله و يرفع عنه حصة الذى عفا۔ یعنی میری یہ رائے ہے کہ آپ قاتل پر اس کے مال میں سے دیت لازم کر دیں اور

۱۔ كتاب الأصل ۱۸۱/۴

۲۔ بدائع الصنائع ۲۳۸/۷ المغنى ۲۹۱/۱۱ المدونة الكبرى ۴ / ۶۵۱ الأم ۶ /۲۲

۳۔ المغنى ۲۹۱/۱۱

۴۔ صنعاء ملک یمن کا ایک شہر ہے۔ ملاحظہ ہو معجم البلدان ۴۸۴/۳ اللباب فى تهذيب الأنساب ۲۴۸/۲

۵۔ الموطا، كتاب العقول، باب ما جاء فى الغيلة والسحر ص ۵۸۷۔ مزید ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، كتاب العقول، باب النفر يقتلون الرجل ۴۷۵/۹ و بعد الأم ۲۲/۶ صحيح البخارى، كتاب الديات، باب اذا اصاب قوم من رجل ۴ / ۱۰۱۸ السنن الكبرى، كتاب الجنايات، باب النفر يقتلون الرجل ۴۱/۸ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الديات، باب الرجل يقتله النفر ۳۹۴/۲ ۳۹۲۔ واقعہ کی تفصیل ملاحظہ ہو عبدالرزاق، المصنف، كتاب العقول، باب النفر يقتلون الرجل ۴۷۷/۹ تا ۴۷۹

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، كتاب الديات، باب الرجل يقتله النفر ۳۹۲/۹

۷۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب العقول، باب النفر يقتلون الرجل ۴۷۹/۹

۸۔ بدائع الصنائع ۲۴۷/۷، الأم ۱۴/۶

جس ولی نے قاتل کو معاف کیا ہے اس کا حصہ ساقط ہو جائے گا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے فرمایا وانا اری ذلک ( )۔ یعنی میرا بھی یہی خیال ہے۔ امام محمدؒ کہتے ہیں کہ یہ امام ابوحنیفہؒ کا قول ہے(۲)۔ علامہ کاسانیؒ لکھتے ہیں کہ یہ صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ہوا، کسی صحابی کا اس سے اختلاف منقول نہیں ہے، پس یہ اجماع ہوا(۳)۔

مسئلہ: احناف کا مسلک ہے کہ جان سے کم تر کے ایسے جرم میں متعدد مجرموں سے قصاص نہیں لیا جائے گا کہ اگر اس جرم کا ارتکاب ان میں سے کوئی ایک مجرم اکیلا کرتا تو اس پر قصاص واجب ہوتا، بلکہ ان سب پر مساوی جرمانہ عائد ہوگا(۴)۔

امام شافعیؒ کے نزدیک سب پر قصاص واجب ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت علیؓ کے پاس دو آدمی آئے جنہوں نے ایک شخص کے خلاف جھوٹی گواہی دی۔ چور کا ہاتھ کاٹ دیا گیا۔ پھر وہ دونوں ایک اور شخص کو لے کر آئے اور کہنے لگے کہ یہ چور ہے اور پہلا شخص چور نہیں تھا، ہم سے غلطی ہوئی ہے۔ حضرت عمرؓ نے دوسرے شخص کے خلاف ان دونوں گواہوں کی گواہی قبول نہ کی اور پہلے شخص کے ہاتھ کی دیت ان دونوں پر بطور جرمانہ عائد کر دی۔ اس موقع پر حضرت علیؓ نے فرمایا لو علمت انکما تعمدتما لقطعتکما(۵)۔ یعنی اگر مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ تم دونوں نے ارادتاً جھوٹی گواہی دی تھی تو میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا۔ امام شافعیؒ نے فرمایا ہم بھی یہی کہتے ہیں، جب ان دونوں گواہوں نے کہا کہ پہلے شخص کے بارے میں ہم سے غلطی ہوئی تو ان دونوں پر مقطوع ہاتھ کی دیت بطور جرمانہ عائد ہو گئی۔ اگر وہ دونوں یہ کہتے کہ ہم نے جان بوجھ کر اس کے خلاف جھوٹی گواہی دی ہے تو اس شخص کے ایک ہاتھ کے بدلے میں دونوں گواہوں کے ہاتھ کاٹ دیے جاتے(۶)۔

احناف نے امام شافعیؒ کا استدلال تسلیم نہیں کیا۔ احناف کے مطابق حضرت علیؓ کا قول سیاست کے طور پر تھا جس کی دلیل یہ ہے کہ آپ نے ہاتھ کاٹنے کو اپنی طرف منسوب کیا اور فرمایا ''لقطعتکما'' (میں تم دونوں کے ہاتھ کاٹ دیتا)۔ ایسا بطور سیاست ہی کہا جاتا ہے(۷)۔

دیت

مسئلہ: اگر حکمران کوئی عورت اپنے ہاں طلب کرنے کے لیے بلائے، سرکاری آدمی آنے پر

۱۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۳۹۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری کتاب الجنایات، باب عفو بعض الاولیاء عن القصاص دون البعض ۶۰/۸

۲۔ محمد، کتاب الآثار ص ۱۳۹

۳۔ بدائع الصنائع ۲۴۷/۷

۴۔ ایضاً ۲۹۹/۷

۵۔ الام ۱۹/۷۔ مزید ملاحظہ ہو صحیح البخاری، کتاب الدیات، باب اذا اصاب قوم من رجل ۱۰۱۸/۲

۶۔ الام ۱۹۱/۷

۷۔ بدائع الصنائع ۲۹۹/۷

عورت کا جنین ساقط ہو جائے اور مردہ بچہ پیدا ہو تو اس کی دیت حکمران کی عاقلہ پر ہو گی(۱)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت عمرؓ نے کسی عورت کو بلوایا۔ اس عورت سے کہا گیا کہ جاؤ حضرت عمرؓ کو جواب دو۔ اس عورت نے خود کو کہا تیری بربادی ہو، حضرت عمرؓ کو تیرے ساتھ کیا کام ہو سکتا ہے؟ وہ عورت ابھی راستہ میں تھی کہ اس پر دہشت طاری ہو گئی۔ اس نے بچہ جنم دیا جو دو چیخیں مار کر مر گیا۔ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ لیا۔ بعض نے مشورہ دیا کہ آپ پر کوئی ذمہ داری نہیں ہے۔ آپ حکمران ہیں اور آپ کو سزائیں دینے کا اختیار ہے۔ حضرت علیؓ خاموش تھے۔ حضرت عمرؓ کے کہنے پر حضرت علیؓ نے فرمایا إن كانوا برأيهم فقد اخطأ رأيهم وإن كانوا قالوا في هواك فلم ينصحوا لك أرى إن ديته عليك فانك انت افزعتها والقت ولدها في سبيلك۔ یعنی اگر ان لوگوں نے اپنی رائے دی ہے تو ان کی رائے غلط ہے اور اگر انہوں نے ایسا آپ کی حمایت میں کہا ہے تو انہوں نے آپ کے ساتھ خیر خواہی نہیں کی۔ میری رائے یہ ہے کہ اس بچے کی دیت آپ پر ہے۔ وہ عورت آپ کی وجہ سے دہشت زدہ ہوئی اور اس نے آپ کی طرف آتے ہوئے راستہ میں بچہ گرا دیا۔ اس پر حضرت عمرؓ نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ وہ اس کی دیت قریش پر تقسیم کر دیں(۲)۔

مسئلہ: احناف کہتے ہیں کہ عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے(۳)۔ اس کی دلیل حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کا یہ قول ہے عقل المرأة على النصف من دية الرجل في النفس و فيما دون النفس (۴)۔ یعنی جان اور جان کے علاوہ میں عورت کی دیت مرد کی دیت کا نصف ہے۔

مسئلہ: جس نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کیا تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا بلکہ باپ کے مال میں سے دیت ہو گی جو تین سال کے اندر ادا کی جائے گی۔ امام محمدؒ حنفی کہتے ہیں ہمیں یہ پہنچا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اس شخص کے بارے میں جس نے اپنے بیٹے کو عمداً قتل کیا تھا، یہ فیصلہ دیا کہ اس کے مال میں سے دیت ادا کی جائے گی(۵)۔

مسئلہ: صاحبین کے نزدیک چھ اجناس میں خون بہا واجب ہے اور ان میں ادا کیا جاتا ہے جو یہ ہیں اونٹ، سونا، چاندی، گائے، بھیڑ بکری اور کپڑوں کے جوڑے (۶)۔ اس کی دلیل یہ ہے کہ حضرت عمرؓ نے صحابہ کرامؓ کی موجودگی میں ان اجناس سے خون بہا ادا کرنے کا حکم دیا تھا(۷)۔

۱۔ الأم ۹/۹۴، المجموع شرح المهذب ۱۹/۱۱، المغنى ۸/۱۰۱

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب العقول، باب من افزعه السلطان ۹/۴۵۸-۴۵۹

۳۔ كتاب الحجة على اهل المدينة ۴/۲۷۷ كتاب الأصل ۴/۴۵۴ محمد، كتاب الآثار ص ۱۳۶ بدائع الصنائع ۷/۲۵۴

۴۔ كتاب الحجة على اهل المدينة ۴/۲۸۳۔ مزید ملاحظہ ہو كتاب الأصل ۴/۴۵۲۔ محمد، كتاب الآثار ص۱۳۶۔ عبدالرزاق، المصنف، كتاب العقول، باب في عقل الرجل المرأة ۹/۳۹۷

۵۔ كتاب الأصل ۴/۴۶۳

۶۔ بدائع الصنائع ۷/۲۵۴

۷۔ ملاحظہ ہو ابویوسف، كتاب الآثار ص ۲۲۱۔ كتاب الأصل ۴/۴۵۱

رجم

مسئلہ: امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کا یہ مسلک ہے کہ اگر حدِ رجم گواہوں کی گواہی سے ثابت ہو تو پھر سزائے رجم کے نفاذ میں یہ شرط ہے کہ گواہ پتھر مارنے میں پہل کریں(۱)۔ اس کی دلیل حضرت علیؓ کا یہ قول ہے یا ایہا الناس إن اول الناس یرجم الزانی الإمام، اذا کان اعترف و اذا شهد اربعة شهداء على الزنی، اول الناس یرجم الشهود بشهادتهم علیه، ثم الإمام، ثم الناس(۲)۔ یعنی اے لوگو! اگر زانی نے اعتراف کیا ہو تو پھر لوگوں میں سے حکمران سب سے پہلے زانی کو پتھر مارے گا۔ اگر چار گواہوں نے زنا پر گواہی دی ہو تو پھر ان کی گواہی کی بنا پر گواہ سب سے پہلے زانی کو پتھر ماریں گے، پھر حکمران اور پھر دوسرے لوگ پتھر ماریں گے۔

سرقہ

مسئلہ: اس غلام کے چوری کرنے پر قطع ید نہیں ہے جو اپنے آقا کے مال میں سے چوری کرے کیوں کہ ایسے لوگوں کو اپنے مالکوں کے گھروں میں کام کاج کے لیے داخلہ کی اجازت ہوتی ہے، ایسے گھر ان کے حق میں حرز نہیں ہوتے(۳)۔ عبداللہ بن عمرو بن حضرمیؒ(۴) اپنے غلام کو حضرت عمرؓ کے پاس لائے اور کہا کہ میرے اس غلام کا ہاتھ کاٹیں۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا اس نے کیا چرایا ہے؟ اس نے کہا میری بیوی کا آئینہ چرایا ہے جس کی قیمت ساٹھ دراہم تھی۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا ارسله فلیس علیه قطع خادمکم سرق متاعکم (۵)۔ یعنی اسے چھوڑ دو، اس کا ہاتھ کاٹا نہیں جائے گا۔ تمہارے خادم نے تمہارا مال چرایا۔ حضرت عمرؓ کے اس فیصلہ سے کسی صحابی کا اختلاف مذکور نہیں ہے، لہٰذا یہ اجماعی فیصلہ ہے(۶)۔

مسئلہ: اگر چور نے گھر میں نقب لگائی اور اس میں اپنا ہاتھ داخل کر کے مال باہر نکال لیا مگر خود گھر میں داخل نہیں ہوا، تو امام ابوحنیفہؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک اس کا ہاتھ نہیں کاٹا جائے گا(۷)۔ ان کی دلیل حضرت علیؓ سے مروی یہ قول ہے کہ اگر چور متخرہ ہو تو اس پر ہاتھ کاٹنے کی سزا جاری نہیں کی جائے گی۔ آپ سے پوچھا گیا متخر سے کیا مراد ہے؟ آپ نے فرمایا جو اپنا ہاتھ گھر کے اندر داخل کرے، حالاں کہ وہ خود بھی اس گھر کے اندر جا سکتا تھا۔ علامہ کاسانیؒ کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ کے اس قول کے خلاف کسی صحابی کا قول نہیں ملتا، پس یہ مسئلہ اجماعی ہوا (۸)۔

۱۔ بدائع الصنائع ۷/۵۸

۲۔ عبدالرزاق، المصنف، باب الرجم و الإحصان ۷/۳۲۶-۳۲۷۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحدود، باب فیمن یبدأ بالرجم ۶/ ۵۵۹

۳۔ بدائع الصنائع ۷/۷۴-۷۵

۴۔ عبداللہ بن عمرو بن حضرمی۔ آپ کی عہد رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں ولادت ہوئی تھی۔ ملاحظہ ہو الاصابة ۶/ ۱۷۵

۵۔ الموطا، کتاب الحدود، باب ما لا قطع فیه ص ۶۳۰۔ السنن الکبری کتاب السرقة، باب العبد یسرق من مال امرأة سیده ۸/ ۲۸۲

۶۔ بدائع الصنائع ۷/۷۵

۷۔ ایضا ۷/۶۶

۸۔ ایضا ۷/۶۶

شرب خمر

مسئلہ: امام، لکؒ کا موقف ہے کہ جس کے منہ سے شراب کی بو آئے اور شارب اقرار کرے کہ یہ شراب کی بو ہے، یا جب گواہ گواہی دیں کہ یہ شراب کی بو ہے تو اس پر حد جاری ہوگی(۱)۔ سائب بن یزیدؒ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ نکلے اور فرمایا انی وجدت من فلان ریح شراب فزعم انه شرب الطّلاء(۲) وانا سائل عما شرب فان كان يسكر جلدته۔ یعنی میں نے فلاں کے منہ سے شراب کی بو پائی۔ وہ کہتا ہے کہ اس نے طلاء پی ہے۔ میں پوچھتا ہوں کہ اگر اس میں نشہ ہے تو میں اسے کوڑے ماروں گا۔ پھر حضرت عمرؓ نے اس پر پوری حد جاری کی(۳)۔ حضرت عمرؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ اور ام المومنین حضرت میمونہؓ کی بھی یہ رائے تھی کہ جس کے منہ سے شراب کی بو آئے، اس پر حد جاری ہوگی(۴)۔

ارتداد

مسئلہ: احناف کے مطابق مستحب یہ ہے کہ مرتد کو توبہ کرنے کا کہا جائے۔ اگر حکمران چاہے کہ مرتد توبہ کر لے یا وہ مہلت کی درخواست کرے تو حکمران اسے تین دن کی مہلت دے(۵)۔ اس کی دلیل میں حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کے آثار روایت کیے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ کو جب بصرہ کے علاقہ تستر کی فتح کی خبر ملی تو آپ نے لوگوں سے پوچھا کیا کوئی عجیب خبر ہے؟ لوگوں نے کہا مسلمانوں میں سے ایک شخص مشرکوں کے ساتھ مل گیا، پھر ہم نے اسے پکڑ لیا۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا تم لوگوں نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ انہوں نے کہا ہم نے اسے قتل کر دیا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا أفلا ادخلتموه بيتا واغلقتم عليه بابا واطعمتموه كل يوم رغيفا ثم استتبتموه ثلاثا، فان تاب و إلا قتلتموه، ثم قال اللهم لم أشهد ولم آمر ولم أرض اذ بلغني او قال حين بلغني(۶)۔ یعنی تم نے اسے کسی گھر میں داخل کیوں نہ کیا اور اس پر دروازہ بند کر دیتے۔ اسے ہر روز ایک روٹی کھلاتے، اسے توبہ کرنے کو کہتے اور اسے تین دن کی مہلت دیتے۔ اگر وہ توبہ کر لیتا تو ٹھیک ورنہ اسے قتل کر دیتے۔ پھر حضرت عمرؓ نے فرمایا اے اللہ! میں موجود نہیں تھا، نہ میں نے حکم دیا اور جب مجھ تک یہ خبر پہنچی تو میں اس پر راضی نہیں ہوا۔

۱۔ الاستذکار ۳/۸ بدایۃ المجتہد ۱۶۱/۶

۲۔ طلاء انگور کا رس جو اتنا ابالا جائے کہ گاڑھا ہو کر تارکول کی مانند ہو جائے جس سے پالش کی جاتی ہو۔ معجم مقاییس اللغۃ ۴۱۶/۳

۳۔ الموطا، کتاب الاشربۃ، باب الحد فی الخمر ص ۹۳۲۔ مزید ملاحظہ ہو ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحدود، فی رجل یوجد منہ ریح، ما علیہ؟ ۵۳۲/۶ السنن الکبریٰ، کتاب الاشربۃ والحد فیھا، باب من وجد منہ ریح شراب لو لقی سکران ۳۱۵/۸

۴۔ الاستذکار ۳/۸

۵۔ بدائع الصنائع ۱۳۴/۷

۶۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحدود، فی المرتد عن الاسلام، ما علیہ؟ ۵۸۴/۶۔ مزید ملاحظہ ہو السنن الکبریٰ، کتاب المرتد باب من قال یحبس ثلاثۃ ایام ۲۰۶/۸-۲۰۷

حضرت علیؓ کا قول ہے. یستتاب المرتد ثلاثا، فان عاد یقتل (۱) ۔یعنی مرتد کو توبہ کرنے کے لیے تین مرتبہ کہا جائے گا۔پھر اگر وہ لوٹ جائے تو قتل کر دیا جائے گا۔

فقہ اسلامی کے مندرجہ بالا ایک جائزہ سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مسائل کے فقہی احکام متعین کرنے میں صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال کو بہت اہمیت حاصل ہے۔فقہ اسلامی کا ایک معتد بہ حصہ آثار صحابہؓ پر قائم ہے۔یہ آثار بہت سے فقہی احکام کی دلیل بنے ہیں۔فقہاء نے غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم معلوم کرنے کے لیے صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کو بنیاد بنایا ہے۔آثار صحابہؓ کا اس طور سے انکار نہیں کیا گیا ہے کہ اگر کسی مسئلہ میں قرآن وسنت سے منصوص حکم نہیں ملا اور اس پر صحابی کا کوئی اثر مل گیا تو اسے محض اثر صحابی ہونے کی وجہ سے چھوڑ دیا جائے اور کسی مسئلہ کا حکم شرعی معلوم کرنے میں اس اثر کو کوئی اہمیت ہی نہ دی جائے۔فقہ اسلامی کو مجموعی طور پر دیکھا جائے تو اس کے برعکس صورت واقعہ کی شہادت ملتی ہے۔فقہاء کرام نے استنباط احکام میں آثار صحابہؓ کو ہر حیثیت سے لیا ہے۔فقہاء کو جس غیر منصوص مسئلہ میں کوئی قول صحابی یا اس کا کوئی فعل ملا تو اس کی بنیاد پر مسئلہ کا حکم قائم کر دیا۔کہیں آثار صحابہ کو بطور حجت اختیار کیا گیا ہے تو کہیں تائیدی دلیل کے طور پر ان سے استشہاد کیا گیا ہے۔منصوص احکام کے دلائل میں قرآن واحادیث کے علاوہ اقوال صحابہ بھی شامل ہیں۔جب فقہاء نے قرآن وسنت کی نصوص سے کسی حکم کا استنباط کیا تو انہوں نے اپنے استنباط کی تائید میں آثار صحابہ کو بھی پیش کیا کہ قرآن وسنت سے جو حکم مستنبط کیا گیا ہے اس کی صحت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ فلاں صحابی کا بھی یہی قول ہے یا اس پر عمل ہے۔

۱۔ ابن ابی شیبہ، المصنف، کتاب الحدود، فی المرتد عن الإسلام، ما علیہ؟ ۵۸۳/۶۔مزید ملاحظہ ہو السنن الکبری، کتاب المرتد، باب من قال یحبس ثلاثة ایام ۲۰۶/۸۔

اختتامیہ

مقالے کی مجموعی مقاصد کا احاطہ کرنے کے لئے اس میں درج ذیل عنوانات شامل ہیں

۱۔ نتائج بحث

۲۔ خلاصہ بحث

۳۔ تجاویز

نتائجِ بحث

۱۔ صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جو اسلام پر فوت ہوا۔

۲۔ تمام صحابہؓ عدول ہیں۔ "الصحابۃ کلھم عدول"۔ ان کی ذات ہر قسم کی جرح و تعدیل سے بالا ہے۔ دین میں ان کی روایت اور شہادت من و عن قبول کی جائے گی۔

۳۔ عہد نبوی میں صحابہ کرامؓ کے لیے اصولی طور پر اجتہاد جائز تھا۔ تاہم اس دور میں حضرات صحابہ کرامؓ عادتاً اجتہاد نہیں کرتے تھے۔ ایسا صرف نص کی عدم موجودگی میں اور اجتہاد کی واقعی ضرورت کے وقت ہوتا تھا۔

۴۔ اس عہد میں تمام اجتہادات صحابہؓ عدالت نبوی کی توثیق و تصدیق سے مشروط تھے۔

۵۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود صحابہؓ کو اجتہاد کی تربیت دی تھی۔

۶۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں اکثر اجتہادی فیصلے اجماعی ہوتے تھے۔

۷۔ صحابہ کرامؓ نے تشریعی امور کی انجام دہی کے لیے مختلف مناہج اختیار کیے۔ مسئلہ کا حکم سب سے پہلے قرآن مجید اور پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کیا۔ ان دونوں میں منصوص حکم نہ پایا تو امور کا قیاس کیا۔ غیر منصوص حکم کی تلاش میں اس سے ملتے جلتے کسی حکم کے مسئلہ میں پہلے روح تشریع کا ادراک کیا اور پھر اس کی روشنی میں غیر منصوص مسئلہ کا حکم معلوم کیا۔ کسی آیت یا حدیث کا معنی و مفہوم متعین کیا اور اس سے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ عمومات اور کلیات سے استدلال کیا۔ صریح نص اور حکم کو کسی علت سے معلول سمجھ کر نص اور حکم کا ظاہر ترک کر کے علت خفی پر عمل کیا۔ دو نصوص میں بظاہر تعارض کو دور کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔ مصلحت عامہ کو بنیاد بنایا۔ سدِ ذریعہ کا اسلوب اختیار کیا۔ نص کی موجودگی میں رائے اور قیاس کی نفی فرمائی اور ان پر نص کو مقدم کیا۔ نظری اور فرضی مسائل کو اپنے اجتہادات کا موضوع نہیں بنایا۔

۸۔ اگر قول صحابی میں کسی فعل کی عہد نبوی کی طرف اضافت ہو تو وہ قول مسند اور مرفوع کے درجہ پر ہے۔ اگر کسی فعل کی عہد نبوی کی طرف اضافت نہ ہو تو بھی قول مرفوع کے حکم میں ہے اور حجت ہے۔ اگر صحابی کے قول میں لفظ "السنۃ" مطلق استعمال ہو تو اس سے سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور مسند اور مرفوع ہے۔ اگر قول صحابی سے کسی فعل کا حکم تو ثابت ہوتا ہے مگر آمر مجہول ہے تو ایسا قول حجت ہے اور اسے مسند اور مرفوع تسلیم کیا جائے گا۔

قول صحابی سے نسخ ثابت ہوگا۔ صحابی کا وہ قول جس میں کسی آیت کا سبب نزول یا اسی قبیل میں سے کوئی بات بیان کی گئی ہو وہ مرفوع ہے اور حدیث مسند کے درجہ پر ہے۔ وہ تفسیری قول جو ایسی چیز کے بارے میں ہو جس میں اجتہاد کا دخل اور مجال نہ ہو اور نہ وہ لغت عرب سے منقول ہو، ایسے قول کا حکم مرفوع کا ہے۔ ایسا تفسیری قول جو اہل لغت سے منقول ہو تو اس کے مرفوع ہونے پر جزم و یقین نہیں ہے۔ وہ تفسیری اقوال جن کا اسباب نزول سے کوئی تعلق ہے اور نہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت ہے، موقوف کے حکم میں ہیں۔

۹۔ اگر راوی صحابی کا خلاف حدیث قول یا عمل، روایت کرنے سے قبل کا ہو یا غیر راوی صحابی کا خلاف حدیث قول یا عمل، اس حدیث کے اس تک پہنچنے سے قبل کا ہو تو اس قول یا عمل کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حدیث حجت ہے۔ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ صحابی کا خلاف حدیث قول یا فعل وہ حدیث روایت کرنے یا صحابی تک پہنچنے سے قبل کا ہے یا بعد کا، تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ قول یا فعل حدیث معلوم ہونے سے پہلے کا ہے اور صحابی نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اگر اثر صحابی ایسی حدیث کے خلاف ہو جس کا صحابی پر مخفی رہنا ممکن ہو تو اس اثر کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حدیث حجت ہے۔ اگر روایت کرنے کے بعد راوی صحابی کا اثر خلاف حدیث ہو یا غیر راوی ہو صحابی نے حدیث معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف عمل کیا یا فتویٰ دیا تو حدیث ساقط اور صحابی کے عمل اور فتویٰ کا اعتبار ہوگا۔

۱۰۔ جس چیز پر تمام صحابہؓ اتفاق کرلیں وہ اجماع ہونے کی بنا پر قطعی ہے۔ چاروں خلفائے راشدین کا متفقہ قول اجماع نہیں ہے۔ مشہور قول صحابی جس پر دوسروں نے سکوت اختیار کیا اور مدت غور وفکر بھی گذر گئی تو یہ سکوت اس قول سے رضا پر دلیل ہے اور اجماع اور حجت ہے۔ صحابہ کرامؓ کے کسی قول پر اتفاق کے بعد ایک یا بعض صحابہؓ کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اجماع ثابت رہے گا۔ صحابہ کرامؓ دو اختلافی اقوال میں سے کسی ایک قول پر اتفاق کرلیں تو اتفاق اجماع اور حجت ہے۔ اس سے سابقہ اختلاف زائل ہو جائے گا۔ اگر عصر صحابہؓ کے مجتہد تابعی نے صحابہؓ کے متفق علیہ قول سے اختلاف کیا تو اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ اجماع صحابہؓ سے نسخ ممکن نہیں ہے۔

۱۱۔ مخالف قیاس قول صحابی اور جس قول صحابی میں رائے اور اجتہاد کا دخل نہ ہو وہ سماع پر محمول کیے جائیں گے۔ خلفائے راشدینؓ کا اتفاق حجت ہے۔ اگر قول صحابی کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی تو وہ قول حجت ہے۔ اگر قول صحابی ایسا ہے جس میں عقل ورائے کا دخل ہو اور اس قول کے مخالف کسی دوسرے صحابی کا قول بھی پایا جاتا ہو تو ایسا قول حجت نہیں ہے۔ اگر کسی مسئلہ کا شرعی حکم کتاب وسنت سے نہ ملے اور اس بارے میں صحابی کا فتویٰ موجود ہو جس سے اختلاف کی ضرورت بھی نہ ہو، تو پھر صحابی کا فتویٰ، ذاتی رائے اور اجتہاد سے بہتر ہے۔

۱۲۔ اختلافی اقوال صحابہؓ میں اس قول کو ترجیح دی جائے گی جو قرآن وسنت سے زیادہ قریب ہو۔ اگر کوئی قول قرآن وسنت سے قریب ترین قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ قول لیا جائے گا جو اجماع کے موافق یا قیاس میں صحیح ترین ہو۔ اگر اس طور سے بھی ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر وہ قول لیا جائے گا جس طرف صحابہؓ کی اکثریت ہو۔ اس میں

بھی وہ قول راجح ہے جس پر خلفائے راشدینؓ ہوں۔ خلفائے راشدینؓ برابر، برابر ہوں تو وہ قول صواب کے قریب ترین ہے جس پر حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں۔ ان دونوں میں بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ کا قول راجح ہے۔ فقیہ صحابی کا قول غیر فقیہ صحابی کے قول پر راجح ہے۔ فقہاء صحابہؓ میں اس صحابی کا قول راجح ہے جو علم میں زیادہ امتیاز و فضیلت رکھتا ہو۔ اختلافی اقوالِ صحابہؓ میں سے کسی ایک قول کی ترجیح کے لیے کسی دلیل کا ہونا ضروری ہے۔ اگر یہ ترجیح ممکن نہ ہو تو وہ قول اختیار کیا جائے گا جو غالب رائے میں صواب کے قریب تر ہو۔

۱۳۔ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا دو اقوال پر اتفاق ہو تو استقرارِ خلاف کے بعد تیسرا قول نادرست نہیں ہے۔ اگر دو مسئلوں میں صحابہؓ کے اقوال پائے جائیں، ایک گروہ نے دونوں مسئلوں میں ایک حکم مثلاً تحریم اختیار کیا اور وہ حکم دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا۔ دوسرے گروہ نے ان دونوں مسئلوں میں دوسرا حکم مثلاً تحلیل اختیار کیا اور وہ حکم دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا۔ بعد والوں کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ ان دونوں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ میں ایک گروہ کا حکم اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے گروہ کا حکم لے لیں۔ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اختلافی اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق اجماع ہے۔

۱۴۔ اگر صحابی نے حدیث کے عموم کے خلاف عمل کیا یا قول کہا اور دوسرے صحابی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو ایسا عمل یا قول عمومِ حدیث کا مخصص ہو سکتا ہے۔

۱۵۔ ائمہ مذاہبِ فقہ بالواسطہ طور پر فقہاء صحابہؓ کے شاگرد ہیں۔ ائمہ کرام کی فکری و فقہی تربیت میں اُن آثارِ صحابہؓ کا نہایت اہم کردار ہے جو ائمہ مذاہبِ فقہ نے اپنے اساتذہ سے حاصل کیے تھے۔

۱۶۔ امام ابو حنیفہؒ کا فقہی علم آپ کے اساتذہ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ اور علقمہؒ سے ہوتا ہوا صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ امام مالکؒ کے فقہ کا انحصار مدینہ کے فقہائے سبعہ کے ذریعہ جن صحابہ کرامؓ کے آثار پر ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔ امام شافعیؒ کے اساتذہ امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام زنجیؒ، امام ابن جریجؒ، عطاؒ، اور پھر وہ تمام صحابہ کرامؓ ہیں جو بالواسطہ طور پر امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہؒ کے اساتذہ تھے۔ یہی صحابہ کرامؓ بالواسطہ طور پر امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ ہیں، کیوں کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔ ان چاروں ائمہ کے فقہ آثارِ صحابہؓ کی تشریحات ہیں۔

۱۷۔ صحابہ کرامؓ میں دو فکری گروہ تھے۔ ایک گروہ ظاہرِ نص سے حکم حاصل کر کے اس پر عمل کرتا اور دوسرا گروہ نص کی دلالت اور مفہوم پر عمل کرتا تھا۔ نصوص پر عمل کے یہ دونوں انداز صحابہ کرامؓ سے تابعین اور ان کے بعد والے فقہاء کو منتقل ہوئے۔ اس فکر و عمل نے فقہِ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ صحابہؓ کے بعد آنے والے علماء میں بھی یہی دو گروہ واضح طور پر پیدا ہوئے۔ ایک گروہ کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کچھ نہ ملنے پر توقف کرتا اور اپنی

رائے کے استعمال سے احتراز برتتا تھا۔ علماء کا دوسرا گروہ نص کی عدم موجودگی میں رائے اور اجتہاد سے کام لیتا تھا۔

۱۸۔ اجتہادی مسائل میں اختلاف صحابہؓ نے بعد میں آنے والے فقہاء و مجتہدین کے انداز اجتہاد اور تکوینِ مذاہب پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ انہوں نے اختلاف صحابہؓ سے استنباطِ احکام کی سمتیں متعین کیں۔ مسلمانوں کی فقہی میراث میں اختلاف صحابہؓ ایک قیمتی اثاثہ ہے۔ اس سے کسی مسئلہ کا شرعی حکم معلوم کرنے میں آسانی و سہولت پیدا ہوئی۔ صحابہ کرامؓ کا یہ فقہی و فروعی اختلاف جب تابعین اور ما بعد تابعین کے طبقات تک پہنچا تو انہوں نے اس اختلاف کو حسب توفیق و احوال لیا۔ انہوں نے قرآن مجید اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ صحابہ کرامؓ کی اختلافی آراء سے بھی اپنے فقہی مذاہب کا تعین کیا۔

۱۹۔ فقہاء کرامؒ نے غیر منصوص مسائل میں حتمی رائے دینے سے قبل اس امر کی انتہائی کوشش کی کہ انہیں کوئی اثرِ صحابی مل جائے۔ اگر کوئی اثر مل گیا تو جس حد تک اور جس طور ممکن ہوا، فقہاء کرامؒ نے اس سے استدلال کیا اور اس کی بنیاد پر مسئلہ کا حکم قائم کیا۔ فقہ اسلامی میں آثار صحابہؓ کو کہیں بطور حجت اختیار کیا گیا ہے تو کہیں تائیدی دلیل کے طور پر ان سے استشہاد کیا گیا ہے۔ فقہِ اسلامی آثار صحابہؓ سے معمور ہے۔

خلاصۂ بحث

آثار صحابہؓ سے مراد صحابہ کرامؓ کے اقوال اور افعال دونوں ہیں۔ صحابی وہ ہے جس نے حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کی اور جو اسلام پر فوت ہوا۔

معرفت صحابی کے طرق یہ ہیں تواتر، اشتہار جس میں تواتر نہ پایا جائے، صحابی کے قول سے دوسرے شخص کا صحابی ہونا لازم آئے، البتہ شرط یہ ہے کہ دوسرا شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ملاقات کے وقت مسلمان ہو، صحابی یہ خبر دے کہ فلاں شخص صحابی ہے، کوئی شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرے، ثقہ تابعی بیان کرے کہ فلاں کو صحبت نبوی حاصل ہے، جس کا مہاجرین و انصار ہونا ثابت ہو جائے اور اگر کوئی شخص خود اپنے صحابی ہونے کا دعویٰ کرے مگر شرط یہ ہے کہ وہ عادل ہو، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہم عصر ہو اور کسی دوسرے کا قول اس کے دعویٰ کی تردید نہ کرتا ہو۔

دینی اعتبار سے بعض خصائص و امتیازات صرف صحابہ کرامؓ کے لیے ہی ہیں۔ مثلاً قبول اسلام میں سبقت، نزول شریعت کے شاہد، سیرت صاحب شریعت کے عینی شاہد، مدرسہ نبوت کے اولین تلامذہ، شریعت اسلامی کے اولین مزاج شناس، شارح، اور شریعت کی غرض و منشا سے سب سے زیادہ آگاہ، دین کے سچے راوی اوّل اور اس سلسلے کی پہلی کڑی جس کے ذریعہ سے احکام دین ہم تک پہنچے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے مقام و مرتبہ اور فضیلت میں ایک نمایاں بات یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی عام مغفرت اور بخشش کا اعلان فرمایا ہے۔ اس پر قرآنی و نبوی شہادتیں ہیں۔ قرآن میں کسی صحابی کی لغزش کے ذکر کے ساتھ ہی اس کی معافی کی خبر بھی دی گئی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کسی صحابی کی خطا کا ذکر ہوا تو آپ نے بھی اس کے عند اللہ مغفور ہونے کی بشارت دی۔ یہ صحبت نبوی کا فیضان تھا کہ صحابہ کرامؓ گناہوں پر اصرار کرنے والے نہیں تھے۔ معصیت کا دانستہ ارتکاب ان سے بعید تھا۔ جس صحابی سے تقاضائے بشریت کے تحت کوئی خطا ہوئی تو صحابی نے اس پر اللہ سے توبہ کی جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاں بڑی فضیلت والی تھی۔

تمام صحابہؓ عدول ہیں۔ ''الصحابة كلهم عدول''۔ ان کی ذات ہر قسم کی جرح و تعدیل سے بالا ہے۔ دین میں ان کی روایت اور شہادت من و عن قبول کی جائے گی۔ تمام صحابہؓ کے عدول ہونے پر اہل سنت و جماعت کا اجماع بیان کیا گیا ہے۔ عدالت صحابہؓ پر قرآنی و نبوی شہادتیں موجود ہیں۔ صحابہ کرامؓ، دینی روایات کو نبی کرم صلی اللہ علیہ

وسلم سے نقل کرنے کا پہلا واسطہ اور کڑی ہیں۔ اگر اس پہلی کڑی کی صحت مشکوک ہو تو پھر دینی روایت کی عمارت متزلزل ہو جاتی ہے۔ اگر صحابہ کرامؓ کی ذات و کردار جرح و تعدیل کی سان پر چڑھا دیے جائیں، اور اس پہلے واسطہ اور کڑی سے اعتماد اٹھا لیا جائے تو پھر شریعت کی روایات معتبر نہیں ٹھہرتیں۔ عدالت صحابہؓ کا یہ معنی نہیں ہے کہ ان کی عصمت ثابت ہے۔ ان سے صدورِ معصیت محال نہیں ہے لیکن عمداً ارتکاب گناہ پر اصرار ان سے ضرور محال ہے۔ عدالتِ صحابہؓ کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ ان سے خطا ناممکن ہے۔ خطا عدالت کی نفی نہیں کرتی۔

یہ بات متفق علیہ ہے کہ رحلتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجتہاد جائز ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اجتہادِ صحابہؓ کے مسئلہ میں اصولیین کا اختلاف ہے۔ جمہور کے نزدیک عہد رسالت میں صحابہؓ کو اجتہاد کی اجازت تھی۔ اس عہد میں ان کے اجتہادات وقوع پذیر بھی ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ سے اُن کی رائے طلب فرمائی، اپنی موجودگی میں ان کو کسی قضیہ میں فیصلہ کرنے کا حکم دیا اور لوگوں کے مسائل حل کرنے کے لیے صحابہؓ کو دور علاقوں کی طرف بھیجا۔ ایسا بھی ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عدم موجودگی میں کسی صحابی نے اپنی رائے سے کوئی اقدام کیا تو آپ نے اس کی نکیر نہیں فرمائی۔ عہد رسالت میں نزولِ وحی کے ہر وقت امکان کے باوجود اجتہاداتِ صحابہؓ کے جواز و وقوع کے ثبوت ملتے ہیں۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ مکلفین کے مصالح کی حفاظت ہو۔ تاہم عہد نبوی میں صحابہ کرامؓ عادتاً اجتہاد نہیں کرتے تھے۔ ایسا صرف جزوی احکام میں تھا، کلی اور عام امور میں ان کا یہ طریقہ نہیں تھا۔

صحابہؓ کے طبقہ میں امت مسلمہ کے سب سے بڑے فقہاء، مفتیان، مجتہدین اور علماء پائے جاتے ہیں۔ تمام صحابہؓ رتبہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے نہیں تھے۔ ان میں سے بعض مجتہدین تھے اور دوسرے ان سے مسائل پوچھتے تھے۔ ایسا اس لیے تھا کہ تمام صحابہ کرامؓ ذہنی استعداد، خداداد صلاحیتِ فہم و ادراک اور صحبت نبوی سے کسب فیض میں یکساں نہیں تھے اور یہ عجیب بات نہیں ہے۔

رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ساری دنیا کو تبلیغ و تعلیم، قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر اور انسانی مسائل کے شرعی حل جیسے اہم ترین امور کی ذمہ داری صحابہ کرامؓ کو ادا کرنا تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عہد مبارک میں صحابہؓ کو اس اہم کام کی تربیت دی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں مختلف امور میں شریک مشورہ کیا۔ غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کی اجازت دی۔ کبھی انہیں حکم دیا کہ وہ آپ کی موجودگی میں قضیہ کا تصفیہ کریں۔ انہیں معلم، قاضی، حاکم اور عامل وغیرہ بنا کر بھیجا۔ اس سے صحابہؓ میں اجتہادی ممارست کا ملکہ بڑھا۔ عہد رسالت میں مختلف علاقوں کے حاکموں اور قاضیوں نے جو اجتہادات کیے وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے تفویض کردہ حق تشریع کے تحت تھے۔ اس عہد کے تمام اجتہادات عدالتِ نبوی کی توثیق و تصدیق سے مشروط تھے۔ صحابہؓ کے قضایا، فتاویٰ اور آراء پر نبوی ردعمل عام طور پر چار طرح سے ہوتا تھا تصویب، سکوت، اصلاح اور عدم تصویب۔

رحلت نبوی کے بعد صحابہ کرامؓ نے اجتہاد سے کام لیا۔ یہ اجتہاد انفرادی بھی ہوا اور اجتماعی بھی، سرکاری سطح پر بھی اجتہاد ہوا اور غیر سرکاری طور پر بھی۔ صحابہ کرامؓ نے تشریعی امور کی انجام دہی کے لیے مختلف مواقع پر اجتہاد کے مختلف مناہج اختیار کیے۔ مثلاً نص نہ ہونے کی صورت میں عمومات اور کلیات سے استدلال کر کے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ غیر منصوص حکم کی تلاش میں یہ منہج اختیار کیا کہ اس سے ملتے جلتے کسی حکم کے مسئلہ میں پہلے روح تشریع کا ادراک کیا اور پھر اس کی روشنی میں غیر منصوص مسئلہ کا حکم معلوم کر لیا۔ حکم شرعی کی دریافت کے لیے کسی آیت یا حدیث کا معنی و مفہوم متعین کیا اور ان کی توضیح کے لیے اجتہاد سے کیا۔ شرعی نص کی توضیح اور اس کے معنی ومفہوم کے تعیین سے مسئلہ کا حکم دریافت کیا۔ نص میں ایک سے زائد وجوہ کا احتمال پائے جانے کی صورت میں صریح نص کے کسی ایک پہلو کا اجتہاد سے تعیین کر کے اس پہلو پر عمل کیا۔ ان مسائل میں بھی اجتہاد سے کام لیا جن کے بارے میں صریح نص اور حکم موجود تھا مگر انہوں نے حکم کو کسی علت سے معلول سمجھ کر نص اور حکم کا ظاہر ترک کر دیا اور علت خفی پر عمل کیا۔ جب دو نصوص میں بظاہر تعارض پایا گیا تو اسے دور کرنے کے لیے اجتہاد کیا۔

صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ کا حکم سب سے پہلے قرآن مجید اور پھر سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے معلوم کرتے تھے۔ اگر ان دونوں میں منصوص حکم نہ پاتے تو پھر اجتہاد سے مسئلہ کا حکم دریافت کرتے۔ خلفائے راشدین کسی قضیہ کا فیصلہ کرنے سے قبل لوگوں سے اکثر مشورہ کیا کرتے تھے۔ عہد خلافت راشدہ میں صحابہ کرامؓ مشورہ اور بحث کے بعد جس فیصلہ پر متفق ہو جاتے وہ اجماع کی شکل اختیار کر لیتا تھا۔ اس دور میں متعدد مسائل پر اجماع ہوا۔ متعدد مسائل میں مصلحت عامہ کو بنیاد بناتے ہوئے احکام کا استنباط کیا۔ سد ذریعہ کا اسلوب بھی اختیار کیا۔ انہوں نے نص کی موجودگی میں رائے اور قیاس کی نفی فرمائی اور نص کو مقدم کیا۔ وہ حدیث ملنے پر اس سے لاعلمی میں اختیار کی جانے والی رائے سے رجوع کر لیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ کسی مسئلہ پر رائے دینا نہایت ذمہ دارانہ کام سمجھتے تھے۔ ہر صحابی کی خواہش ہوتی تھی کہ سائل کسی دوسرے سے مسئلہ پوچھ لے۔ وہ ایسی رائے سے اجتناب کرتے تھے جس کی بنیاد علم پر نہ ہو۔ اگر انہیں کسی مسئلہ پر فتویٰ معلوم نہ ہوتا تو برملا کہہ دیتے کہ وہ نہیں جانتے۔ انہوں نے نظری اور فرضی مسائل کو اپنے اجتہادات کا موضوع نہیں بنایا۔ وہ کسی آیت اور کسی دینی معاملہ میں ذاتی اظہار رائے سے پرہیز کرتے لیکن جب معاملہ انسانی امور میں سے ہوتا تو پھر صحابہ کرامؓ اور خاص طور پر خلفائے راشدینؓ اپنی آراء ضرور بیان کرتے تھے۔

صحابہ کرامؓ نے تفسیر نصوص جیسا اہم کام بھی کیا۔ انہوں نے آیات کے اسباب نزول بیان فرمائے۔ اس بیان کے مختلف مواقع تھے۔ آیات کے ناسخ ومنسوخ میں بھی اقوال صحابہؓ ملتے ہیں۔ آثار صحابہؓ سے گزشتہ امتوں کے قوانین بھی معلوم ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے تشریعی کردار کا جائزہ لینے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ وہ امور تشریع اور مقاصد شریعت سے بخوبی آگاہ تھے۔ انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت مبارکہ میں رہ کر استنباط احکام میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ وہ ان مقاصد کو اچھی طرح جانتے تھے جن پر احکام کی بنا ہے۔

علمائے اصول نے اس بات پر سب کا اتفاق لکھا ہے کہ اجتہادی مسائل میں ایک صحابی کا قول دوسرے مجتہد صحابی پر حجت نہیں ہے۔

نقل و روایت میں وارد اقوالِ صحابہؓ میں سے کسی قول میں عہد نبوی کی طرف اضافت والے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ جمہور علماء ایسے قول کی شرعی حیثیت و حجیت کے قائل ہیں جس میں کسی فعل کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہو۔ کیوں کہ صحابی نے اپنے قول میں فعل کی اضافت عہد نبوی کی طرف اس لیے کی ہے کہ وہ اسے حجت اور دلیل کے طور پر پیش کرے اور یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے آگاہ تھے۔ البتہ ایسا قول اس فعل کے جواز پر دلالت کرتا ہے یا وجوب پر؟ اس کا تعین صحابی کے الفاظ اور ان کے حسب مفہوم ہوگا۔ اگر قولِ صحابی کے الفاظ سے یہ معلوم ہو کہ کسی فعل کی اضافت عہد نبوی کی طرف ہے لیکن بعد میں صحابہ کرامؓ نے وہ فعل ترک کر دیا تھا تو ایسا فعل شرعی دلیل اور حجت نہیں ہے۔ جمہور محدثین کے نزدیک جس قول کی اضافت عہد نبوی کی طرف نہ ہو وہ موقوف کی قبیل سے ہے اور حجت نہیں ہے۔ یہ قول اس صورت میں حجت ہے جب اس پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر ثابت ہو۔ جمہور اصولیین نے ایسے قول کی حجیت میں جو دلائل دیئے ہیں وہ تقریباً وہی ہیں جو عہد نبوی کی طرف اضافت والے قول کی حجیت میں ہیں۔ مثلاً یہ کہ ظاہر میں اس قول سے صحابی کا مقصد ہمیں شرعی احکام کی تعلیم دینا ہے۔ اس کا یہ قول اقامتِ حجت اور کسی حکم کے اثبات میں ہے اور یہ صرف اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہؓ وہ فعل کرتے رہے ہوں، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کا علم ہو اور آپ نے اس کی نکیر نہ فرمائی۔ جب صحابی نے اپنے قول میں جمع کا صیغہ استعمال کیا ہے تو ظاہر میں اس سے سب صحابہ کرامؓ کا فعل مراد ہے۔ اس فعل پر صحابہ کرامؓ کا استمرار ظاہر کرتا ہے کہ انہیں اس فعل سے منع نہیں کیا گیا۔ یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تقریر پر دلالت کرتا ہے۔

اگر صحابی کے قول میں لفظ ''السنة'' مطلق استعمال ہو تو جمہور علماء کا موقف ہے کہ اس سے سنتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم مراد ہے اور یہ مسند اور مرفوع کے درجہ پر ہے۔ مطلق لفظ ''السنة'' کو بلا دلیل اور محض احتمال پر غیر نبی کی طرف اضافت کرنا درست نہیں ہے۔ اس کی غیر نبی کی طرف اضافت کے لیے دلیل اور قرینہ چاہیے۔

جس قولِ صحابی سے کسی فعل کا حکم تو ثابت ہوتا ہے مگر آمر مجہول ہے تو اصولیین کا ایک گروہ قولِ صحابی کی اس قسم کو مرفوع تسلیم نہ کرتے ہوئے حجت نہیں مانتا۔ جمہور جن میں اصولیین اور علمائے حدیث شامل ہیں، کے نزدیک صحابی کا ایسا قول حجت ہے۔ اس کی اضافت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کی جائے گی، اسے مسند اور مرفوع تسلیم کیا جائے گا اور اس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی آمر اور ناہی مراد ہوں گے۔ جب صحابہؓ کسی چیز کے بارے میں بیان کریں کہ وہ ان کے لیے مامور بہ یا منہی عنہ تھی تو وہ چیز ہمارے لیے بھی مامور بہ یا منہی عنہ ہے۔ ہم نے شریعت کے اوامر و نواہی صحابہؓ ہی سے حاصل کیے ہیں اور انہوں نے ان کو صاحبِ شریعت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اخذ کیا تھا۔ صحابہ کرامؓ، جن کا مقصد احکامِ شریعت پہنچانا تھا، سے بظاہر یہ بعید ہے کہ وہ محض اپنے احتمال سے یہ کہہ دیں کہ

ہمارے لیے فلاں چیز واجب یا حرام یا مباح کر دی گئی تھی یا ہمیں فلاں چیز میں رخصت دے دی گئی تھی اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وجوب، حرمت، اباحت اور رخصت وغیرہ کے الفاظ بیان ہی نہ فرمائے ہوں۔

احناف کے نزدیک قولِ صحابی سے نسخ ثابت ہوگا۔ شافعی علماء کہتے ہیں کہ ایسے قول سے نسخ ثابت نہیں ہوگا۔

صحابی کا وہ قول جس میں کسی آیت کا سببِ نزول یا اسی قبیل میں سے کوئی بات بیان کی گئی ہو تو وہ مرفوع ہے اور حدیثِ مسند کے درجہ پر ہے۔ وہ تفسیری اقوال جن میں اجتہاد کا دخل اور مجال نہ ہو اور نہ وہ لغتِ عرب سے منقول ہوں تو ایسے قول کا حکم مرفوع کا ہے۔ کسی آیت کی تفسیر میں صحابی کا ایسا قول جو اہلِ لغت سے منقول ہو تو اس کے مرفوع ہونے پر جزم و یقین نہیں ہے۔ وہ تفسیری اقوال جن کا آیت کے اسبابِ نزول سے کوئی تعلق نہ ہو اور نہ جن کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اضافت ہے، ایسے مطلق تفسیری اقوال موقوف کے حکم میں ہیں

اگر صحابی خود راوی ہو اور اس کا خلافِ حدیث قول یا عمل، روایت کرنے سے قبل کا ہو یا صحابی غیر راوی ہو اور اس کا خلافِ حدیث قول یا عمل، اس حدیث کے اس تک پہنچنے سے قبل کا ہو تو ایسے قول یا عمل کو استحساناً اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ یہ حدیث سننے سے قبل تھا اور جب اس تک خبر پہنچی تو اس نے اپنا وہ قول یا عمل ترک کر کے حدیث کی طرف رجوع کر لیا ہوگا۔ اس سے روایت کی تکذیب نہیں ہوگی بلکہ حدیث حجت ہے۔ اگر یہ معلوم نہ ہو کہ صحابی کا خلافِ حدیث قول یا فعل وہ حدیث روایت کرنے یا صحابی تک پہنچنے سے قبل کا ہے یا بعد کا، تو اسے اس بات پر محمول کیا جائے گا کہ وہ قول یا فعل حدیث معلوم ہونے سے پہلے کا ہے اور صحابی نے حدیث کی طرف رجوع کر لیا تھا۔ اگر اثرِ صحابی ایسی حدیث کے خلاف ہو جس کا صحابی پر مخفی رہنا ممکن ہو تو اس اثر کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور حدیث حجت ہوگی۔

اگر روایت کرنے کے بعد راوی صحابی کا اثر خلافِ حدیث ہو یا صحابی غیر راوی ہو اور اس نے حدیث معلوم ہونے کے بعد اس کے خلاف عمل کیا یا فتوی دیا تو احناف کے نزدیک خلافِ حدیث عمل یا فتوی کی صورت میں حدیث ساقط اور صحابی کے عمل اور فتوی کا اعتبار ہوگا۔ اسے اس پر محمول کیا جائے گا کہ صحابی کو اس حدیث کا حکم منسوخ ہونے کا علم تھا یا وہ اس حکم کی دلالت سے آگاہ تھے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے مراد وجوب نہیں بلکہ ندب تھی۔ امام مالکؒ کے نزدیک خبرِ صحیح اور اثرِ صحابی میں تعارض ہو تو اثر، صریح نص پر مقدم ہے۔ امام شافعیؒ کے نزدیک صحابی کی روایت کا اعتبار ہوگا، اس کے عمل یا فتوی کا اعتبار نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ کی بھی یہ رائے ہے۔ جس چیز پر تمام صحابہؓ اتفاق کر لیں وہ اجماع ہونے کی بنا پر قطعی ہے۔ جمہور اصولیین کا موقف ہے کہ ائمہ اربعہ یعنی خلفائے راشدین کا کسی بات پر جمع ہونا ثابت ہو جائے تو ان کا متفقہ قول اجماع نہیں کہلائے گا۔

اگر قولِ صحابی مشہور ہو اور مخالف قول معلوم نہ ہو بلکہ دوسروں نے پر سکوت ظاہر کیا تو یہ سکوت رضا و اجماع قرار دینے اور ایسا قول حجت تسلیم کرنے میں علماء کا اختلاف ہے۔ امام شافعیؒ کا کہنا ہے لا ینسب الی ساکت قول۔ یعنی ساکت کی طرف قول منسوب نہیں کیا جاتا۔ جمہور احناف، جمہور مالکیہ، جمہور شافعیہ اور امام احمد بن حنبلؒ سے ایک

روایت کے مطابق ایسا سکوت اجماع ہے۔ آمدیؒ اور کرخیؒ کے نزدیک یہ اجماع ظنی ہے اور اس سے احتجاج بھی ظنی ہوگا۔ زیر بحث مسئلہ میں جمہور کا موقف راجح نظر آتا ہے کہ اگر قولِ صحابی مشہور ہوگیا، کسی نے اس سے اپنی مخالفت ظاہر نہ کی بلکہ سکوت اختیار کیا، مدتِ غور وفکر بھی گذر گئی، اس قول سے عدم رضا اور انکار میں کسی قسم کے قرائن ظاہر نہ ہوئے اور لوگوں کا اس پر استمرار ہو، تو باقیوں کا سکوت اس قول سے رضا پر دلالت کرتا ہے۔ یہ اجماع اور حجت ہے۔ اس کا اجماع نہ ہونے اور اس کی عدم حجیت میں بیان کردہ احتمالات صحابہ کرامؓ سے بعید ہیں۔ انعقادِ اجماع سکوتی کے لیے انقراضِ عصر ضروری نہیں ہے۔ اگر سکوت رضامندی پر دلالت نہ کرے تو پھر خاموش رہنے والوں کی موت سے بھی ان کی رضا حاصل نہیں ہوسکتی اس لیے کہ یہ احتمال ہے کہ ان کی موت اسی رائے پر ہوئی ہو جس پر وہ وفات سے قبل تھے۔

اگر قولِ صحابی ایسا ہو جو مشہور نہ ہوا اور نہ اس کے مخالف کسی اور کا قول معلوم ہوا تو یہ اجماع نہیں ہے۔

کسی مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کے اتفاق کے بعد کوئی صحابی یا بعض صحابہ اپنے قول سے رجوع کرلیں تو اس اتفاق اور رجوع کی کیا حیثیت ہے؟ جن کے نزدیک ثبوتِ اجماع کے لیے انقراضِ عصر شرط ہے، وہ یہ رجوع جائز قرار دیتے ہیں۔ جن کے نزدیک انقراضِ عصر شرط نہیں ہے، وہ اتفاق کے بعد کسی کے اختلاف کا اعتبار نہیں کرتے۔ اس مسئلہ میں جمہور علماء کی رائے راجح ہے کہ اتفاق کے بعد ایک یا بعض صحابہؓ کے اختلاف کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اجماع ثابت رہے گا۔ ثبوتِ اجماع کے لیے انقراضِ عصر ضروری نہیں ہے۔ تمام اہلِ اجماع کا کسی مسئلہ پر ایک مرتبہ اتفاق کرلینا یہ ظاہر کرتا ہے کہ انہوں نے مکمل غور وفکر کے بعد اتفاق کیا ہے اور وہ قطعی ہے۔

اگر کسی اختلافی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اقوال ہوں، پھر وہ کسی ایک قول پر اتفاق کرلیں تو اکثر اصولیین کے نزدیک یہ اتفاق اجماع اور حجت ہے۔ اس سے سابقہ اختلاف زائل ہوجائے گا۔ یہ اجماع اس اجماع سے قوی تر ہے جس سے پہلے اختلاف نہ ہو۔

جمہور علماء کے نزدیک معاصر مجتہد تابعی کی اجماعِ صحابہؓ سے مخالفت سے اجماع منعقد نہیں ہوگا۔ تابعی کے اختلاف سے صحابہؓ کا اجماع نامکمل ہے۔ جو علماء انقراضِ عصر کی شرط نہیں لگاتے ان کے نزدیک اگر اجماعِ صحابہؓ سے قبل تابعی اہلِ اجتہاد میں سے ہے تو پھر اس کی مخالفت سے اجماع منعقد نہیں ہوگا اور اگر وہ اس اجماع کے بعد رتبہ اجتہاد کو پہنچا تو پھر اس کا اختلاف کا معتبر نہیں ہے۔ جو علماء انقراضِ عصر کی شرط لگاتے ہیں ان کے نزدیک تابعی کی مخالفت سے اجماعِ صحابہؓ منعقد نہیں ہوگا، خواہ وہ تابعی اجماعِ صحابہؓ کے وقت اہلِ اجتہاد میں سے ہو یا اس کے بعد مجتہد بنا ہو، لیکن وہ عصرِ صحابہؓ میں سے ہو۔ یہ موقف راجح نظر آتا ہے کہ اگر عصرِ صحابہؓ کے مجتہد تابعی نے صحابہؓ کے متفق علیہ قول سے اختلاف کیا تو اجماع منعقد نہیں ہوگا، کیوں کہ اہلِ عصر کا اتفاق مفقود ہے۔

جمہور علماء کے نزدیک اجماع سے نسخ ممکن نہیں ہے۔ رحلتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نسخ جائز نہیں ہے۔ اجماعِ صحابہؓ ناسخ ومنسوخ کو بیان کرنے والے دلائل میں سے ہے، یہ خود ناسخ نہیں ہے۔

کسی اجتہادی مسئلہ کے حکم میں صحابی اپنے قول میں تنہا ہو تو اس قول کی حیثیت و حجیت میں علماء کا اختلاف ہے۔ احناف کہتے ہیں کہ اگر ایسے قول کے خلاف کسی اور صحابی کا قول معلوم نہ ہو تو وہ حجت ہے اور اس کی تقلید واجب ہے۔ اس قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جائے گا۔ جس قول میں قیاس کا دخل نہ ہو وہ حجت اور مانند نص ہے۔ ایسے قول کے مقابلہ میں قیاس ترک کر دیا جائے گا۔ اسی لیے احناف مقداروں کے مسئلہ میں قول صحابی حجت قرار دیتے ہیں۔ احناف کے نزدیک مخالفِ قیاس قول صحابی بھی حجت ہے۔

امام مالکؒ قول صحابی کو حجت مانتے تھے۔ مالکی علماء نے اقوال صحابہؓ کو بطور سنت ہی لیا ہے۔ امام مالکؒ قول صحابی کو اس حیثیت سے نہیں لیتے تھے کہ وہ صحابی کی رائے ہے بلکہ وہ اسے ایسی حدیث کے طور پر لیتے تھے جو صحابی نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف مسند نہیں کی۔

امام شافعیؒ کا قدیم قول یہ ہے کہ صحابی کا قول حجت اور قیاس پر مقدم ہے۔ آپ کا جدید قول یہ نقل کیا گیا ہے کہ قول صحابی حجت نہیں ہے، اس کی تقلید واجب نہیں ہے اور اس پر قیاس مقدم ہے۔ امام شافعی اپنے قول قدیم کے مطابق صحابی کے قول سے احتجاج کرتے تھے، پھر آپ سے یہ نقل ہوا ہے کہ آپ نے اس سے رجوع کر لیا۔ غالب گمان یہ ہے کہ آپ نے وہ اقوال حجت ماننے سے رجوع کیا جو موافق قیاس تھے، نہ کہ وہ جو مخالف قیاس تھے۔ ایک رائے یہ ہے کہ امام شافعیؒ کے قول جدید کے مطابق تصرفات سے یہ پتہ چلتا ہے کہ قول صحابی دو صورتوں میں حجت ہے۔ ایک یہ کہ قول اس مسئلہ میں ہو جس میں اجتہاد کا دخل و مجال نہ ہو اور دوسری یہ کہ اگر اس میں مجال اجتہاد ہو تو قول صحابی کی موافقت میں کوئی نص وارد ہوئی ہو۔ جمہور علمائے شافعیہ کے نزدیک قول صحابی حجت نہیں ہے۔ امام احمد بن حنبلؒ اور اکثر اصحاب امام احمدؒ کے نزدیک قول صحابی مطلق حجت ہے، خواہ وہ موافق قیاس ہو یا مخالف قیاس۔ قول صحابی قیاس پر مقدم ہے۔

قول صحابی کی حجیت کے قائلین کے مطابق قرآن و سنت اور آثار سے دلائل کے علاوہ یہ دلیل بھی ہے کہ صحابہ کرامؓ ان اسباب و حوادث کے شاہد تھے جن میں احکام نازل ہوئے۔ انہوں نے وہ احوال دیکھے جن سے احکام تبدیل ہوئے۔ وہ نبوی خطاب کے مقاصد سے بطریق مشاہدت زیادہ آگاہ تھے۔ مشاہدہ ہی سے مخاطب کے احوال معلوم ہوتے ہیں۔ خبر معائنہ کی مانند نہیں ہوتی۔ لہذا صحابہؓ کا کسی مسئلہ میں اعتبار اور قیاس اقرب الی صواب اور ان کا قیاس ہمارے قیاس سے زیادہ قوی اور راجح ہے۔ صحابی کے فتویٰ میں سماع کا احتمال ہے۔ صحابی کے پاس کوئی نص اور خبر ہو جس پر اس نے فتویٰ دیا۔ قول صحابی دو صورتوں سے خالی نہیں ہے یا وہ توقیفی ہے یا مبنی بر اجتہاد ہے۔ اگر توقیفی ہے تو وہ واجب اتباع ہے اور اگر مبنی بر اجتہاد ہے تو صحابی کا اجتہاد غیر صحابی کے اجتہاد سے اولیٰ ہے۔ جس قول میں قیاس کا دخل نہیں اور اس میں رائے کے قبیل سے کچھ نہیں کہا جا سکتا تو وہ قول توقیف پر محمول کیا جائے گا۔ صحابہ کرامؓ کے قول میں انکل پچو، بے تکے پن اور اندازے کا گمان نہیں کیا جا سکتا۔ یہ بھی جائز نہیں ہے کہ ان کا قول کذب پر محمول کیا جائے۔

مطلق قول صحابی کی حجیت کے مخالفین نے اپنے موقف کی حمایت میں قرآن مجید، احادیث، آثار اور عقل سے استدلال کیا ہے۔ مثلاً اس بات پر اجماع صحابہؓ ہے کہ مجتہد صحابہؓ کا ایک دوسرے سے اختلاف کرنا جائز ہے۔ قول صحابی حجت مان لینے سے اللہ تعالیٰ کے دلائل کا مختلف اور متعارض ہونا لازم آتا ہے، کیوں کہ صحابہ کرامؓ نے کئی مسائل میں اختلاف کیا اور ایک ایک مسئلہ میں ان کے متعدد اقوال ہیں۔ اگر قول صحابی مشہور ہوا اور کسی نے اس کی مخالفت نہیں کی تو یہ یا تو اجماع ہے یا نہیں ہے۔ اگر اجماع ہے تو پھر اجماع حجت ہے، مذہب صحابی حجت نہیں ہے۔ ممکن ہے صحابی کا قول توقیفی ہو یا اجتہادی ہو، لہٰذا شک سے اثبات سنت جائز نہیں ہے۔ انسان پر کسی غیر کا اتباع واجب نہیں سوائے اس کے کہ متبوع کسی ایسے وصف سے مختص ہو جس میں تابع شریک نہ ہو۔ جیسے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت واجب ہے کیوں کہ ان کے لیے عصمت مختص ہے۔ اجماع امت کی اطاعت واجب ہے کیوں کہ اس کی عصمت ثابت ہے۔ لیکن ایک صحابی کو صحابی پر اور ایک مجتہد کو دوسرے مجتہد پر کوئی اختصاص حاصل نہیں ہے۔ صحابہ کرامؓ نے رائے سے جو فتاوی دیے وہ علی سبیل الالزام نہیں تھے۔ صحابہؓ نے خود بھی اپنی رائے کو شریعت قرار دیا اور نہ لوگوں کو اپنی تقلید کی طرف بلایا۔ مخالف قیاس قول کو بھی توقیفی کہنا صحیح نہیں ہے۔ یہ بعید گمان ہے کہ اگر صحابہؓ کی پاس خبر ہوتی تو وہ اسے ضرور روایت کرتے۔ محض صحبت اور مشاہدۂ تنزیل کی بنا پر قول صحابی کو اقوی کہنا صحیح نہیں ہے۔ ممکن ہے کہ صحابی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی بات سنی تو ہو مگر کسی غیر صحابی کو اس کے معانی و مقاصد سے زیادہ آگاہی ہو اور صحابی اجتہاد اور فقہ میں غیر صحابی سے کم ہو۔

اقوال صحابہؓ کی حجیت پر قائلین اور مخالفین کی آراء، دلائل، اعتراضات اور ان کے جوابات سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ فریقین کے دلائل کلی طور پر مسترد نہیں کیے جا سکتے۔ دونوں کے دلائل بعض پہلوؤں سے مضبوط اور لائق تسلیم ہیں۔ کسی مسئلہ پر قرآن و سنت کے خاموش ہونے اور اس مسئلہ کے بارے میں کسی صحابی کا قول پایا جانے کی صورت میں وہ قول ترک کرنے پر اثم نہیں ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ وہ اثر صحابی سنت نبوی ہو۔ اس لیے قول صحابی پر عمل ایک محتاط رویہ ہے۔

قرآن اور احادیث میں صحابہ کرامؓ کی جو توصیف و شان بیان ہوئی ہے اس کی روشنی میں آثار صحابہؓ کو دینی امور میں یکسر نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔ قول صحابی کے بارے میں یہ مطلق طور پر نہیں کہا جا سکتا کہ وہ حجت ہے یا وہ حجت نہیں ہے بلکہ اس کے کئی پہلو اور جہتیں ہیں۔ بعض جہتوں سے وہ حجت قرار دیا جانا چاہیے اور بعض پہلوؤں سے وہ حجت نہیں بن سکتا۔ مخالف قیاس قول کو سماع پر محمول کرنا راجح ہے۔ اسی طرح وہ قول جس میں رائے اور اجتہاد کا دخل نہ ہو مثلاً مقداروں وغیرہ کے بارے میں قول، اسے بھی سماع پر محمول کرنا اور مرفوع شمار کیا جانا چاہیے۔ خلفائے راشدینؓ کا اتفاق حجت تسلیم کرنا چاہیے کیوں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرمان ''علیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین'' میں اپنی سنت کے ساتھ خلفائے راشدینؓ کی سنت کا ذکر بھی فرمایا

ہے۔ اگر قول صحابی کی کسی صحابی نے مخالفت نہیں کی تو وہ قول حجت مانا جانا چاہیے۔ اگر قول صحابی ایسا ہے جس میں عقل و رائے کا دخل ہو اور اس قول کے مخالف کسی دوسرے صحابی کا قول بھی پایا جاتا ہو تو ایسا قول حجت معلوم نہیں ہوتا۔ اگر کسی مسئلہ کا شرعی حکم کتاب و سنت سے نہ ملے اور اس بارے میں صحابی کا فتویٰ موجود ہو جس سے اختلاف کی ضرورت بھی نہ ہو، تو پھر صحابی کا فتویٰ، ذاتی رائے اور اجتہاد سے بہتر ہے۔ دینی امور میں صحابی کی رائے ہماری رائے سے یقیناً زیادہ صائب ہے۔ ذاتی رائے کے بجائے قول صحابی اختیار کرنے سے حکم کی ذمہ داری ہم پر نہیں آئے گی۔

صحابہ کرامؓ کے اختلافی اقوال میں ترجیح قائم کی جائے گی۔ ان میں تعارض کی وجہ سے وقوف نہیں کیا جائے گا۔ اس قول کو ترجیح دی جائے گی جو قرآن و سنت سے زیادہ قریب ہو۔ اگر اس طور سے بھی ترجیح ممکن نہ ہو تو پھر وہ قول لینا چاہیے جس طرف صحابہؓ کی اکثریت ہو۔ اس میں بھی وہ قول راجح ہے جس پر خلفائے راشدینؓ ہوں۔ اگر کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوں اور ان میں خلفائے راشدینؓ برابر، برابر ہوں تو وہ قول صواب کے قریب ترین ہے جس پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ ہوں۔ ان دونوں میں بھی حضرت ابوبکر صدیقؓ کا قول راجح ہے۔ اس کی تائید وہ آثار کرتے ہیں جس سے صحابہ کرامؓ میں فضیلت کی درجہ بندی ظاہر ہوتی ہے۔ فقیہ صحابی کا قول غیر فقیہ صحابی کے قول پر راجح ہے۔ اختلافی اقوال میں سے کسی ایک کی ترجیح کے لیے دلیل ضروری۔ یہ جمہور اصولیین کا موقف ہے۔

کسی مسئلہ میں دو اقوال ہوں جن پر صحابہ کرامؓ کا اتفاق ہو گیا ہو اور وہ دونوں اقوال تسلیم کر لیے گئے ہوں، تو جمہور اصولیین کے نزدیک صحابہؓ کے بعد والوں کے لیے اسی مسئلہ میں تیسرا قول لانا جائز نہیں ہے۔ کسی ایک مسئلہ میں دو اختلافی اقوال ہوں تو یہ صحابہ کی طرف سے اس بات پر اجماع ہے کہ اس مسئلہ میں ان دو اقوال کے علاوہ کوئی تیسرا قول نہیں ہے۔ انہی دو اقوال میں حصر کیا جائے۔ صحابہؓ کا اختلاف ان دونوں اقوال میں حق کے تعیین پر ہے۔ حق ان دونوں سے باہر نہیں ہے۔

سیف الدین آمدیؒ کہتے ہیں کہ امت کا کسی مسئلہ میں دو اقوال پر اختلاف اس بات کی دلیل ہے کہ اجتہاد جائز ہے، اسی طرح قول ثالث بھی جائز ہے۔ اگر انقراض عصر صحابہؓ ہو جائے اور انہوں نے کسی مسئلہ میں دو دلائل سے استدلال کیا ہو تو تابعی کے لیے جائز ہے کہ وہ اس مسئلہ میں تیسری دلیل سے استدلال کرے، اسی طرح قول ثالث بھی ہے۔ مطلق جواز کے قائلین کہتے ہیں کہ صحابہؓ اختلاف رائے کے جواز پر متفق تھے۔ کسی مسئلہ پر ان کے اختلافی اقوال کا ہونا تیسرے قول کی نفی پر دلالت نہیں کرتا۔

جب کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کا دو اقوال پر اتفاق ہو تو استقرار خلاف کے بعد تیسرا قول لانا درست معلوم نہیں ہوتا۔ اس سے صحابہؓ بلکہ عہد صحابہؓ میں تمام امت کی تنقیص لازم آتی ہے کہ وہ قول حق نہ پا سکے اور بعد والوں نے اسے پا لیا۔ اس سے صحابہؓ پر اجتہاد میں غفلت کا الزام آتا ہے کہ انہوں نے حق معلوم کرنے میں کوتاہی کی۔

اگر دو مسئلوں میں صحابہؓ کے اقوال پائے جائیں، ایک گروہ نے دونوں مسئلوں میں ایک حکم مثلاً تحریم اختیار کیا اور دوسرے حکم

دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا۔ دوسرے گروہ نے ان دونوں مسئلوں میں دوسرا حکم مثلاً تحلیل اختیار کیا اور وہ حکم دونوں مسئلوں پر نافذ کر دیا تو علماء کے ایک گروہ کے نزدیک بعد والوں کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ان دونوں مسئلوں میں سے ایک مسئلہ میں ایک گروہ کا حکم اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے گروہ کا حکم لے لیں۔ کیوں کہ تمام صحابہؓ نے ان دونوں مسئلوں کے تسویہ پر اجماع کیا ہے۔ دوسرے گروہ کے نزدیک یہ جائز ہے۔ صحابہ کرامؓ نے اس بات پر اتفاق نہیں کیا تھا کہ دونوں مسئلے ایک ہی حکم میں آپس میں برابر ہیں اور نہ صحابہؓ کی طرف سے ان دونوں حکموں میں سے کسی ایک حکم پر اجماع ہوا ہے۔ بعد والوں کے لیے بھی جائز ہے وہ ان دونوں مسئلوں میں تفریق کر کے دونوں کے لیے الگ الگ حکم اخذ کریں۔ اس مسئلہ میں قائلین اپنے موقف میں مضبوط نظر آتے ہیں۔ دونوں مسئلوں میں سے ایک میں صحابہؓ کے ایک گروہ کا قول لینا اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے گروہ کا قول لینا، یہ تیسرا قول اختیار کرنا نہیں ہے۔ ایسا کرنے سے صحابہؓ ہی کے اقوال میں حصر کیا گیا ہے اور دونوں میں سے ہر ایک مسئلہ میں ان کے ایک فریق ہی کا قول لیا گیا ہے۔

اگر کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے دو اختلافی اقوال ہوں تو کیا بعد والوں کے لیے جائز ہے کہ وہ صحابہؓ کے دو اقوال میں سے کسی ایک پر اتفاق کر لیں؟ ابوبکر جصاصؒ کہتے ہیں کہ ہمارے اصحاب کے مطابق اہل عصر ثانی کا اجماع حجت ہے جس کی مخالفت جائز نہیں ہے۔ امام ابو حنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کے مطابق دو اختلافی اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق اجماع نہیں ہے اور اختلاف صحابہؓ زائل نہیں ہوگا۔ علاء الدین سمرقندیؒ نے لکھا ہے کہ ہمارے بعض مشائخ کے مطابق امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ اجماع نہیں ہے اور صاحبین کے نزدیک یہ اجماع ہے۔ ابوالمظفر سمعانیؒ نے کہا ہے کہ اکثر احناف کے نزدیک اجماع سے پہلے والا اختلاف زائل ہو جائے گا اور تابعین کا اجماع منعقد ہوگا۔ صاحب امام مالکؒ نے اس مسئلہ میں اختلاف کیا ہے۔ بعض کے مطابق صحابہؓ کا اختلاف زائل ہو جائے گا اور اجماع کی مخالفت جائز نہیں ہے، جب کہ دوسروں نے کہا ہے کہ اختلاف باقی رہے گا۔ اکثر شوافع کے نزدیک اجماع تابعین سے اختلاف صحابہؓ ختم نہیں ہوگا، اختلاف باقی رہے گا اور وہ اجماع، اجماع نہیں کہلائے گا۔ امام احمد بن حنبلؒ سے یہ نقل کیا گیا ہے کہ وہ ایسے اجماع کے قائل نہیں تھے۔ زیر بحث مسئلہ میں مجوزین کا موقف راجح اور ان کے دلائل مضبوط معلوم ہوتے ہیں۔ صحابہ کرامؓ کے دو اقوال میں سے ایک پر بعد والوں کا اتفاق اجماع ہے۔ اہل عصر ثانی نے دو میں سے ایک قول پر اتفاق کر کے تیسرا قول اختراع نہیں کیا۔ بلکہ سب نے متفقہ طور پر ایک قول لیا ہے۔ وہ اقوال صحابہؓ سے باہر نہیں نکلے۔ ان کے اختلافی اقوال میں سے ایک کو ترجیح دینا بعد والوں کے لیے جائز ہے تو پھر ان سب کا کسی ایک قول پر اتفاق بھی درست ہے۔

احناف کے ہاں مذہب صحابی سے عموم کی تخصیص جائز ہے۔ صحابی کا عموم کے خلاف عمل جب کہ وہ عموم کا علم رکھتا ہو، اس کے لیے مخصص ہوگا۔ مالکی علمائے اصول کے نزدیک خبر کا عموم حجت ہے اور صحابی کا فعل حجت نہیں ہے۔ شافعی اصولیین کا موقف ہے کہ صحابی خواہ راوی ہو یا غیر راوی، اس کے مذہب سے عموم کی تخصیص جائز نہیں

ہے۔ حنبلی علماء کے نزدیک قولِ صحابی عموم کا مخصص ہوسکتا ہے، خواہ وہ عموم کا راوی ہو یا نہ ہو۔ قولِ صحابی قیاس پر مقدم ہے۔ قیاس سے عموم کی تخصیص ہوتی ہے تو پھر قولِ صحابی جو قیاس سے مقدم ہے، اس سے عموم کی تخصیص اولیٰ ہے۔

متعدد صحابہ کرامؓ کے اجتہادات کو مختلف علاقوں میں فروغ حاصل ہوا۔ وہاں ان کی نسبت سے مختلف فقہی مدارس وجود میں آئے اور بالآخر ان مدارس کے نتیجہ میں ائمہ مذاہب کی فقہی تربیت ہوئی۔ ان علاقوں میں صحابہؓ کے حلقاتِ دروس قائم تھے۔ جن علاقوں میں کبار فقہاء صحابہؓ تھے، وہ علاقے زیادہ مشہور ہوئے اور وہاں کے حلقاتِ دروس نے زیادہ شہرت پائی۔ یہ صرف درس وتدریس کے مدارس ہی نہیں بلکہ فقہی فکر کے مکاتب بھی تھے۔

مکہ میں جو فقہی مدرسہ قائم ہوا وہ حضرت ابن عباسؓ کا مدرسہ کہلاتا ہے۔ اہلِ مکہ نے اکثر طور پر حضرت ابن عباسؓ کے فتاویٰ کا اتباع کیا ہے۔ آپ کے مشہور شاگردوں میں عکرمہؒ، عطاءؒ، طاؤسؒ اور عمرو بن دینارؒ وغیرہ شامل ہیں۔ حضرت ابن عباسؓ کے فقہی مدرسہ کا علم آپ کے کبار ولائق تلامذہ سے دوسرے طبقہ کو منتقل ہوا جس میں عبداللہ بن ابی نجیح اور ابن جریجؒ شامل ہیں۔ پھر حضرت ابن عباس کا فقہ تیسرے طبقہ تک پہنچی جس کے مشہور فقہاء میں سفیان بن عیینہ اور مسلم بن خالد زنجیؒ ہیں۔ ان دونوں حضرات سے امام شافعیؒ نے علم حاصل کیا تھا۔ امام شافعیؒ نے جن سے فقہ کا علم حاصل کیا ان کا سلسلہ یہ ہے شافعی عن مسلم بن خالد عن ابن جریج عن عطا اور عطا نے حضرت ابن عباسؓ اور صحابہؓ کی ایک جماعت سے فقہ حاصل کیا جس میں حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ شامل ہیں۔ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے فقہ سیکھا۔ امام شافعیؒ نے صرف مکہ کے فقہاء ہی سے علم حاصل نہیں کیا بلکہ آپ مدینہ گئے جہاں امام مالکؒ سے حدیث پڑھی اور فقہ سیکھ۔ امام شافعیؒ نے کوفہ کے امام ابوحنیفہؒ کے شاگرد امام محمدؒ سے بھی اکتسابِ علم کیا اور ان کی صحبت میں رہے۔ مکہ کے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ، عراق کے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ اور مدینہ کے حضرت عمرؓ اور حضرت زید بن ثابتؓ کا علم طبقہ بعد طبقہ امام شافعیؒ کے پاس منتقل ہوا۔

مدینہ کا فقہی مدرسہ حضرت زید بن ثابتؓ سے منسوب ہے۔ حضرت ابن عمرؓ اور مدینہ میں جو صحابہؓ آپ کے بعد زندہ رہے، وہ سب حضرت زید بن ثابتؓ کے مذہب اور ان سے جو کچھ سیکھا، اس پر فتویٰ دیتے تھے۔ حضرت زید بن ثابتؓ سے بہت سے نامور تابعین نے علم حاصل کیا جن میں سعید بن المسیبؒ، قاسم بن محمدؒ، قبیصہ بن ذویبؒ، ابوبکر بن عبدالرحمن بن الحارثؒ، عبید اللہ بن عبداللہ بن عتبہ بن مسعودؒ، عروہ بن الزبیرؒ، خارجہ بن زید ثابتؒ، سلیمان بن یسارؒ، سالم بن عبداللہ بن عمرؓ اور نافعؒ وغیرہ۔ مندرجہ بالا طبقہ تابعین نے مدینہ میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ سے حاصل کردہ علم اگلے طبقہ کو منتقل کیا جس میں نمایاں نام یحییٰ بن سعیدؒ، ابن شہاب زہریؒ، ربیعۃ الرائیؒ، عبداللہ بن ذکوانؒ، بُکیر بن عبداللہؒ اور ابن ہرمزؒ کے ہیں۔

مدینہ میں صحابہ کرامؓ کی علمی میراث مندرجہ بالا علماء اور فقہاء سے ہوتی ہوئی امام مالک بن انسؒ تک پہنچی۔

آپ حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابن عمرؓ کو امام قرار دیتے تھے۔ صحابہ کرامؓ بالخصوص جو صحابہؓ مدینہ میں رہے مثلاً حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عائشہؓ اور حضرت ابن عمرؓ وغیرہ، ان کے قضایا، فتاوی اور آراء نے مالکی مذہب پر بہت اثرات مرتب کیے ہیں۔

حضرت علیؓ جب خلیفہ بنے تو آپ نے ریاست کا دارالحکومت مدینہ سے کوفہ منتقل کر لیا۔ آپ کے اکثر فیصلے کوفہ ہی میں ہوئے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بھی کوفہ میں تھے۔ کوفہ کا فقہی مدرسہ حضرت ابن مسعودؓ سے منسوب ہے۔ اہل کوفہ نے اکثر طور پر حضرت ابن مسعودؓ کے فتاوی کا اتباع کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا علمی و فقہی ورثہ آپ کے اصحاب علقہؒ، اسودؒ، مسروقؒ، عبیدہؒ، عمرو بن شرحبیلؒ اور قاضی شریحؒ وغیرہ سے ہوکر اگلے طبقہ کو منتقل ہوا، جس میں شعبیؒ، سعید بن جبیرؒ اور ابراہیم نخعیؒ شامل ہیں۔ حضرت ابن مسعودؓ کی فقہی وراثت ابراہیم نخعیؒ تک پہنچنے کے بعد آگے جس طبقہ کو منتقل ہوئی اس میں ایک اہم نام حماد بن ابی سلیمانؒ کا ہے۔ یوں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا فقہی علم آپ کے شاگردوں کے توسط سے کوفہ کے امام ابوحنیفہؒ تک پہنچا۔ آپ حماد بن ابی سلیمانؒ کے تلمیذ رشید تھے۔ امام ابوحنیفہؒ کا علم حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ کے علوم کا جامع تھا۔ خاص طور پر حضرت ابن مسعودؓ امام ابوحنیفہؒ کے خاندانِ تعلیم کے مورثِ اول ہیں اور مذہب حنفی کی بنیاد زیادہ تر حضرت ابن مسعودؓ کی روایات اور استنباطات پر ہے۔

مصر میں رؤس التشریع حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ تھے۔ یہاں صحابہ کرامؓ سے اکتساب علم کرنے والے تابعین میں یزید بن ابی حبیبؒ تھے۔ ان کے شاگردوں میں لیثؒ تھے۔ آپ کے بعد مصر کے فقہی افق پر نمودار ہونے والے آفتاب کا نام محمد بن ادریس شافعیؒ ہے۔ آپ نے اپنی زندگی کے آخری سال مصر ہی میں گزارے تھے۔

امام احمد بن حنبلؒ کا تعلق بغداد سے تھا۔ آپ نے امام شافعیؒ سے فقہ سیکھا۔ امام احمد بن حنبلؒ نے امام محمدؒ کی کتب سے بھی استفادہ کیا تھا۔

امام ابوحنیفہؒ کا فقہی علم آپ کے اساتذہ حمادؒ، ابراہیم نخعیؒ اور علقمہؒ کی وساطت سے ہوتا ہوا صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ، حضرت ابن مسعودؓ اور حضرت ابن عباسؓ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ امام مالکؒ کے فقہ کا انحصار مدینہ کے فقہائے سبعہ کے ذریعہ جن صحابہ کرامؓ کے آثار پر ہے ان میں حضرت عمرؓ، حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت ابن عمرؓ اور حضرت عائشہؓ شامل ہیں۔ امام شافعیؒ کے اساتذہ امام مالکؒ، امام محمدؒ، امام زنجیؒ، امام ابن جریجؒ، عطاؒ اور پھر وہ تمام صحابہ کرامؓ ہیں جو بالواسطہ طور پر امام مالکؒ اور امام ابوحنیفہؒ کے اساتذہ تھے۔ یہی صحابہ کرامؓ بالواسطہ طور پر امام احمد بن حنبلؒ کے اساتذہ ہیں، کیوں کہ امام احمد بن حنبلؒ امام شافعیؒ کے شاگرد ہیں۔

ظواہر نصوص سے تمسک کے لحاظ سے صحابہ کرامؓ میں دو بڑے اور واضح گروہ تھے۔ ایک گروہ ظواہر نصوص سے تمسک میں مشہور تھا۔ یہ صحابہ کرامؓ قرآن وسنت کی نصوص کے ظاہر سے اخذ کردہ حکم پر عمل کرتے تھے۔ صحابہ کرامؓ

کا دوسرا گروہ نصوص کی دلالت و رہنمائی اور منصوص حکم کے معنی و مقصود کی روشنی میں عمل کیا کرتا تھا۔ نصوص پر عمل کے یہ دونوں انداز صحابہ کرامؓ سے تابعین اور ان کے بعد والے فقہاء کو منتقل ہوئے۔

ایک اور اعتبار سے بھی صحابہ کرامؓ میں دو واضح گروہ پائے جاتے تھے اور غیر منصوص مسائل کے حل میں ہر ایک کا اپنا اپنا طریق اجتہاد تھا۔ صحابہ کرام ؓ کا ایک گروہ قرآن و حدیث کی نصوص پر فتوی دیتا تھا۔ یہ لوگ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی حد سے آگے نہیں بڑھتے تھے۔ اگر انہیں کسی مسئلہ میں قرآن و سنت سے کوئی نص نہ ملتی تو وہ فتویٰ نہ دیتے بلکہ توقف کرتے اور ذاتی رائے کے استعمال سے گریز کرتے تھے۔ دوسرا گروہ ان صحابہؓ کا تھا جو قرآن مجید یا سنت سے نص نہ ملنے کی صورت میں پہلے گروہ کی طرح توقف نہیں کرتے تھے بلکہ علت حکم تلاش کرتے، رائے سے کام لے کر بلا تامل اجتہاد کرتے اور مسئلہ کے حکم تک پہنچ جاتے۔

صحابہ کرامؓ کے اس فکر و عمل نے فقہ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ ان کا یہ انداز بعد والے علماء کو منتقل ہوا جس سے ان میں بھی دو واضح گروہ پیدا ہوئے۔ تابعین میں شعبیؒ اس مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے جو نصوص قرآن و سنت اور آثار صحابہؓ کو لیتے اور ان کے مقابے میں اپنی یا کسی اور کی رائے اختیار نہیں کرتے تھے۔ شعبیؒ کا فقہ رائے کے بجائے آثار پر قائم تھا، اسی لیے آپ کو ''صاحب آثار'' کہا گیا ہے۔ عطاءؒ بھی اپنی رائے سے فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ قتادہؒ کا بھی یہی مسلک تھا۔ ابراہیم نخعیؒ نے رائے اور قیاس پر عمل کیا لیکن روایت کو بھی ساتھ ساتھ رکھا۔ ربیعہ بن عبدالرحمٰنؒ ''ربیعۃ الرائی'' کے لقب سے مشہور ہوئے۔ ابراہیم نخعیؒ کے بعد آپ کے شاگرد حماد بن سلیمانؒ ہوئے جنہوں نے اثر اور رائے کے امتزاج کو لیا۔ حمادؒ کے شاگردوں میں سے امام ابوحنیفہؒ نے اپنے استاد سے اثر اور رائے کے امتزاج کو لیا۔ امام ابوحنیفہؒ نے ان مسائل میں بھی اجتہاد کیا جو ابھی وقوع پذیر نہیں ہوئے تھے۔

ربیعۃ الرائیؒ کے شاگرد امام مالکؒ آثار سے بہت زیادہ آگاہ تھے۔ آپ کے فقہ میں آثار صحابہؓ کے گہرے اثرات نظر آتے ہیں جس کا ثبوت آپ کی کتاب ''الموطا'' ہے۔

امام شافعیؒ نے مدنی فقہ اور کوفی فقہ دونوں سے استفادہ کیا تھا۔ آپ نے دونوں فقہ کا موازنہ کیا۔ آپ کا فقہ حجازی اور عراقی فقہ کا امتزاج ہے۔ امام شافعیؒ نے قیاس اور رائے کا انکار نہیں کیا لیکن آپ کے ہاں ان دونوں کا استعمال کثرت سے نہیں ہے۔

امام احمد بن حنبلؒ خبر اور اثر کے ساتھ تمسک میں شدت اختیار کرتے تھے۔ آپ کے فتاوی، احادیث اور آثار پر مبنی تھے۔

استنباط احکام میں تمسک بالنصوص اور قیاس و رائے پر عمل میں صحابہ کرامؓ کے جو دو گروہ پائے جاتے تھے ان کے تتبع میں ائمہ امت میں بھی دو گروہ پیدا ہوئے جو اصحاب حدیث اور اصحاب رائے کے ناموں سے مشہور ہوئے۔ اصحاب حدیث کو اہل حجاز اور اصحاب رائے کو اہل عراق بھی کہا جاتا ہے۔

اختلاف صحابہؓ نے فقہ اسلامی پر گہرے اثرات مرتب کیے۔ صحابہ کرامؓ کے مابین اختلافی مسائل میں بعد والوں میں سے بعض نے بعض صحابہؓ کا قول اختیار کیا۔ ایسا بھی ہوا کہ کسی مسئلہ میں صحابہ کرامؓ کے جتنے اختلافی اقوال تھے، بعد میں اس مسئلہ پر فقہاء کرام کے بھی اتنے ہی گروہ بن گئے۔

فقہاء کرامؒ نے غیر منصوص مسائل میں حتمی رائے دینے سے قبل اس امر کی انتہائی کوشش کی کہ انہیں کوئی اثر صحابی مل جائے۔ اگر کوئی اثر مل گیا تو جس حد تک اور جس طور سے ممکن ہوا، فقہاء کرامؒ نے اس سے استدلال کیا۔ فقہاء نے استنباط احکام میں آثار صحابہؓ کو مختلف حیثیتوں سے بنیاد بنایا ہے۔ اس امر کی شہادت فقہ اسلامی کے موجودہ قابل فخر ذخیرہ سے ملتی ہے۔ فقہ اسلامی کے ایک طائرانہ جائزہ سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غیر منصوص مسائل کا شرعی حکم متعین کرنے میں آثار صحابہؓ کا نہایت اہم کردار ہے۔

تجاویز

پی ایچ ڈی کا مقالہ اپنے بعض تقاضوں کے باعث کسی موضوع کے چند پہلوؤں ہی کا احاطہ کر سکتا ہے، اس موضوع کے بہت سے پہلو پھر بھی تشنہ رہتے ہیں۔ کوئی شخص اپنے کام کو حتمی اور اکمل قرار نہیں دے سکتا۔ اس کے لیے ہوئے کام میں مزید کام کی گنجائش ہمیشہ رہتی ہے۔ صحابہ کرامؓ اور ان کے آثار کی فقہ اسلامی میں اہمیت پر مزید کام کے متعدد پہلو ہو سکتے ہیں۔ اس ضمن میں چند تجاویز پیش خدمت ہیں

۱۔ فقہ اسلامی کا مجموعی طور پر اس زاویہ سے جائزہ بھی لیا جانا چاہیے کہ صحابہ کرامؓ کے فقہی آثار کے مآخذ و دلائل کیا تھے۔ اس سے اجتہاد اور استنباط احکام میں صحابہ کرامؓ کے فقہی ملکہ کا پتہ چلے گا۔ فقہی آثار صحابہؓ کے مآخذ و دلائل سے آگاہی قانون سازی کے شعبہ میں مدد دے سکتی ہے۔

۲۔ فقہاء کرام نے جن مسائل میں اقوال صحابہؓ کو اپنے احکام کی بنیاد بنایا ہے یا کسی موقع پر قول صحابی سے احتجاج نہیں کیا یا کسی مسئلہ میں ایک صحابی کا قول اخذ کیا ہے اور دوسرے صحابی کا قول نہیں لیا تو اس پر فقہاء کرام کے پاس کیا دلائل تھے۔ اگرچہ یہ کام طویل ہے لیکن یہ ایک نئے پہلو سے آثار صحابہؓ کی فقہی اہمیت کو اجاگر کرنے کا طریقہ ہے۔

۳۔ مسلم ممالک میں قانون سازی کے عمل میں صحابہ کرامؓ کے اجتہادات سے بہت رہنمائی لی جا سکتی ہے۔ اس مقصد کے لیے تمام فقہاء صحابہ کرامؓ کے اجتہادات، قضایا، احکام، فتاویٰ اور آراء کو فقہی موضوعات کے اعتبار سے ایک ہی جگہ پر مرتب کیا جانا چاہیے۔ اس سے ہر مسئلہ پر صحابہ کرامؓ کی فقہی آراء اکھٹی دستیاب ہوں گی۔

۴۔ قانون کی تعلیم دینے والے اداروں میں جو نصاب تعلیم جاری ہے اس میں فقہا صحابہ کرامؓ کی شخصیات اور ان کے فقہی کردار کے بارے میں مؤثر مواد شامل ہونا چاہیے۔ اس مقصد کے لیے ایسا نصاب مرتب کیا جانا چاہیے جو فقہاء صحابہ کرامؓ اور ان کے اجتہادات و اسالیب اجتہاد کے تمام اہم پہلوؤں کا احاطہ کرے۔ اس سے قانون کے طلباء میں صحابہ کرامؓ کے قانونی و فقہی کارناموں سے آگاہی اور اپنے اسلاف کے قیمتی فقہی سرمایہ پر فخر کا جذبہ پیدا ہوگا۔

اشاریہ

اس مقالہ کا ایک اشاریہ بھی مرتب کیا گیا ہے۔ مقالہ کے چند صفحات اس اشاریہ پر مشتمل ہیں۔ اشاریہ مندرجہ ذیل عنوانات میں تقسیم کیا گیا ہے

۱۔ آیات

۲۔ احادیث

۳۔ اعلام

۴۔ اماکن

۵۔ قبائل

۶۔ فرق

آیات

۱۔	اتَّبِعُوْا مَنْ لَّا يَسْـَٔلُكُمْ اَجْرًا [يٰسٓ ۳۶:۲۱]	۲۳۲
۲۔	اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ [البقرة ۲:۱۶۶]	۲۶۳
۳۔	اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا [المنٰفقون ۶۳:۱]	۷۳
۴۔	اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَ [النساء ۴: ۵۹]	۱۸۱
۵۔	اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا [النور ۲۴:۵]	۳۰۳
۶۔	اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ هَاجَرُوْا وَ جٰهَدُوْا [التوبة ۹:۲۰]	۷۱
۷۔	اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ [البقرة ۲:۲۲۹]	۱۰۰
۸۔	اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ [المائدة ۵:۳]	۹۷
۹۔	اِنَّا نَحْنُ نُحْيِ الْمَوْتٰى وَنَكْتُبُ [يٰسٓ ۳۶:۱۲]	۱۶۱
۱۰۔	اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ [الزخرف ۴۳:۲۳]	۲۶۳
۱۱۔	اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا [المائدة ۵:۹۵]	۶۵
۱۲۔	اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا [النساء ۴: ۴۳، المائدة ۵: ۶]	۱۵۲
۱۳۔	اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ [المجادلة ۵۸: ۲۲]	۶۸، ۷۰
۱۴۔	بَلْ قَالُوْٓا اِنَّا وَجَدْنَآ اٰبَآءَنَا عَلٰٓى اُمَّةٍ [الزخرف ۴۳: ۲۲]	۲۶۳
۱۵۔	ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ [الانعام ۶:۱]	۲۵
۱۶۔	ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ [الجاثية ۴۵: ۱۸]	۹۶
۱۷۔	حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ [البقرة ۲: ۱۸۷]	۱۵۱
۱۸۔	عَسٰى رَبُّهٗٓ اِنْ طَلَّقَكُنَّ اَنْ يُّبْدِلَهٗ [التحريم ۶۶:۵]	۷۵
۱۹۔	عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ [البقرة ۲:۱۸۷]	۵۸
۲۰۔	فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ [الدخان ۴۴: ۱۰]	۱۵۳
۲۱۔	فَاعْتَبِرُوْا يٰٓاُولِي الْاَبْصَارِ [الحشر ۵۹:۲]	۲۳۲، ۲۶۲

٢٢- فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا [آل عمران ٣:١٩٥] ٣٩، ٥٦

٢٣- فَإِن تَنَازَعْتُمْ فِي شَيْءٍ فَرُدُّوهُ [النساء ٤:٥٩] ٢٣١، ٢٩٣، ٢٩٥

٢٤- فَإِن كَانَ لَهُ إِخْوَةٌ فَلِأُمِّهِ السُّدُسُ [النساء ٤:١١] ٢٢٧

٢٥- فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللَّهِ لِنتَ لَهُمْ [آل عمران ٣:١٥٩] ٥٨

٢٦- فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ [النساء ٤:٦٥] ٣٣

٢٧- فَلَمْ تَجِدُوا مَاءً فَتَيَمَّمُوا [النساء ٤:٤٣، المائدة ٥:٦] ٣٥٦

٢٨- فَمَن تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ إِلَى الْحَجِّ [البقرة ٢:١٩٦] ٢٨٥

٢٩- فَمَن لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلَاثَةِ أَيَّامٍ [المائدة ٥: ٨٩] ٣٠٥

٣٠- فِيهِ رِجَالٌ يُحِبُّونَ أَن يَتَطَهَّرُوا [التوبة ٩:١٠٨] ١٢٩

٣١- قُلِ الْحَمْدُ لِلَّهِ وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ [النمل ٢٧:٥٩] ٤٢

٣٢- قُلْ أَنَدْعُو مِن دُونِ اللَّهِ مَا لَا يَنفَعُنَا [الأنعام ٦: ٧١] ٢٦٣

٣٣- قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ [آل عمران ٣:٣١] ٣٣

٣٤- قُلْ هَٰذِهِ سَبِيلِي أَدْعُو [يوسف ١٢:١٠٨] ٦٩، ٢٣٢

٣٥- كَانُوا أَكْثَرَ مِنْهُمْ وَأَشَدَّ قُوَّةً [المؤمن ٤٠: ٨٢] ١٦١

٣٦- كُنتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ [آل عمران ٣: ١١٠] ٦٩، ٢٣٠، ٢٦٣

٣٧- لَا تُخْرِجُوهُنَّ مِن بُيُوتِهِنَّ [الطلاق ٦٥: ١] ٣٣٩، ٣٥٠

٣٨- لَّابِثِينَ فِيهَا أَحْقَابًا [النبأ ٧٨:٢٣] ٣٠٥

٣٩- لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ [النحل ١٦:٤٤] ١٥٠

٤٠- لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ [الفتح ٤٨:١٨] ٦٨، ١٣٦، ٢٢٦، ٢٦٣

٤١- لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ [آل عمران ٣:١٨١] ٤٣

٤٢- لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ [آل عمران ٣: ١٦٤] ٥١

٤٣- لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ [التوبة ٩:٢٥-٢٧] ٦٠

٤٤- لَٰكِنِ الرَّسُولُ وَالَّذِينَ آمَنُوا مَعَهُ [التوبة ٩: ٨٨] ٤١

٤٥- لِلْفُقَرَاءِ الْمُهَاجِرِينَ الَّذِينَ أُخْرِجُوا [الحشر ٥٩:٨-١٠] ٤٢، ١٣٨

٤٦- لَمْ يَكُنِ الَّذِينَ كَفَرُوا [البينة ٩٨: ١] ١١٥

٤٧- لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا [المائدة ٥:٩٣] ١٥٥، ١٩٢

٤٨۔	لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ [الطلاق ٦٥:٧]	١٥١
٤٩۔	مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ [الانفال ٨:٦٧]	٤٦
٥٠۔	مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ [الفتح ٤٨:٢٩]	٤١، ٤٣، ٢٥٩، ٢٦٣
٥١۔	وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ [لقمٰن ٣١:١٥]	٢٣٢
٥٢۔	وَاتَّخِذُوْا مِنْ مَّقَامِ اِبْرٰهِيْمَ مُصَلًّى [البقرة ٢:١٢٥]	٤٥
٥٣۔	وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ [التوبة ٩:١٠٢]	٩١
٥٤۔	وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ [آل عمران ٣:١٨٧۔١٨٨]	١٥٣
٥٥۔	وَاِذَا رَاَوْا تِجَارَةً اَوْ لَهْوًا [الجمعة ٦٢:١١]	٦٢
٥٦۔	وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ [المائدة ٥:١٠٤]	٢٦٣
٥٧۔	وَاَشْهِدُوْا ذَوَيْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ [الطلاق ٦٥:٢]	٦٣
٥٨۔	وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ [الانفال ٨:٤١]	١٣٨
٥٩۔	وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً [آل عمران ٣:١٣٥]	٥٧
٦٠۔	وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا [الانفال ٨:٧٤]	٥٦، ٧١
٦١۔	وَالَّذِيْنَ لَا يَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ [الفرقان ٢٥:٦٨۔٧٠]	١٥٦
٦٢۔	وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ [البقرة ٢:٢٣٤]	١٥٧، ٢٩٦، ٣٥٣
٦٣۔	وَالَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا هَبْ لَنَا [الفرقان ٢٥:٧٤]	٢٣٣
٦٤۔	وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِيْنَ [التوبة ٩/١٠٠]	٦٨، ٢٣١، ٢٦٣
٦٥۔	وَالسّٰبِقُوْنَ السّٰبِقُوْنَ اُولٰٓئِكَ هُمْ [الواقعة ٥٦:١٠،١١]	٧٠
٦٦۔	وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ [المائدة ٥:٥]	١٣٠
٦٧۔	وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ [البقرة ٢:٢٢٨]	٣٥٥
٦٨۔	وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ [البقرة ٢:٢٣٣]	٣٩٢
٦٩۔	وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى [النساء ٤:٣]	١٥٤
٧٠۔	وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا فَاطَّهَّرُوْا [المائدة ٥:٦]	٣٥٦
٧١۔	وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ [النحل ١٦:٤٤]	٩٧
٧٢۔	وَاُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ [الطلاق ٦٥:٤]	١٥٧، ٢٩٦، ٣٥٣
٧٣۔	وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا [الانعام ٦:١١٥]	٧٩

۷۴۔	وَجَاهِدُوْا فِى اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ [الحج ۲۲:۷۸]	۲۴۳
۷۵۔	وَجَعَلْنَا مِنْهُمْ اَئِمَّةً يَّهْدُوْنَ بِاَمْرِنَا [السجدۃ ۳۲:۲۴]	۲۴۳
۷۶۔	وَحَمْلُهٗ وَفِصَالُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا [الاحقاف ۴۶:۱۵]	۳۹۴
۷۷۔	وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ [الم نشرح ۹۴:۴]	۲۴
۷۸۔	وَشَاوِرْهُمْ فِى الْاَمْرِ [آل عمران ۳:۱۵۹]	۱۰۶، ۱۲۶
۷۹۔	وَعَلَى الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا [التوبة ۹:۱۱۸]	۶۱
۸۰۔	وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا [البقرۃ ۲:۱۴۳]	۶۴، ۶۹، ۲۴۱
۸۱۔	وَلَا تُصَلِّ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْهُمْ [التوبة ۹:۸۴]	۷۵، ۷۶
۸۲۔	وَلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا [النور ۲۴:۴]	۳۰۴
۸۳۔	وَلَا تَقْتُلُوْا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ رَحِيْمًا [النساء ۴:۲۹]	۱۳۴
۸۴۔	وَلَا تَنَازَعُوْا [الانفال ۸:۴۶]	۲۷۷
۸۵۔	وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ [البقرۃ ۲:۲۲۱]	۹۸، ۱۳۰
۸۶۔	وَلَا يُؤْخَذُ مِنْهَا عَدْلٌ [البقرۃ ۲:۴۸]	۶۴
۸۷۔	وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ [آل عمران ۳:۱۵۲]	۵۸
۸۸۔	وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ [الحجرات ۴۹:۷]	۷۱
۸۹۔	وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا [النساء ۴:۸۲]	۲۷۶
۹۰۔	وَمَآ اٰتٰكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ [الحشر ۵۹:۷]	۹۷
۹۱۔	وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ [آل عمران ۳:۱۴۴]	۷۶
۹۲۔	وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى [النجم ۵۳:۳،۴]	۹۸، ۲۷۶
۹۳۔	وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ [البقرۃ ۲:۲۱۷]	۳۸
۹۴۔	وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا [النساء ۴:۹۳]	۱۵۵، ۱۵۶
۹۵۔	وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ [النساء ۴:۱۱۵]	۲۲۴، ۲۹۵
۹۶۔	وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ [سبا ۳۴:۶]	۱۱۰، ۲۴۳
۹۷۔	وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْيَتٰمٰى [البقرۃ ۲:۲۲۰]	۹۹
۹۸۔	يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰهُمْ [الاعراف ۷:۱۵۷]	۹۷، ۱۸۶
۹۹۔	يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَكُوْنُوْا مَعَ [التوبة ۹:۱۱۹]	۲۴۳

۱۰۰۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِذَا ضَرَبْتُمْ [النساء ۴: ۹۴]	۵۹
۱۰۱۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِيْعُوْا [النساء ۴:۵۹]	۲۶۳
۱۰۲۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اِنَّمَا الْخَمْرُ [المائدة ۵ ۹۰]	۱۵۵
۱۰۳۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ [البقرة ۲ ۱۷۸]	۹۹
۱۰۴۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّيْ [الممتحنة ۶۰:۱]	۶۱
۱۰۵۔	يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا [المائدة ۵:۱۰۱]	۵۹
۱۰۶۔	يَاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِاَزْوَاجِكَ وَ بَنٰتِكَ [الاحزاب ۳۳ ۵۹]	۷۵
۱۰۷۔	يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوْا [التوبة ۹:۷۴]	۷۳
۱۰۸۔	يَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ [المجادلة ۵۸ ۱۱]	۲۲۳
۱۰۹۔	يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا [التحريم ۶۶ ۸]	۷۳

احادیث

۱۔	احسنوا اصحابی	۸۱
۲۔	إحفظوہ و أخبروا بہ من ورآئکم	۵۲
۳۔	أخرج معھم فاقض بینھم بالحق فیما اختلفوا فیہ	۱۲۹
۴۔	اذا جاء احد کم إلی الجمعة فلیغتسل	۳۶۸
۵۔	اذا حکم الحاکم فاجتھد فاصاب فلہ اجران۔۔۔	۲۹۸،۹۱
۶۔	اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولوا لعنة۔	۸۳
۷۔	اذا سمعتم بہ بأرض فلا تقدموا علیہ واذا ۔۔۔۔۔۔	۱۵۹
۸۔	اذا شرب الکلب فی إناء احد کم فلیغسلہ سبعاً	۱۹۰
۹۔	اذاشک احد کم فی صلٰوتہ فلیتحرّ الصواب۔	۱۲۸
۱۰۔	أرأیت لو تمضمضت ماء وأنت صائم	۱۲۴
۱۱۔	أرایتم لو وضعھا فی حرام أکان علیہ فیھا و زر	۱۳۳
۱۲۔	استقرؤا القرآن من اربعة	۱۲۰
۱۳۔	الإسلام یَجُبُّ ما کان قبلہ	۳۸
۱۴۔	اصبتما	۱۲۸
۱۵۔	اصحابی کالنّجوم بأیھم اقتد یتم اھتد یتم	۲۰۳،۲۲۲،۲۲۳، ۲۹۵،۲۹۳
۱۶۔	إعقلوا أیّھا النّاس قولی، فقد بلّغت، و قد ترکت فیکم	۲۶۵
۱۷۔	افرضھم زید	۲۸۲،۲۳۷
۱۸۔	اکرموا اصحابی	۸۱
۱۹۔	أکرہ أن یتحدّث النّاس أن محمداً یقتل اصحابہ	۳۵
۲۰	ألا لیُبلّغ الشاھد منکم الغائب	۵۳

۲۱۔	الحمد للّٰہ الذی وفق رسول رسول اللّٰہ	۱۰۳،۱۲۸،۲۶۶
۲۲۔	اللّٰہ اللّٰہ فی اصحابی لا تتخذ و ھم غرضا بعدی...	۸۲
۲۳۔	اللھم إن العیش عیش الآخرۃ فاغفر للأنصار....	۵۸
۲۴۔	اللھم إنی ابرأ الیک مما صنع خالد	۱۳۵
۲۵۔	اللھم علّمہ الحکمۃ	۱۱۶،۲۵۳
۲۶۔	اللھم فقھہ فی الدین و علّمہ التاویل	۱۱۶،۲۵۲،۲۸۳
۲۷۔	أما ترضی ان تکون منی بمنزلۃ ھارون من موسیٰ	۱۱۳
۲۸۔	إن اجتھدت فأصبت القضاء فلک عشر اجور....	۲۹۷
۲۹۔	ان اصحابی بمنزلۃ النّجوم فی السماء....	۲۶۹
۳۰۔	إن احق ما اخذ تم علیہ اجرا کتاب اللّٰہ	۱۲۵
۳۱۔	أحق ما یقول ذ والید ین	۲۱۵
۳۲۔	إن اللّٰہ اختار اصحابی علی العا لمین سوی۔	۷۸
۳۳۔	إن اللہ اختارنی فاختارلی اصحابی و اصھاری	۸۳
۳۴۔	إن اللّٰہ اختارنی واختارلصحابی فجعلھم اصحاری	۸۳
۳۵۔	إن اللّٰہ امرنی أنْ اقرأعلیک	۱۱۵
۳۶۔	إن اللّٰہ بعثنی رحمۃ و کافۃ فأدّ وا عنّی	۵۲
۳۷۔	ان اللّٰہ تبارک وتعالیٰ اختارنی واختارلی اصحابا	۷۸،۸۳،۲۳۹
۳۸۔	إن اللّٰہ تجاوز عن امتی الخطا والنسیان وما......	۹۱
۳۹۔	إن اللّٰہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ	۱۱۳،۲۵۰
۴۰۔	ان اللّٰہ عز وجل بعثنی رحمۃ للناس کافۃ فأدوا	۵۳
۴۱۔	إن اللّٰہ قد صدقک	۷۳
۴۲۔	إن اللّٰہ لیزید الکافر عذابا ببکاء اھلہ علیہ	۳۵۲
۴۳۔	إن اللّٰہ یکرہ أن یُخطی ابوبکر	۱۱۲
۴۴۔	إن الموت فزع فإذ ا رأیتم الجنازۃ فقوموا	۳۵۳
۴۵۔	إن المیت یُعذب ببعض بکاء اھلہ علیہ	۳۵۲
۴۶۔	ان انت قضیت بینھما فاصبت القضاء فلک	۲۹۷

۴۷ـ انتم الذين قلتم كذا و كذا، أما والله إني ... ۱۳۳

۴۸ـ إن كذباً عليّ ليس ككذب على احد..... ۵۳

۴۹ـ أنا فرَطُكم على الحوض ولأنازعنّ اقواماً ۳۷

۵۰ـ إنّ لكل امّة اميناً و إنّ اميننا أيتها الأمّة ابو عبيدة ۲۰۲

۵۱ـ إن ما جئت به ليس بأجزأ عنا من حجارة الحَرّة ۱۳۵

۵۲ـ انما ذلك سواد الليل و بياض النهار ۱۵۱

۵۳ـ انما كان يكفيك هكذا ۱۰۷،۱۳۳،۳۵۶

۵۴ـ إنّما مثل اصحابي كمثل النّجوم..... ۲۶۸

۵۵ـ انما مثل اصحابي مثل النجوم فايهم اخذتم..... ۲۳۵،۲۶۸

۵۶ـ انما يلبس الحرير في الدنيا من لا خلاق له..... ۱۳۹

۵۷ـ إنّ معاذاً قد سنّ لكم سنّة كذلك فافعلوا ۱۷۵،۱۷۸

۵۸ـ إنه كان في يدك جمرة من نار ۱۳۵

۵۹ـ انّي قد تركت فيكم الثقلين: كتاب الله و سنّتي ۲۶۵

۶۰ـ إنّي قد خلفت فيكم شيئين لن تضلّوا بعدهما أبداً ۲۶۵

۶۱ـ إنّي لا ادري ما بقائيّ فيكم فاقتدوا بالّذين من ... ۲۰۳

۶۲ـ ايّما امرأة نكحت بغير اذن مواليها فنكاحها باطل ۱۹۱

۶۳ـ أوصيكم بتقوى الله والسمع والطاعة و إن عبداً ۲۰۰

۶۴ـ بلّغوا عنّي ولو آية ۵۳

۶۵ـ البَيِّعَانِ بالخيار مالم يتفرقا ۲۹۹،۳۰۰

۶۶ـ تركت فيكم امرين لن تضلّوا ما تمسّكتم بهما ... ۲۶۵

۶۷ـ تسمعون و يُسمع منكم و يُسمع ممن يسمع منكم ۵۲

۶۸ـ توضّأ واغسل ذكرك ۹۹

۶۹ـ حُجّي عنها أرأيت لو كان على امك دين ۱۲۴

۷۰ـ خذوا عنّي ۵۱

۷۱ـ خذوا عنّي خذوا عنّي قد جعل الله لهن سبيلا ۱۹۳

۷۲ـ خلافة النبوّة ثلاثون عاماً ثم تكون ملك ۲۰۱،۲۰۳

٧٣ـ خير امتى قرنى ثم الذين يلونهم..... ٣٣٧،٧٧
٧٤ـ رأيت كأنى اتيت بقدح من لبن فشربت منه ٢٥٢
٧٥ـ رضا ما ضُعُدُها ٢٠٦
٧٦ـ رضيت لأمتى ما رضى لها إبن أم عبد ٢٥١
٧٧ـ سألت اللّٰه عزوجل أن لا يجمع امتى على الضلالة ٢٢٠
٧٨ـ سألت ربى فيما اختلف فيه اصحابى ..... ٢٦٨،٢٣٦
٧٩ـ الصحبة ٣٠
٨٠ـ الصعيد الطيب وضو المسلم ولو إلى عشر سنين ١٣٣
٨١ـ صلوا كما رأيتمونى اصلى ١٥١
٨٢ـ علّمهم الشرائع واقض بينهم ٣٠٥
٨٣ـ فاقتد وا بالّذين من بعدى و اشار إلى ابى بكر و عمر ٢٦٦،٢٣٩،٢٣٦،٢٠٣
٨٤ـ فد ين اللّٰه أحق آن يُقضى ١٢٣
٨٥ـ فرُبّ حامل فقه إلى من هو أفقه منه ٢٣٦
٨٦ـ فعليكم بسنّتى و سنّةِ الخلفاء الراشدين المهد يّين ٣ـ١،٨ـ١،٢٠١،٢٠٣،
٣٢٣،٢٦٦،٢٣٦
٨٧ـ فلعل ابنك هذا نزعه عرق ١٢٣
٨٨ـ فو الذى نفسى بيد ه لقد تابت توبة لو تابها صاحب ٦٣
٨٩ـ قد كان فيمن كان قبلكم من بنى اسرائيل رجال ١١٣
٩٠ـ كيف تقضى اذا عرض لك قضاء ؟ ١٠٣
٩١ـ لا تبعه حتى تقبضه ٩٩
٩٢ـ لا تجوز وصية لوارث، والولد للفراش وللعاهر العجر ١٠٠
٩٣ـ لا تزال طائفة من امتى ظاهرين على الحق..... ٢٥٣،٢١٣
٩٤ـ لا تسبوا اصحابى فلو أن احد كم انفق ..... ٢٣٨،٢٢٢،٨٢،٨١
٩٥ـ لا تعجل لعلّ اللّٰه يجعل لك صاحبا ٣١
٩٦ـ لا تلعنوه فو اللّٰه ما علمت إلا أنه يحب اللّٰه ورسوله ٩٠
٩٧ـ لا تمس النار مسلما رآنى أو رأى من رآنى ٨٠

۹۸ـ لا ولكن لم يكن بأرض قومي فأجد نى اعافُه ۱۳۳

۹۹ـ لا يُصَلِّيَنّ احدٌ العصر إلا فى بنى قريظة ۳۳۵،۱۳۹

۱۰۰ـ لعل اللّٰه أن يكون قد اطلع على اہل البد ر..... ۵۷

۱۰۱ـ لقد أشبِعَ سلمان علْما ۱۱۷

۱۰۲ـ لقد تاب توبة لو قُسِمَت بين امة لو سعتهم ۹۳

۱۰۳ـ لقد تاب توبة لو قسمت بين سبعين من اهل المدينة لو سعتهم

۱۰۴ـ لقد تاب لو تابها اهل المدينة لقبل منهم ۹۳

۱۰۵ـ لقد حكمت فيهم بحكم اللّٰه و حكم رسوله ۱۳۳

۱۰۶ـ لقد كان فيماكان قبلكم من الأمم ناس محدّ ثون ۲۵۱

۱۰۷ـ لو اجتمعتما فى مشورة ما خالفتكما ۲۵۰

۱۰۸ـ لو كان بعدى نبى لكان عمر بن الخطاب ۲۵۱،۱۴

۱۰۹ـ لو كان على امك د ين أ كنت قاضيه عنها ۱۲۴

۱۱۰ـ ليا تينَّ على امتى ما أتى على بنى اسرائيل ۲۴۷

۱۱۱ـ ليَرِدَ نَّ علىّ ناس من اصحابى الحوض، حتى ۸۸

۱۱۲ـ ما من احد من اصحابى يموت بأرض إلا بعث..... ۷۹

۱۱۳ـ مثل اصحابى مثل الملح فى الطعام، لا يصلح . ۲۳۹،۸۰

۱۱۴ـ معاذ بن جبل اعلم الأولين والآخرين بعد . ۱۱۴

۱۱۵ـ من اثنيتم عليه خيرا وجبت له الجنة ۸۰

۱۱۶ـ من بدّ ل د ينه فاقتلوه ۲۹۹

۱۱۷ـ من رآني فى المنام فقد رآني فإن الشيطان لا . ۳۹

۱۱۸ـ من سبّ اصحابى فعليه لعنة اللّٰه ۸۴

۱۱۹ـ من سنّ فى الإسلام سنّة حسنة فَعُمِل بها بعده ۱۷۵

۱۲۰ـ من ضحك فليعد وضوئه ثم ليعد صلاته ۱۹۳

۱۲۱ـ من كتم علماً الجم يوم القيامة بلجام من النّار ۲۷۳

۱۲۲ـ من لم يشكر النّاس لم يشكر اللّٰه ۵

۱۲۳ـ من مات من اصحابى بأرض فهو شفيع لأهل ۸۰

١٢٤ـ	مهما اوتيتم من كتاب اللّٰه فالعمل به لا عذر	٢٣٥
١٢٥ـ	النجوم امنة للسمآء ، فاذا ذهبت النجوم	٢٣٨،٤٨
١٢٦ـ	نضّرالله امرأ سمع منّاحد يثا فحفظه حتى	٢٤٦
١٢٧ـ	واعلمهم بالحلال والحرام معاذ بن جبل	٢٨٣
١٢٨ـ	وأقضا هم على	٢٨٣
١٢٩ـ	و الذى نفسى بيده لأقضينّ بينكما بكتاب اللّٰه	١١١
١٣٠ـ	ولو كنت متخذ أ خليلًا غير ربّى لأتخذ ت ابا بكر	٢٥٣
١٣١ـ	و ليس قد جعل اللّٰه لكم ما تصدّ قون به إنّ بكل	١٢٣
١٣٢ـ	ونهيتكم عن لحوم الأضاحى فوق ثلاث	٣٥١
١٣٣ـ	هذا السمع والبصر	٢٥٠
١٣٤ـ	يا اسامة من لك بلا إله الا اللّٰه	١٣٥
١٣٥ـ	يا ايّها النّاس خذ وا مناسككم	١٥١
١٣٦ـ	يا بنى سلمة ألا تحتسبون اثاركم	١٦٤

اعلام

۱۔ آمدی ۳۲، ۳۳، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۶۷، ۶۹، ۷۹، ۸۷، ۱۰۱، ۱۰۳ تا ۱۰۷، ۱۶۵، ۱۷۲،
۱۷۷، ۱۸۳، ۱۸۷، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۹، ۲۰۳، ۲۰۵، ۲۰۷ تا ۲۱۱، ۲۱۷، ۲۱۸
۲۲۱ تا ۲۲۳، ۲۲۵ تا ۲۲۷، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۸، ۲۴۰، ۲۴۳، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۸
۲۶۹، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۸، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۹۲، ۲۹۳، ۳۰۱، ۳۲۲، ۳۲۵

۲۔ ابراہیم علیہ السلام ۳۹، ۷۳

۳۔ ابراہیم نخعی ۲۳۲، ۲۵۸، ۳۲۶ تا ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۴۰، ۳۴۵، ۳۵۷، ۳۶۳، ۳۸۱،
۳۸۳، ۳۹۳، ۴۱۵، ۴۲۸، ۴۲۹

۴۔ ابراہیم النظام ۸۶

۵۔ ابن ابی شیبہ ۸۳، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۶۳، ۱۷۱، ۱۸۲، ۲۰۳، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۶۱ تا ۳۶۳،
۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۸ تا ۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۵ تا ۳۸۷، ۳۸۹،
۳۹۰، ۳۹۳ تا ۳۹۶، ۳۹۸ تا ۴۰۳، ۴۰۶، ۴۰۹ تا ۴۱۱

۶۔ ابن ابی لیلیٰ ۱۳۸، ۱۷۳

۷۔ ابن ابی نجیح ۳۱۰، ۳۱۱

۸۔ ابن الاثیر، ابوالحسن ۳۲

۹۔ ابن الاثیر، ابوالسعادات ۳۲، ۶۷، ۱۸۲

۱۰۔ ابن اسحاق ۵۲، ۷۳

۱۱۔ ابن ام مکتوم ۳۸

۱۲۔ ابن الانباری ۸۷

۱۳۔ ابن برہان بغدادی ۲۰۵، ۲۳۸

۱۴۔ ابن تیمیہ ۱۵۰

۱۵۔ ابن جریج ۳۱۱، ۳۳۳، ۴۱۵، ۴۲۷، ۴۲۸

۱۶۔ ابن جوزی ۱۸۸

۱۷۔ ابن حاجب ۳۳، ۳۲، ۴۷، ۹۷، ۱۰۶، ۱۶۸، ۱۷۲، ۱۷۷، ۲۰۸، ۲۳۳، ۲۸۷، ۲۹۲

۱۸۔ ابن حجر عسقلانی ۳۳، ۴۰، ۴۳ تا ۴۵، ۵۶، ۶۷، ۶۸، ۷۷، ۸۵، ۸۶، ۹۰، ۱۰۳، ۱۰۷،
۱۶۸، ۱۷۲، ۲۶۸، ۳۷۱، ۳۹۰

۱۹۔ ابن حزم ۳۳، ۴۱، ۴۲، ۸۴، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۵، ۱۱۹، ۱۴۲، ۱۷۳، ۱۸۱، ۱۹۸، ۲۰۳،
۲۰۶ تا ۲۰۸، ۲۲۰، ۲۶۳ تا ۲۶۵، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۷۲، ۲۷۳ تا ۲۷۷، ۲۸۳،
۲۸۵، ۲۹۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۹، ۳۴۷

۲۰۔ ابن خطل ۳۶

۲۱۔ ابن خلدون ۱۱۹

۲۲۔ ابن خیروان ۲۹۳

۲۳۔ ابن رشد ۳۷۲

۲۴۔ ابن سعد ۷۶

۲۵۔ ابن السمعانی ۴۷

۲۶۔ ابن سیرین ۵۳، ۱۱۳، ۱۳۲، ۲۸۹، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۹

۲۷۔ ابن شہاب زہری ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۳۰، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۷

۲۸۔ ابن الصباغ ۱۰۳

۲۹۔ ابن الصلاح ۳۲، ۴۳، ۶۷، ۶۹، ۸۵، ۱۶۸

۳۰۔ ابن عباسؓ ۴۴، ۵۲، ۶۹، ۷۲، ۱۱۰، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۳۳، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۳۸، ۱۳۹،
۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۵ تا ۱۵۷، ۱۶۲، ۱۶۵، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۲۰، ۲۲۵،
۲۴۷، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۶۵، ۲۶۸، ۲۷۰، ۲۷۶، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۹،
۲۹۶، ۲۹۹، ۳۰۸ تا ۳۱۱، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۶، ۳۲۸، ۳۲۹،
۳۳۳، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۵، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۵۹،
۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۹، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۹،
۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۸، ۳۹۰ تا ۳۹۲، ۳۹۷، ۳۹۹ تا ۴۰۲،
۴۰۶، ۴۱۵، ۴۲۷

۳۱۔ ابن عبدالبر ۳۵، ۶۷، ۸۳، ۱۹۸، ۲۳۳، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۹، ۳۸۹

۳۲۔ ابن العربی ۹۰، ۱۵۵

۳۳۔ ابن عقیل ۱۸۸، ۲۰۵، ۲۱۰، ۲۳۹، ۳۵۸

۳۴۔ ابن عمرؓ ۵۰، ۵۳، ۹۲، ۱۱۳، ۱۱۸ تا ۱۲۰، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۹، ۱۵۲، ۱۶۳، ۱۶۷،
۱۷۱، ۱۸۲، ۱۹۱، ۱۹۵، ۲۰۲، ۲۲۵، ۲۳۱، ۲۳۵، ۲۳۷، ۲۵۰، ۲۵۲، ۲۷۷،
۲۸۲، ۲۹۹، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۳ تا ۳۲۱، ۳۲۶، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۴۵،
۳۵۰ تا ۳۵۲، ۳۶۰ تا ۳۶۲، ۳۶۵ تا ۳۶۷، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۳، ۳۷۶،
۳۷۸ تا ۳۸۳، ۳۸۶، ۳۹۶، ۴۰۱ تا ۴۰۳، ۴۱۵، ۴۲۷، ۴۲۸

۳۵۔ ابن فورک ۴۳، ۱۷۳

۳۶۔ ابن قدامہ ۶۷، ۸۲، ۸۵، ۱۷۱، ۱۹۹، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۸۵، ۳۰۱، ۳۵۸، ۳۶۷،
۳۶۹ تا ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۹۳، ۳۹۶، ۴۰۰، ۴۰۵، ۴۰۶

۳۷۔ ابن القطان ۴۷، ۲۱۰، ۲۸۱

۳۸۔ ابن قیم الجوزیہ ۱۰۳، ۱۰۹، ۱۹۰، ۱۹۷، ۲۰۸، ۲۳۳، ۲۳۷، ۲۴۶، ۲۸۲

۳۹۔ ابن کثیر ۳۰ تا ۳۲، ۳۶، ۳۹، ۵۸، ۶۰، ۶۲، ۶۷، ۹۷، ۱۱۰، ۱۳۲، ۱۳۶، ۱۸۷،
۱۸۸، ۲۲۰

۴۰۔ ابن اللحام ۶۷

۴۱۔ ابن المدینی ۳۲۱، ۳۲۲

۴۲۔ ابن مسعودؓ ۴۷، ۵۵، ۷۷، ۷۹، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۸ تا ۱۲۰، ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۸، ۱۳۹،
۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۷، ۱۵۹، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۷۳، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۱۸، ۲۲۰، ۲۲۳،
۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۳ تا ۲۵۶، ۲۷۳، ۲۹۶، ۳۰۶، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۲ تا ۳۲۸،
۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۷ تا ۳۴۰، ۳۴۵، ۳۵۳، ۳۵۵، ۳۵۷، ۳۶۱، ۳۶۳ تا
۳۶۶، ۳۷۳، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۹ تا ۳۸۱، ۳۸۸ تا ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۴،
۳۹۷، ۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۲۷، ۴۲۸

۴۳۔ ابن معین ۴۵

۴۴۔ ابن منظور ۳۰، ۴۲۲

۴۵۔ ابن النجار ۴۵، ۸۶، ۱۶۸

۴۶۔ ابن الوزیر ۲۶۸

۴۷۔ ابن جریر ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۲۷

۴۸۔ ابن الہمام ۴۷، ۹۷، ۲۰۸

۴۹۔ ابن ہشام ۳۰، ۳۱، ۳۶، ۳۹، ۴۳، ۴۴، ۵۲، ۶۰، ۱۱۰، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۹، ۳۰۸

۵۰۔ ابوادریس خولانی ۳۳۰

۵۱۔ ابواسحاق شیرازی ۱۱۰، ۱۶۸، ۱۸۶، ۲۱۰، ۲۳۸، ۲۸۸، ۲۹۰، ۲۹۲، ۳۰۲، ۳۶۱، ۳۸۳، ۴۰۲

۵۲۔ ابواسحاق مروزی ۲۱۱

۵۳۔ ابوامامہؓ ۱۷۱

۵۴۔ ابوایوب انصاریؓ ۲۷۷

۵۵۔ ابوبرزۃ الاسلمی ۳۷۷

۵۶۔ ابوبصرہؓ ۲۲۰

۵۷۔ ابوبکر ابہری ۲۹۲

۵۸۔ ابوبکر اسماعیلی ۱۶۷، ۱۷۳، ۱۸۰

۵۹۔ ابوبکر باقلانی ۳۰، ۱۸۰، ۲۰۵

۶۰۔ ابوبکر صدیقؓ ۳۰، ۴۷، ۷۲، ۷۳، ۹۱، ۹۳، ۱۰۵، ۱۰۹، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۳۰،
۱۳۶، ۱۳۷، ۱۴۱، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۷، ۱۶۳ تا ۱۶۵، ۱۷۰، ۱۷۵، ۱۷۶،
۱۸۴، ۱۹۳، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۱۸ تا ۲۲۱، ۲۲۵، ۲۲۹، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۴۷
۲۵۰، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۶، ۲۵۸، ۲۶۰، ۲۶۶، ۲۷۰، ۲۷۳، ۲۸۱ تا ۲۸۳،
۳۱۳، ۳۱۵، ۳۱۷، ۳۲۵، ۳۶۵، ۳۷۷، ۳۸۸، ۳۹۳، ۳۹۹، ۴۰۳، ۴۲۵

۶۱۔ ابوبکر الصیرفی ۱۷۳، ۱۸۰، ۲۱۰، ۲۲۱، ۲۹۲

۶۲۔ ابوبکر بن عبدالرحمٰن ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۷

۶۳۔ ابوبکرہؓ ۵۲، ۱۱۹، ۳۷۷، ۴۰۳

۶۴۔ ابوبرزہ ۳۷۷

۶۵۔ ابوتمام البصری ۲۱۸

۶۶۔ ابوجعفر منصور ۳۱۹، ۳۲۸، ۳۳۳

۶۷۔ ابوالجوزاء الربعی ۱۳۸

۶۸۔ ابوحاتم ۳۵

۶۹۔ ابو حذیفہؓ ۱۲۰

۷۰۔ ابوالحسن اشعری ۲۴۰

۷۱۔ ابوالحسین بصری ۳۳، ۳۱تا۳۳، ۸۹، ۱۰۳، ۱۷۳، ۱۷۷، ۲۰۹، ۲۴۰

۷۲۔ ابوحنیفہ، امام ۱۰۵، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۹۸، ۲۲۳، ۲۲۹تا۲۳۳، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۸، ۲۹۱، ۳۰۰،
۳۱۲، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۳۷، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۳تا۳۴۵، ۳۵۹،
۳۶۳تا۳۶۷، ۳۷۳تا۳۷۶، ۳۸۱، ۳۸۴، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۹۴، ۳۹۵،
۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۷، ۴۰۹، ۴۱۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۹

۷۳۔ ابوخازم ۱۹۹، ۲۲۹

۷۴۔ ابوداؤد ۱۶۳، ۳۳۲

۷۵۔ ابوالدرداءؓ ۱۱۲، ۱۱۷، ۱۱۸، ۳۰۷، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۹، ۳۶۶، ۳۹۹

۷۶۔ ابوذر غفاریؓ ۹۱، ۱۲۲، ۱۳۳،

۷۷۔ ابوذئبؓ ۳۱

۷۸۔ ابوزرعہ رازی ۳۵

۷۹۔ ابوزہرہ ۸۶، ۲۲۷، ۲۳۰، ۳۲۰

۸۰۔ ابوزناد ۳۲۱

۸۱۔ ابوشریح ۳۷۷

۸۲۔ ابوسعید بردعی ۴۲۸

۸۳۔ ابوسعید خدریؓ ۸۱، ۸۲، ۹۰، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۲، ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۴۸، ۱۶۵، ۱۷۱، ۲۲۲، ۲۲۸،
۲۵۲، ۲۶۵، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۵۹

۸۴۔ ابوسعید علائی ۳۵

۸۵۔ ابوسلمہ ۱۱۷، ۲۲۳، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۷۰

۸۶۔ ابوالسنابل ۱۳۵

۸۷۔ ابوطاہر الدباس ۳۶۶

۸۸۔ ابوطفیلؓ ۲۱، ۳۹۹

۸۹۔ ابوطلحہؓ ۲۷۷

۹۰۔ ابوالعالیہ الریاحی ۱۹۱، ۱۹۳

۹۱۔ ابوعبداللہ بصری ۲۰۶

۹۲۔ ابوعبداللہ الصیمری ۴۷

۹۳۔ ابوعبید ۱۱۵، ۱۳۶، ۱۹۱، ۲۵۳

۹۴۔ ابوعبیدہ بن الجراحؓ ۱۱۷، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۵۸، ۲۰۲، ۳۰۶، ۳۷۶

۹۵۔ ابوعلی بن ابی ہریرۃ ۲۱۱

۹۶۔ ابوعلی جبائی ۱۰۱، ۲۱۰، ۲۳۰، ۲۸۵

۹۷۔ ابوقتادہؓ ۱۳۰

۹۸۔ ابومروان ۳۱

۹۹۔ ابومسلم خولانی ۳۳۰

۱۰۰۔ ابوالمظفر سمعانی ۷۷، ۶۸، ۱۷۷، ۱۸۵، ۱۸۷، ۲۰۹، ۲۱۸، ۲۳۸، ۲۹۲، ۳۰۰، ۳۰۱

۱۰۱۔ ابومنصور عبدالقاہر ۳۰۲

۱۰۲۔ ابومنصور ماتریدی ۳۲۸

۱۰۳۔ ابوموسیٰ اشعریؓ ۷۸، ۹۲، ۹۳، ۱۱۲، ۱۱۶، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۵، ۱۵۲، ۱۵۸، ۱۹۲،
۱۹۳، ۲۲۸، ۳۰۵، ۳۰۷، ۳۲۳، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۴۳، ۳۵۳، ۳۵۵،
۳۵۷، ۳۷۸، ۳۹۹

۱۰۴۔ ابوواقد ۱۱۸، ۳۱۲

۱۰۵۔ ابووائل ۲۲۲، ۳۲۳، ۳۲۵

۱۰۶۔ ابوہاشم جبائی ۱۰۱، ۲۱۰، ۲۸۵

۱۰۷۔ ابوہریرۃؓ ۷۷، ۸۸، ۹۲، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۶۳، ۱۶۵، ۱۸۰،
۱۹۰، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۵، ۲۲۵، ۲۵۱، ۲۶۰، ۲۶۵، ۲۹۸، ۳۱۲، ۳۱۶ تا ۳۳۱،
۳۷۲، ۳۷۴، ۳۸۲، ۳۹۳، ۳۹۹

۱۰۸۔ ابویعلی ۴۳، ۱۹۹، ۲۲۲

۱۰۹۔ ابویوسف ۹۳، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۳۵، ۱۳۹، ۱۵۹، ۱۷۶، ۲۳۱، ۲۹۱، ۳۴۳، ۳۶۳، ۳۶۵،
۳۷۵، ۳۷۹، ۳۹۰، ۳۹۵، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۸، ۴۲۵

۱۱۰۔ ابی بن کعبؓ ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۸، ۱۲۰، ۱۵۰، ۱۵۲، ۱۷۹، ۲۰۲، ۲۷۷، ۳۲۲، ۳۴۳، ۳۹۹

۱۱۱۔ احمد بن حنبل، امام ۳۱، ۳۳، ۳۴، ۱۹۶، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۶، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۸، ۲۲۱، ۲۲۲،

۲۲۳،۲۳۹،۲۸۲،۲۸۳،۲۹۲،۳۱۸،۳۳۱ تا ۳۳۳،۳۳۶،۳۴۲،

۳۴۵،۳۶۰،۳۷۱،۳۷۲،۳۷۶،۳۷۷،۳۸۰ تا ۳۹۲،۳۹۵،۳۹۹،

۴۰۰،۴۰۲،۴۰۳،۴۰۵،۴۱۵،۴۲۱،۴۲۳،۴۲۶،۴۲۸،۴۲۹

۱۱۲۔ ارموی ۴۷،۸۴،۱۷۷،۲۰۳،۲۰۸

۱۱۳۔ اسامہؓ ۱۳۴،۱۳۵،۳۱۶

۱۱۴۔ اسفرائنی ۳۰۲

۱۱۵۔ اسماءؓ ۳۸۰

۱۱۶۔ اسود بن یزید ۲۲۳،۳۲۴،۳۲۵،۳۲۸

۱۱۷۔ اشعث بن قیسؓ ۳۷

۱۱۸۔ اصطخری ۲۹۳

۱۱۹۔ اعظمی ۲۱۴

۱۲۰۔ ام سلمہؓ ۱۱۹،۲۷۰،۳۱۵،۳۱۶،۳۷۷

۱۲۱۔ ام عطیہ ۱۷۹،۱۸۰،۱۸۵

۱۲۲۔ امیر معاویہؓ ۱۱۹،۱۲۹

۱۲۳۔ انس بن مالکؓ ۳۹،۵۳،۵۴،۵۸،۸۰،۸۳،۸۴،۸۷،۱۱۰،۱۱۵،۱۱۹،۱۲۳،۱۳۰،۱۵۲،

۱۶۱،۱۶۶،۱۷۰،۱۷۹،۱۸۲،۱۸۳،۱۸۵،۲۰۲،۲۰۹،۲۲۵،۲۲۹،۲۳۹،

۳۰۷،۳۱۸،۳۲۸،۳۲۹،۳۸۰،۳۸۱،۳۸۶

۱۲۴۔ انیس بن ضحاک ۱۱۱

۱۲۵۔ اوزاعی ۲۵۹،۳۳۰،۳۳۱،۳۳۹،

۱۲۶۔ اویس قرنی ۳۰

۱۲۷۔ باجی ۷۰،۸۵،۹۸،۲۱۸،۲۹۳

۱۲۸۔ بحینہ ۱۱۸

۱۲۹۔ بحیرہ راہب ۳۶

۱۳۰۔ بخاری ۳۱،۹۴،۱۳۹

۱۳۱۔ براء بن عازبؓ ۱۳۳،۱۸۱

۱۳۲۔ بروعؓ ۱۵۹

۱۳۳۔ بُریدۃ بن الخصیبؓ ۶۲، ۷۷، ۷۹، ۸۰، ۳۵۰

۱۳۴۔ بزار ۲۶۸

۱۳۵۔ بزدوی ۶۵، ۱۰۲، ۱۷۳، ۱۸۰، ۱۹۸، ۲۲۹ تا ۲۳۱، ۳۶۶

۱۳۶۔ بشر بن عمرو

۱۳۷۔ بشر بن غیاث ۳۶۶

۱۳۸۔ بکیر بن عبداللہ ۳۱۸، ۳۲۱، ۳۲۷

۱۳۹۔ بلالؓ ۱۷۹، ۳۰۷

۱۴۰۔ بیضاوی ۶۶، ۲۰۵، ۲۳۸، ۲۹۲

۱۴۱۔ بیہقی ۲۱۴، ۲۳۵

۱۴۲۔ تاج الدین سبکی ۶۷، ۱۷۷، ۲۱۰

۱۴۳۔ ترمذی ۱۰۳، ۲۰۲

۱۴۴۔ تفتازانی ۹۱

۱۴۵۔ ثوبانؓ ۲۱۳، ۲۵۳

۱۴۶۔ جابر بن عبداللہؓ ۷۸، ۸۰، ۱۱۸، ۱۹، ۱۵۱، ۱۵۲، ۶۶، ۱۷۰، ۲۰۳، ۲۱۹، ۲۳۱، ۲۹۶، ۳۱۰، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۷۹ تا ۳۸۱، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۲

۱۴۷۔ جابر بن یزید ۳۲۹، ۳۳۸

۱۴۸۔ جارود بن عمرو

۱۴۹۔ جارود بن معلّی ۱۵۴

۱۵۰۔ جبائی ۴۷

۱۵۱۔ جبریل علیہ السلام ۴۴، ۱۴۲

۱۵۲۔ جرجانی ۱۰۵

۱۵۳۔ جریر بن عبداللہ ۱۷۵

۱۵۴۔ جصاص ۱۰۵، ۱۰۸، ۱۲۲، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۱۳۶، ۱۷۳، ۱۸۰، ۱۹۳، ۱۹۸، ۲۲۰، ۲۹۰، ۲۹۶، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۴۲۶

۱۵۵۔ جعدۃ بن ھُبیرۃ ۷۷، ۳۸۳

۱۵۶۔ جلاس بن سوید ۷۴

۱۵۷۔ جندب بن عبداللہؓ ۲۵۷

۱۵۸۔ جوینی ۶۷، ۱۰۳، ۱۷۴، ۱۸۰، ۲۰۵، ۲۲۱، ۲۳۵، ۲۳۸، ۲۶۷، ۲۹۲، ۳۰۲

۱۵۹۔ حارث بن عمرو ۱۰۳

۱۶۰۔ حاث بن عوف ۱۲۷

۱۶۱۔ حاطبؓ ۶۲

۱۶۲۔ حاکم نیشاپوری ۱۱۸، ۱۶۸، ۱۷۴، ۱۷۷، ۱۸۹، ۱۹۰

۱۶۳۔ حباب بن المنذر ۱۲۷

۱۶۴۔ حجاج بن یوسف ۱۴۸، ۱۵۳

۱۶۵۔ حذیفہ بن الیمانؓ ۳۵، ۴۴، ۵۴، ۸۸، ۱۱۲، ۱۲۹، ۲۰۳، ۲۳۶، ۲۴۹، ۲۵۶، ۳۲۴، ۳۸۱

۱۶۶۔ حسان بن ثابتؓ ۴۳

۱۶۷۔ حسن بصری ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۷، ۲۳۲، ۳۲۲، ۳۲۹، ۳۳۰

۱۶۸۔ حسن بن علیؓ ۳۵۳

۱۶۹۔ حفصہ بنت عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ ۱۹۱

۱۷۰۔ حفصہ بنت حضرت عمرؓ ۱۶۷، ۴۰۰

۱۷۱۔ حکیم بن حزامؓ ۹۸

۱۷۲۔ حلوانی ۲۲۲

۱۷۳۔ حماد ۳۲۷، ۳۳۰، ۳۹۴، ۳۱۵، ۴۲۸، ۴۲۹

۱۷۴۔ حمل بن مالکؓ ۱۲۷

۱۷۵۔ حمید بن اسود ۳۱۳

۱۷۶۔ حنظلہ سدوسی ۱۸۲

۱۷۷۔ خارجہ بن زیدؓ ۳۱۶، ۳۷۷، ۴۲۷

۱۷۸۔ خالد بن ولیدؓ ۸۳، ۱۳۳ تا ۱۳۵، ۲۴۸

۱۷۹۔ خدیجہؓ ام المومنین ۳۶، ۹۸

۱۸۰۔ فرقی ۳۶۳، ۳۷۰، ۳۷۷، ۳۹۱

۱۸۱۔ خطیب بغدادی ۳۲، ۸۴، ۱۶۸، ۳۴۰

۱۸۲۔ خلاف ۹۶

۱۸۳۔ خلال ۴۲۲

۱۸۴۔ داؤد،امام ۲۰۶،۳۳۵،۳۴۵

۱۸۵۔ دیوی ۱۷۳،۱۹۸،۲۲۹،۲۳۰

۱۸۶۔ ذوالیدینؓ ۲۰۷،۲۱۵

۱۸۷۔ ذہبی ۳۲۷،۳۳۰،۳۴۰،۳۴۱

۱۸۸۔ رافع بن خدیج ۱۱۸،۱۷۱،۳۱۲

۱۸۹۔ رافعی ۲۱۰

۱۹۰۔ ربیع ۴۳۷

۱۹۱۔ ربیعہ بن امیہ ۱۹۳

۱۹۲۔ ربیعہ الرای ۳۱۸،۳۲۱،۳۴۰،۳۴۱،۳۴۵،۴۲۷،۴۲۹

۱۹۳۔ رفاعہ بن رافع ۱۶۷

۱۹۴۔ زاذان ۳۹۳

۱۹۵۔ زبیر بن عوامؓ ۱۱۹،۳۱۶،۳۷۷

۱۹۶۔ زرقانی ۳۴۳

۱۹۷۔ زرکشی ۴۲،۴۴،۴۷،۱۴۲،۱۸۸،۱۸۹،۱۹۸،۲۰۰،۲۰۹،۲۳۶،۲۳۷،
۲۳۸،۲۸۱

۱۹۸۔ زفر ۳۵۹،۳۶۳

۱۹۹۔ زیدوالد اسامہؓ ۱۳۲

۲۰۰۔ زید بن ارقمؓ ۷۳،۷۴،۱۳۳،۲۲۰،۳۷۷،۴۰۱

۲۰۱۔ زید بن اسلم ۳۳۵

۲۰۲۔ زید بن ثابتؓ ۱۱۲،۱۱۴،۱۱۵،۱۱۸،۱۱۹،۱۴۴،۱۵۲،۱۶۴،۱۹۹،۲۲۶،۲۳۷،۲۷۳،۲۷۴،
۲۸۲،۲۸۴،۳۱۱تا۳۱۷،۳۱۹،۳۲۱ـ۳۲۲،۳۲۴،۳۳۴،۳۳۷،۳۴۵،
۳۵۵،۳۸۴،۳۹۴،۳۹۶،۳۹۸،۴۰۰،۴۱۵،۴۲۷،۴۲۹

۲۰۳۔ زید بن خالد ۱۱۱

۲۰۴۔ زید بن عمرو ۳۹

۲۰۵۔ سالم بن عبداللہ بن عمرؓ ۱۲۰،۳۱۶،۳۳۸،۳۳۹،۳۴۵،۴۲۷

۲۰۶۔ سالم بن معقلؓ ۱۲۰

۲۰۷۔ سالم مولیٰ ابی حذیفہ ۲۰۳

۲۰۸۔ سائب بن یزید ۳۱۸، ۳۱۰

۲۰۹۔ سُبیعہ ۱۳۵

۲۱۰۔ سخاوی ۳۰، ۶۷

۲۱۱۔ سرخسی ۶۶، ۸۹، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۸۰، ۱۹۸، ۲۴۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۹۱، ۳۵۹

۲۱۲۔ سعد بن ابی وقاصؓ ۱۱۹، ۳۰۶، ۳۱۴

۲۱۳۔ سعد بن خولہ ۱۳۵

۲۱۴۔ سعد بن عبادہؓ ۱۲۷

۲۱۵۔ سعد بن معاذؓ ۱۰۴، ۱۰۶، ۱۲۷، ۱۲۹، ۱۳۱

۲۱۶۔ سعید بن جبیر ۱۵۳، ۱۵۶، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۳۲، ۲۵۸، ۳۲۶، ۳۲۸

۲۱۷۔ سعید بن زید ۳۷۷

۲۱۸۔ سعید بن المسیب ۳۴، ۳۲، ۳۳، ۲۲۴، ۳۱۴ تا ۳۱۷، ۳۳۰، ۳۳۵، ۳۸۷، ۴۲۷

۲۱۹۔ سفیان ثوری ۲۰۴، ۳۳۱، ۳۳۵

۲۲۰۔ سفیان بن عُیینہ ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۷

۲۲۱۔ سفینہؓ ۲۰۱، ۲۰۴

۲۲۲۔ سلام بن سلیمان ۲۶۸

۲۲۳۔ سلمان فارسیؓ ۱۱۷ تا ۱۱۹، ۳۲۲

۲۲۴۔ سلمہ بن عمرو ۱۱۷، ۳۱۲

۲۲۵۔ سلیمان بن یسار ۱۱۴، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۱، ۳۸۷، ۴۲۷

۲۲۶۔ سمرۃ بن جندب ۲۷۷

۲۲۷۔ سہل بن سعدؓ ۱۸۰

۲۲۸۔ سیوطی ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۵۲، ۱۹۰، ۲۸۳

۲۲۹۔ شاطبی ۷۰، ۲۳۳، ۲۳۶

۲۳۰۔ شافعی، امام ۱۴۴، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۷، ۲۰۰، ۲۰۵، ۲۰۹، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۳۳ تا ۲۳۷،
۲۸۱ تا ۲۸۳، ۲۹۵، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۲۲، ۳۴۰، ۳۴۳ تا

۳۳۵، ۳۳۷، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۷، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۷،
۳۸۹، ۳۹۴، ۳۹۶، ۳۹۹ تا ۴۰۲، ۴۰۵، ۴۰۷، ۴۱۵، ۴۲۱، ۴۲۳، ۴۲۷،
۴۲۸، ۴۲۹

۲۳۱۔ شاہ ولی اللہ ۱۴۴، ۱۵۸، ۳۵۰

۲۳۲۔ شریح ۱۴۲، ۲۴۳، ۲۵۸، ۲۶۹، ۳۲۵، ۳۲۸، ۳۳۵، ۳۴۸

۲۳۳۔ شعبہ ۱۰۳

۲۳۴۔ شعبی ۲۵۸، ۳۱۳، ۳۱۵، ۳۲۲، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۳۰، ۳۳۴، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۵
۴۲۸، ۴۲۹

۲۳۵۔ شوکانی ۴۴، ۴۸، ۱۶۸، ۱۷۷، ۱۹۸، ۲۰۸، ۲۱۰، ۲۳۰، ۲۶۸

۲۳۶۔ شہرستانی ۳۳۵

۲۳۷۔ صُبَیّ بن معبد ۱۷۶

۲۳۸۔ صدر الشریعہ ۲۰۳

۲۳۹۔ صفوان بن امیہؓ ۴۰۲

۲۴۰۔ صنعانی ۱۷۷

۲۴۱۔ صہیبؓ ۳۵۲، ۳۷۷

۲۴۲۔ طارقؓ ۱۳۶

۲۴۳۔ طاوس ۱۱۶، ۱۲۷، ۱۳۹، ۱۹۵، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۷

۲۴۴۔ طلحہؓ ۱۱۹، ۲۷۷، ۳۷۶

۲۴۵۔ طیبہ ۳۸۷

۲۴۶۔ طوفی ۴۷، ۱۶۸

۲۴۷۔ عاصم الاحول ۳۹۲

۲۴۸۔ عائشہؓ ۷۷، ۹۲، ۹۳، ۱۱۳، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۳۲، ۱۳۸، ۱۵۲، ۱۶۴، ۱۶۷، ۱۷۱،
۱۹۱، ۲۲۰، ۲۲۳، ۲۲۶، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۷۷، ۳۱۲، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۲۱،
۳۲۶، ۳۳۳، ۳۳۵، ۳۳۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۶۰، ۳۷۶ تا ۳۸۰
۳۸۳، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۳۹، ۳۹۳، ۴۰۱، ۴۱۵، ۴۲۸

۲۴۹۔ عبادۃ بن الصامتؓ ۵۱، ۵۳، ۱۱۳، ۱۱۹، ۱۹۳، ۲۵۷، ۳۰۷، ۳۲۹، ۳۹۹

۲۵۰۔	عبدالرحمٰن بن سعید	۲۵۱
۲۵۱۔	عبدالرحمٰن بن عتابؓ	۳۷۶
۲۵۲۔	عبدالرحمٰن بن عوفؓ	۸۳، ۱۱۲، ۱۱۵، ۱۱۹، ۱۵۸، ۲۵۸، ۲۷۰، ۳۶۷، ۳۷۲، ۳۹۹
۲۵۳۔	عبدالرحمٰن بن غنم	۲۵۰، ۳۳۰
۲۵۴۔	عبدالرزاق	۱۲۷، ۱۳۷، ۱۴۷، ۱۶۳، ۱۷۵، ۱۹۲، ۱۹۳، ۲۱۳، ۲۱۵، ۳۶۰ تا ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۶ تا ۳۶۸، ۳۷۳ تا ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۷۹، ۳۸۱ تا ۳۸۳، ۳۸۷، ۳۹۳ تا ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۶ تا ۴۰۸، ۴۰۹
۲۵۵۔	عبدالعزیز بخاری	۳۳، ۳۵، ۴۱، ۴۲، ۸۹، ۹۳، ۱۰۲، ۱۳۸، ۱۶۵، ۱۷۶، ۱۸۱، ۱۹۱ تا ۱۹۵، ۱۹۸، ۲۰۶ تا ۲۰۹، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۶ تا ۲۳۱، ۲۴۱، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۸۰، ۲۸۷ تا ۲۸۹، ۲۹۷، ۳۰۰، ۳۰۱
۲۵۶۔	عبداللہ بن ابی الحمساء	۴۱
۲۵۷۔	عبداللہ بن ابی سرحؓ	۳۶، ۳۷
۲۵۸۔	عبداللہ بن ابی سلول	۷۳، ۷۵
۲۵۹۔	عبداللہ بن ابی نجیح	۳۱۰، ۳۱۱، ۳۲۷
۲۶۰۔	عبداللہ بن احمد بن حنبل	۳۲۳
۲۶۱۔	عبداللہ بن بُحَینہ	۱۱۸، ۳۱۲
۲۶۲۔	عبداللہ بن جحش	۳۶
۲۶۳۔	عبداللہ بن حطب	۲۵۰
۲۶۴۔	عبداللہ بن رواحہ	۱۳۶
۲۶۵۔	عبداللہ بن زبیر بن عوامؓ	۱۱۹، ۱۳۸، ۱۵۲، ۳۹۹، ۴۰۳
۲۶۶۔	عبداللہ بن ذکون	۳۱۸، ۳۲۷
۲۶۷۔	عبداللہ بن سلام	۱۱۸
۲۶۸۔	عبداللہ بن عمرو بن حضرمی	۳۰۹
۲۶۹۔	عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ	۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۲، ۳۱۲، ۳۱۶، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۷، ۳۴۸
۲۷۰۔	عبداللہ بن المُغفّل	۸۲

۲۷۱۔ عبدالوہاب، قاضی ۲۳۳

۲۷۲۔ عبیداللہ بن عبداللہ بن عتبہ ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۲۷

۲۷۳۔ عبیدۃ بن عازبؓ ۳۰۷

۲۷۴۔ عبیدۃ بن عمرو سلمانی ۲۱۸، ۲۱۹، ۳۲۵، ۳۲۸

۲۷۵۔ عتاب بن اَسید ۱۳۰، ۳۰۸

۲۷۶۔ عثمانؓ ۳۱، ۵۴، ۸۷، ۱۱۳تا۱۱۶، ۱۱۹، ۱۳۶، ۱۶۴، ۲۰۱، ۲۰۴، ۲۱۶،
۲۲۵، ۲۲۷، ۲۵۸، ۲۷۰، ۲۷۷، ۲۸۱، ۲۸۴، ۳۱۳تا۳۱۵،
۳۱۷، ۳۲۴، ۳۳۵، ۳۵۲، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۸،
۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۹، ۳۹۴تا۳۹۶، ۳۹۸، ۴۳۹،

۲۷۷۔ عدی بن حاتمؓ ۱۵۱

۲۷۸۔ عراقی ۴۵

۲۷۹۔ عراک بن مالک ۳۱۷

۲۸۰۔ عرباض بن ساریہؓ ۱۷۳، ۲۰۰، ۲۳۶،

۲۸۱۔ عروۃ بن الزبیر بن العوامؓ ۱۵۲، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۳۵، ۴۲۷

۲۸۲۔ عطا ۸۴، ۲۲۴، ۲۳۲، ۲۳۳، ۳۰۹تا۳۱۱، ۳۳۹، ۳۳۵، ۳۱۵، ۳۲۶،
۳۲۸، ۳۲۹

۲۸۳۔ عقبہ بن عامر ۱۰۴، ۱۱۲، ۱۲۹، ۲۵۱، ۲۹۴

۲۸۴۔ عکرمہ ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۹۲، ۴۲۷

۲۸۵۔ علاءالدین سمرقندی ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۸۵، ۲۰۹، ۲۱۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۹۱، ۳۲۶

۲۸۶۔ علقمہ ۲۲۴، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۳۳، ۳۴۰، ۴۱۵، ۴۲۸

۲۸۷۔ علیؓ ۵۷، ۶۳، ۸۶، ۸۷، ۹۹، ۱۰۶، ۱۰۸، ۱۱۳، ۱۱۵، ۱۱۷، ۱۱۹،
۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۳، ۱۴۶تا۱۵۲، ۱۹۳، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۴
۲۰۸، ۲۱۶، ۲۱۸، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۵۴، ۲۷۰، ۲۷۷،
۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۹۶، ۳۰۵تا۳۰۷، ۳۱۱، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۹،
۳۲۰، ۳۲۲تا۳۲۵، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۷، ۳۴۰،
۳۴۵، ۳۵۰تا۳۵۲، ۳۵۵تا۳۵۷، ۳۵۹، ۳۶۲تا۳۶۶، ۳۷۳،

۳۷۵، ۳۷۷ تا ۳۷۹، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۴ تا ۳۹۰، ۳۹۲ تا ۳۹۵،
۳۹۸، ۴۰۰، ۴۰۲ تا ۴۱۱، ۴۱۵، ۴۲۶، ۴۲۸

۲۸۸۔ عمار بن یاسرؓ ۱۰۶، ۱۱۴، ۱۱۸، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۷، ۱۴۰، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۷، ۱۷۴، ۱۷۵،
۱۷۸، ۲۰۴، ۲۵۰، ۲۵۴، ۳۰۶، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۷۰

۲۸۹۔ عمر بن الخطابؓ ۳۷، ۴۰، ۵۱، ۵۴، ۷۴، ۷۵، ۷۷، ۷۸، ۸۱، ۸۲، ۹۰، ۹۲، ۹۳، ۱۰۶،
۱۰۹، ۱۱۲ تا ۱۱۹، ۱۲۴، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۰، ۱۳۶ تا ۱۳۹، ۱۴۱، ۱۴۳ تا ۱۴۷،
۱۴۹، ۱۵۱، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۳ تا ۱۶۵، ۱۶۷، ۱۷۰، ۱۷۵ تا
۱۷۸، ۱۸۲، ۱۹۱، ۱۹۴، ۲۰۱، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۱۲ تا ۲۱۶، ۲۱۸ تا
۲۲۰، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۹، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۵ تا ۲۴۷، ۲۵۰ تا ۲۵۶، ۲۵۸،
۲۶۶، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۴، ۲۷۷، ۲۸۱ تا ۲۸۵، ۲۹۶، ۳۱۷، ۳۰۶، ۳۰۷،
۳۱۲ تا ۳۱۹، ۳۲۱ تا ۳۲۵، ۳۲۸ تا ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۴۲، ۳۴۵،
۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۲، ۳۵۵، ۳۵۶ تا ۳۵۹، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۴ تا ۳۶۹،
۳۷۲، ۳۷۵ تا ۳۷۷، ۳۷۹ تا ۳۸۲، ۳۸۵ تا ۳۹۳، ۳۹۶ تا ۴۰۰، ۴۰۲
تا ۴۰۳، ۴۰۶ تا ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۲۵، ۴۲۷

۲۹۰۔ عمر بن عبدالعزیزؒ ۲۰۲، ۲۰۴، ۲۳۳، ۲۵۸، ۳۱۴، ۳۳۰، ۳۳۶، ۴۲۸

۲۹۱۔ عمران بن الحصینؓ ۶۳، ۷۷، ۱۱۷، ۱۱۹، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۹۶، ۳۰۷، ۳۶۹، ۳۹۹

۲۹۲۔ عمران بن حطّان ۱۲۸

۲۹۳۔ عمرو بن حزمؓ ۳۰۶

۲۹۴۔ عمرو بن دینار ۳۰۹ تا ۳۱۱، ۴۲۷

۲۹۵۔ عمرو بن شرحبیل ۳۲۵، ۳۲۸

۲۹۶۔ عمرو بن العاصؓ ۹۱، ۱۰۴، ۱۰۸، ۱۲۸، ۱۳۰، ۱۳۳، ۲۹۷، ۳۰۶، ۳۳۱، ۳۵۵، ۳۵۷،
۳۵۸، ۳۶۳

۲۹۷۔ عمرو بن معدی کربؓ ۳۷

۲۹۸۔ عمرو بن میمون ۵۵

۲۹۹۔ عمیر بن سعدؓ ۷۴

۳۰۰۔ عون بن عبداللہ ۳۳۹

۳۰۱۔ عویم بن ساعدہؓ ۷۸،۸۳،۲۳۹

۳۰۲۔ عیاض ۳۳۲

۳۰۳۔ عیسیٰ بن ابان ۲۰۵،۲۰۷،۲۲۷

۳۰۴۔ عیینہ بن حصن ۱۲۷

۳۰۵۔ غزالی ۴۲،۶۶،۶۷،۶۹،۸۵،۱۰۳،۱۰۴،۱۶۸،۱۸۸،۲۰۵،۲۲۱،۲۳۸،
۲۹۲،۳۰۲

۳۰۶۔ فاطمہؓ بنت الرسولؐ ۲۷۷

۳۰۷۔ فاطمہ بنت قیسؓ ۹۲،۹۳،۳۳۹،۳۵۰

۳۰۸۔ نحاس ۷۳

۳۰۹۔ فخر الدین رازی ۵۶،۶۶،۸۶،۱۷۲،۱۸۷،۲۰۳،۲۰۵،۲۱۶،۲۱۷،۲۳۸،۲۹۳

۳۱۰۔ قاسم بن محمدؒ ۳۱۵،۳۱۶،۳۱۸،۳۲۸،۳۲۷

۳۱۱۔ قبیصہ ۳۱۵،۳۲۷

۳۱۲۔ قتادہ ۱۱۰،۲۳۲،۳۱۰،۳۳۹،۳۳۱،۳۲۹

۳۱۳۔ قدامہؓ ۱۵۴،۱۵۵

۳۱۴۔ قرطبی ۸۶

۳۱۵۔ قرظہ بن کعبؓ ۳۰۷

۳۱۶۔ قسطلانی ۴۳،۳۵

۳۱۷۔ قفال ۲۰۰،۲۹۳

۳۱۸۔ کاسانی ۱۸۵،۲۷۹،۳۶۳،۳۷۳،۳۸۱،۳۸۶،۳۹۲،۳۹۶،۴۰۱،۴۰۷،۴۰۹

۳۱۹۔ کرخی ۱۷۳،۱۸۰،۱۸۷،۱۹۵،۲۰۳،۲۰۹،۲۲۸،۲۲۹،۲۳۱،۲۹۱،۳۶۶،۴۲۲

۳۲۰۔ کعب بن مالکؓ ۱۲۱

۳۲۱۔ کلوذانی ۳۳،۳۱،۴۳،۶۸،۱۷۲،۱۷۷،۱۸۹،۲۰۸،۲۰۹،۲۳۹

۳۲۲۔ کنازغنوی ۹۸

۳۲۳۔ لقمان حکیم ۱۱۷

۳۲۴۔ لکھنوی ۲۶۹

۳۲۵۔ لیث ۳۳۲،۳۲۸

۳۲۶۔ ماعز بن مالکؓ ۶۲، ۱۹۴

۳۲۷۔ مالک، امام ۳۱، ۱۴۴، ۱۴۹، ۱۹۵، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۶۵، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۸، ۳۱۲، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۱۸ تا ۳۲۱، ۳۳۰ تا ۳۳۳، ۳۴۰ تا ۳۴۵، ۳۴۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۶، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۷، ۳۸۲، ۳۸۷، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۹، ۴۰۲ تا ۴۰۵، ۴۱۰، ۴۱۵، ۴۲۳، ۴۱۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۹

۳۲۸۔ مالک بن الحویرثؓ ۱۵۰

۳۲۹۔ المایرغی ۳۲

۳۳۰۔ مبارکپوری ۷۹، ۸۱ تا ۸۳، ۱۰۳

۳۳۱۔ مجاہد بن جبر ۱۱۰، ۱۹۵، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۲۶

۳۳۲۔ مُجَزِّز ۱۳۲

۳۳۳۔ محب اللہ ۳۴، ۴۱، ۴۲، ۲۰۳، ۲۰۸

۳۳۴۔ محمد اشرف قریشی ۸۱، ۹۴، ۱۶۸

۳۳۵۔ محمد شیبانی ۱۴۴، ۱۵۹، ۱۹۸، ۲۰۵، ۲۳۱، ۲۹۰، ۲۹۱، ۱۳۴، ۳۴۲، ۳۴۳ تا ۳۴۴، ۳۴۷، ۳۵۹، ۳۶۴ تا ۳۶۶، ۳۶۸، ۳۷۰، ۳۷۴، ۳۷۶، ۳۷۸ تا ۳۸۱، ۳۸۳، ۳۸۵ تا ۳۹۳، ۳۹۷ تا ۳۹۹، ۴۰۲، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۷ تا ۴۰۹، ۴۱۵، ۴۲۷، ۴۲۸

۳۳۶۔ محمد بن حنفیہ ۲۸۴

۳۳۷۔ محمد صدیق حسن ۱۹۸

۳۳۸۔ محمد بن کعب ۴۴

۳۳۹۔ محمد بن مسلمہؓ ۲۱۴

۳۴۰۔ محمد والد ابن عقیل ۱۸۸

۳۴۱۔ مرشد ۹۸

۳۴۲۔ مرداس بن نہیک ۱۳۵

۳۴۳۔ مرغینانی ۳۷۱

۳۴۴۔ مروان بن الحکم ۱۵۳، ۲۲۵

۳۴۵۔ مسروق ۱۱۴، ۱۱۸، ۱۵۰، ۲۲۴، ۳۱۴، ۳۲۲، ۳۲۴ تا ۳۲۶، ۳۲۸

۳۴۶۔ مسلم بن الحجاج ۱۴۷

۳۴۷۔ مسلم بن خالد زنجی ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۳۳، ۳۱۵، ۳۲۷، ۳۲۸

۳۴۸۔ مسلم بن یسار ۳۲۹

۳۴۹۔ مسور بن مخرمہ ۵۳، ۳۶۲

۳۵۰۔ مصعب بن عمیرؓ ۷۶

۳۵۱۔ معاذ بن جبلؓ ۵۴، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۸ تا ۱۲۰، ۱۴۷ تا ۱۴۹، ۱۴۷، ۱۵۰، ۱۷۵

۲۰۲، ۲۱۴، ۲۶۰، ۲۷۱، ۲۸۲، ۲۸۴، ۲۸۵، ۳۰۵، ۳۰۸، ۳۲۹، ۳۳۰،

۳۸۸، ۳۹۹

۳۵۲۔ معتضد باللہ ۱۹۹

۳۵۳۔ معقل بن یسار ۱۲۹

۳۵۴۔ مغیرۃ بن شعبہؓ ۵۴، ۹۱، ۹۳، ۱۴۷، ۳۰۷، ۳۹۰، ۴۰۳

۳۵۵۔ مقداد بن اسودؓ ۹۹

۳۵۶۔ مقیس بن صبابہ ۳۶

۳۵۷۔ مکحول ۳۳۰

۳۵۸۔ ملا علی قاری ۳۷

۳۵۹۔ منذر بن زبیرؓ ۱۹۱

۳۶۰۔ موسیٰ علیہ السلام ۱۱۳

۳۶۱۔ میمون بن مہران ۱۳۱، ۳۳۰، ۳۷۱

۳۶۲۔ میمونہؓ ام المومنین ۱۳۴، ۴۱۰

۳۶۳۔ نافع مولیٰ ابن عمرؓ ۱۴۹، ۳۱۴، ۳۱۶، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۳۸، ۳۴۷

۳۶۴۔ نافع بن عبدالحارث ۳۰۴

۳۶۵۔ نسفی ۷۶، ۱۹۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۲۸، ۲۶۰

۳۶۶۔ نعمان بن بشیر ۷۷

۳۶۷۔ نووی ۴۲، ۴۳، ۷۷، ۱۶۲، ۱۶۸، ۱۷۷، ۲۳۴، ۲۳۶، ۳۶۸، ۳۸۴

۳۶۸۔ واحدی ۵۰

۳۶۹۔ واصل بن عطا ۲۲۷

۳۷۰۔ واقدی ۳۵،۴۳،۴۴،۷۶

۳۷۱۔ وائل بن حجر ۶۳

۳۷۲۔ ورقہ بن نوفل ۳۶

۳۷۳۔ ہارون علیہ السلام ۱۱۳

۳۷۴۔ ہارون الرشید ۳۲۰

۳۷۵۔ ہرقل ۱۹۴

۳۷۶۔ ہلال بن مرۃ ۱۵۹

۳۷۷۔ ہلال مولیٰ ربعی ۲۶۷

۳۷۸۔ یافعی ۱۸۸

۳۷۹۔ یحییٰ بن سعید ۳۱۷،۳۴۵،۴۲۷

۳۸۰۔ یحییٰ بن عثمان ۳۰

۳۸۱۔ یزید بن ابی حبیب ۳۳۲

۳۸۲۔ یزید بن معاویہ ۱۴۸

۳۸۳۔ یوسف علیہ السلام ۱۵۴

اماکن

۱۔	آرمینیا	۲۱
۲۔	آمد	۳۴
۳۔	احد	۲۱، ۵۹، ۷۳، ۷۶، ۸۱، ۱۳۰، ۳۰۷
۴۔	اسلام آباد	۵
۵۔	اشبیلیہ	۱۱۹
۶۔	افریقہ	۲۱، ۴۷
۷۔	اندلس	۲۱، ۳۳۱
۸۔	اوطاس	۳۵۳
۹۔	ایران	۷۳
۱۰۔	ایشیا	۲۱
۱۱۔	باجہ	۷۰
۱۲۔	بحرین	۱۵۳
۱۳۔	بخارا	۲۱، ۱۷۳
۱۴۔	بدر	۵۰، ۷۶، ۱۱۲، ۱۱۸، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۳۳، ۱۵۳
۱۵۔	بصرہ	۳۹، ۵۲، ۵۳، ۶۳، ۷۸، ۸۲، ۱۰۱، ۱۲۹، ۱۲۷، ۱۵۰، ۲۰۵، ۲۲۳، ۲۵۷، ۲۷۷، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۲، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۲، ۳۳۸، ۳۵۹، ۴۱۰
۱۶۔	بغداد	۳۰، ۳۳، ۴۷، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۹۹، ۲۰۶، ۲۲۹، ۲۳۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۳۷۴، ۳۸۹، ۴۲۸
۱۷۔	بھوپال	۱۹۸

۱۸۔	بیت المقدس	۵۱
۱۹۔	بیروت	۲۵۹
۲۰۔	تبریز	۶۲
۲۱۔	تبوک	۶۰
۲۲۔	ترکستان	۲۱
۲۳۔	تستر	۳۱۰
۲۴۔	تفتازان	۹۱
۲۵۔	پرتگال	۲۱
۲۶۔	جزف	۱۳۲
۲۷۔	الجزیرہ	۱۴۱
۲۸۔	چین	۲۱
۲۹۔	حبشہ	۲۷۰
۳۰۔	حجاز	۳۳۵،۳۳۶
۳۱۔	حدیبیہ	۹۲،۱۱۷،۱۳۳،۲۲۸
۳۲۔	حروراء	۳۸۳
۳۳۔	حرّہ	۱۲۵
۳۴۔	حضرموت	۶۳
۳۵۔	حلب	۲۷۹
۳۶۔	حمص	۷۴،۱۳۳،۳۳۰
۳۷۔	حنین	۶۰،۱۰۶،۳۵۳
۳۸۔	حوران	۱۲۷
۳۹۔	خراسان	۲۱،۱۴۸
۴۰۔	خیبر	۹۳،۱۳۸،۱۹۱،۳۵۳
۴۱۔	دبوسیہ	۱۷۳
۴۲۔	دمشق	۴۷،۱۰۹،۱۱۲،۱۵۰،۳۳۰،۳۶۳
۴۳۔	رقّی	۱۴۳

۴۴۔	ذات السلاسل	۱۳۰،۱۳۳،۳۶۳
۴۵۔	الزی	۵۶
۴۶۔	رجیع	۹۸
۴۷۔	روم	۷۳،۱۳۳،۳۳۰
۴۸۔	چین	۲۱
۴۹۔	سمرقند	۲۱،۶۳،۹۱،۱۷۳،۲۲۸
۵۰۔	سمعان	۷۷
۵۱۔	سندھ	۲۱
۵۲۔	سیوط	۳۰
۵۳۔	شاش	۲۰۰
۵۴۔	شام	۵۱،۶۳،۷۳،۱۱۷،۱۲۱،۱۲۷،۱۵۳،۱۵۸، ۱۷۳،۱۹۳،۲۵۰،۲۵۹،۳۰۶،۳۰۸،۳۲۹، ۳۳۰،۳۳۱،۳۶۶،۳۷۲
۵۵۔	شوکان	۴۳
۵۶۔	صفین	۴۰،۶۳،۸۶،۱۰۶،۱۳۵،۲۱۳
۵۷۔	صنعاء	۴۰۶
۵۸۔	طائف	۱۵۳
۵۹۔	طرابلس	۳۰
۶۰۔	قسطنطنیہ	۲۷۷
۶۱۔	عراق	۱۳۸،۱۳۹،۱۴۳،۱۴۶،۱۴۸،۱۸۰،۱۹۱، ۲۵۸،۳۰۲،۳۰۶،۳۱۲،۳۲۱،۳۲۲،۳۳۵، ۳۴۶،۳۶۶
۶۲۔	عقبہ	۵۱،۷۶
۶۳۔	عمان	۹۱
۶۴۔	غزوہ	۱۶۷
۶۵۔	غزہ	۱۴۳

۶۶۔	فارس	۱۳۳
۶۷۔	فرانس	۲۱
۶۸۔	فلسطین	۵۱
۶۹۔	قباء	۱۲۶
۷۰۔	قاہرہ	۴۷، ۱۱۹
۷۱۔	القدس	۴۵
۷۲۔	قرطبہ	۱۳۰
۷۳۔	قسطلان	۴۴
۷۴۔	قسطنطنیہ	۲۷۷
۷۵۔	قم	۲۹۳
۷۶۔	کوفہ	۵۴، ۷۳، ۱۰۶، ۱۱۵، ۱۳۰، ۱۵۱، ۱۵۳، ۲۲۳، ۲۵۳، ۲۵۷، ۲۵۸، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۲۳، ۳۲۵ تا ۳۲۸، ۳۳۰، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۵، ۳۸۳، ۳۹۲، ۴۲۸
۷۷۔	لاہور	۵
۷۸۔	ماترید	۲۲۸
۷۹۔	مایمرغ	۴۴
۸۰۔	مدائن	۳۵، ۳۹۲
۸۱۔	مدینہ	۲۳، ۳۰، ۳۱، ۳۸، ۴۵، ۶۲، ۶۳، ۷۳، ۷۶، ۷۸، ۱۱۱، ۱۱۳، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۲۵، ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۴۴، ۱۴۷، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۶، ۱۷۱، ۲۱۳، ۲۷۱، ۲۱۴، ۲۲۵، ۲۷۷، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۶، ۳۱۸، ۳۳۰، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۷، ۳۵۲، ۴۲۷
۸۲۔	مراکش	۲۱، ۳۴۲
۸۳۔	مرو	۴۷، ۷۷

۸۴ـ	مصر	۲۱، ۳۰، ۹۱، ۱۳۳، ۱۵۳، ۲۳۳، ۲۳۶، ۲۳۷، ۳۰۶، ۳۰۸، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۲۸
۸۵ـ	مکہ	۲۱، ۳۶، ۴۷، ۶۲، ۷۸، ۱۱۰، ۱۱۶، ۱۸، ۱۳۰، ۱۳۵، ۱۵۳، ۱۵۶، ۲۱۸، ۲۲۲، ۲۲۵، ۲۲۸، ۲۲۸، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۵۳، ۳۶۶، ۳۷۶، ۳۸۶، ۴۲۷
۸۶ـ	ملتان	۲۱
۸۷ـ	منیٰ	۳۸۶
۸۸ـ	موتہ	۱۲۶
۸۹ـ	موصل	۳۲
۹۰ـ	نجران	۱۲۹، ۳۰۶
۹۱ـ	نہروان	۳۷۸
۹۲ـ	نیشاپور	۳۲، ۵۰، ۱۱۸
۹۳ـ	ہند	۱۹۸
۹۴ـ	یمامہ	۱۲۰
۹۵ـ	یمن	۳۷، ۵۳، ۱۰۳، ۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۱، ۱۳۳، ۱۴۸، ۲۰۵، ۳۲۳
۹۶ـ	یورپ	۲۱

قبائل

۱۔	اوس	۱۲۷
۲۔	جذام	۱۳۰
۳۔	بنو جذیمہ	۱۳۵
۴۔	جہینہ	۹۳
۵۔	بنو حنیفہ	۳۹۰
۶۔	خزرج	۱۲۷
۷۔	غامد	۹۲
۸۔	بنو قریظہ	۱۰۳،۱۰۶،۱۲۹،۱۳۱،۱۳۸، ۱۳۹،۳۳۴،۳۳۵
۹۔	لخم	۱۳۰
۱۰۔	بنو نضیر	۱۳۸
۱۱۔	بنو ہوازن	۱۱۰

فِرق

۱۔	اشاعرہ	۲۳۰، ۲۹۷
۲۔	خوارج	۸۶، ۲۵۷
۳۔	معتزلہ	۱۰۱، ۲۲۷، ۲۳۰، ۲۹۲
۴۔	ہاشمیہ	۱۰۱

کتابیات

[illegible]
فہرست میں کتب، مندرجہ ذیل عنوانات کے تحت اور مصنفین کے ناموں کی [illegible] ترتیب سے درج کی گئی ہے

۱۔ تفسیر

۲۔ علوم قرآن

۳۔ حدیث

۴۔ علوم حدیث

۵۔ اصول فقہ

۶۔ فقہ

۷۔ سیرت

۸۔ سوانح

۹۔ تاریخ

۱۰۔ تراجم

۱۱۔ لغات

۱۲۔ معاجم

۱۳۔ متفرق

کتابیات

۱۔ قرآن مجید

تفسیر

آلوسی، ابوالفضل شہاب الدین السید محمود (م ۱۲۷۰ھ)

۲۔ روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم و السبع المثانی

دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

ابن تیمیہ، ابوالعباس تقی الدین احمد بن عبدالحلیم (م ۷۲۸ھ)

۳۔ التفسیر الکبیر، تحقیق و تعلیق د۔عبد الرحمان عمیرہ

توزیع دار الباز للنشر و التوزیع، مکہ المکرمۃ+دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان

طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

ابن جریر، ابوجعفر محمد بن جریر طبری (م ۳۱۰ھ)

۴۔ جامع البیان فی تفسیر القرآن، و بہامشہ تفسیر غرائب القرآن و رغائب الفرقان

للعلامۃ نظام الدین الحسن بن محمد حسین القمی النیشاپوری

المطبعۃ الکبری الأمیریۃ بولاق مصر المحمیۃ+دار المعرفۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۳۲۳ھ

ابن جوزی، ابوالفرج جمال الدین عبدالرحمان بن علی بن محمد (م ۵۹۷ھ)

۵۔ زاد المَسیر فی علم التفسیر

المکتب الإسلامی، بیروت+دمشق، طبع سوم ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

ابن عربی، ابوبکر محمد بن علی بن محمد بن احمد الطائی الحاتمی (م ۶۳۸ھ)

۶۔ تفسیر القرآن العظیم، تحقیق وتقدیم الدکتور مصطفی غالب

چاپ اوّل، انتشارات ناصر خسرو، تہران ایران، سال اشاعت ندارد۔

ابن عطیہ، ابومحمد عبدالحق بن غالب بن عطیہ اندلسی (م ۵۴۶ھ)

۷۔ المحرّر الوجیز فی تفسیر الکتاب العزیز

تحقیق المجلس العلمی بعض سکستن نظر و ذات ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء

ابن کثیر، الحافظ عماد الدین ابوالفداء اسماعیل بن کثیر قرشی دمشقی (م ۷۷۴ھ)

۸۔ **تفسیر القرآن العظیم**

دار الفکر، طبع اوّل ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

ابوحیان، محمد بن یوسف اندلسی (م ۷۵۴ھ)

۹۔ **تفسیر البحر المحیط** و بهامشه تفسیر النهر الماد من البحر لأبی حیان و کتاب الدر اللقیط من البحر المحیط للإمام تاج الدین الحنفی تلمید ابی حیان (م ۷۴۹ھ)

دار الفکر بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ابومسعود، قاضی القضاۃ محمد بن محمد العمادی (م ۹۵۱ھ)

۱۰۔ **تفسیر ابی مسعود** المسمّی ارشاد العقل السلیم الی مزایا القرآن الکریم

دار احیاء التراث العربی بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

بغوی، ابو محمد الحسین بن مسعود الفرّاء (م ۵۱۶ھ)

۱۱۔ **تفسیر البغوی** المسمّی معالم التنزیل، تحقیق خالد عبدالرحمان العک و مروان سوار

ادارہ تالیفات اشرفیہ، بیرون بوہڑ گیٹ ملتان، سال اشاعت ندارد۔

جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی (م ۳۷۰ھ)

۱۲۔ **احکام القرآن**

سہیل اکیڈمی، لاہور پاکستان ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

رازی، فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر (م ۶۰۶ھ)

۱۳۔ **تفسیر الفخر الرازی** المشتهر بالتفسیر الکبیر و مفاتیح الغیب

المکتبة التجاریة الشاملة مکة المکرمة + دار الفکر بیروت لبنان ۱۴۱۰ھ، ۱۹۹۰ء

زمخشری، ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر خوارزمی (م ۵۳۸ھ)

۱۴۔ **الکشاف عن حقائق التنزیل و عیون الأقاویل فی وجوه التأویل** مع حاشیة السید الشریف علی بن محمد بن علی الحسینی الجرجانی و کتاب الانتصاف فیما تضمنه الکشاف من الإعتزال للإمام ناصر الدین احمد بن محمد بن المنیر اسکندری مالکی وبآخر الکتاب "تنزیل الآیات علی الشواهد من الأبیات" لمحب الدین افندی

دار المعرفة بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

عبدالرزاق، ابوبکر بن الہمام صنعانی (م ۲۱۱ھ)

۱۵۔ تفسير القرآن العزيز المسمى تفسير عبد الرزاق، تحقيق الدكتور عبد المعطى امين قلعجى

دار المعرفة بيروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

فراء، ابوزکریا یحییٰ بن زیاد (م ۲۰۷ھ)

۱۶۔ معانی القرآن، تحقیق احمد یوسف نجاتی + محمد علی النجار

انتشارات ناصر خسرو، تہران، طبع اوّل، سال اشاعت ندارد۔

قاسمی، محمد جمال الدین (م ۱۳۳۲ھ)

۱۷۔ تفسير القاسمى المسمّٰى محاسن التاويل

دار الفکر بیروت، طبع دوم ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

قرطبی، ابوعبداللہ محمد بن احمد الانصاری (م ۶۷۱ھ)

۱۸۔ الجامع لأحكام القرآن

دار احیاء التراث العربی، بیروت + انتشارات ناصر خسرو، طہران، ایران، سال اشاعت ندارد۔

ماوردی، ابوالحسن علی بن محمد بن حبیب البصری (م ۴۵۰ھ)

۱۹۔ النكت و العيون تفسير الماوردى، راجعه و علق عليه السيد عبدالمقصود بن عبدالرحيم

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

مجاہد، ابوالحجاج مجاہد بن جبر تابعی (م ۱۰۴ھ)

۲۰۔ تفسير مجاهد، تحقيق عبد الرحمان الطاهر بن محمد السورتى

المنشورات العلمية، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

نسائی، الامام عبدالرحمان احمد بن شعیب بن علی (م ۳۰۳ھ)

۲۱۔ تفسير النسائى، تحقيق سيد بن عباس الجليمى + صبرى بن عبدالخالق

مكتبة السنة + الدار السلفية لنشر العلم، قاهرة، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ ۱۹۹۰ء

نسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد بن محمود (م ۷۱۰ھ)

۲۲۔ تفسير القرآن الجليل المسمّٰى بمدارك التنزيل و حقائق التاويل

المكتبة العلمية شارع مدرسة البنات، لاہور، طبع اوّل ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

علومِ قرآن

دہلوی، شاہ ولی اللہ، احمد بن ابراہیم (م ۱۱۷۶ھ)

۲۳۔ **الفوز الکبیر فی اصول التفسیر**

قدیمی کتب خانہ آرام باغ کراچی، سال اشاعت ندارد۔

زرقانی، محمد عبدالعظیم

۲۴۔ **مناھل العرفان فی علوم القرآن**

دار احیاء التراث العربی + دار احیاء الکتب العربیۃ، عیسی البابی الحلبی و شرکاہ،

سال اشاعت ندارد۔

زرکشی، بدرالدین محمد بن عبداللہ (م ۷۹۴ھ)

۲۵۔ **البرھان فی علوم القرآن**

دار المعرفۃ بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ)

۲۶۔ **الإتقان فی علوم القرآن، تحقیق فواز احمد زمرلی**

دار الکتب العربی بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

۲۷۔ **لباب النقول فی اسباب النزول**

مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ، کوئٹہ، سال اشاعت ندارد۔

۲۸۔ **التحبیر فی علم التفسیر**

دار نشر الکتب الإسلامیۃ، ۲ شارع شیش محل لاہور پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

شوکانی، محمد بن علی بن محمد (م ۱۲۵۰ھ)

۲۹۔ **فتح القدیر بین فنّی الروایۃ و الدرایۃ من علم التفسیر**

دار المعرفۃ بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

واحدی، ابوالحسن علی بن احمد نیشاپوری (م ۴۶۸ھ)

۳۰۔ **اسباب النزول**

دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان + مکتبۃ انتشارات الرضی ۱۳۶۳ء

حدیث

ابن ابی شیبہ، ابوبکر عبداللہ بن محمد کوفی (م ۲۳۵ھ)

۳۱۔ کتاب المصنّف فی الأحادیث و الآثار، ضبط و تعلیق الأستاذ سعید اللحام
دارالفکر، بیروت لبنان، ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

ابن اثیر، ابوالسعادات مبارک بن محمد بن عبدالکریم جزری شافعی (م ۶۰۶ھ)

۳۲۔ جامع الأصول من احادیث الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، تحقیق محمد حامد الفقی
دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

ابن حجر عسقلانی، شہاب الدین احمد بن علی بن محمد بن محمد (م ۸۵۲ھ)

۳۳۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری
المطبعۃ الکبریٰ ببولاق مصر المحمیۃ، طبع اوّل ۱۳۰۰ھ + دار المعرفۃ، بیروت لبنان،
طبع سوم، سال اشاعت ندارد۔

ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد نمری قرطبی مالکی (م ۴۶۳ھ)

۳۴۔ الإستذکار، الجامع لمذاھب فقھاء الأمصار و علماء الأقطار فیما تضمنہ الموطأ
من معانی الرأی و الآثار و شرح ذلک کلہ بالإیجاز و الإختصار
تعلیق وحواشی: سالم محمد عطا + محمد علی مُعوَّض
دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۰ء

ابن العربی، ابوبکر محمد بن عبداللہ بن محمد بن احمد مالکی (م ۵۴۳ھ)

۳۵۔ کتاب القَبَس فی شرح موطا مالک بن انس، تحقیق د۔ محمد عبداللّٰہ + محمد کریم
دارالغرب الإسلامی، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۹۹۲ء

ابن ماجہ، ابوعبداللہ محمد بن یزید القزوینی (م ۲۷۳ھ)

۳۶۔ سنن ابن ماجہ بشرح الإمام ابوالحسن الحنفی المعروف بالسندی (م ۱۳۸ھ)
دار المعرفۃ، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ابوحنیفہ، نعمان بن ثابت (م ۱۵۰ھ)

۳۷۔ مسند ابی حنیفۃ
مکتبۃ الکوثر، ریاض، طبع اوّل ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

ابوداؤد، سلیمان بن الاشعث سجستانی ازدی (م ۲۷۵ھ)

۳۸۔ سنن ابی داؤد

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ابوعوانہ، یعقوب بن اسحاق اسفرائینی (م ۳۱۶ھ)

۳۹۔ مسند ابی عوانة

توزیع دار الباز للنشر و التوزیع مکة المکرمة، بالنشر دار المعرفة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

ابویعلیٰ، احمد بن علی بن المثنیٰ موصلی (م ۳۰۷ھ)

۴۰۔ مسند ابی یعلی الموصلی، تحقیق و تعلیق ارشاد الحق الأثری

دار القبلة للثقافة الإسلامیة، جدہ+ مؤسسة علوم القرآن بیروت، طبع اول ۱۴۰۸ھ ۱۹۸۸ء

احمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)

۴۱۔ مسند احمد بن حنبل و بھامشه کنز العمال فی السنن و الأقوال و الأفعال

المکتب الإسلامی، بیروت، طبع دوم ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

البانی، محمد ناصر الدین

۴۲۔ سلسلة الأحادیث الضعیفة و الموضوعة و اثرها السیئ فی الأمة

المکتبة الأثریة، جامع مسجد باغوالی، سانگلہ ہل، ضلع شیخوپورہ، پاکستان، طبع چہارم، سال اشاعت ندارد۔

بخاری، ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل (م ۲۵۶ھ)

۴۳۔ صحیح البخاری

قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی، طبع دوم ۱۳۸۱ھ/۱۹۶۱ء

بزار، ابوبکر احمد بن عمرو بن عبدالخالق العتکی (م ۲۹۲ھ)

۴۴۔ البحر الزخّار المعروف بمسند البزار

مؤسسة علوم القرآن بیروت +مکتبة العلوم و الحکم المدینة المنورة، طبع اول ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۸ء

بغوی، الحسین بن مسعود (م ۵۱۶ھ)

۴۵۔ شرح السنّة، تحقیق شعیب الارنووط + محمد زهیر الشاویش

المکتب الإسلامی، بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین بن علی شافعی (م ۴۵۸ھ)

۴۶۔ السنن الکبری و فی ذیلہ الجوہر النقی للعلامۃ علاء الدین علی بن عثمٰن المارینی الشہیر بابن الترکمان (م۷۴۵ھ)
دار الفکر، بیروت،سال اشاعت ندارد۔

۴۷۔ شعب الایمان
دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

۴۸۔ معرفۃ السنن و الآثار، تحقیق الدکتور عبد المعطی امین قلعجی
جامعۃ الدراسات الإسلامیۃ ، کراچی پاکستان، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

ترمذی، ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ (م ۲۷۹ھ)

۴۹۔ صحیح الترمذی بشرح عارضۃ الأحوذی للإمام الحافظ ابن العربی المالکی (م۵۴۳ھ)
دار احیاء التراث الإسلامی، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

حاکم نیشاپوری، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ (م ۴۰۵ھ)

۵۰۔ المستدرک علی الصحیحین فی الحدیث و فی ذیلہ تلخیص المستدرک للإمام ابی عبد اللّٰہ محمد بن احمدذہبی (م ۸۴۹ھ)
دار الکتاب العربی ،بیروت لبنان،سال اشاعت ندارد۔

خطابی، ابوسلیمان حمد بن محمد (م ۳۸۸ھ)

۵۱۔ أعلام الحدیث فی شرح صحیح البخاری،تحقیق محمد بن سعید بن عبد الرحمن
جامعۃ ام القریٰ ،المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، مکۃ المکرمۃ، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۸ء

خوارزمی، ابوالمؤید محمد بن محمود (م ۶۶۵ھ)

۵۲۔ جامع المسانید مجموعۃ الأحادیث و الآثار تضم ۱۵ مسانید للإمام أبی حنیفۃ(م ۱۵۰ھ)
المکتبۃ الإسلامیۃ، سمندری، لائل پور، سال اشاعت ندارد۔

دارقطنی، علی بن عمر(م ۳۸۵ھ)

۵۳۔ سنن الدار قطنی و بذیلہ التعلیق المغنی علی الدارقطنی بشمس الحق العظیم آبادی
دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ، ناشر، السید عبداللّٰہ ہاشم یمانی المدنی بالمدینۃ المنورۃ،الحجاز ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

دارمی، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمن بن الفضل بن بہرام (م ۲۵۵)

۵۴۔ سنن الدارمی

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

زرقانی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالباقی بن یوسف (م ۱۱۲۲ھ)

۵۵۔ **شرح الزرقانی علی موطا الامام مالک**

دار الفکر، سال اشاعت ندارد۔

زیلعی، جمال الدین ابومحمد عبداللہ بن یوسف حنفی (م ۷۶۲ھ)

۵۶۔ **نصب الرایۃ لأحادیث الھدایۃ**

سلسلۃ مطبوعات المجلس العلمی، سورت، ھند، طبع اول ۱۳۵۷ھ/۱۹۳۸ء+ دار نشر الکتب الإسلامیۃ، ۲ شیش محل روڈ لاہور، سال اشاعت ندارد۔

سبکی، محمود محمد خطاب

۵۷۔ **المنھل العذب المورود شرح سنن الإمام ابی داؤد**

موسسۃ التاریخ العربی، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

سرخسی، محمد بن احمد (م ۴۵۰ھ)

۵۸۔ **شرح السِّیَر الکبیر** لمحمد بن الحسن الشیبانی (م ۱۸۹ھ)، تحقیق د۔صلاح الدین المنجد المکتب للحرکۃ الثورۃ الإسلامیۃ للمجاھدین افغانستان، سال اشاعت ندارد۔

سعید بن منصور بن شعبہ (م ۲۲۷ھ)

۵۹۔ **سنن سعید بن منصور**

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

سلیمان بن خلف، ابوالولید (م ۴۹۳ھ)

۶۰۔ **المنتقیٰ شرح موطا للإمام مالک**

دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد شافعی (م ۹۱۱ھ)

۶۱۔ **إسعاف المُبطّأ برجال الموطا مع الموطا للإمام مالک**

منشورات دار الافاق الجدیدۃ، بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

شاشی، ابوسعید الہیثم بن کلیب (م ۳۳۵ھ)

۶۲۔ **المسند**

مکتبۃ العلوم و الحکم المدینۃ المنورۃ، طبع اول ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۳ء

طبرانی، ابوالقاسم سلیمان بن احمد بن ایوب (م ۳۶۰ھ)

۶۳۔ المعجم الأوسط، تحقیق د۔ محمود الطحان

مکتبة المعارف للنشر و التوزیع ریاض، طبع اول ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۵ء

۶۴۔ المعجم الکبیر

وزارة الأوقاف والشئون الدینیة، الجمهوریه العراقیه احیاء التراث الإسلامی، طبع دوم

+مطبعة الزهراء الحدیثیة المحدودة، موصل عراق ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامہ (م ۳۲۱ھ)

۶۵۔ شرح معانی الآثار

دار الکتب العلمیة، طبع دوم ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

طیبی، شرف الدین حسین بن محمد بن عبداللہ (م ۷۴۳ھ)

۶۶۔ شرح الطیبی علی مشکوة المصابیح المسمی الکاشف عن حقائق السنن

ادارة القرآن و العلوم الإسلامیة، کراچی، طبع اول ۱۴۱۳ء

عبدالرزاق، ابوبکر بن ہمام صنعانی (م ۲۱۱ھ)

۶۷۔ المصنَّف، تحقیق حبیب الرحمان الأعظمی

المجلس العلمی، طبع اول ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

عثمانی، شبیر احمد (م ۱۳۶۹ھ)

۶۸۔ فتح الملهم شرح صحیح مسلم

المکتبة الرشیدیه، کراچی پاکستان، طبع اول ۱۹۸۵ء

عظیم آبادی، ابوالطیب محمد شمس الحق

۶۹۔ عون المعبود شرح سنن ابی داؤد مع شرح الحافظ ابن قیّم الجوزیة

دار الفکر بیروت، طبع سوم ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

عینی، بدرالدین ابومحمد محمود بن احمد بن موسیٰ المعروف بالبدر العینی (م ۸۵۵ھ)

۷۰۔ عمدة القاری شرح الصحیح البخاری

دار الفکر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

قرطبی، ابوالعباس احمد بن عمر بن ابراہیم (م ۶۵۶ھ)

۷۱۔ المُفهم لما أشكل من تلخيص كتاب مسلم، تحقيق محی الدین دیب مستو + یوسف علی بدیوی+احمد محمد السید+محمود ابراهیم بزّال
دار ابن کثیر، دمشق بیروت + دار الکلم الطیب دمشق بیروت، طبع اوّل ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

قسطلانی، ابوالعباس شہاب الدین احمد بن محمد (م ۹۲۳ھ)

۷۲۔ ارشاد الساری لشرح صحیح البخاری و بهامشه صحیح مسلم بشرح النووی
دار الفکر + المطبعة الکبری الأمیرية ببولاق مصر المحمية، طبع ششم ۱۳۰۵ھ

قلیوبی، عبد ربه بن سلیمان بن محمد

۷۳۔ جامع المعقول و المنقول شرح جامع الأصول لأبی السعادات ابن الأثیر (م ۶۰۶ھ)
مطبعة المناهد، مصر، طبع اوّل ۱۳۴۸ھ

مالک بن انس (م ۱۷۹ھ)

۷۴۔ الموطا
دار الحدیث، شارع جوهر القائد امام جامعة الأزهر، طبع دوم ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

ملا علی قاری، نورالدین علی بن سلطان حنفی (م ۱۰۱۴ھ)

۷۵۔ الأسرار المرفوعة فی الأخبار الموضوعة المعروف بالموضوعات الکبری
دار الأمانة/موسسة الرسالة ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

مسلم بن الحجاج، ابوالحسین قشیری (م ۲۶۱ھ)

۷۶۔ صحیح مسلم بشرح النووی
دار الفکر بیروت لبنان، طبع دوم ۱۳۹۲ھ/۱۹۷۲ء

۷۷۔ صحیح مسلم
دار احیاء الکتب العربیة، عیسیٰ البابی الحلبی و شرکاه + دار الکتب العلمیه، بیروت لبنان، سالِ اشاعت ندارد۔

منذری، زکی الدین عبدالعظیم بن عبدالقوی (م ۶۵۶ھ)

۷۸۔ الترغیب و الترهیب من الحدیث الشریف، ضبط و تعلیق مصطفی محمد عماره
داراحیاء التراث العربی بیروت لبنان، طبع سوم ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

نسائی، ابوعبدالرحمٰن احمد بن شعیب بن علی (م ۳۰۳ھ)

۷۹۔ سنن النسائی بشرح الحافظ جلال الدین السیوطی (م ۹۱۱ھ)

دار المعرفة بیروت لبنان، طبع سوم ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

ہندی، علاء الدین علی المتقی بن حسام الدین برہان فوری (م ۹۷۵ھ)

۸۰۔ کنز العمال فی سنن الأقوال و الأفعال

مؤسسة الرسالة، بیروت ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

ہیثمی، نور الدین علی بن ابی بکر بن سلیمان (م ۸۰۷ھ)

۸۱۔ مجمع الزوائد و منبع الفوائد

مؤسسة المعارف، بیروت ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

علومِ حدیث

ابن حجر، شہاب الدین احمد بن علی عسقلانی (م ۸۵۲ھ)

۸۲۔ نزهة النظر شرح نخبة الفکر فی مصطلح اهل الأثر

المکتبة العلمیة، مدینة منوّرة، سال اشاعت ندارد۔

ابن دقیق العید، تقی الدین محمد بن علی مطلوطی شافعی (م ۷۰۲ھ)

۸۳۔ الإقتراح فی بیان الإصطلاح و ما اضیف إلی ذلک من الأحادیث المعدودة من

الصحاح، تحقیق قحطان عبد الرحمن الدوری

مطبعة الأرشاد، بغداد ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

ابن الصلاح، ابو عمرو عثمان بن عبد الرحمن شہرزوری شافعی (م ۶۴۳ھ)

۸۴۔ علوم الحدیث المشهور به مقدمة إبن الصلاح، تحقیق نور الدین عتر

المکتبة العلمیة مدینة منوّرة ۱۹۷۲ء

ابن قتیبہ، ابو محمد عبد اللہ بن مسلم دینوری (م ۲۷۶ھ)

۸۵۔ کتاب تأویل مختلف الحدیث

دار الکتاب العربی، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

ابن کثیر، ابو الفدا عماد الدین اسماعیل (م ۷۷۴ھ)

۸۶۔ اختصار علوم الحدیث مع شرحه الباعث الحثیث

جمعیة احیاء التراث الإسلامی، ادارة بناء المساجد و المشاریع الإسلامیة

الضاحیة، کویت، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

ابو شہبہ، محمد بن محمد، الدکتور

۸۷۔ **الوسیط فی علوم و مصطلح الحدیث**

دار المعرفة للنشر و التوزیع، جدة، طبع اول ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

اسعدی، محمد عبید اللہ، مولانا

۸۸۔ **علوم الحدیث**

مجلس نشریات اسلام، ناظم آباد کراچی، سال اشاعت ندارد۔

اعظمی، محمد مصطفیٰ، الدکتور

۸۹۔ **منہج النقد عند المحدثین نشأته و تاریخه**

مکتبة الکوثر، المملکة السعودیة العربیة، طبع سوم ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

جرجانی، ابوالحسن علی بن السید محمد بن علی (م ۸۱۶ھ)

۹۰۔ **المختصر فی اصول الحدیث**، تحقیق مواد عبد المنعم احمد

دار الدعوة للطبع و النشر و التوزیع، ۲۔ شارع منشا محرم بث الاسکندریہ، سال اشاعت ندارد۔

حاکم، ابوعبداللہ محمد بن عبداللہ نیشاپوری (م ۴۰۵ھ)

۹۱۔ **معرفة علوم الحدیث**

منشورات دار الآفاق الحدیدة، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

خاطر السین، عبداللہ بن حسین

۹۲۔ **حاشیة لقط الدرر بشرح متن نخبة الفکر** و بالھامش شرح نخبة الفکر فی مصطلح اھل الأثر لابن حجر عسقلانی

مطبعة شرکة مصطفیٰ البابی الحلبی و اولاده مصر ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۸ء

خالد علوی، ڈاکٹر

۹۳۔ **اصول حدیث، مصطلحات و علوم**

الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور ۱۹۹۸ء

خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی شافعی (م ۴۶۳ھ)

۹۴۔ **الکفایة فی علم الروایة**

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

رازی، ابو محمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس المنذر (م ۳۲۷ھ)

۹۵۔ **کتاب الجرح و التعدیل**

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۳۷۱ھ/۱۹۵۲ء

سباعی، مصطفیٰ الدکتور

۹۶۔ السنّۃ و مکانتھا فی التشریع الإسلامی

مکتبۃ دار العروبۃ قاھرۃ، طبع اوّل ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء

سخاوی، ابوعبداللہ محمد بن عبدالرحمٰن شافعی (م ۹۰۲ھ)

۹۷۔ فتح المغیث بشرح الفیۃ الحدیث للعراقی (م ۸۰۶ھ)

دار الإمام الطبری، طبع دوم ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن ابی بکر شافعی (م ۹۱۱ھ)

۹۸۔ تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی (م ۶۷۶ھ) تحقیق عبدالوھاب عبداللطیف

دار نشر الکتب الإسلامیۃ، شیش محل روڈ، لاہور، سن اشاعت ندارد۔

شاکر، احمد محمد

۹۹۔ الباعث الحثیث شرح إختصار علوم الحدیث للحافظ ابن کثیر (م ۷۷۴ھ)

جمعیۃ احیاء التراث الإسلامی+ ادارۃ بناء المساجد و المشاریع الإسلامیۃ الصاحبیۃ،

کویت، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء، طبع دوم ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۹ء

صالح، صبحی الدکتور

۱۰۰۔ علوم الحدیث ومصطلحہ

مشورات الرضی قم+مشورات دارالکتاب الإسلامی، طبع پنجم ۱۳۶۳ھ

صلاح الدین بن احمد الأدلبی

۱۰۱۔ منھج نقد المتن عند علماء الحدیث النبوی

مشورات دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

صنعانی، محمد بن ابراہیم الوزیر الحسنی الیمنی (م ۸۴۰ھ)

۱۰۲۔ تنقیح الأنظار مع شرحہ توضیح الأفکار

داراحیاء التراث العربی طبع اوّل ۱۳۶۶ھ

صنعانی، محمد بن اسماعیل الأمیر الحسنی (م ۱۱۸۲ھ)

۱۰۳۔ توضیح الأفکار لمعانی تنقیح الأنظار تحقیق محمد محي الدین عبدالحمید

داراحیاء التراث العربی، طبع اوّل ۱۳۶۶ھ

طاہر بن صالح بن احمد جزائری دمشقی

۱۰۴۔ توجیہ النظر إلی اصول الأثر

دار المعرفۃ بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

طیبی، الحسین بن عبداللہ (م ۷۴۳ھ)

۱۰۵۔ الخلاصۃ فی أصول الحدیث، تحقیق السامرّائی

احیاء التراث الإسلامی + رئاسۃ دیوان الأوقاف، جمہوریۃ عراق ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

عراقی، زین الدین عبدالرحیم بن الحسین شافعی (م ۸۰۲ھ)

۱۰۶۔ التقیید و الإیضاح شرح مقدمۃ ابن الصلاح (م ۶۴۳ھ)

المکتبۃ السلفیۃ، مدینۃ منوّرۃ، طبع اوّل ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

عیاض بن موسیٰ، ابوالفضل قاضی (م ۵۴۴ھ)

۱۰۷۔ الإلماع إلی معرفۃ أصول الروایۃ و تقیید السماع

دار التراث، قاہرۃ + المکتبۃ العتیقیۃ، تونس، طبع اوّل ۱۳۸۹ھ/۱۹۷۰ء

فصیح الہروی، ابوالفیض محمد بن محمد بن علی فاری حنفی (م ۸۳۷ھ)

۱۰۸۔ جواہر الأصول فی علم حدیث الرسول صلی اللّٰہ علیہ وسلم، تحقیق ابو المعالی قاضی اطہر مبارکپوری

المکتبۃ العلمیۃ، مدینۃ منوّرۃ، سال اشاعت ندارد۔

لکھنوی، ابوالحسنات محمد عبدالحی ہندی (م ۱۳۰۴ھ)

۱۰۹۔ تحفۃ الأخیار باحیاء سنّۃ سیّد الأبرار و معہ نخبۃ الأنظار علی تحفۃ الأخیار

اعتنیٰ بہ عبدالفتاح ابو غدۃ

مکتب المطبوعات الإسلامیۃ، حلب + دار القلم، دمشق، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

نصرپوری، محمد اکرم قاضی سندی (اوائل صدی ہجری)

۱۱۰۔ إمعان النظر شرح شرح نخبۃ الفکر

اکادیمیہ شاہ ولی اللہ، حیدرآباد، سندھ پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

نووی، محی الدین یحییٰ بن شرف (م ۶۷۶ھ)

۱۱۱۔ التقریب للنووی من أصول الحدیث

مکتبہ خاور، مسلم مسجد، لاہور ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۸ء

۱۱۲۔ کتاب ارشاد طلاب الحقائق إلی معرفة سنن خیر الخلائق، تحقیق عبدالبری فتح اللہ
مکتبة الإیمان، مدینة منوّرة، طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۷ء

ہروی، علی بن سلطان محمد

۱۱۳۔ شرح نخبة الفكر فی مصطلحات اهل الأثر فی اصول الحدیث لابن حجر العسقلانی
ناشر عبدالکریم مکتبہ اسلامیہ، میزان مارکیٹ کوئٹہ، سال اشاعت ندارد۔

اصول فقه

آمدی، سیف الدین ابوالحسن علی بن ابی علی بن محمد شافعی (م ۶۳۱ھ)

۱۱۴۔ الإحکام فی اصول الأحکام
دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

ابن امیر الحاج، محمد امین حلبی حنفی (م ۸۷۹ھ)

۱۱۵۔ التقریر و التحبیر شرح علی تحریر الإمام الکمال بن الهمام (م ۸۶۱ھ)، وبهامشه شرح
الأسنوی (م ۷۷۲ھ) المسمیٰ نهایة السول فی شرح منهاج الوصول للبیضاوی (م ۶۸۵ھ)
دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ابن برہان، احمد بن علی بغدادی شافعی (م ۵۲۰ھ)

۱۱۶۔ الوصول إلی الأصول، تحقیق الدکتور عبدالحمید علی ابوزید
مکتبة المعارف ریاض، طبع اوّل، جلد اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء، جلد دوم ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

ابن حاجب، جمال الدین ابوعمرو عثمان بن عمرو بن ابی بکر مالکی (م ۶۴۶ھ)

۱۱۷۔ منتهی الوصول و الأمل فی علمي الأصول و الجدل
دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

ابن حبیب الحلبی، زین الدین ابوالعز طاہر بن حسن حنفی (م ۸۰۸ھ)

۱۱۸۔ مختصر المنار
المکتبة الهاشمیة دمشق، سال اشاعت ندارد۔

ابن حزم، ابومحمد علی بن احمد بن سعید اندلسی ظاہری (م ۴۵۶ھ)

۱۱۹۔ الإحکام فی اصول الأحکام، تحقیق احمد محمد شاکر، ضیاء
السنّة ادارة الترجمة و التالیف، فیصل آباد پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ

ابن عبد العجلی، ابو عبداللہ محمد بن محمود اصفہانی شافعی (م ۶۵۳ھ)

۱۲۰۔ **الکاشف عن المحصول فی علم الأصول**

منشورات محمد علی بیضون، دار الکتب العلمیة بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء

ابن عبد السلام، ابو محمد عز الدین عبد العزیز شافعی (م ۶۰۶ھ)

۱۲۱۔ **قواعد الأحکام فی مصالح الأنام**

المکتبة الحسینیة المصریة بجوار الأزہر، طبع اوّل ۱۳۵۳ھ/۱۹۳۴ء

ابن عقیل، ابو الوفا علی بن عقیل بن محمد بغدادی حنبلی (م ۵۱۳ھ)

۱۲۲۔ **الواضح فی أصول الفقه**، تحقیق الدکتور عبد اللہ بن عبد المحسن الترکی

موسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

ابن قاسم عبادی، احمد شافعی (م ۹۹۴ھ)

۱۲۳۔ **الآیات البیّنات علی شرح جمع الجوامع** للإمام جلال الدین محمد المحلّی (م ۸۸۱ھ)

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

۱۲۴۔ **الشرح الکبیر علی الورقات فی أصول الفقه** للإمام الحرمین الجوینی (م ۴۷۸ھ)

تحقیق الأستاذ سید عبد العزیز + الأستاذ عبد اللہ ربیع

موسسة قرطبة، طبع اوّل ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء

ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد دمشقی حنبلی (م ۶۲۰ھ)

۱۲۵۔ **روضة الناظر و جنّة المناظر فی أصول الفقه علی مذهب الإمام احمد بن حنبل،**

معها شرحها نزهة الخاطر العاطر لبدران

مطبعة سلفية مصر ۱۳۴۲ھ

ابن اللحام، علاء الدین ابو الحسن علی بن محمد بن علی بن عباس دمشقی حنبلی (م ۸۰۳ھ)

۱۲۶۔ **المختصر فی أصول الفقه علی مذهب الإمام احمد بن حنبل**، تحقیق الدکتور محمد مظهر بقا

مرکز البحث العلمی و إحیاء التراث الاسلامی + کلیة الشریعة و الدراسات الإسلامیة

جامعة الملك عبد العزیز، مکة المکرمة المملکة العربیة السعودیة ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

ابن النجار، محمد بن احمد بن عبد العزیز حنبلی (م ۹۷۲ھ)

۱۲۷۔ **شرح الکوکب المنیر المسمی بمختصر التحریر أو المختبر المبتکر شرح**

المختصر فی أصول الفقه (ابن اللحام م ۸۰۳ھ)، تحقیق الدکتور محمد [illegible]
الدکتور نزیه حماد
مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی، کلیة الشریعة والدراسات الإسلامیة
جامعة الملك عبدالعزیز، مکة المکرمة، جلد اوّل و دوم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء، جلد سوم
۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء، جلد چہارم ۱۹۰۸ھ/۱۹۸۷ء۔

ابن الہمام، کمال الدین محمد بن عبدالواحد بن عبدالحمید اسکندری حنفی (م ۸۶۱ھ)

۱۲۸۔ **التحریر فی علم أصول الفقه الجامع بین اصطلاحی الحنفیة و الشافعیة** مع شرحه
تیسیر التحریر لأمیر بادشاہ
مطبع مصطفی البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۳۵۱ھ

ابوزہرہ، محمد

۱۲۹۔ **أصول الفقه**
دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

ابوشامہ، عبدالرحمٰن بن اسماعیل بن ابراہیم شافعی (م ۶۶۵ھ)

۱۳۰۔ **مختصر المؤمل فی الرد الی الأمر الأول**
مکتبة الصحوة الإسلامیة، کویت، سال اشاعت ندارد۔

ابویعلی، محمد بن الحسین الفرّاء بغدادی حنبلی (م ۴۵۸ھ)

۱۳۱۔ **العدة فی أصول الفقه**، تحقیق الدکتور احمد بن علی سیر المبارکی
حقوق الطبع محفوظة للمحقق، ریاض، المملکة العربیة السعودیة، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

ارموی، صفی الدین محمد بن عبدالرحیم ہندی شافعی (م ۹۲۳ھ)

۱۳۲۔ **نهایة الوصول فی درایة الأصول**
المکتبة التجاریة مصطفی احمد الباز، مکہ مکرمہ، سال اشاعت ندارد۔

ارموی، سراج الدین محمود بن ابی بکر شافعی (م ۶۸۲ھ)

۱۳۳۔ **التحصیل من المحصول**، تحقیق د۔ عبدالحمید علی ابوزنید
موسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

اسنوی، جمال الدین ابو محمد عبدالرحیم بن الحسن شافعی (م ۷۷۲ھ)

۱۳۴۔ **التمهید فی تخریج الفروع علی الأصول**، تحقیق الدکتور محمد حسن هیتو

مؤسسة الرسالة،بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

۱۳۵۔ نهاية السُّول في شرح منهاج الأصول للبيضاوي(م ۶۸۵ھ)، معه حاشية سلم الوصول للمطيعي

عالم الكتب،سال اشاعت ندارد۔

امیر بادشاہ،محمد امین حنفی (م ۹۸۷ھ تقریبا)

۱۳۶۔ تيسير التحرير شرح على كتاب التحرير في أصول الفقه لابن همام(م ۸۶۱ھ)

مطبعة مصطفى البابي الحلبي و اولاده، مصر ۱۳۵۱ھ

امیر عبدالعزیز،الدکتور

۱۳۷۔ أصول الفقه الإسلامي

دارالسلام، شارع الأزهر الغورية، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

باجی،ابوالولید سلیمان بن خلف بن سعد اندلسی قرطبی،مالکی (م ۴۷۴ھ)

۱۳۸۔ الإشارة في أصول الفقه، تحقيق عادل احمد عبدالموجود، علي محمد عوض

مكتبة نزار مصطفى الباز، مكة المكرمة،رياض، طبع دوم ۱۴۱۸ھ ۱۹۹۷ء

۱۳۹۔ إحكام الفصول في أحكام الأصول ،تحقيق الدكتور عبدالله محمد الجبوري

مؤسسة الرسالة بيروت، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

بدران،بدران ابوالعینین الدکتور

۱۴۰۔ أصول الفقه الإسلامي

مؤسسة شباب الجامعة، الأسكندرية،سال اشاعت ندارد۔

بدران،عبدالقادر بن احمد بن مصطفیٰ حنبلی

۱۴۱۔ نزهة الخاطر العاطر شرح روضة الناظر

المطبعة السلفية، مصر ۱۳۴۲ھ

بدخشانی،محمد انور

۱۴۲۔ تيسير أصول الفقه

بیت العلم، جہانگیر روڈ، کراچی، طبع دوم ۱۴۱۶ھ

بردیسی،محمد زکریا

۱۴۳۔ أصول الفقه

دار الثقافة للنشر و التوزيع، شارع سيف الدين المهراني ۱۹۸۳ء

برزنجی، عبداللطیف عبداللہ عزیز

۱۴۴۔ **التعارض و الترجيح بين الأدلة الشرعية**

دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

بصری، ابوالحسین محمد بن علی الطیب بصری معتزلی (م ۴۳۶ھ)

۱۴۵۔ **المعتمد فی أصول الفقه**

دار الكتب العلمية، بيروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ

بنانی، عبدالرحمٰن بن جاداللہ مالکی (م ۱۱۹۸ھ)

۱۴۶۔ **حاشية العلامة البناني** على شرح الجلال شمس الدين محمد بن أحمد المحلي (م ۸۶۴ھ) على متن جمع الجوامع لتاج الدين عبد الوهاب بن السبكي (م [illegible])

و بهامشها تقرير شيخ الإسلام عبدالرحمن الشربيني

دار الفكر ۱۹۸۲ء/۱۴۰۲ھ

بوطی، محمد سعید رمضان

۱۴۷۔ **ضوابط المصلحة فی الشريعة الإسلامية**

المكتبة الأموية دمشق، طبع اوّل ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

بیضاوی، ناصر الدین عبداللہ بن عمر شافعی (م ۶۸۵ھ)

۱۴۸۔ **منهاج الأصول** مع شرحه نهاية السول للاسنوی

عالم الكتب، سال اشاعت ندارد۔

تفتازانی، سعد الدین مسعود بن عمر بن عبداللہ حنفی (م ۷۹۲ھ)

۱۴۹۔ **التلويح** بهامش التوضيح لصدر الشريعة (م ۷۴۷ھ)

نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی ۱۴۰۰ھ

تقی عثمانی، محمد

۱۵۰۔ **احکام شرعیہ میں حالات و زمانہ کی رعایت**

الفیصل ناشران و تاجران کتب، اردو بازار لاہور، سال اشاعت ندارد۔

جصاص، ابوبکر احمد بن علی رازی حنفی (م ۳۷۰ھ)

۱۵۱۔ اصول الفقه المسمى **الفصول في الأصول**، تحقيق عجيل جاسم النشمي

وزارة الأوقاف و الشئون الإسلامية، التراث الإسلامي، كويت، ۱۴۰۵ھ،۱۹۸۵ + ۱۴۰۸ھ، ۱۹۸۸ء

۱۵۲۔ **اصول الجصاص** المسمی الفصول فی الأصول، تحقیق الدکتور محمد محمد تامر

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

جوینی، امام الحرمین ابوالمعالی عبدالملک بن عبداللہ بن یوسف شافعی (م ۴۷۸ھ)

۱۵۳۔ **البرهان في اصول الفقه**، تحقیق الدکتور عبدالعظیم محمود الدیب

طبع علی نفقه صاحب السمو الشیخ خلیفة بن حمد آل ثانی امیر دولة قطر، طبع اوّل ۱۳۹۹ھ

خضری بک، محمد

۱۵۴۔ **أصول الفقه**

دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع ششم ۱۳۸۹ھ/۱۹۶۹ء

خلاف، عبدالوہاب

۱۵۵۔ **علم أصول الفقه**

دار القلم، کویت، طبع ثانیہ عشرہ ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

دبوسی، ابوزید عبیداللہ بن عمرو بن عیسیٰ حنفی (م ۴۳۰ھ)

۱۵۶۔ **تقویم الأدلة فی اصول الفقه**

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان + مکتبة عباس احمد الباز مکة المکرمة طبع اوّل ۱۴۲۱ھ/۲۰۰۱ء

رازی، فخر الدین ابوعبداللہ محمد بن عمر شافعی (م ۶۰۶ھ)

۱۵۷۔ **المحصول في علم اصول الفقه**، تحقیق عادل احمد عبدالموجود، علی محمد معوض

مکتبة نزار مصطفی الباز، المملکة العربیة السعودیة، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

زرکشی، بدرالدین محمد بن بہادر بن عبداللہ شافعی (م ۷۹۴ھ)

۱۵۸۔ **البحر المحيط فی اصول الفقه**

دار الصفوة للطباعة و النشر و التوزیع بالغردقة، وزارة الأوقاف و الشئون الإسلامیة

کویت، طبع دوم ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

۱۵۹۔ **البحر المحيط فی اصول الفقه**

دار الکتبی، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

۱۶۰۔ **تشنيف المسامع بجمع الجوامع** تاج الدین السبکی (م ۷۷۱ھ)، تحقیق ابو عمرو

الحسینی بن عمر بن عبدالرحیم،

دارالکتب العلمیۃ بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۰ھ/۲۰۰۰ء

زنجانی، ابوالمناقب شہاب الدین محمود بن احمد شافعی (م ۶۵۶ھ)

۱۶۱۔ تخریج الفروع علی الأصول، تحقیق الدکتور محمد ادیب صالح

موسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

زیدان، عبدالکریم

۱۶۲۔ الوجیز فی أصول الفقہ

دارنشر الکتب الإسلامیۃ، ۲۔شارع شیش محل، لاہور، سن اشاعت ندارد۔

سبکی، شیخ الاسلام علی بن عبدالکافی شافعی (م ۷۵۶ھ) وولدہ تاج الدین عبدالوہاب بن علی السبکی (م ۷۷۱ھ)

۱۶۳۔ الإبہاج فی شرح المنہاج علی منہاج الوصول علی علم الأصول للبیضاوی (م۶۸۵ھ)

دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

سرخسی، ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل حنفی (م ۴۵۰ھ)

۱۶۴۔ المحرر فی اصول الفقہ

دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

سلطینی، ابراہیم محمد، الدکتور

۱۶۵۔ المیسّر فی أصول الفقہ الإسلامی

دارالفکر المعاصر بیروت+دارالفکر دمشق، طبع اوّل ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۱ء

سمرقندی، علاء الدین ابوبکر محمد بن احمد بن ابی احمد حنفی (م ۵۳۹ھ)

۱۶۶۔ میزان الأصول فی نتائج العقول، تحقیق الدکتور محمد زکی عبدالبر

مکتبۃ دارالتراث، قاہرۃ ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

سمعانی، ابوالمظفر منصور بن محمد بن عبدالجبار شافعی (م ۴۸۹ھ)

۱۶۷۔ قواطع الادلّۃ فی الأصول

دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ مالکی (م ۷۹۰ھ)

۱۶۸۔ الموافقات فی اصول الشریعۃ، شارح عبداللہ دراز

المکتبۃ التجاریۃ الکبریٰ بأول شارع محمد علی مصر، طبع دوم ۱۳۹۵ھ/۱۹۷۵ء

شافعی، محمد بن ادریس، امام (م ۲۰۴ھ)

۱۶۹۔ **الرسالة**، تحقیق و شرح احمد محمد شاکر
المکتبة العلمیة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

شوکانی، محمد بن علی بن محمد (م ۱۲۵۰ھ)

۱۷۰۔ **ارشاد الفحول إلی تحقیق علم الأصول**، تحقیق ابی مصعب محمد سعید البدری
دارالفکر، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی شافعی (م ۴۷۶ھ)

۱۷۱۔ **التبصرة فی أصول الفقه**، شرح وتحقیق لدکتور محمد حسن هیتو
دار الفکر، دمشق، سوریا ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

۱۷۲۔ **اللمع فی أصول الفقه**
دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

صدرالشریعہ، عبیداللہ بن مسعود حنفی (م ۷۴۷ھ)

۱۷۳۔ **التوضیح مع حاشیته التلویح للتفتزالی (م ۷۹۲ھ)**
نور محمد اصح المطابع و کارخانہ تجارت کتب، آرام باغ کراچی ۱۴۰۰ھ

صدیق حسن خان بہادر، محمد (م ۱۳۰۷ھ)

۱۷۴۔ **حصول المامول من علم الأصول**
المکتبة التجاریة الکبری باب شارع محمد علی مصر، سال اشاعت ندارد۔

طحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد حنفی (م ۳۲۱ھ)

۱۷۵۔ **اختلاف الفقهاء**، تحقیق الدکتور محمد صغیر حسن معصومی
مطبوعات معهد الأبحاث الإسلامیة، اسلام آباد پاکستان ۱۳۹۱ھ ۱۹۷۱ء

طوفی، نجم الدین ابی الربیع سلیمان بن عبدالقوی بن عبدالکریم حنبلی (م ۷۱۶ھ)

۱۷۶۔ **شرح مختصر الروضة**، تحقیق الدکتور عبداللہ بن عبد المحسن الترکی
مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

عبدالعزیز بخاری، علاءالدین بن احمد حنفی (م ۷۳۰ھ)

۱۷۷۔ **کشف الأسرار عن اصول فخر الإسلام البزدوی**
دارالکتب العلمیة بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۷ء

عبدالعلی محمد بن نظام الدین انصاری ہندی حنفی (م ۱۲۲۵ھ)

۱۷۸۔ **فواتح الرحموت بهامش المستصفى للغزالی**

المطبعة الأميرية ببولاق مصر المحمية، طبع اول ۱۳۲۴ھ + منشورات الشريف الرضي

قم، سال اشاعت ندارد

علائی، صلاح الدین خلیل بن کیکلدی شافعی (م ۷۶۱ھ)

۱۷۹۔ **إجمال الإصابة في أقوال الصحابة**، تحقيق محمد سليمان

جمعية حياء التراث الإسلامي ا مركز المخطوطات و التراث، کویت، طبع اول ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

علی حسب اللہ

۱۸۰۔ **أصول التشريع الإسلامي**

ادارة القرآن و العلوم الاسلامية، کراچی پاکستان ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

غزالی، ابوحامد محمد بن محمد بن محمد شافعی (م ۵۰۵ھ)

۱۸۱۔ **المستصفى في علم الأصول**، مرتب محمد عبد السلام عبد الشافعي

دار الكتب العلمية، بیروت لبنان ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

۱۸۲۔ **المستصفى من علم الأصول و بذيله فواتح الرحموت بشرح مسلّم الثبوت**

منشورات الشريف الرضي قم + المطبعة الأميرية ببولاق مصر المحمية، طبع اول ۱۳۲۴ھ

۱۸۳۔ **المنخول من تعليقات الأصول**، تحقيق الدكتور محمد حسن هيتو

دار الفكر، دمشق طبع دوم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

فتحی الدرینی، دکتور

۱۸۴۔ **المناهج الأصولية في الإجتهاد بالرأي في التشريع الإسلامي**

الشركة المتحدة للتوزيع، طبع دوم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

قرافی، شهاب الدین ابوالعباس، احمد بن ادریس بن عبدالرحمن مصری مالکی (م ۶۸۴ھ)

۱۸۵۔ **شرح تنقيح الفصول في الأصول** وبهامشه شرح ابن القاسم العبادي الشافعي على شرح المحلي على الورقات للجويني (م ۴۷۸ھ)

المطبعة الخيرية المنشأة بجمالية مصر المحمية، طبع اوّل ۱۳۰۶ھ

۱۸۶۔ **نفائس الأصول في شرح المحصول** رازی (م ۶۰۶ھ)، تحقيق الشيخ عادل احمد عبد الموجود + الشيخ على محمد معوض

مكتبة نزار مصطفى الباز ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء

کلوذانی، ابوالخطاب محفوظ بن احمد بن الحسن حنبلی (م ۵۱۰ھ)

۱۸۷۔ **التمهید فی أصول الفقه**،تحقیق دکتور محمد بن علی بن ابراهیم

مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی + کلیة الشریعة و الدراسات الإسلامیة،

جامعه ام القری، المملکة العربیة السعودیة ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء

محب اللہ بن عبدالشکور حنفی (م ۱۱۱۹ھ)

۱۸۸۔ **مسلّم الثبوت فی اصول الفقه** بهامش المستصفیٰ للغزالی

المطبعة الأمیریة بولاق مصر المحمیة، طبع اول ۱۳۲۴ھ + منشورات الشریف الرضی

قم، سال اشاعت ندارد۔

مدکور، محمد سلام

۱۸۹۔ **المدخل للفقه الإسلامی، تاریخه و مصادره و نظریاته العامة**

دار الکتاب الحدیث، کویت، سال اشاعت ندارد۔

مطیعی، محمد بخیت شافعی

۱۹۰۔ **سلّم الوصول لشرح نهایة السول** للأسنوی (م ۷۷۲ھ) فی شرح منهاج الأصول

للبیضاوی (م ۶۸۵ھ)

عالم الکتب، سال اشاعت ندارد۔

ملا جیون، احمد بن ابی سعید بن عبداللہ حنفی (م ۱۱۳۰ھ)

۱۹۱۔ **نور الأنوار** مع کشف الأسرار للنسفی (م ۷۱۰ھ)

المطبعة الکبری الأمیریة ببولاق مصر المحمیة، طبع اول ۱۳۱۶ھ + الصدف پبلشرز،

ناظم آباد کراچی، سال اشاعت ندارد۔

موصلی، رشید الخطیب

۱۹۲۔ **أصول الفقه الإسلامی**

احیاء التراث الإسلامی، وزارة الأوقاف و الشؤون الدینیة، جمهوریه عراق ۱۹۸۰ء

نسفی، ابوالبرکات عبداللہ بن احمد حنفی (م ۷۱۰ھ)

۱۹۳۔ **کشف الأسرار شرح المصنّف علی المنار فی الأصول**

المطبعة الکبری الأمیریة ببولاق مصر المحمیه، طبع اول ۱۳۱۶ھ + الصدف پبلشرز

کراچی، سال اشاعت ندارد۔

نملہ، عبدالکریم بن علی بن محمد، دکتور، حنبلی

۱۹۴۔ **اتحاف ذوی البصائر بشرح روضہ الناظر فی أصول الفقہ علی مذہب الإمام احمد بن حنبل**

مکتبۃ الرشد، الریاض، طبع اوّل ۱۴۲۲ھ/۲۰۰۱ء

وہبہ الزحیلی

۱۹۵۔ **اصول الفقہ الإسلامی**

دارالفکر، دمشق، طبع اوّل ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء

فقہ

ابن تیمیہ، تقی الدین احمد بن عبدالحلیم حنبلی (م ۷۲۸ھ)

۱۹۶۔ **مجموع فتاوی شیخ الإسلام احمد بن تیمیة**، جمع و ترتیب عبدالرحمن بن محمد بن قاسم و ابنہ محمد

مطبع بأمر ولی العہد لمعظم فہد بن عبدالعزیز آل سعود، طبع اوّل ۱۳۹۸ھ۔

ابن حزم، ابو محمد علی بن احمد بن سعید اندلسی ظاہری (م ۴۵۶ھ)

۱۹۷۔ **المحلّی بالآثار** فی شرح المجلی بالإختصار علی ما اوجبہ القرآن و السنۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، تحقیق الدکتور عبدالغفار سلیمان بغدادی

دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

ابن رشد، ابو ولید محمد بن احمد بن محمد بن احمد بن رشد قرطبی، اندلسی مالکی (م ۵۹۵ھ)

۱۹۸۔ **بدایۃ المجتہد و نہایۃ المقتصد**، تحقیق شیخ علی محمد معوض و الشیخ عادل احمد

دارالکتب العلمیۃ، بیروت لبنان ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ابن قدامہ، موفق الدین ابو محمد عبداللہ بن احمد بن محمد حنبلی (م ۶۲۰ھ)

۱۹۹۔ **المغنی شرح مختصر الخرقی**، ابو القاسم عمر بن الحسین بن عبداللہ (م ۳۳۴ھ)

تحقیق الدکتور عبداللہ بن عبدالمحسن الترکی + عبدالفتاح محمد الحلو

ھجر للطباعۃ و النشر و التوزیع و الاعلان، القاہرۃ، طبع دوم ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۲ء

ابن مفلح، ابو اسحاق برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن مفلح حنبلی (م ۸۸۴ھ)

۲۰۰۔ **المُبْدِعُ فی شرح المُقْنِع**

المكتب الإسلامي، دمشق، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

ابوعبید، القاسم بن سلام (م ۲۲۴ھ)

۲۰۱۔ کتاب الأموال، تحقیق محمد خلیل هراس

مكتبة الكليات الأزهرية، الأزهر + دارالفکر، قاهرة ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

ابو یوسف، یعقوب بن ابراہیم حنفی (م ۱۸۲ھ)

۲۰۲۔ کتاب الآثار، تحقیق ابو الوفاء

دار الکتب العلمیۃ، بیروت + المکتبۃ الأثریۃ، جامع مسجد اہل حدیث باغ والی سانگلہ ہل پاکستان۔

سال اشاعت ندارد۔

حمید بن زنجویہ (م ۲۵۱ھ)

۲۰۳۔ کتاب الأموال، تحقیق ڈاکٹر شاکر ذیب فیاض

مركز الملك فيصل للبحوث و الدراسات الإسلامية، طبع اوّل ۱۴۰۶ھ ۱۹۸۶ء

خرشی، ابوعبداللہ محمد مالکی (م ۱۱۰۱ھ)

۲۰۴۔ شرح الخرشي على مختصر سيدي خليل ابو ضیاء بن اسحاق بن موسی (م ۷۶۷ھ)

المطبعة الكبرى الأميرية ببولاق مصر المحمية، طبع دوم ۱۳۱۷ھ + دار صادر بیروت، سال

اشاعت ندارد۔

شافعی، ابوعبداللہ محمد بن ادریس، امام (م ۲۰۴ھ)

۲۰۵۔ الأمّ مع مختصر المزنی

دار الفکر، بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

شیبانی، ابوعبداللہ محمد بن الحسن حنفی (م ۱۸۹ھ)

۲۰۶۔ كتاب الأصل المعروف به المبسوط

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی، سال اشاعت ندارد۔

۲۰۷۔ كتاب الحجة على أهل المدينة، تحقیق مفتی سید مہدی حسن (م ۱۳۹۶ھ)

دار المعارف النعمانیہ، الجامعۃ المدنیہ، کریم پارک لاہور، سال اشاعت ندارد۔

۲۰۸۔ کتاب الآثار

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۷ھ

شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف فیروز آبادی شافعی (م ۴۷۶ھ)

۲۰۹۔ المهذب فی فقه الإمام الشافعی

دار الفکر، سال اشاعت ندارد۔

عبدالوہاب، ابومحمد بن علی بن نصر قاضی، بغدادی مالکی (م ۴۲۲ھ)

۲۱۰۔ الإشارات علی نکت مسائل الخلاف، تحقیق الحبیب بن طاهر

دار ابن حزم، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۲۰ھ/۱۹۹۹ء

کاسانی، علاء الدین ابوبکر بن مسعود حنفی (م ۵۸۷ھ)

۲۱۱۔ بدائع الصنائع فی ترتیب الشرائع

المکتبة الحبیبة، کانسی روڈ کوئٹہ پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ، ۱۹۸۹ء

مالک بن انس، امام (م ۱۷۹ھ)

۲۱۲۔ المدونة الکبری ضبط وتصحیح الأستاذ احمد عبدالسلام

مکتبة دار الباز، مکة المکرمة + دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۴۱۵ھ، ۱۹۹۴ء

مرغینانی، برہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر فرغانی حنفی (م ۵۹۳ھ)

۲۱۳۔ الهدایة مع الدرایة لابن حجر عسقلانی (م ۸۵۲ھ) والحاشیه للعلامة محمد عبدالحی لکهنوی (م ۱۳۰۴ھ)

مکتبہ رحمانیہ، غزنی سٹریٹ، اردو بازار لاہور۔

نووی، محی الدین یحییٰ بن شرف شافعی (م ۶۷۶ھ)

۲۱۴۔ المجموع شرح المهذب لأبی اسحاق شیرازی (م ۴۷۶ھ)، ویلیه فتح العزیز للرافعی (م ۶۲۳ھ) شرح الوجیز للغزالی (م ۵۰۵ھ) و یلیه التلخیص الحبیر فی تخریج الرافعی الکبیر لابن حجر العسقلانی (م ۸۵۲)

دار الفکر، سال اشاعت ندارد

سیرت

ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی (م ۵۹۷ھ)

۲۱۵۔ الوفاء بأحوال المصطفیٰ

دار الکتب الحدیثة مطبعة السعادة مصر، طبع اوّل ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

ابن قیم، ابو عبداللہ محمد بن ابی بکر بن ایوب الجوزیہ (م ۷۵۱ھ)

۲۱۶۔ زاد المعاد فی ھدی خیر العباد

مؤسسۃ الرسالہ بیروت، مکتبۃ المنار الإسلامیۃ، کویت، طبع اول ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

ابن کثیر، ابو الفداء اسماعیل بن عمر (م ۷۷۴ھ)

۲۱۷۔ السیرۃ النبویۃ

دار المعرفۃ بیروت لبنان ۱۳۹۶ھ/۱۹۷۶ء

ابن ہشام، ابو محمد عبدالملک بن ہشام (م ۲۱۳ھ یا ۲۱۸ھ)

۲۱۸۔ السیرۃ النبویۃ

مطبعۃ مصطفیٰ البابی الحلبی و اولادہ مصر ۱۳۵۵ھ/۱۹۳۶ء

اصبہانی، ابو القاسم اسماعیل بن محمد بن الفضل (م ۵۳۵ھ)

۲۱۹۔ دلائل النبوۃ

دار العاصمۃ، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ، ریاض، طبع اول ۱۴۱۲ھ

زرقانی، محمد بن عبدالباقی مالکی (م ۱۱۲۲ھ)

۲۲۰۔ شرح العلامۃ الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ للقسطلانی

دار المعرفۃ، بیروت ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

قسطلانی، احمد بن محمد (م ۹۲۳ھ)

۲۲۱۔ المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ، تحقیق صالح احمد الشامی

المکتب الإسلامی بیروت، دمشق، عمان، طبع اول ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

سوانح

ابن جوزی، ابو الفرج عبدالرحمٰن بن الجوزی (م ۵۹۷ھ)

۲۲۲۔ مناقب الإمام احمد بن حنبل

مطبعۃ السعدۃ بجوار محافظۃ مصر، طبع اول، سال اشاعت ندارد۔

ابن عبدالبر، ابو عمر یوسف بن عبداللہ بن محمد قرطبی (م ۴۶۳ھ)

۲۲۳۔ الإنتقاء فی فضائل الثلاثۃ الأئمۃ الفقھاء مالک و الشافعی و ابی حنیفۃ و ذکر عیون من اخبارھم و اخبار اصحابھم للتعریف بجلالۃ اقدارھم

مکتبة القدسی قاهرة ۱۳۵۰ھ

ابوزہرہ، محمد

۲۲۴۔ ابن تیمیة. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

۲۲۵۔ ابن حزم. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
مطبعة مخیمر ۱۹۵۳ء

۲۲۶۔ ابن حنبل. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

۲۲۷۔ ابوحنیفة. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

۲۲۸۔ الشافعی. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
دار الفکر العربی، طبع دوم ۱۹۴۸ء

۲۲۹۔ مالک. حیاته و عصره، آراؤه و فقهه
دار الفکر العربی، قاہرہ، طبع دوم ۱۹۵۲ء

۲۳۰۔ الإمام الصادق
دار الفکر العربی، سال اشاعت ندارد۔

اکبر شاہ، محمد

۲۳۱۔ ذکرِ طیب
ادارہ اسلامیات، انارکلی، لاہور ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

بیہقی، ابوبکر احمد بن الحسین (م ۴۵۸ھ)

۲۳۲۔ مناقب الشافعی، تحقیق السید احمد صقر
دار التراث، قاہرة، طبع اوّل ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

رازی، ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم (م ۳۲۷ھ)

۲۳۳۔ آداب الشافعی و مناقبه
مطبعة السعادة، مصر ۱۳۷۲ھ/۱۹۵۳ء

زواوی، عیسیٰ بن مسعود

۲۳۴۔ کتاب مناقب سیدنا الإمام مالک مع مقدمة الكبرى للإمام مالك
مكتبة دار الباز، مكة المكرمة + دار الكتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

صیمری، ابوعبداللہ حسین بن علی (م ۴۳۶ھ)

۲۳۵۔ اخبار أبي حنيفة و اصحابه
مکتبہ حنفیہ، اردو بازار گوجرانوالہ، پاکستان + مکتبہ عزیزیہ، عنایت پور ڈاکخانہ جلالپور پیروالہ
تحصیل شجاع آباد، ضلع ملتان، پاکستان۔

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمان بن ابی بکر (م ۹۱۱ھ)

۲۳۶۔ کتاب تزيين الممالک بمناقب سیدنا الإمام مالک مع المقدمة الكبرى للإمام مالك
مكتبة دار الباز، مكة المكرمة + دار الكتب العلمية، بيروت لبنان ۱۴۱۵ھ ۱۹۹۴ء

شبلی نعمانی (م ۱۳۳۲ھ)

۲۳۷۔ سیرت النعمان
انجمن حمایت اسلام، لاہور ۱۹۶۱ء

شکعہ، مصطفیٰ، الدکتور

۲۳۸۔ الأئمة الأربعة
الناشرون دار الكتب الإسلامية + دار الكتاب المصري قاهرة + دار الكتاب اللبناني
بیروت، طبع دوم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

صالحی، محمد بن یوسف دمشقی شافعی (م ۹۴۲ھ)

۲۳۹۔ عقود الجمان في مناقب الإمام الأعظم أبي حنيفة النعمان
مطبعة المعارف الشرقية، حيدرآباد، الهند ۱۳۹۴ھ/۱۹۷۴ء

گیلانی، مناظر احسن (م ۱۹۵۶ء)

۲۴۰۔ حضرت امام ابوحنیفہؒ کی سیاسی زندگی
نفیس اکیڈمی، اردو بازار کراچی، طبع پنجم ۱۹۸۳ء

تاریخ

ابن اثیر، ابوالحسن علی بن ابی الکرم محمد بن محمد (م ۶۳۰ھ)

۲۴۱۔ الکامل فی التاریخ
دار صادر، بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

ابن جوزی، ابوالفرج عبدالرحمن بن علی بن محمد (م ۵۹۷ھ)

۲۴۲۔ **المنتظم فی تاریخ الأمم و الملوک**

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

ابن خلدون، عبدالرحمٰن (م ۸۰۸ھ)

۲۴۳۔ **مقدمۃ ابن خلدون و هی مقدمۃ الکتاب المسمی کتاب العبر و دیوان المبتدأ و الخبر فی أیام العرب و العجم و البربر و من عاصرهم من ذوی السلطان الأکبر**

مکتبۃ دار الباز مکۃ المکرمۃ/ دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۳ھ ۱۹۹۳ء

ابن کثیر، ابوالفداء عمادالدین اسماعیل بن عمرو دمشقی (م ۷۷۴ھ)

۲۴۴۔ **البدایۃ و النہایۃ**

المکتبۃ القدوسیہ، اردو بازار، لاہور پاکستان، طبع اوّل ۱۴۰۴ھ/۱۹۸۴ء

ابن منظور، محمد بن مکرم (م ۷۱۱ھ)

۲۴۵۔ **مختصر تاریخ دمشق** لابن عساکر ابو القاسم علی بن الحسین بن ہبۃ اللہ الشافعی (م ۵۷۱ھ) تحقیق ابراہیم الزیبق

دار الفکر دمشق، طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

احمد امین

۲۴۶۔ **فجر الإسلام**

دار الکتاب العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۹۶۹ء

بخاری، ابوعبداللہ اسماعیل بن ابراہیم (م ۲۵۶ھ)

۲۴۷۔ **کتاب التاریخ الکبیر**

دار الکتب العلمیۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

تقی امینی، محمد

۲۴۸۔ **فقہ اسلامی کا تاریخی پس منظر**

اسلامک پبلی کیشنز لمیٹڈ، لاہور، طبع دوم ۱۹۷۹ء

حجوی، محمد بن الحسن مالکی

۲۴۹۔ **الفکر السامی فی تاریخ الفقہ الإسلامی**

مکتبہ دارالباز، مکۃ المکرمہ+ دار الکتب العلمیہ، بیروت لبنان، طبع اول ۱۴۱۶ھ ۱۹۹۵ء

خضری بک، محمد

۲۵۰۔ تاریخ التشریع الإسلامی

دار الفکر، طبع ہشتم ۱۳۸۷ھ/۱۹۶۷ء

خطیب بغدادی، ابوبکر احمد بن علی (م ۴۶۳ھ)

۲۵۱۔ تاریخ بغداد

المکتبۃ السلفیہ، مدینہ منورۃ، سال اشاعت ندارد۔

خلاف، عبدالوہاب

۲۵۲۔ خلاصۃ تاریخ التشریع الإسلامی

دار القلم، کویت، طبع نہم ۱۳۹۱ھ/۱۹۷۱ء

ربعی، ابوسلیمان محمد بن عبداللہ بن احمد دمشقی (م ۳۷۹ھ)

۲۵۳۔ تاریخ مولد العلماء و وفاتهم

دار العاصمۃ، ریاض، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد (م ۹۱۱ھ)

۲۵۴۔ تاریخ الخلفاء أمراء المومنین القائمین بأمر الأمة

ادراۃ الطباعۃ المنیریہ، دمشق ۱۳۵۱ھ

طبری، ابوجعفر محمد بن جریر (م ۳۱۰ھ)

۲۵۵۔ تاریخ الأمم و الملوک

دار الفکر ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

مسعودی، ابوالحسن علی بن الحسین بن علی (م ۳۴۶ھ)

۲۵۶۔ مروج الذهب و معادن الجوهر

المکتبۃ التجاریۃ الکبری بأول شارع محمد علی مصر طبع چہارم ۱۳۸۴ھ ۱۹۶۴ء

نباہی، ابوالحسن بن عبداللہ بن الحسن اندلسی (م ۷۹۳ھ)

۲۵۷۔ تاریخ قضاۃ الاندلس و سماہ کتاب المرقبہ العلیا فیمن یستحق القضاۃ و الفتیا،

دار الآفاق الجدیدۃ، بیروت ۱۴۰۰ھ/۱۹۷۹ء

تراجم

ابن ابی یعلی، ابوالحسین محمد الفرّاء حنبلی (م ۵۲۶ھ)

۲۵۸۔ طبقات الحنابلة مع کتاب الذیل طبقات الحنابلة لابن رجب (م ۷۹۵ھ)

دار المعرفة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

ابن اثیر، عزالدین ابوالحسن علی بن محمد الجزری (م ۶۳۰ھ)

۲۵۹۔ أسد الغابة فی معرفة الصحابة

دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۵ھ/۱۹۹۴ء

۲۶۰۔ اللباب فی تهذیب الأنساب

مکتبة المثنّی، بغداد، سال اشاعت ندارد۔

ابن جوزی، جمال الدین ابوالفرج عبدالرحمٰن بن علی (م ۵۹۷ھ)

۲۶۱۔ صفة الصفوة

دارالفکر، بیروت، طبع اوّل ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۱ء

ابن حبان، محمد بن حبان بن احمد ابی حاتم تمیمی بستی (م ۳۵۴ھ)

۲۶۲۔ تاریخ الصحابة الذین روی عنهم الأخبار، تحقیق بوران ضناوی

دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

۲۶۳۔ کتاب الثقات

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد، دکن ہند، طبع اوّل ۱۳۹۳ھ/۱۹۷۳ء

ابن حجر، شہاب الدین ابوالفضل احمد بن علی عسقلانی (م ۸۵۲ھ)

۲۶۴۔ الإصابة فی تمییز الصحابة

مکتبة الکلیات الأزهریة، طبع اوّل، سال اشاعت ندارد۔

۲۶۵۔ الدُّرر الکامنة فی اعیان المائة الثامنة

دارالجیل، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

۲۶۶۔ تهذیب التهذیب

مجلس دائرة المعارف النظامیة، حیدرآباد دکن، طبع اوّل ۱۳۲۷ء

۲۶۷۔ لسان المیزان

مؤسسة الأعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۱ء

ابن الخطیب، ابوالعباس احمد بن حسن بن علی (م ۸۱۰ھ)

۲۶۸۔ الوفیات

دار الأفاق الجدیدۃ، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ابن خلکان، شمس الدین ابوالعباس احمد بن محمد (م ۶۸۱ھ)

۲۶۹۔ وفیات الأعیان و انباء ابناء الزمان

دار صادر، بیروت ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

ابن رجب، عبدالرحمن بن شہاب الدین احمد بن رجب دمشقی حنبلی (م ۷۹۵ھ)

۲۷۰۔ طبقات الحنابلة

دار المعرفة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

ابن سعد، ابی عبداللہ محمد بن سعد بن منیع بصری (م ۲۳۰ھ)

۲۷۱۔ الطبقات الکبریٰ

دار صادر، بیروت ۱۳۸۸ھ/۱۹۶۸ء

ابن عبدالبر، ابوعمر یوسف بن عبداللہ بن محمد مالکی (م ۴۶۳ھ)

۲۷۲۔ الإستیعاب فی معرفة الأصحاب علی ذیل الاصابة لابن حجر العسقلانی

تحقیق د۔ طه محمد الزینی

مکتبة الکلیات الأزهریة، طبع اوّل، سال اشاعت ندارد۔

ابن عدی، ابواحمد عبداللہ جرجانی (م ۳۶۵ھ)

۲۷۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال

دار الفکر + المکتبة الأثریة، سانگلہ ہل پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

ابن العراقی، ولی الدین ابی زرعہ احمد بن عبدالرحیم بن الحسین (م ۸۲۶ھ)

۲۷۴۔ الذیل علی العبر فی خبر من عبر

مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

ابن العماد، عبدالحی حنبلی (م ۱۰۸۹ھ)

۲۷۵۔ شذرات الذهب فی أخبار من ذهب

دار المسیرة، بیروت، طبع دوم ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

ابن فرحون، ابوالوفا، قاضی ابراہیم بن محمد بن ابی القاسم مالکی (م ۷۹۹ھ)

۲۷۶۔ الدیباج المذهب فی معرفة اعیان علماء المذهب، تحقیق مامون بن محی الدین الجنان

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۱۷ھ/۱۹۹۶ء

ابن قتیبہ، ابومحمد عبداللہ بن مسلم دینوری (م ۲۷۶ھ)

۲۷۷۔ المعارف

احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

ابن قطلو بغا، زین الدین ابوالعدل قاسم (م ۸۷۹ھ)

۲۷۸۔ تاج التراجم فی طبقات الحنفیة

ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی، سال اشاعت ندارد۔

ابن قنفذ، ابوالعباس احمد بن حسن (م ۸۰۷ھ)

۲۷۹۔ کتاب الوفیات

دار الآفاق الجدیدة، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ابن الکیال، ابوالبرکات محمد بن احمد (م ۹۳۹ھ)

۲۸۰۔ الکواکب النیرات فی معرفة من اختلط من الرواة الثقات

مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی، کلیة الشریعة و الدراسات الإسلامیة

جامعة ام القری مکة المکرمة + دار المامون للتراث، دمشق، بیروت، طبع اول ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

ابن ماکولا، علی بن هبة اللہ (م ۴۷۵ھ)

۲۸۱۔ الإکمال فی رفع الإرتیاب عن المؤتلف و المختلف فی الأسماء و الکنی و الأنساب

ناشر محمد امین دمج، بیروت س ن + دائرة المعارف عثمانیہ و نیورسٹی، حیدرآباد ہند ۱۹۶۲ء

ابن المدینی، علی بن عبداللہ (م ۲۳۴ھ)

۲۸۲۔ عِلَل الحدیث و معرفة الرجال

دار الوعی، حلب، طبع اوّل ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

ابن مفلح، برہان الدین ابراہیم بن محمد بن عبداللہ (م ۸۸۴ھ)

۲۸۳۔ المقصد الأرشد فی ذکر أصحاب الإمام احمد

مکتبة الرشد ریاض، طبع اوّل ۱۴۱۰ھ/۱۹۹۰ء

بوشامہ، شہاب الدین ابومحمد عبدالرحمن بن اسمٰعیل مقدسی دمشقی (م ۶۶۵ھ)

۲۸۴۔ تراجم رجال القرنين، السادس و السابع، المعروف بالذيل على الروضتين،

دارالجیل، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۹۷۴ء

ابونعیم اصبہانی، احمد بن عبداللہ بن احمد بن اسحاق (م ۴۳۰ھ)

۲۸۵۔ حلية الأولياء و طبقات الأصفياء

دار الکتب العربی بیروت، طبع دوم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

۲۸۶۔ معرفة الصحابة

مكتبة الدار المدينة المنورة، مكتبة الحرمين رياض، طبع اوّل ۱۴۰۸ھ/۱۹۸۸ء

احمد بن محمد بن حنبل (م ۲۴۱ھ)

۲۸۷۔ كتاب فضائل الصحابة، تحقيق وصى الله بن محمد عباس

موسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

اکفانی، ابومحمد ہبۃ اللہ بن احمد بن محمد (م ۵۲۴ھ)

۲۸۸۔ ذيل ذيل تاريخ مولد العلماء ووفياتهم سکتانی (م ۴۶۶ھ)

دارالعاصمة، ریاض، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ/۱۹۸۹ء

جعدی، عمر بن علی بن سمرۃ (م ۵۸۶ھ تقریباً)

۲۸۹۔ طبقات فقهاء اليمن

دارالکتب العلمیة، بیروت، طبع دوم ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

جوزجانی، ابواسحاق ابراہیم بن یعقوب (م ۲۵۹ھ)

۲۹۰۔ احوال الرجال

موسسة الرسالة، المكتبة الأثرية، سانگلہ ہل پاکستان، سن اشاعت ندارد۔

حسینی، ابوبکر بن ہدایۃ اللہ (م ۱۰۱۴ھ)

۲۹۱۔ طبقات الشافعية

منشورات دار الآفاق الجديدة، بیروت، طبع سوم ۱۴۰۲ھ/۱۹۸۲ء

دارقطنی، ابوالحسن علی بن عمر بن احمد (م ۳۸۵ھ)

۲۹۲۔ ذکر اسماء التابعين و من بعدهم ممن صحت روايته عن الثقات عند البخارى و المسلم

مؤسسة الکتب الثقافیة، طبع اوّل ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۵ء

داؤودی، شمس الدین محمد بن علی بن احمد (م ۹۴۵ھ)

۲۹۳۔ طبقات المفسرین

دار الکتب العلمیة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

ذہبی، شمس الدین ابوعبداللہ محمد بن احمد بن عثمان قایماز (م ۷۴۸ھ)

۲۹۴۔ العبر فی خَبَر مَن غَبَر

دار الکتب العلمیة، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

۲۹۵۔ تجرید اسماء الصحابة

دار المعرفة، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

۲۹۶۔ سِیَر اعلام النُبلاء

مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

۲۹۷۔ تذکرة الحفاظ

دار الفکر العربی Dairatul-Maaraf-Osmania,Hyderabad-DN ,India1956+

۲۹۸۔ میزان الإعتدال

المکتبة الأثریة، سانگلہ ہل، شیخوپورہ، پاکستان، طبع اوّل ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۳ء

۲۹۹۔ الکاشف فی معرفة من له روایة فی الکتب الستّة

دار الکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

رازی، ابومحمد عبدالرحمٰن بن ابی حاتم محمد بن ادریس بن المنذر (م ۳۲۷ھ)

۳۰۰۔ کتاب الجرح و التعدیل

دار احیاء التراث العربی، بیروت، طبع اوّل ۱۳۷۳ھ/۱۹۵۳ء

زرکلی، خیر الدین

۳۰۱۔ الأعلام قاموس تراجم لأشهر الرجال و النساء من العرب و المستعربین و المستشرقین

مطبعة کوستا تسوماس و شرکاه، طبع دوم ۱۳۷۴ھ/۱۹۵۴ء

سبکی، تاج الدین ابونصر عبدالوہاب بن تقی الدین علی بن عبدالکافی (م ۷۷۱ھ)

۳۰۲۔ طبقات الشافعیة الکبریٰ

دار المعرفة، بیروت لبنان، طبع دوم، سال اشاعت ندارد۔

سخاوی، شمس الدین محمد بن عبدالرحمن (م ۹۰۲ھ)

۳۰۳۔ الضوء اللامع لأهل القرن التاسع

منشورات دارمکتبة الحیاة، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

سمعانی، ابوسعد عبدالکریم بن محمد بن منصور تیمی (م ۵۶۲ھ)

۳۰۴۔ الأنساب

مطبعة مجلس دائرة المعارف العثمانیه، حیدرآباد الدکن، الہند، طبع اوّل ۱۳۸۶ھ ۱۹۶۶ء

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمن بن ابی بکر بن محمد (م ۹۱۱ھ)

۳۰۵۔ طبقات المفسرین

دارالکتب العلمیة، بیروت، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/ ۱۹۸۳ء

۳۰۶۔ طبقات الحفاظ

دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

شوکانی، محمد بن علی بن محمد (م ۱۲۵۰ھ)

۳۰۷۔ دَرّ السحابة فی مناقب القرابة و الصحابة، تحقیق الدکتور حسین بن عبدالله العمری

دار الفکر، دمشق سوریا ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

۳۰۸۔ البدرا لطالع بمحاسن مَن بعد القرن السابع

دارالمعرفة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

شیرازی، ابواسحاق ابراہیم بن علی بن یوسف شافعی (م ۴۷۶ھ)

۳۰۹۔ طبقات الفقهاء، تحقیق د۔ احسان عباس

دارالرائد العربی، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

صدیق بن حسن بن علی حسینی بخاری قنوجی (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)

۳۱۰۔ تاج المُکلل من جواهر مآثر الطَراز الآخر و الأول

مکتبة دارالسلام للنشر و التوزیع، ریاض ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۵ء

صفدی، صلاح الدین خلیل بن ایبک

۳۱۱۔ الوافی بالوفیات

دارالنشر فرانز شتایر بقیسبادن+ انتشارات جہان تہران ایران ۱۳۸۱ھ ۱۹۶۱ء

طاہر، محمد مولانا

۳۱۲۔ نیل السائرین فی طبقات المفسرین

اسلامی کتب خانہ، قصہ خوانی بازار، پشاور پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

عبادی، ابو عاصم محمد بن احمد

۳۱۳۔ طبقات فقہاء الشافعیۃ

LEIDEN ,E.J. BRILL 1964 A.D

عبدالرحمن، زین الدین ابوالفرج بن شہاب الدین احمد حنبلی (م ۷۹۵ھ)

۳۱۴۔ کتاب الذیل علی طبقات الحنابلۃ لابن رجب (م۷۹۵ھ)

دار المعرفۃ، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

عراقی، ابوالفضل عبدالرحیم بن الحسین (م ۸۰۶ھ)

۳۱۵۔ ذیل میزان الاعتدال

جامعۃ ام القریٰ، مکۃ المکرمۃ، طبع اوّل ۱۴۰۶ھ

عقیلی، ابوجعفر محمد بن عمرو بن موسیٰ بن حماد المکی (م ۳۲۲ھ)

۳۱۶۔ کتاب الضعفاء الکبیر

دار الکتب العلمیۃ بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

عیاض، ابوالفضل عیاض بن موسیٰ بن عیاض (م ۵۴۴ھ)

۳۱۷۔ ترتیب المدارک و تقریب المسالک بمعرفۃ اعلام مذہب مالک

تحقیق الدکتور احمد بکیر محمود

منشورات دار مکتبۃ الحیاۃ، بیروت + دار مکتبۃ الفکر طرابلس لیبیا، سال اشاعت ندارد۔

کتانی، ابومحمد عبدالعزیز بن احمد بن محمد (م ۴۶۶ھ)

۳۱۸۔ ذیل تاریخ مولد العلماء و وفیاتھم

دار العاصمۃ ریاض، طبع اوّل ۱۴۰۹ھ

لکھنوی، ابوالحسنات محمد عبدالحی (م ۱۳۰۴ھ)

۳۱۹۔ طبقات الفقہاء علی النافع الکبیر لمن یطالع الجامع الصغیر

مکتبہ نشر القرآن والحدیث، محلہ جنگی عقب قصہ خوانی، پشاور پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

۳۲۰۔ الفوائد البهية فی تراجم الحنفية و بذیلہ طرب الأماثل بتراجم الأفاضل
قدیمی کتب خانہ، کراچی، سال اشاعت ندارد۔

۳۲۱۔ نزهة الخواطر و بهجة المسامع والنواظر
طیب اکادمی، بیرون بوہر گیٹ، ملتان، پاکستان ۱۴۱۳ھ،۱۹۹۳ء

مراغی، عبداللہ مصطفیٰ

۳۲۲۔ الفتح المبين فی طبقات الأصوليين
ناشر محمد امین دمج و شرکاہ، بیروت، طبع دوم ۱۳۹۴ھ ۱۹۷۴ء

مزی، جمال الدین ابی الحجاج یوسف (م ۷۴۲ھ)

۳۲۳۔ تهذيب الكمال فی أسماء الرجال
مؤسسة الرسالة، طبع اوّل ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۲ء

موسوی، محمد باقر اصبہانی

۳۲۴۔ روضات الجنات فی أحوال العلماء و السادات
مکتبہ اسماعیلیان، قم + دار المعرفة، بیروت ۱۳۹۰ھ

وکیع، محمد بن خلف بن حیان (م ۳۰۶ھ)

۳۲۵۔ اخبار القضاة
عالم الکتب، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

ہندی، محمد بن طاہر بن علی (م ۹۸۸ھ)

۳۲۶۔ المغنی فی ضبط أسماء الرجال و معرفة كنى الرواة و القابهم
دار الكتاب العربی، بیروت لبنان ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

یافعی، ابو عبداللہ بن اسعد بن علی بن سفیان (م ۷۶۸ھ)

۳۲۷۔ مرآة الجنان و عبرة اليقظان فی معرفة ما يعتبر من حوادث الزمان
مؤسسة الاعلمی للمطبوعات، بیروت لبنان، طبع دوم ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

یوسف بن تغری بردی (م ۸۷۴ھ)

۳۲۸۔ الدليل الشافی علی المنهل الصافی
مرکز البحث العلمی و احیاء التراث الإسلامی، جامعة ام القری مكة مكرمه

المملكة العربية السعودية، سال اشاعت ندارد۔

لغات

ابن دريد الأزدی، ابوبکر محمد بن الحسن بصری (م ۳۲۱ھ)

۳۲۹۔ کتاب جمهرة اللغة

اداره مجلس دائرة المعارف العثمانية، حیدرآباد دکن، طبع اول ۱۳۵۱ھ

ابن فارس، ابوالحسین احمد بن فارس بن زکریا (م ۳۹۵ھ)

۳۳۰۔ معجم مقاييس اللغة، تحقيق عبدالسلام محمد هارون

مركز النشر، مكتب الأعلام الإسلامي ۱۴۰۴ھ

ابن منظور، ابوالفضل جمال الدین محمد بن مکرم افریقی مصری (م ۷۱۱ھ)

۳۳۱۔ لسان العرب

دار صادر، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

احمد عطیہ اللہ

۳۳۲۔ القاموس الإسلامي

مكتبة النهضة المصرية، قاهرة ۱۳۸۳ھ/۱۹۶۳ء

ازہری، ابومنصور محمد بن احمد (م ۳۷۰ھ)

۳۳۳۔ تهذيب اللغة

المؤسسة المصرية العامة للتاليف و الأنباء والنشر + دار المصرية للتاليف و الترجمة ؛

مركز البحث العلمي، كلية الشريعة، مكة، سال اشاعت ندارد۔

جوہری، اسماعیل بن حماد (م ۳۹۳ھ)

۳۳۴۔ الصحاح تاج اللغة و صحاح العربية، تحقيق احمد عبدالغفور عطا

دار العلم للملايين، بیروت، طبع چہارم ۱۴۰۷ھ/۱۹۸۷ء

حسین یوسف موسیٰ و عبدالفتاح الصعیدی

۳۳۵۔ الافصاح في فقه اللغة

مركز النشر مكتب الاعلام الإسلامي، طهران ۱۴۰۴ھ

رضا، احمد الشیخ

۳۳۶۔ معجم متن اللغة، موسوعة لغوية حديثية

منشورات دار مکتبة الحیاة، بیروت ۱۳۷۹ھ/۱۹۶۰ء

زاوی، الطاہر احمد

۳۳۷۔ ترتیب القاموس المحیط علی طریقة المصباح المنیر و اساس البلاغة

دار الفکر، طبع سوم، سال اشاعت ندارد۔

۳۳۸۔ ترتیب القاموس المحیط

دار المعرفة بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

زبیدی، محمد مرتضیٰ (م ۱۲۰۵ھ)

۳۳۹۔ تاج العروس

دار صادر، بیروت ۱۳۸۶ھ/۱۹۶۶ء

مطرزی، ناصر بن عبدالسید علی ابوالفتح ناصر الدین (م ۶۱۰ھ)

۳۴۰۔ المُغرِب فی ترتیب المُعرِب، تحقیق محمود فاخوری + عبدالحمید مختار

ادارۃ دعوۃ الاسلام، المدرسة الیوسفیة سوریة، کراچی، سال اشاعت ندارد۔

مقری، احمد بن محمد بن علی (م ۷۷۰ھ)

۳۴۱۔ کتاب المصباح المنیر فی غریب الشرح الکبیر للرافعی

المطبعة الکبری الأمیریة ببولاق مصر المحمیة، طبع دوم ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۶ء

ندوی، سید سلیمان (م ۱۳۷۳ھ)

۳۴۲۔ لغات جدیدة

مطبع معارف، اعظم گڑھ، طبع سوم ۱۳۵۶ھ/۱۹۳۷ء

معاجم

اسماعیل پاشا بغدادی

۳۴۳۔ ھدایة العارفین، اسماء المؤلفین و آثار المصنفین

منشورات مکتبة المثنی، بغداد، جلد اول ۱۹۵۱ء، جلد دوم ۱۹۵۵ء

۳۴۴۔ ایضاح المکنون فی الذیل علی کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون

منشورات مکتبة المثنی، بغداد، سال اشاعت ندارد۔

انیس، د۔ ابراہیم + د۔ عبدالحلیم منتصر + عطیہ الصوالحی + محمد خلف، اللہ احمد

۳۴۵۔ المعجم الوسیط

دار الفکر، سال اشاعت ندارد۔

تھانوی، محمد اعلیٰ، قاضی (م ۱۱۹۱ھ/۱۷۷۷ء)

۳۴۶۔ کشاف اصطلاحات الفنون

سہیل اکیڈمی لاہور، طبع اوّل ۱۴۱۳ھ/۱۹۹۳ء

حاجی خلیفہ، مصطفیٰ بن عبداللہ قسطنطینی رومی حنفی، معروف بہ ملا کاتب الجلبی والمعروف بحاجی خلیفہ (م ۱۰۶۷ھ)

۳۴۷۔ کشف الظنون عن اسامی الکتب و الفنون

المکتبۃ الإسلامیۃ و المکتبۃ الجعفری، طھران، طبع سوم ۱۳۸۷ھ ۱۹۹۷ء

صیداروی، ابوالحسین محمد بن احمد بن جُمیع (م ۴۰۲ھ)

۳۴۸۔ کتاب معجم الشیوخ، تحقیق د۔ عمر عبدالسلام تدمری

مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت لبنان، دار الإیمان، طرابلس لبنان، طبع اوّل ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

قلعہ جی، د۔ محمد رواس + د۔ حامد صادق قنیبی

۳۴۹۔ معجم لغۃ الفقہاء

ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ، کراچی پاکستان، سال اشاعت ندارد۔

کحالہ، محمد رضا

۳۵۰۔ معجم المؤلفین تراجم مصنفی الکتب العربیۃ

دار احیاء التراث العربی، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

نووی، ابوزکریا محی الدین بن شرف (م ۶۷۶ھ)

۳۵۱۔ تھذیب الأسماء و اللغات

دار الکتب العلمیۃ، بیروت، سال اشاعت ندارد۔

ہروی، ابوالفضل عبیداللہ بن عبداللہ بن احمد (م ۴۰۵ھ)

۳۵۲۔ المعجم فی مشتبہ اسامی المحدثین

مکتبۃ الرشد، ریاض، طبع اوّل ۱۴۱۱ھ/۱۹۹۰ء

یاقوت حموی، شہاب الدین یاقوت بن عبداللہ (م ۶۲۶ھ)

۳۵۳۔ معجم البلدان

دار صادر، بیروت ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

متفرّق

ابن ابی العز، صدر الدین محمد بن علاء الدین علی بن محمد حنفی (م ۷۹۴ھ)

۳۵۴۔ شرح العقیدة الطحاویة لأبی جعفر احمد بن محمد بن سلامة الطحاوی (م ۳۲۱ھ)

المکتب الإسلامی ۱۴۱۶ھ/۱۹۹۶ء

ابن تیمیہ، ابو العباس تقی الدین احمد بن عبد الحلیم حنبلی (م ۷۲۸ھ)

۳۵۵۔ اقتضاء الصراط المستقیم مخالفة اصحاب الجحیم

المکتبة السلفیة، شیش محل روڈ لاہور، طبع اوّل ۱۳۹۸ھ/۱۹۷۸ء

ابن حجر ہیثمی مکی، شہاب الدین احمد (م ۹۷۴ھ)

۳۵۶۔ الفتاویٰ الحدیثیة

مطبعة مصطفی البابی الحلبی و اولاده بمصر، طبع دوم ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

ابن عبد البر، ابو عمر یوسف بن عبد اللہ بن سلام مالکی (م ۴۶۳ھ)

۳۵۷۔ جامع بیان العلم و فضله، تحقیق ابی الأشبال الزهیری

دار ابن الجوزی، المملکة العربیة السعودیة، طبع اوّل ۱۴۱۴ھ/۱۹۹۴ء

ابن العربی، ابو بکر محمد بن عبد اللہ بن محمد بن عبد اللہ مالکی، قاضی (م ۵۴۳ھ)

۳۵۸۔ العواصم من القواصم فی تحقیق مواقف الصحابة بعد وفاة النبی صلی اللّٰہ علیه وسلّم، تحقیق محب الدین الخطیب

لجنة الشباب المسلم، سالِ اشاعت ندارد۔

ابن عربی، محی الدین محمد بن علی، صوفی (م ۶۳۸ھ)

۳۵۹۔ الفتوحات المکیة

المکتبة العربیة، طبع دوم ۱۴۰۵ھ/۱۹۸۵ء

ابن عساکر، ابو القاسم علی بن الحسن بن ہبۃ اللہ دمشقی (م ۵۷۱ھ)

۳۶۰۔ تبیینُ کَذبِ المُفتری فیما نُسب إلی الإمام ابی الحسن الأشعری (م ۳۳۰ھ تقریباً)

دار الکتاب العربی، بیروت لبنان ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء

ابن قیم، شمس الدین ابی عبد اللہ محمد بن ابی بکر الجوزیہ دمشقی حنبلی (م ۷۵۱ھ)

۳۶۱۔ اعلام الموقعین عن رب العالمین

دارالجیل للنشر و التوزیع و الطباعة، بیروت لبنان، سال اشاعت ندارد۔

۳۶۲۔ **الطرق الحکمیة فی السیاسة الشرعیة**

المؤسسة العربیة للطباعة و النشر، قاهرة ۱۳۸۰ھ/۱۹۶۱ء

ابن الوزیر، محمد بن ابراہیم یمانی (م ۸۴۰ھ)

۳۶۳۔ **العواصم و القواصم فی الذب عن سنّة ابی القاسم**، تحقیق شعیب الأرنووط

مؤسسة الرسالة، بیروت، طبع دوم ۱۴۱۲ھ/۱۹۹۲ء

ابوزہرة، محمد احمد

۳۶۴۔ **المذاهب الإسلامیة**

إشراف ادرارة الثقافة العامة بوزارة التربیة و التعلیم بمصر، سال اشاعت ندارد۔

آجری، ابوبکر محمد بن الحسین (م ۳۶۰ھ)

۳۶۵۔ **الشریعة**

انصار السنّة المحمدیة، لاہور، سال اشاعت ندارد۔

تیمی، ابومنصور عبدالقاہر بن طاہر (م ۴۲۹ھ)

۳۶۶۔ **کتاب اصول الدین**

دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان، طبع سوم ۱۴۰۱ھ/۱۹۸۱ء

خُضری بک، محمد

۳۶۷۔ **إتمام الوفاء فی سیرة الخلفاء**

دارالإیمان، بیروت، طبع اوّل ۱۹۸۲ء

دہلوی، شاہ ولی اللہ احمد بن عبدالرحیم (م ۱۱۷۶ھ)

۳۶۸۔ **التفهیمات الإلٰهیة**، تصحیح و تحشیة الأستاذ غلام مصطفی القاسمی

اکادمیة الشاه ولی اللّٰه الدهلوی، صدر، حیدرآباد سندھ، مغربی پاکستان ۱۳۹۰ھ/۱۹۷۰ء

۳۶۹۔ **إزالة الخفاء عن خلافة الخلفاء**

قدیمی کتب خانہ، آرام باغ کراچی، سال اشاعت ندارد۔

۳۷۰۔ **حجة اللّٰه البالغة**

دارالتراث، قاهرة ۱۳۵۵ھ

۳۷۱۔ **الإنصاف فی بیان سبب الإختلاف**

هیئة الأوقاف حکومت پنجاب لاہور، طبع اوّل ۱۹۷۱ء

سیوطی، جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر بن محمد شافعی (م ۹۱۱ھ)

۲۷۲۔ الحاوی للفتاوی

المکتبة التجاریة الکبری بشارع محمد علی مصر، طبع سوم ۱۳۸۷ھ/۱۹۵۹ء

شاطبی، ابواسحاق ابراہیم بن موسیٰ مالکی (م ۷۹۰ھ)

۲۷۳۔ الاعتصام

دار الفکر، سال اشاعت ندارد۔

شعرانی، عبدالوہاب بن احمد بن علی شافعی (م ۹۷۳ھ)

۲۷۴۔ المیزان الکبریٰ و بھامشه رحمة الأمة فی اختلاف الأئمة لأبی عبدالله محمد بن عبدالرحمن

دار الفکر، طبع اوّل، سال اشاعت ندارد۔

۲۷۵۔ الیواقیت و الجواهر فی بیان عقائد الأکابر و بھامشه الکبریت الأحمر فی بیان علوم الشیخ الأکبر

مطبعة مصطفی البابی الحلبی و اولاده، مصر، طبع آخر ۱۳۷۸ھ/۱۹۵۹ء

شہرستانی، ابوالفتح محمد بن عبدالکریم (م ۵۴۸ھ)

۲۷۶۔ الملل و النحل، تحقیق احمد فهمی محمد

دارالسرور، بیروت لبنان، طبع اوّل ۱۳۶۸ھ/۱۹۴۸ء

صدیق بن حسن قنوجی (م ۱۳۰۷ھ)

۲۷۷۔ ابجد العلوم المسمیٰ بالسحاب المرکوم

المکتبہ القدوسیہ، اردو بازار، لاہور، طبع اوّل ۱۴۰۳ھ/۱۹۸۳ء

علی الخفیف

۵۷۸۔ اسباب اختلاف الفقهاء

دار الفکر العربی، قاهرة ۱۹۹۶ء

غزالی، ابوحامد محمد بن محمد شافعی (م ۵۰۵ھ)

۲۷۹۔ المُنقِذ من الضّلال، تعلیق و تصحیح ڈاکٹر رشید احمد جالندہری

ھئیہ اوقاف حکومت پنجاب، لاہور ۱۹۷۱ء

کلاباذی، ابوبکر محمد بن ابراہیم بن یعقوب (م ۳۸۰ھ)

۲۸۰۔ التعرف لمذهب اهل التصوف

مکتبة الکلیات الأزهریة، قاهرة، طبع سوم ۱۴۰۰ھ/۱۹۸۰ء

کوثری، محمد زاہد (م ۱۳۷۱ھ)

۳۸۱۔ مقالات الکوثری

مطبعة الأنوار، قاهرة، سال اشاعت ندارد۔

۳۸۲۔ فقه اهل العراق و حدیثهم، تحقیق عبدالفتاح ابوغدة

ایچ ایم سعید کمپنی، ادب منزل پاکستان چوک کراچی، سال اشاعت ندارد۔

محمد شفیع، مفتی

۳۸۳۔ اوزان شرعیہ

ادارۃ المعارف، کراچی، طبع سوم ۱۳۸۲ھ

نجار، عبدالوہاب

۳۸۴۔ الخلفاء الراشدون

دارالکتب العلمیة، بیروت لبنان ۱۳۹۹ھ/۱۹۷۹ء